بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

نزہۃ الخواطر

و

بہجۃ المسامع والنواظر

(پاک و ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(جلد چہارم)

مؤلف :- مولانا سید عبدالحئی حسنی بریلوی (سابق مدیر ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مترجم :- ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

باعانت محکمۂ اوقاف (مغربی پاکستان)

مقبول اکیڈمی

چوک انارکلی ۔ بالمقابل المینار مارکیٹ لاہور

ناشر ——— ملک مقبول احمد
طباعت ——— پنجاب پریس لاہور
طبع اوّل ——— ۱۹۶۷ء
قیمت ——— ۱۳ روپے ۵۰ پیسے

مقبول اکیڈمی لاہور
باعانت
محکمہ اوقاف (مغربی پاکستان)

فہرست افرادِ متن

(جلد چہارم)

الف

۱- شیخ ابراہیم ابن احمد بہاری
۲- سیدؔ ابراہیم ابن احمد بغدادی
۳- شیخ ابراہیم ابن الجمالی سندھی
۴- مولانا ابراہیم ابن فتح اللہ ملتانی
۵- شیخ ابراہیم ابن محمد ملتانی
۶- قاضی ابراہیم ابن محمد کالپوی
۷- شیخ ابراہیم ابن معین ایرجی
۸- حاجی ابراہیم سرہندی
۹- شیخ ابراہیم سندھی
۱۰- شیخ ابراہیم بروچی
۱۱- شیخ ابراہیم جونپوری
۱۲- قاضی ابراہیم سندھی
۱۳- شیخ ابو اسحاق لاہوری
۱۴- مولانا ابو البقا خراسانی
۱۵- شیخ ابوبکر اکبرآبادی
۱۶- شیخ ابوسعید کالپوی
۱۷- قاضی ابوسعید سندھی
۱۸- شیخ ابوالغیث بخاری
۱۹- شیخ ابوالفتح بن الجمال مکی
۲۰- حکیم ابوالفتح ابن عبدالرزاق گیلانی
۲۱- مفتی ابوالفتح بن عبدالغفور تھانیسری
۲۲- شیخ ابوالفتح بن محمد منیری
۲۳- خطیب ابوالفضل گازرونی
۲۴- سید ابوالفضل استرآبادی
۲۵- شیخ ابوالقاسم احمد مکی
۲۶- شیخ ابومحمد تمیمی برہانپوری
۲۷- قاضی ابوالمعالی بخاری
۲۸- شیخ ابوالواحد ہروی
۲۹- شیخ ابویزید برہانپوری
۳۰- مولانا اثیرالدین کاہانی
۳۱- شیخ احمد بن ابوبکر حضرمی
۳۲- شیخ احمد ابن ابوالفتح غازی پوری
۳۳- شیخ احمد ابن اسحاق سندھی
۳۴- شیخ احمد ابن اسماعیل ظفرآبادی
۳۵- شیخ احمد بن اسماعیل مندوی
۳۶- شیخ احمد بن بدرالدین مصری
۳۷- شیخ احمد بن جعفر گجراتی
۳۸- شیخ احمد بن جلال گجراتی

نمبر	نام	نسبت
۸۹-	شیخ بایزید	اجمیری
۹۰-	جام بایزید	سندھی
۹۱-	شیخ بخشو	مندسوری
۹۲-	شیخ بدرالدین	گجراتی
۹۳-	شیخ بدرالدین	اکبرآبادی
۹۴-	شیخ بدرالدین	ملتانی
۹۵-	مولانا بدرالدین	سرہندی
۹۶-	شیخ بڈھن	مندسوری
۹۷-	شیخ بڈھن	منیری
۹۸-	شیخ بڈھن	اجونوی
۹۹-	برہان نظام شاہ	احمدنگری
۱۰۰-	شیخ برہان الدین	کالپوی
۱۰۱-	قاضی برہان الدین	گجراتی
۱۰۲-	شیخ برہان الدین	گجراتی
۱۰۳-	مولانا برہان الدین	ملتانی
۱۰۴-	شیخ بلال محدث	سندھی
۱۰۵-	بہادر شاہ	گجراتی
۱۰۶-	شیخ بہاؤالدین انصاری	جنیدی
۱۰۷-	شیخ بہاؤالدین عمری	جونپوری
۱۰۸-	شیخ بہاؤالدین	کوڑوی
۱۰۹-	مفتی بہاؤالدین	اکبرآبادی
۱۱۰-	شیخ بہاؤالدین قلندر	گیلانی
۱۱۱-	شیخ بہاؤالدین	گجراتی
۱۱۲-	حکیم بھورہ خان	اکبرآبادی
۱۱۳-	شیخ بیارہ بن کبیر	مندوی

نمبر	نام	نسبت
۱۱۴-	بیرم خان خان خاناں	
۱۱۵-	شیخ پیر محمد	گجراتی
۱۱۶-	مولانا پیر محمد	احمدنگری
۱۱۷-	مولانا پیر محمد	شیروانی
	ت	
۱۱۸-	شیخ تاج الدین	مندوی
۱۱۹-	مولانا تقی الدین	پنڈوی
	ج	
۱۲۰-	شیخ جعفر بن میراں	سندھی
۱۲۱-	جلال الدین اسماعیل	گجراتی
۱۲۲-	مولانا سعد اللہ	سندھی
۱۲۳-	شیخ جلال الدین	اکبرآبادی
۱۲۴-	شیخ جلال الدین	دہلوی
۱۲۵-	شیخ جلال الدین	تھانیسری
۱۲۶-	شیخ جلال الدین	برہان پوری
۱۲۷-	شیخ جلال الدین	برہان پوری
۱۲۸-	مولانا جلال الدین	تتوی
۱۲۹-	قاضی جلال الدین	ملتانی
۱۳۰-	شیخ جلال الدین	بدایونی
۱۳۱-	شیخ جلال الدین	کالپوی
۱۳۲-	شیخ جلال الدین محمد	برہانپوری
۱۳۳-	شیخ جمال الدین بن احمد	تپندیری
۱۳۴-	شیخ جمال بن حسین	گجراتی
۱۳۵-	شیخ جمال الدین بن محمود	گجراتی
۱۳۶-	مفتی جمال دین بن نصیر	دہلوی

نمبر	نام	نسبت
۱۳۷-	مولانا جمال دین	شیرازی
۱۳۸-	شیخ جمال الدین	برہانپوری
۱۳۹-	شیخ جمال محمد	گجراتی
۱۴۰-	مفتی جنید القرشی	ملتانی
۱۴۱-	شیخ جیائین	سہنوی
۱۴۲-	مولانا چاند منجم	دہلوی
۱۴۳-	شیخ چیندلی	جونپوری
۱۴۴-	شیخ چندن	جونپوری
۱۴۵-	شیخ چندن	اکبرآبادی
۱۴۶-	شیخ چکن	کھندوتی
۱۴۷-	قاضی چکن	گجراتی
	ح	
۱۴۸-	مولانا حاتم	سنبھلی
۱۴۹-	شیخ حاجی بن محمد	دہلوی
۱۵۰-	شیخ حافظ	جونپوری
۱۵۱-	شیخ حامد حسینی	مانکپوری
۱۵۲-	شیخ حامد بن عبدالرزاق	الانچی
۱۵۳-	قاضی حبیب اللہ	گھوسوی
۱۵۴-	مولانا حبیب اللہ	گجراتی
۱۵۵-	شیخ حسام الدین	ملتانی
۱۵۶-	شیخ حسن بن احمد	گجراتی
۱۵۷-	شیخ حسن بن حسام	نارنولی
۱۵۸-	شیخ حسن بن داؤد	بنارسی
۱۵۹-	شیخ حسن بن طاہر	جونپوری
۱۶۰-	شیخ حسن بن عبداللہ	کالپوی
۱۶۱-	شیخ حسن بن محمود	شیرازی
۱۶۲-	شیخ حسن بن موسی	گجراتی
۱۶۳-	فقیہ حسن عرب	دابھولی
۱۶۴-	شیخ حسین بن اسد	گلبرگوی
۱۶۵-	شیخ حسین بن خالد	ناگوری
۱۶۶-	مرزا شاہ حسن	سندھی
۱۶۷-	حسین شاہ لنکاہ	ملتانی
۱۶۸-	شیخ حسین بن محمد	گوالیری
۱۶۹-	شیخ حسین بن محمد	سکندری
۱۷۰-	مولانا حسین	تبریزی
۱۷۱-	کمال الدین حسین	اردستانی
۱۷۲-	شیخ حسین	بغدادی
۱۷۳-	شیخ حسین	برہری
۱۷۴-	شیخ حسین	ملتانی
۱۷۵-	قاضی حماد	ردولوی
۱۷۶-	شیخ حمید الدین	گوالیری
۱۷۷-	مولانا حمید الدین	گجراتی
۱۷۸-	مولانا حمید الدین	سنبھلی
۱۷۹-	شیخ حنیف حسینی	
۱۸۰-	مرزا حیدر	گورگانی
	خ	

۱۸۱-	شیخ خاصہ بن خضر	امیتھوی
۱۸۲-	خان جیو بن داؤد صدیقی	گجراتی
۱۸۳-	شیخ خانون	گوالیری
۱۸۴-	شیخ خواجہ عالم	گجراتی
۱۸۵-	شیخ خواجگی	سدھوری
۱۸۶	خسرو بتوا	لاری
۱۸۷-	شیخ خضر بن رکن	جونپوری
۱۸۸-	سید خوند میر	گجراتی
۱۸۹-	شیخ دانیال بن حسن	جونپوری
۱۹۰-	شیخ داؤد بن حسن	کشمیری
۱۹۱-	شیخ داؤد بن عجب شاہ	گجراتی
۱۹۲-	شیخ داؤد بن فتح اللہ	کرمانی
۱۹۳-	شیخ داؤد بن قطب	بنارسی
۱۹۴-	شیخ داؤد	سندھی
۱۹۵-	قاضی دتہ	سندھی
۱۹۶-	مولانا درویش محمد	دہلوی
۱۹۷-	شیخ ذہین	بیجنوری

ر

۱۹۸-	شیخ راجح بن داؤد	گجراتی
۱۹۹-	شیخ راجی محمد	اجینی
۲۰۰-	شیخ رحمت اللہ	سندھی
۲۰۱	شیخ رحمت اللہ	گجراتی
۲۰۲-	مولانا رزق اللہ	دہلوی
۲۰۳-	مولانا رضی الدین	کشمیری
۲۰۴-	شیخ رفیع الدین محدّث	شیرازی
۲۰۵-	شیخ رکن الدین	بیانوی
۲۰۶-	شیخ رکن الدین	منیری
۲۰۷-	شیخ رکن الدین	سندھی
۲۰۸-	مولانا روح الدین	لاری

ز

۲۰۹-	شیخ زکریا بن عیسےٰ	دہلوی
۲۱۰-	شیخ زین الدین بن عبد العزیز	ملیباری
۲۱۱-	شیخ زین الدین علی	ملیباری
۲۱۲-	مولانا زین الدین	خوافی
۲۱۳-	شیخ زین العابدین	دہلوی

س

۲۱۴	شیخ سالار بن صبغۃ الدین	کوروی
۲۱۵-	شیخ سراج الدین	کالپوی
۲۱۶-	حکیم سراج الدین	گجراتی
۲۱۷-	شیخ سعد الدین	لاری
۲۱۸-	مولانا سعد اللہ	لاہوری
۲۱۹-	شیخ سعد اللہ	دہلوی
۲۲۰-	شیخ سعد اللہ	بیانوی
۲۲۱-	مولانا سعد اللہ	سندھی
۲۲۲-	شیخ سعدی	مہانپوری
۲۲۳-	شیخ سعید	الحبشی

۲۲۴-	شیخ سلطان بن قاسم	مانکپوری
۲۲۵-	شیخ سلطان شاہ	غزنوی
۲۲۶-	شیخ سلیم بن محمد	سیکروی
۲۲۷-	سلیم شاہ	سوری
۲۲۸-	شیخ سلیمان بن اسرائیل	لاہوری
۲۲۹-	شیخ سلیمان بن عفان	مندوی
۲۳۰-	سلیمان خان	کرانی
۲۳۱-	شیخ سماؤ الدین	ملتانی
۲۳۲-	شیخ سیف الدین	دہلوی
۲۳۳-	شیخ سیف الدین	کاکوروی

ش

۲۳۴-	مولانا شاہ محمد احمد	شرعی
۲۳۵-	شاہ قلی	ترکمانی
۲۳۶-	سید شاہ میر	اکبرآبادی
۲۳۷-	شاہی بیگ	قندھاری
۲۳۸-	شیخ شرف الدین	گجراتی
۲۳۹-	شیخ شرف الدین	شیرازی
۲۴۰-	مولانا شعیب واعظ	دہلوی
۲۴۱-	شیخ شکر	گجراتی
۲۴۲-	قاضی شکر اللہ	مندوی
۲۴۳-	مولانا شمس الدین	سلطانپوری
۲۴۴-	شیخ شمس الدین	ملتانی
۲۴۵-	شیخ شمس الدین	بیجاپوری
۲۴۶-	حکیم الملک شمس الدین	گیلانی
۲۴۷-	میر شمس الدین	عراقی
۲۴۸-	مولانا شمس الدین	کشمیری
۲۴۹-	مولانا شمس الحق	جونپوری
۲۵۰-	ملا شنگرف	کنائی
۲۵۱-	شیخ شہاب الدین	جونپوری
۲۵۲-	مولانا شہاب الدین	ہروی
۲۵۳-	مولانا شہیدی	قمی
۲۵۴-	شیخ بن عبداللہ	حضرمی
۲۵۵-	شیخ شیخ جیو	گجراتی
۲۵۶-	شیخ شیخ مشائخ	سدھوی
۲۵۷-	شیر شاہ سوری	سلطان ہند
۲۵۸-	مولانا شیر	لاہوری
۲۵۹-	مولانا شیر علی	سرہندی

ص

۲۶۰-	مرزا صادق	ازمریادی
۲۶۱-	قاضی صدر الدین	لاہوری
۲۶۲-	شیخ صدر الدین	سندھی
۲۶۳-	سید صدر الدین	قنوجی
۲۶۴-	سید صفائی	ترمذی
۲۶۵-	خواجہ صقر	رومی
۲۶۶-	قاضی صلاح الدین	جونپوری

ض

نمبر	نام	نسبت
۲۶۷-	قاضی ضیاؤالدین	سنوتی
۲۶۸-	مولانا ضیاؤالدین	مدنی

ط

نمبر	نام	نسبت
۲۶۹-	شیخ طاہر بن رضی	ہمدانی
۲۷۰-	مولانا طیب	سندھی

ع

نمبر	نام	نسبت
۲۷۱-	میراں عادل شاہ	برہانپوری
۲۷۲-	مولانا عالم	کابلی
۲۷۳-	مولانا عباس	سندھی
۲۷۴-	مولانا عبداول	جونپوری
۲۷۵-	میرک عبدالباقی	سندھی
۲۷۶-	شیخ عبدجلیل	لاہوری
۲۷۷-	شیخ عبدجلیل	جونپوری
۲۷۸-	شیخ عبدالحکیم	برہانپوری
۲۷۹-	شیخ عبدالحکیم	کالپوی
۲۸۰-	شیخ عبدالحلیم	سنبھلی
۲۸۱-	امیر عبدالحلیم	گجراتی
۲۸۲-	مولانا عبدالحی	دہلوی
۲۸۳-	مولانا عبدالخالق	گیلانی
۲۸۴-	مولانا عبدالرحمٰن	لاہوری
۲۸۵-	مولانا عبدالرحمٰن	ملتانی
۲۸۶-	شیخ عبدالرحمٰن	لاہروی
۲۸۷	میرک عبدالرحمٰن	تتوی
۲۸۸-	مولانا عبدالرحمٰن	تتوی
۲۸۹-	مولانا عبدالرحمٰن	لاہوری
۲۹۰-	قاضی عبدالرحیم	سہارنپوری
۲۹۱-	شیخ عبدالرزاق	مکی
۲۹۲-	شیخ عبدالرزاق	جھنجانوی
۲۹۳-	شیخ عبدالرزاق	سہارنپوری
۲۹۴-	شیخ عبدالرزاق	اُچی
۲۹۵-	شیخ عبدالرشید	سندھی
۲۹۶-	شیخ عبدالستار	سہارنپوری
۲۹۷-	شیخ عبدالسلام	بجنوری
۲۹۸-	شیخ عبدالسلام	جونپوری
۲۹۹-	مولانا عبدالسلام	لاہوری
۳۰۰-	قاضی عبدالسمیع	اندجانی
۳۰۱	قاضی عبدالشکور	سہسوانی
۳۰۲-	خواجہ عبدالشہید	احراری
۳۰۳-	شیخ عبدالصمد	ردولوی
۳۰۴-	شیخ عبدالصمد	دہلوی
۳۰۵-	شیخ عبدالصمد	سائن پوری
۳۰۶-	وزیر عبدالصمد	بیانی
۳۰۷-	شیخ عبدالصمد	سرہندی
۳۰۸-	شیخ عبدالعزیز	دہلوی
۳۰۹-	شیخ عبدالعزیز	سہارنپوری
۳۱۰-	ابوالقاسم عبدالعزیز	بگراتی

۳۱۱ - مولانا عبدالعزیز اجھری
۳۱۲ - مولانا عبدالغفور دہلوی
۳۱۳ - قاضی عبدالغفور پانی پتی
۳۱۴ - مفتی عبدالغفور امروہی
۳۱۵ - عبدالغفور اعظم پوری
۳۱۶ - شیخ عبدالغفور فتح پوری
۳۱۷ - شیخ عبدالغفور سنبھلی
۳۱۸ - شیخ عبدالقادر گیلانی
۳۱۹ - شیخ عبدالقادر مندوی
۳۲۰ - شیخ عبدالقادر حلبی
۳۳۲ ۳۲۱ - مولانا عبدالقادر صفحہ ۲۰۱ سرہندی
۳۲۲ - شیخ عبدالقدوس گنگوہی
۳۲۳ - شیخ عبدالقدوس نظام آبادی
۳۲۴ - مولانا عبدالکریم سہارنپوری
۳۲۵ - مولانا عبدالکریم شیرازی
۳۲۶ - مولانا عبدالکریم گجراتی
۳۲۷ - شیخ عبداللطیف قزوینی
۳۲۸ - قاضی عبداللہ سندھی
۳۲۹ - شیخ عبداللہ امروہی
۳۳۰ - مولانا عبداللہ تلنبی
۳۳۱ - مولانا عبداللہ جونپوری
۳۳۲ شیخ عبداللہ متقی سندھی
۳۳۳ شیخ عبداللہ ص ۲۰۹ سلطانپوری

۳۳۴ - مولانا عبداللہ لاہوری
۳۳۵ - شیخ عبداللہ سنبھلی
۳۳۶ - شیخ عبداللہ اُچّی
۳۳۷ - مولانا عبداللہ اکبرآبادی
۳۳۸ - مولانا عبداللہ ملتانی
۳۳۹ - مولانا عبداللہ بدایونی
۳۴۰ - شیخ عبداللہ سرہندی
۳۴۱ - شیخ عبداللہ کوئلی
۳۴۲ - شیخ عبدالمجید گنگوہی
۳۴۳ - شیخ عبدالمصطفٰے باکثیر مکّی
۳۴۴ - شیخ عبدالملک کالپوی
۳۴۵ - شیخ عبدالملک پانی پتی
۳۴۶ - شیخ عبدالملک غزنوی
۳۴۷ - مفتی عبدالملک امروہی
۳۴۸ - شیخ عبدالملک گجراتی
۳۴۹ - شیخ عبدالملک سجاوندی
۳۵۰ - مولانا عبدالمومن اکبرآبادی
۳۵۱ - شیخ عبدالنبی گنگوہی
۳۵۲ - شیخ عبدالوہاب اکبرآبادی
۳۵۳ - شیخ عبدالوہاب رادھنپوری
۳۵۴ - مولانا عبدالوہاب کشمیری
۳۵۵ مولانا عبدالوہاب بخاری
۳۵۶ - مولانا عثمان سنبھلی

۳۵۷ - شیخ عجائب — سنبھلی
۳۵۸ - شیخ عجائب — دہلوی
۳۵۹ - مولانا عزیز اللہ — ردولوی
۳۶۰ - مولانا عزیز اللہ — تلنبی
۳۶۱ - مولانا عزیز اللہ — ملتانی
۳۶۲ - شیخ عطا محمد — گجراتی
۳۶۳ - شیخ علا بن الحسن — بیانوی
۳۶۴ - شیخ علاؤ الدین — ردولوی
۳۶۵ - علاؤ الدین عماد شاہ — براری
۳۶۶ - مولانا علاؤ الدین — لاہوری
۳۶۷ - شیخ علاؤ الدین — دہلوی
۳۶۸ - شیخ علاؤ الدین — اودھی
۳۶۹ - علی عادل شاہ — بیجاپوری
۳۷۰ - شیخ علی بن ابراہیم — گجراتی
۳۷۱ - شیخ علی بن جلال — تتوی
۳۷۲ - شیخ علی بن حسام الدین متقی — برہانپوری
۳۷۳ - شیخ علی بن قوام — جونپوری
۳۷۴ - شیخ علی بن محمد — حسینی
۳۷۵ - شیخ علی بن سن اللہ — گلبرگوی
۳۷۶ - مولانا علی — قاری
۳۷۷ - مولانا علی شیر — گجراتی
۳۷۸ - مولانا علی شیر — سرہندی
۳۷۹ - علی قلی خان — شیبانی
۳۸۰ - مولانا علی گل — اکبرآبادی
۳۸۱ - مولانا عظیم الدین — مندوی
۳۸۲ - مولانا عمر — جاجھوئی
۳۸۳ - مولانا عنایت اللہ — قائینی
۳۸۴ - مولانا عنایت اللہ — شیرازی
۳۸۵ - شیخ علاؤ الدین عیسے — دہلوی
۳۸۶ - مولانا علاؤ الدین عیسے — گجراتی

غ

۳۸۷ - مولانا غیاث الدین — ہروی
۳۸۸ - مولانا غیاث الدین — بروجی

ف

۳۸۹ - امیر فتح اللہ — شیرازی
۳۹۰ - شیخ فتح اللہ — دہلوی
۳۹۱ - شیخ فخر الدین — اکبرآبادی
۳۹۲ - شیخ فخر الدین — بجنوری
۳۹۳ - شیخ فخر الدین سہروردی — جونپوری
۳۹۴ - شیخ فرید الدین — بنارسی
۳۹۵ - شیخ فضل اللہ — منیری
۳۹۶ - شیخ فضل اللہ — دہلوی
۳۹۷ - شیخ فضل اللہ — بہاری
۳۹۸ - قاضی فضل اللہ — دیوبندی
۳۹۹ - مولانا فضل اللہ — سندھی
۴۰۰ - مولانا فضل اللہ — رہتکی

۴۰۱- مولانا فیروز الدین لاہوری
۴۰۲- مفتی فیروز کشمیری

ق

۴۰۳- شیخ قاسم بن احمد مانکپوری
۴۰۴- شیخ قاسم بن یوسف سندھی
۴۰۵- حکیم قاسم بیگ تبریزی
۴۰۶- مولانا قاسم دیوان سندھی
۴۰۷- مولانا قاسم کاہی
۴۰۸- مولانا قاسم علی ہمایونی
۴۰۹- قاضی بیگ طہرانی
۴۱۰- شیخ قاضی خان ظفرآبادی
۴۱۱- شیخ قاضی خاں گجراتی
۴۱۲- قاضی قاضن سندھی
۴۱۳- قراحسن رومی
۴۱۴- شیخ قطب الدین منیری
۴۱۵- قاضی قطب الدین کالپوی
۴۱۶- شیخ قطب الدین جونپوری
۴۱۷- مولانا قطب الدین سرہندی
۴۱۸- شیخ قطب الدین گجراتی
۴۱۹- شیخ قطب الدین جونپوری
۴۲۰- شیخ قمیص قادری ساڈھوروی

ک

۴۲۱- قاضی کاشانی سندھی
۴۲۲- شیخ کبیر الدین جونپوری
۴۲۳- شیخ کبیر الدین قنوجی
۴۲۴- شیخ کبیر الدین ملتانی
۴۲۵- مولانا کریم الدین سندھی
۴۲۶- مولانا کمال دین کالپوی
۴۲۷- مولانا کمال الدین جہرمی
۴۲۸- مولانا کمال الدین ملیباری
۴۲۹- شیخ کمال الدین خیرآبادی
۴۳۰- شیخ کمال الدین بلگرامی
۴۳۱- شیخ کمال الدین کیتھلی

ل

۴۳۲- شیخ لشکر محمد برہانپوری

م

۴۳۳- شیخ مبارک بنارسی
۴۳۴- شیخ مبارک جائسی
۴۳۵- شیخ مبارک جونپوری
۴۳۶- قاضی مبارک گوپامئوی
۴۳۷- شیخ مبارک جھنجانوی
۴۳۸- شیخ مبارک سندیلوی
۴۳۹- شیخ مبارک گوالیری
۴۴۰- مولانا مبارک سندھی
۴۴۱- شیخ مبارک الوری
۴۴۲- شیخ محب اللہ سدھوری

۴۴۳ - شیخ محب اللہ - مانکپوری
۴۴۴ - شیخ محمد بن ابراہیم - بہاری
۴۴۵ - شیخ محمد بن ابراہیم - ملتانی
۴۴۶ - شیخ محمد بن احمد - فاکہی
۴۴۷ - شیخ محمد بن احمد - ہزوالی
۴۴۸ - شیخ محمد بن اسحاق - سندھی
۴۴۹ - شیخ محمد بن تاج - گجراتی
۴۵۰ - شیخ محمد بن حسن - جونپوری
۴۵۱ - شیخ محمد بن حسن - گجراتی
۴۵۲ - مولانا محمد بن حسن - علمی
۴۵۳ - شیخ محمد بن خواجگی - سدھوی
۴۵۴ - شیخ محمد بن غوث - گوالیری
۴۵۵ - جمال محمد بن زین - عرفی
۴۵۶ - شیخ محمد شاہ میر - حلبی
۴۵۷ - شیخ محمد بن شمس - گجراتی
۴۵۸ - شیخ محمد بن طاہر - فتنی
۴۵۹ - محمد بن عادل - برہانپوری
۴۶۰ - شیخ محمد بن عاشق - چریاکوٹی
۴۶۱ - شیخ محمد بن عبدالرحیم - ٹھودی
۴۶۲ - شیخ محمد بن عبدالعزیز - ملیباری
۴۶۳ - شیخ محمد بن عبدالقدوس - گنگوہی
۴۶۴ - شیخ محمد بن عبدالملک - گوالدی
۴۶۵ - شیخ محمد بن عبدالوہاب - دہلوی

۴۶۶ - شیخ محمد بن عسلی - حشیری
۴۶۷ - شیخ محمد بن علی - سمرقندی
۴۶۸ - شیخ محمد بن عمر بجرق - حضرمی
۴۶۹ - شیخ محمد بن فخر - رہتاسی
۴۷۰ - شیخ محمد بن مبارک - جونپوری
۴۷۱ - شیخ محمد بن محمد - اُچی
۴۷۲ - شمس الدین محمد بن محمد - گجراتی
۴۷۳ - شیخ محمد بن مالکی - مصری
۴۷۴ - علامہ محمد بن محمود - طارمی
۴۷۵ - شیخ محمد بن محمود - سندھی
۴۷۶ - شیخ محمد بن محمود - تتوی
۴۷۷ - شیخ محمد بن معظم - کالپوی
۴۷۸ - سید محمد بن منتخب - امروہی
۴۷۹ - شیخ محمد بن منکن - ملانوی
۴۸۰ - شیخ محمد بن ہبۃ اللہ - شیرازی
۴۸۱ - شمس الدین محمد بن یار محمد - غزنوی
495
۴95 - سید محمد بن [illegible] مہدی جونپوری [illegible] صفحہ 321
۴۸۳ - شیخ محمد بن یوسف - برہانپوری
۴۸۴ - شیخ محمد - اُچی
۴۸۵ - ملک محمد - جائسی
۴۸۶ - مولانا محمد - لاہوری
۴۸۷ - مولانا مجد الدین محمد - سرہندی
۴۸۸ - فقیہ محمد - نائطی

نمبر	نام	نسبت
۴۸۹	مولانا محمد	نارنولی
۴۹۰	قاضی محمد	یزدی
۴۹۱	قاضی محمد	تھانیسری
۴۹۲	سیّد محمد مکیؒ	سنبھلی
۴۹۳	مولانا شمس الدین محمد	شیرازی
۴۹۴	شیخ محمد جفار	دکنی
۴۹۵	مولانا محمد حسین	یزدی
۴۹۶	مولانا محمد درویش	جونپوری
۴۹۷	مولانا محمد سعید	خراسانی
۴۹۸	مولانا محمد سعید	ترکستانی
۴۹۹	قاضی محمد معین	لاہوری
۵۰۰	میرک محمود بن ابی سعید	سندھی
۵۰۱	قاضی محمود بن احمد	نائطی
۵۰۲	شیخ محمود بن ہداد	انتھیوی
۵۰۳	شیخ محمود بن بالو	گجراتی
۵۰۴	ملک محمود بن پیارد	گجراتی
۵۰۵	شیخ محمود بن جلال	مندوی
۵۰۶	قاضی محمود بن حامد	گجراتی
۵۰۷	شیخ محمود بن حسام	انکپوری
۵۰۸	شیخ محمود بن خوند میر صفحہ 336	گجراتی
۵۰۹	مفتی محمود بن عطا	امروہی
۵۱۰	شیخ محمود بن علیم الدین	گجراتی
۵۱۱	سلطان محمود بن لطیف	گجراتی
۵۱۲	سلطان محمود بن محمد	گجراتی
۵۱۳	سید محمود بن محمود	جونپوری
۵۱۴	شیخ محمود بن محمود	گجراتی
۵۱۵	قاضی محمود	گجراتی
۵۱۶	خواجہ امین الدین محمود	ہروی
۵۱۷	شیخ محمود قلندر	لکھنوی
۵۱۸	شیخ مخدوم اشرف	بساوری
۵۱۹	میر مرتضیٰ	شریفی
۵۲۰	مولانا مرشد الدین	صفوی
۵۲۱	مصطفیٰ ابن بہرام	رومی
۵۲۲	شیخ مصطفیٰ ابن عبد الستار	سہارنپوری
۵۲۳	مولانا مصلح الدین	لاری
۵۲۴	سلطان مظفر حلیم	گجراتی
۵۲۵	خواجہ مظفر علی	تربتی
۵۲۶	شیخ معروف	اجمیری
۵۲۷	شیخ معروف	جونپوری
۵۲۸	شیخ سلوک شاہ	برالیونی
۵۲۹	قاضی منجھلا	جونپوری
۵۳۰	شیخ منجھن	کالپوی
۵۳۱	شیخ منصور	لاہوری
۵۳۲	امیر کبیر منعم خان	ترکمانی
۵۳۳	شیخ منور بن نور اللہ	جھراوتی
۵۳۴	قاضی من اللہ	کاکوروی

۵۳۵۔ شیخ من اللہ جونپوری
۵۳۶۔ شیخ مودود گجراتی
۵۳۷۔ شیخ مودود لاری
۵۳۸۔ شیخ موسیٰ ہداد لاہوری
۵۳۹۔ شیخ موسےٰ گجراتی
۵۴۰۔ شیخ میراں سندھی
۵۴۱۔ مولانا میر علی سرہندی
۵۴۲۔ میر محمد خان غزنوی
۵۴۳۔ خواجہ میرک اصفہانی
۵۴۴۔ قاضی مینا بن یوسف مندوی
۵۴۵۔ شیخ میاں جیو گجراتی

ن

۵۴۶۔ قاضی نجم الدین گجراتی
۵۴۷۔ مولانا نجم الدین تتری
۵۴۸۔ قاضی نصر اللہ سندھی
۵۴۹۔ شیخ نصیر الدین دہلوی
۵۵۰۔ شیخ نصیر الدین گجراتی
۵۵۱۔ مولانا نصیر الدین کشمیری
۵۵۲۔ مولانا نصیر الدین جھونسوی
۵۵۳۔ شیخ نصیر الدین جونپوری
۵۵۴۔ شیخ نصیر الدین ہندولی
۵۵۵۔ شیخ نظام الدین کاکوروی
۵۵۶۔ شیخ نظام الدین مندوی
۵۵۷۔ شیخ نظام الدین نارنولی
۵۵۸۔ شیخ نظام الدین امیٹھوی
۵۵۹۔ شیخ نظام الدین خیرآبادی
۵۶۰۔ شیخ نظام الدین بدخشی
۵۶۱۔ جام نظام الدین سندھی
۵۶۲۔ شیخ نظام الدین منیری
۵۶۳۔ شیخ نوح بن نعمت اللہ سندھی
۵۶۴۔ شیخ نور الحق حسینی مانکپوری
۵۶۵۔ شیخ نور الدین سفیدونی
۵۶۶۔ شیخ نور الدین جونپوری

و

۵۶۷۔ مولانا وجیہ الدین گجراتی
۵۶۸۔ شیخ وجیہ الدین چندواروی
۵۶۹۔ شیخ ودود اللہ مالوی
۵۷۰۔ شیخ ولی شطاری
۵۷۱۔ شیخ ولی محمد گجراتی

ہ

۵۷۲۔ شیخ ہبۃ اللہ شیرازی
۵۷۳۔ ہمایوں شاہ تیموری
۵۷۴۔ مولانا یار محمد سندھی
۵۷۵۔ مولانا یار محمد سندھی
۵۷۶۔ شیخ یحیٰی بن ابو الفیض احراری
۵۷۷۔ سید یٰسین سامانوی

۵۷۸ـ	شیخ یعقوب	گجراتی	۵۸۴ـ	مولانا یوسف	گجراتی
۵۷۹ـ	قاضی یعقوب	مانکپوری	۵۸۵ـ	مولانا یوسف	سندھی
۵۸۰ـ	شیخ یوسف بن احمد	گجراتی	۵۸۶ـ	یوسف عادل شاہ	بیجاپوری
۵۸۱ـ	شیخ یوسف بن داؤد	ملتانی	۵۸۷ـ	شیخ یوسف قتال	دہلوی
۵۸۲ـ	شیخ یوسف بن سلیمان	گجراتی	۵۸۸ـ	مولانا یوسف	سمرقندی
۵۸۳ـ	شیخ یوسف بن عبداللہ	تمیمی	۵۸۹ـ	مولانا یونس	سندھی

جلدِ چہارم

دسویں صدی ہجری کے علمأ و مشاہیر کا تذکرہ

۱۔ شیخ ابراہیم احمد بخاری بہاری المشہور بہ سلطان

م۔ ۱۹ر رمضان سنہ ۹۱۴ھ

"الشیخ صالح" ابراہیم احمد بن ابو احمد الحسن ابن الحسین العمری بلخی ہندی بہاری المشہور بہ سلطان۔ مشائخ فردوسیہ سہروردیہ میں سے تھے۔ مولد و منشاء صوبہ بہار ہے، اپنے والد سے علم کی تحصیل کی۔ اور طویل عرصہ تک ان ہی کی خدمت میں رہے اور ان کی رحلت کے بعد سنہ ۸۹۱ھ میں مسند شیخیت کو مزین فرمایا۔ اُن کے لڑکے محمد بن ابراہیم کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ ۱۹ر رمضان المبارک سنہ ۹۱۴ھ میں وفات پائی۔

(از غلام یحییٰ در حاشیہ شرح آداب المریدین)

۲۔ سیّد ابراہیم بن احمد البغدادی

"بڑے عالم دین اور رہنما" ابراہیم بن احمد بن الحسن الشریف الحسینی الجیلانی البغدادی، اپنے دور کے اکابر شیوخ جو حضرت سیّد عبد القادر جیلانی سے وابستہ تھے۔ اور اپنے دادا سے مستفید ہوئے۔

اپنے والد کی زندگی ہی میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور کالپی میں طرحِ وطن ڈالی۔ کہ درس وافادہ شروع فرمادیا۔ ان کے درس میں تفسیر معالم التنزیل، جامع الاصول، بخاری، ابو داؤد، عوالم الجنیدی و اللمعات القادریہ اکثر رہتی تھیں۔

تلامذہ شیخ نظام الدین ابن سیف الدین علوی کاکوروی اور ان کے سوا بے شمار علما و مشائخ آپ سے مستفید ہوئے۔ (بحوالہ کشف المتواری)

۳۔ شیخ ابراہیم بن الجمال سندھی

م ۹۳۲ھ

"رہنمائے بزرگ" ابراہیم بن الجمال المعنیؒ السندھی۔ علمائے باعمل وصالحین میں سے تھے۔ ان کے معاصرین میں فقہ کے اندر کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ قناعت کا یہ حال تھا کہ حکام دنیا اور مال کی طرف کبھی رغبت نہ کی۔ سدا اپنے گھر میں بیٹھے رہتے۔ اور فقر و افلاس کا رتی بھر خوف کبھی دل میں نہ لاتے۔

(بحوالہ مآثر رحیمی)

۴۔ مولانا ابراہیم ابن فتح اللہ ملتانی المشہور بہ جامع

م ۹۳۲ھ

"عالم بزرگ" ابراہیم ابن فتح اللہ الملتانی المشہور بالجامع۔ اپنے دور کے ممتاز الاقران اور مشہور تھے۔ مولد و منشاء ملتان ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور برسوں ان سے استفادہ فرمایا۔ بعد ازاں خود درس وافادہ میں مصروف ہوگئے۔ تلامذہ میں آپ کے صاحبزادہ سعد اللہ ہیں۔ بیجاپوری نے آپ سے روایت کی ہے۔ یہ واقعہ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ جب سلطان حسین بادشاہ سندھ نے ملتان پہ حملہ کر کے اس کا محاصرہ کیا۔ میں اس موقعہ پر ملتان میں اپنے والد ابراہیم الجامع کے پاس ان کے گھر میں تھا۔ جب سلطان نے ملتان فتح کر لیا۔ تو اس کی فوج نے شہر میں داخل ہو کر لوٹ مچا دی۔ اور رعایا کو اسیر کرنے لگے۔ اس میں میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گرفتار ہوگیا۔ فوجیوں نے ہمارے گھر میں جھاڑو لگادی۔ آخر دہ ہمیں وزیر کے پاس لے گئے۔ وزیر نے میرے متعلق کچھ حکم تحریر کرنا چاہا۔ میں عرض گذار ہوا۔

۱۵۵۳ھ /

وزیر صاحب با وضو کے بغیر کچھ نہ لکھیئے۔ اس پر وہ وضو کرنے بیٹھ گیا۔ میں نے موقع پاکر ایک کاغذ لیا۔
جس پر بوصیری کا یہ شعر لکھ دیا۔

فما لعینیک ان قلت اکففا ھمتا	تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تو ان سے
وما لقلبک ان قلت استفق یھم	کہتا ہے کہ بس! تو یہ اور روتی ہیں۔ اور تیرے دل کو
	کیا ہو گیا ہے کہ جب تو اس سے کہتا ہے کہ بس! تو
	وہ اور غم کھاتا ہے۔

اور میں یہ شعر لکھ کر اپنی جگہ پر آبیٹھا۔ اتنے میں وزیر اپنی جگہ پر پہنچا۔ اس کی نگاہ میرے شعر پر پڑی تو یہ شعر پڑھ کر اُسے میری طرف توجہ ہوئی۔ کیونکہ اس وقت وہاں میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ وزیر نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا۔ جب میرے والد کا نام سُنا۔ تو دفعتہً میرے پاس آکر مجھے رہا کیا۔ اپنے بدن پر سے قمیض اتار کر مجھے پہنائی۔ اور مجھے بادشاہ کے سامنے لے جا کر والد صاحب اور میرا دونوں کا تذکرہ کیا۔ شاہ حسین نے میرے والد کو بھی طلب کر لیا۔ اسی وقفہ میں علمائے دربار ہدایہ کے ایک مسئلہ پر مباحثہ کر رہے تھے۔ بادشاہ نے ہم دونوں کو رہا کر دیا۔ میرے والد نے اس مجلس میں مسئلہ زیر بحث پر جو تقریر فرمائی، تو حاضرین اور سلطان سب لطف اندوز ہوئے۔ بادشاہ نے میرے والد کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہا، لیکن انہوں نے بڑھاپے کی وجہ سے معذرت چاہی۔ اور اس سے دو ماہ بعد دنیا سے منہ موڑ لیا۔ یہ واقعہ ۹۳۲ھ میں رونما ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

۵۔ شیخ ابراہیم بن محمد ملتانی

بعہد سلطان ابراہیم گولکنڈی

م۔ ۲۳ شوال ۹۷۲ھ

"بزرگ اور عالم نیک کردار" ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ الربعی الاسماعیلی الملتانی ثم البیدری۔ اپنے والد کی اکبر اولاد میں سے تھے۔ احمد آباد مولد و منشاء ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور طریقت بھی انہی سے حاصل کی۔ جس کی طفیل ان کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔ زہد و تقویٰ اور قناعت ان کے خصائص سے تھے۔ اہل دنیا کی طرف کبھی راغب نہ ہوئے۔ سلطان ابراہیم قطب الدین

نے آپ کو بارہا گولکنڈہ آنے کی دعوت پیش کی۔ مگر آپ نے اسے کبھی قبول نہ کیا۔

تصنیف معدن الجواہر (عربی) اس کتاب میں اپنے والد کے احوال قلمبند فرمائے۔ اور یہ کتاب ان کے والد کے مطالعہ سے بھی گزری۔

وفات ۲۲ ماہ شوال ۹۷۲ھ میں ہوئی۔

۶۔ قاضی ابراہیم بن محمد کالپوی

"رہنما و عالم و قاضی و فقیہ" ابراہیم بن محمد البنواری الکالپوی۔ یکے از علمائے صالحین تدریس و تلقین مشغلہ تھا۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۷۔ قاضی ابراہیم بن معین ایرجی

م ۹۵۳ھ ۔ مدفن دہلی۔

رہنمائے عالم علامہ ابراہیم بن معین الدین ابن عبد القادر الحسنی الایرجی ثم دہلوی۔ اپنے دور کے ممتاز افاضل سے تھے۔

اساتذہ شیخ علیم الدین محدث ــــ اور طریقت میں شیخ بہاؤ الدین ابن العطا والجنیدی۔ مرشد نے آپ کے لئے عطیہ کی غرض سے کتاب رسالہ فی الاذکار والاشغال لکھا۔

صاحب ترجمہ نے ۹۲۰ھ میں دہلی کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ اور تدریس و تلقین معمول مقرر فرمایا۔ ہر علم و فن کی بیش قیمت کتابیں جمع کیں۔ جن کی تصحیح و تحشی اور حل مشکلات میں بے حد سعی فرمائی۔ آپ سماع سے محترز رہتے۔

مرید شیخ رکن الدین ابن عبد القدوس گنگوہی اور شیخ عبد العزیز بن الحسن دہلوی۔ و شیخ نظام الدین بن سیف الدین کاکوروی اور دیگر بے شمار حضرات۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ

"میں نے علم میں ان کا ہم پلہ کسی کو نہیں پایا۔ جس کسی نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ یا ان کے علم کا معترف نہ ہوا وہ بے انصاف اور بدنصیب ہے۔"

وفات | ۹۵۳ھ میں دہلی میں وفات پائی اور سلطان المشائخ کے جوار امیر خسرو کی تربت کے پاس آسودۂ لحد ہوئے۔

۸۔ حاجی ابراہیم سرہندی

بعہد جلال الدین اکبر

م ۔ ۹۹۴ھ ۔ مدفن رنتھنبور

"رہنمائے دعالم و حاجی" ابراہیم سرہندی۔ کبار فقہا حنفیہ سے تھے۔ مفتی ابوالفتح ابن عبد الغفور تھانیسری اور دوسرے علما سے پڑھا۔ جس کے بعد زیارت حرمین کے لئے شد رحال فرمایا تو وہاں شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر تمیمی مکی سے حدیث پڑھ کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔ اور امرا و ملوک سے تقرب حاصل کیا۔

مناظرے میں نہایت طلیق اللسان تھے۔ مخالف پر یونہی چھا جاتے۔ سنسکرت میں بھی مہارت تھی۔ سلطان اکبر کی ہدایت پر اتھرون وید کا ترجمہ کیا۔ اور گجرات دکن کی صدارت پر متمکن ہوئے۔ مگر رشوت کے الزام میں معزول ہوکر دہلی طلب کر لئے گئے۔ چونکہ شیخ فتح اللہ شیرازی و ابوالفتح گیلانی اور ابن المبارک پر طعن میں کف لسان نہ کرتے۔ اکبر نے آپ کو قلعہ رنتھبور میں نظر بند کر دیا۔ جہاں رحلت فرمائی۔ ان کی نعش پائین قلعہ میں ایک کپڑے کے اندر لپٹی ہوئی ملی۔ سنا گیا کہ آپ نے خود کو ایک تھیلے میں لپیٹ کر جس کے ایک سرے پر رسی باندھ رکھی تھی۔ اور اس کا دوسرا سرا قلعہ کے ایک کنگرہ سے باندھا ہوا تھا۔ خود کو فصیل قلعہ سے نیچے گرا دیا۔ مگر تھیلے کی رسی زمین پہ آنے سے پہلے ٹوٹ گئی۔ اور آپ لپٹے لپٹائے زمین پر گر کر راہی ملک عدم ہوئے۔

یہ واقعہ ۹۹۴ھ میں گزرا۔ (بحوالہ بدایونی)

۹۔ شیخ ابراہیم سندھی

م ۹۹۱ھ

قاری بزرگ ابراہیم شطاری السندھی۔ فن قرأۃ و تجوید میں ممتاز الافاضل۔ طریقت میں شیخ

محمد عارف گجراتی سے مستفیض اور ان سے لشکر محمد اور ان کے دوست جیسے یحییٰ بن قاسم سندھی نے قرأۃ و تجوید کا فن حاصل کیا۔

آپ کو مشہور بزرگ حضرت محمد غوث گوالیاری نے اپنا امام نماز مقرر فرما کر ۱۲ سال تک آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

وفات ۹۹۱ھ میں برہان پور میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۱۰۔ شیخ ابراہیم بروجی

(بعہد امیر برہان پور محمد شاہ فاروقی)

م ۹۰۹ھ

بزرگ عالم ابراہیم شطاری بھرائچی گجراتی۔ اُن مشائخ میں سے تھے جو مرجع عوام کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ طریقت میں شاہ محمد غوث گوالیری (مصنف الجواہر الخمسہ) اور دوسرے بزرگوں سے مستفیض ہونے کے بعد گجرات سے برہان پور تشریف لائے۔ جہاں امیر میراں محمد شاہ فاروقی اور وزیر زین الدین الحسینی آپ سے بیعت ہوئے۔

صاحب وجد و حال تھے۔ ۹۰۹ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ایک صاحب نے "خلیل الرحمٰن" سے ان کا سالِ رحلت نکالا ہے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۱۱۔ مولانا ابوالبقاء خراسانی

(بعہد سلطان بابر و ہمایوں)

م ۳۰ جمادی الاولیٰ ۹۴۸ھ

"رہنمائے عالم و علامۂ ابوالبقاء ابن عبدالباقی بن تقی الدین محمد الحسینی الخراسانی علوم حکمیہ میں ممتاز۔ سلطان بابر شاہ کی مصاحبت سے سرفراز تھے۔ ان کے ہمراہ آئے اور آگرہ میں سکونت پذیر ہو کر طرح تدریس ڈال دی۔ برسوں یہ شغل جاری رکھا۔ اور جب ہمایوں ایران گئے۔ تو آپ بھی ان کی متابعت میں تھے۔ اور ان کے ہمراہ سندھ میں بھی مدتوں رہے۔ جب سلطان ہمایوں نے حمیدہ بیگم سے

نوٹ:- تذکرہ ۱۱ تا ۱۳ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

عقد کیا تو خطبہ نکاح آپ ہی نے پڑھا۔ بادشاہ نے دو ہزار چاندی کے سکے نذر کئے۔ اور آپ کو ایک خط دے کر بھکر بھجوا دیا۔ جہاں آپ کو ۹۴۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔ جس کا تذکرہ گلبدن بیگم نے اپنی تصنیف "ہمایوں نامہ" میں کیا ہے۔

مرزا نظام الدین نے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ سلطان ہمایوں نے مولانا کو ایک خط دے کر یادگار ناصر کی طرف قندھار بھجوایا۔ تاکہ وہ اپنے لشکر کو واپس بلا لے۔ مولانا وہاں سے لوٹ کر سلطان ہمایوں کی خدمت میں آئے۔ تو قلعہ بھکر کے قریب ایک گروہ نے ان پر تیر برسانا شروع کر دئے جن سے وہ راہگیرائے ملک عدم ہوئے۔ یہ واقعہ ۹۴۷ھ میں رونما ہوا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مولانا نے ۱۳ جمادی الاخری ۹۴۸ھ بروز چہارشنبہ رحلت فرمائی۔

۱۵۔ شیخ ابوبکر اکبرآبادی

(بعہد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)

عالم و فقیہ رہنما ابوبکر قرشی الحنفی اکبرآبادی۔ اپنے زمانہ کے ممتاز علماء سے تھے۔ سلطان اسکندر ابن بہلول لودھی کے زمانہ میں آگرہ آئے۔ اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔

تصانیف شرح وصایا محمد بن الحسن شیبانی و شرح علی اصول البزدوی۔ موضع جوگی پورہ نواح آگرہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۱۶۔ شیخ ابوسعید کالپوی

م ۹۶۶ھ

رہنمائے عالم ابوسعید بن سید راجو الحسینی الکالپوی۔ شعر و ادب اور انشاء میں فخر اقران۔ اصل وطن چندیری جہاں سے منتقل ہو کر کالپی سکونت فرما ہوئے۔ کثیر الشعر تھے۔

تصانیف شعرائے قدیم کے کلام پر خوب خوب تخمیس کی۔ مشغلہ درس بھی جاری تھا۔ کالپی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

(بحوالہ گلزار ابرار)

"رہنمائے فاضل" ابوسعید ابن زین الدین حنفی بھکری۔ فقہ و اصول فقہ اور ادب میں بہت بلند پایہ رکھتے تھے۔ ذہن و ذکاوت کے اعتبار سے عالم میں ضرب المثل تھے۔ (بحوالہ تحفۃ الکرام)

۱۴۔ شیخ ابوالغیث بخاری

م ۹۹۵ھ

"رہنمائے عالم و فقیہ" ابوالغیث الحسینی البخاری یکے از علمائے صالحین۔ آپ نے مشائخ کبار سے استفادہ کیا۔ اور عالی مرتبہ ہوئے۔ امرا و ملوک کے قریب پہنچے۔ با ایں ہمہ طریقہ ہائے ظاہر بیرو صلاح و تقوے اور بذل و سخاوت و حسن معاملہ و صدق لہجہ و سلف صالحین کے اقتدا و انہماک فی العبادۃ و افادہ میں مصروف رہتے۔

بدایونی نے لکھا ہے کہ باوجودیکہ اللہ نے انہیں مال حلال و وجاہت بے حساب کے ساتھ عزت و شرف بخشا تھا۔ لیکن نماز با جماعت پڑھنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ تکبیر تحریمہ علالت میں بھی ترک نہیں ہونے دی۔ مرض قولنج سے شہر لکھنؤ میں ۹۹۵ھ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ جہاں سے آپ کی نعش دہلی لائی گئی اور اپنے اسلاف کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ بدایونی نے آپ کا سال وفات میر ستودہ سیر سے متخرج فرمایا ہے۔

۱۵۔ ابوالفتح بن الجمال مکی (اکبرآبادی)

(بعہد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)

م ۹۵۳ھ

"رہنمائے عالم فقیہ" ابوالفتح ابن جمال الدین عباسی مکی الہندی اکبرآبادی اصل وطن شہر و ادا۔ مگر مکہ معظمہ میں طول اقامت کی وجہ سے مکی مشہور ہوگئے۔ سلطان اسکندر ابن بہلول لودھی کے عہد میں آگرہ کو وطن بنالیا۔ اور ۲۲ رمضان ۹۵۳ھ کو یہیں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نماز جنازہ شیخ

تذکرہ ۱۵ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رفیع الدین محدث شیرازی سے پڑھائی۔ آگرہ میں ہی آسودہ لحد ہوئے۔ (بحوالہ اخبار الاصفیاء)

۱۶۔ الحکیم ابوالفتح بن عبدالرزاق گیلانی

(بعہد سلطان اکبر شاہ تیموری)

م ۹۹۷ھ

"رہنمائے عالم العلامتہ" مسیح الدین ابوالفتح ابن عبدالرزاق شیعہ گیلانی علوم حکمیہ میں فخر زمان مولد و منشاء گیلان، اپنے والد سے تحصیل علوم کے ساتھ دوسرے علماء سے بھی پڑھا۔ ۹۷۲ھ میں شاہ طہماسپ صفوی کے عہد میں اپنے ہر دو برادران، ہمام اور نورالدین کے ہمراہ ایران سے ہندوستان وارد ہوئے۔ یہ زمانہ اکبر شاہ تیموری کا تھا۔ صاحب ترجمہ کو علوم حکمیہ کے ساتھ شعر و سخن میں بھی نام حاصل تھا۔ ذکاوت و ذہانت میں ممتاز اور طبابت میں حاذق تھے۔ بادشاہ اکبر کے مقرب خاص ہو گئے، بدایونی نے انہیں زندقہ و الحاد سے اس حد تک متہم کیا ہے۔ کہ "ان کے نام سے الحاد و زندقہ و بدالطواری میں مثال دی جاتی" بقول اکبر کے دل میں اس سے نفرت انہوں نے ہی پیدا کی۔

عبدالرزاق خوافی نے مآثر الامراء میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ نہایت ذہین۔ سخی محسن و کریم النفس تھے۔ جس کسی کو کچھ دیتے کبھی احسان نہ جتاتے۔ ان کے بھائی ان کے متعلق فرماتے کہ وہ محض دنیا تھے، سلطان ان کی ہر دو ساتھ کو صواب سمجھتا۔ وہ عبدالدرہم والدینار ہی تھے۔ مصنف بھی تھے۔ ان کے تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

تصانیف | شرح قانونچہ۔ شرح اخلاق ناصری۔ چار باغ (جس میں اپنے احباب کی طرف خطوط مرقوم ہیں)

وفات | ۹۹۷ھ۔ مدفن حسن ابدال (پنجاب ہے)

لہ مگر آزاد نے ان کے عقائد و اعمال پر آب حیات کا ایسا داغ دے، کہ سب کو دھو دیا ہے۔

۱۷۔ المفتی ابو الفتح بن عبد الغفور تھانیسری

م ۹۷۶ھ

"رہنمائے امام العالم کبیر" المفتی ابو الفتح بن عبد الغفور بن شرف الدین العمری الحنفی التھانیسری اپنے دور کے اکابر علماء سے تھے۔ عوام و خواص ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔

اساتذہ نحو و فقہ و اصول قاضی محمد فاروق سے اور معقولات شیخ حسین بکری سے پڑھے۔ آگرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ شیخ رفیع الدین محدث شیرازی کے ہمسائے میں سکونت اختیار کی۔ ان سے حدیث پڑھی اور آگرہ میں مسلسل پچاس سال تک درس و افادہ فرمایا۔

تلامذہ شیخ افضل محمد تمیمی و قاضی ناصر الدین و حاجی ابراہیم سرہندی و شیخ عبد القادر بدایونی و کمال الدین حسین شیرانی اور دیگر بے شمار اہل علم ہیں۔

وفات ۸ رجمادی الاولیٰ ۹۷۶ھ آپ کے ایک دوست نے تاریخ وفات موت مفتی سے نکالی ہے۔

۱۸۔ شیخ ابو الفتح بن محمد منیری المشہور بہ سرمست

(بعہد سلطان ہمایوں تیموری)

م ۹۲۹ھ

"رہنمائے نیکوکردار و بزرگ" ابو الفتح بن محمد بن العلاء منیری۔ نام ہدیۃ اللہ شطاری المشہور بہ سرمست" مولد و منشا منیر۔ اپنے والد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ برسوں مصروف بہ استفادہ رہے اور مرتبہ شیخوخیت پر پہنچے۔

صاحب گلزار ابرار محمد بن الحسن نے لکھا ہے۔ کہ سلوک کی تمام منازل اپنے والد سے پوری نہ کر سکے۔ لہٰذا شیخ حمید کا دامن پکڑا۔ جنہوں نے آپ کو مدتوں اشغال و اذکار میں مصروف رکھنے کے بعد جب آپ کامل ہو گئے تو خرقہ عطا فرمانے کے بعد کچھ مدت اور اپنی خدمت میں رکھا اور نہ صرف خود ان سے خرقہ حاصل کیا۔ بلکہ خود کو ان سے منسوب بھی کیا۔

۹۴۶ھ میں سلطان ہمایوں آپ سے قصبہ منیر میں ملاقات کے بعد اپنے ہمراہ لے گیا۔
مگر جب حاجی پور پہنچے۔ تو صاحب ترجمہ ہمایوں سے الگ ہو کر وہیں رہ گئے اور وہیں وفات پائی۔

۱۹۔ ابوالفضل خطیب گازرونی

(بعہد سلطان محمد بن محمد گجراتی)

"عالم کبیر بزرگ علامتہ" اپنے دور کے مشہور ارباب تدریس سے تھے، مولد و منشا شیراز ہے۔
علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی و دیگر علمائے مشہورین سے پڑھا اور ہندوستان آکر گجرات میں
طرح اقامت ڈال دی۔ یہ دور سلطان محمود بن گجراتی کا تھا۔ تدریس شروع فرما دی۔ شیخ مبارک بن خضر
ناگوری اور بے شمار حضرات نے آپ سے پڑھا۔

تصنیف بیضاوی پر حاشیہ،
مندوی نے آپ کو شیراز کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن المبارک نے گازرون کی طرف۔

۲۰۔ شیخ ابوالفضل استرآبادی

"رہنمائے عالم اکبر" ابوالفضل الحسینی الثانی استرآبادی۔ علوم حکمت میں بر سر عنوان تھے۔
علامہ دوانی (جلال الدین محمد بن اسعد دوانی) سے پڑھا۔ اور ہندوستان آکر گجرات کو وطن ثانی بنا لیا۔
آپ کے شاگردوں میں عبدالعزیز بن محمد گجراتی اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔
مکہ معظمہ میں اپنے شاگرد عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے ان کی بڑی قدر و
منزلت کی۔ وہ عبدالعزیز ابن حجر ہیتمی سے ملاقی ہوئے۔ جس کا تذکرہ ابن حجر ہی نے اپنی کتاب
ریاض الرضوان کے اندر ان لفظوں میں کیا ہے کہ میں نے عبدالعزیز کے ہاں ابوالفضل استرآبادی سے
ملاقات کی۔ وہ شافعی تھے۔ ان کے سامنے اس وقت کتب شافعیہ میں مندرج ایک مسئلہ تھا۔ جسے وہ امام
ہونے کے باوجود مشکل مسائل میں سے سمجھ رہے تھے۔
وہ مسئلہ یہ تھا کہ اگر نمازی نماز میں عمداً کوئی ایسی حرکت کرے جس سے سجدہ سہو لازم آتا ہو
تو آیا سجدہ سہو کرے یا نہ۔ اس کا جواب علامہ رافعی شافعی نے اپنی کتاب العزیز میں دیا ہے۔ کہ سہو

عمد اور سہو خطا دونوں پر یکساں سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ جس میں اور مشکل ہے۔ کہ فقہا تو محض ہی سجدہ پر متفق ہیں۔

میں (ابن حجر) نے ان سے یہ بات سن کر کہا کہ آپ کے اس فرمان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ شوافع کی ابتدائی کتابوں میں تو یہ مسئلہ مذکور ہے۔ مگر اکابر شوافع اسے اُن کتب مہمات تک نہیں لے گئے جن کتابوں کے اندر[۲] دقیق و عجیب مسائل کے ساتھ نہایت دلچسپ مباحث و ترجیحات وغیرہ فیما بین مذکور ہے۔ جن میں ان کے بعض مصنف منفرد ہیں اور کسی مسئلہ میں مختار بھی ہیں۔

اور اگر ایسے یہ مسائل اُن کی ان کتابوں کے آخر میں ہیں بھی! یعنی در کتاب فلیس و تشطیر و صداق و دوریات الوصایا وغیرہ تو یہ اب تک اچھوتے نہیں رہے۔

اور نہ وہ اس قابل سمجھے گئے کہ ان کی طرف سے قطع نظر کر لیا جائے ابن حجر فرماتے ہیں:۔

پھر میں نے ان سے کہا کہ حالتِ نماز میں تو سجدہ سہو صرف سہو میں ہے جسے نمازی نے بھول کی کا بدل سمجھا۔ لیکن جب اُس (نمازی) نے خود عمداً بھول سمجھا تو اس پر عمل نہ کیا۔ کہ اس کے نزدیک یہ کمی سہو تھا ہی نہیں۔

اور اس بارے میں متعمد پر یہ جبر نہیں کہ وہ ضرور سجدۂ سہو ادا کرے۔ کہ تلافی کا (سجدہ سہو کا) بار تو کمی میں سہو پہ ہے یا زیادتی پہ!

(امام) ابو حنیفہ اور دوسرے اکابر کے نزدیک متعمد پر کفارہ بھی نہیں کہ اس کا گناہ کفارہ سے بہت بڑا ہے ـــــ جیسا کہ ظہار اور مجامعت رمضان کے دن کا معاملہ ہے کہ اس نے عمداً یہ حرکت کی۔ ہم شوافع کے لئے اور ابن حجر بھی شافعی ہی تھے، یہ دلیل مفید ہے۔ باوجودیکہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ فرق بھی ہے۔

(قول ابن حجر) بعد ازاں میرے اور ان کے درمیان دل میں کوئی غبار نہ رہا۔ اور دونوں نے شاداں و فرحاں یہ مجلس برخاست کر دی۔ میں نے اس کے (میرے مقابل کے) پاس مسئلہ فیما بین میں نہ تو انصاف تھا اور نہ معرفت و تبحر در علم و بزرگی۔ کہ وہ میرے مقابلہ میں ہم پلہ ہی ہوتے۔

۲۱- شیخ ابوالقاسم بن احمد مکیؒ

م ۹۲۵ھ

عالم بزرگ محدث ابوالقاسم بن احمد بن محمد بن محمد بن محمد ابن محمد بن عبد اللہ ابن محمد بن فہد الشرفا ابن محمد بن الحجب ابوبکر ابن التقی الہاشمی الشافعی المکی۔ جو اپنے اجداد کی مانند ابن فہد ف کہلواتے۔ شب شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۸۴۶ھ کو مکہ مبارکہ میں پیدا ہوئے اور سن رشد میں قاہرہ و دمشق کے علما سے سند و اجازت کے بعد ہندوستان آکر گجرات میں طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں برسوں قیام کے بعد بڑھاپے میں مندو کا قصد فرمایا۔ اور یہیں وفات پائی۔

محمد بن عمر آصفی نے اپنی کتاب ظفر الوالہ کے اندر لکھا ہے۔ کہ آپ ہندوستان میں اپنے والد ماجد اور عم بزرگوں کے قلم سے لکھی ہوئی فتح الباری اپنے ساتھ لائے تھے۔ جو ایک بادشاہ کی نذر کی۔ اور گجرات سے مندو کا سفر آپ نے سلطان محمود شاہ بیگڑہ کی رحلت کے بعد کیا۔ آپ نے مندو ہی میں وفات پائی اسی برس کی عمر سے زیادہ میں!

۲۲- شیخ ابو محمدؒ تمیمی برھانپوری

م ۹۹۲ھ

"الشیخ العالم الصالح" ابو محمد بن خضر بن بہاؤ الدین تمیمی برہانپوری ہندوستان کے مشہور مشائخ سے تھے۔ ۹۲۸ھ میں برہان پور کے اندر پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے ممتاز اساتذہ سے پڑھا۔ اور جب شیخ فضل اللہ جونپوری برہان پور بارادۂ حج تشریف لائے تو ان سے بیعت کی۔ پھر شیخ جلال الدین ابن نظام الدین بن نعمان برہانپوری کی بیعت ہوئے۔ اور ۹ سال تک ان کی خدمت و صحبت میں رہے۔ صائم النہار اور قائم اللیل تھے۔ قلیل شے پر افطار کرتے۔

جب ان کے مرشد جلال الدین فوت ہوئے۔ تو حج کا سفر اختیار کیا۔ جب احمد آباد میں داخل ہوئے تو شیخ فضل اللہ منشرح الصدر سے ملاقات ہوئی۔ جن کی خدمت میں کچھ مدت تک رہے اور ان کی صحبت سے استفادہ فرمانے کے بعد حرمین شریفین روانہ ہوگئے۔

تکمیل حج و زیارت کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں شیخ علی متقی (علی بن حسام الدین متقی برہان پوری) کی ملاقات ہوئی۔ جن سے بے شمار فیوض حاصل ہوئے۔ اب ہندوستان لوٹے تو شیخ فرید الدین پسر عالم لنگی کی صحبت میں سالہا سال گزار دئے۔

ان کے مریدوں میں شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری ہیں۔ ۲۳ محرم ۹۹۲ھ میں برہان پور میں وفات پائی اور مقبرۂ شیخ کے اندر آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۳۔ قاضی ابو المعالی البخاری اکبرآبادی

(بعہد سلطان اکبر شاہ تیموری)

(رہنما دعالم فقہ۔ ابو المعالی حنفی بخاری۔ فقہ و اصول میں ممتاز الاقران تھے۔ ۹۶۰ھ میں ہندوستان وارد ہوئے۔ یہ زمانہ اکبر شاہ تیموری کا تھا۔ آگرہ میں طرح اقامت ڈال دی آپ سے مولانا عبد القادر بدایونی اور دیگر بے شمار افراد نے پڑھا۔

تصنیف حسب الفقہ ساٹھ ورق میں ہے جس کی ابتداء ان الفاظ سے کی ہے" الحمد للّٰہ الذی جعل العلم ھدایۃ الی الدرجات العظمیٰ" جس کا نسخہ خدا بخش خان لائبریری پٹنہ میں ہے۔

۲۴۔ شیخ ابو الواحد ہروی

(بعہد شہنشاہ بابر تیموری)

"رہنمائے عالم دین" ابو الواحد ابن وجیہ الدین ہروی۔ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ ایک فتنہ کی وجہ سے قندھار کا سفر اختیار کیا اور پھر دوبارہ مراجعت فرماتے ہندوستان ہولئے۔ یہاں بابر شاہ تیموری کے دربار میں عالی مرتبہ حاصل کیا۔ اور آپ خوش وخرم رہنے لگے۔ فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے، ازاں جملہ ؎

چوں تیر خود کشی از سینہ ام بگذار پیکاں را
مرا دل دہ کہ نامردانہ در راحت دہم جاں را

۹۴۲ھ میں آگرہ میں وفات پائی، اور شیخ زین الدین خوانی کے مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

۲۵۔ شیخ ابو یزید برہان پوری

م ۹۹۹ھ

رہنمائے نکو طینت فقیہ ابو یزید ابن لشکر محمد برہان پوری یکے از مشائخ "عشقیہ شطاریہ" اپنے والد اور شیخ عیسے ابن القاسم سندھی سے طریقت میں استفادہ کے بعد مسند شیخوخیت پر متمکن ہوئے۔ اور صبر و قناعت و زہد و تقوے اور توکل کے ساتھ اپنی عمر کا بقیہ حصہ افادہ و عبادت میں صرف کر دیا۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۲۶۔ مولانا اثیر الدین کاہانی (سندھی)

"رہنمائے عالم محدث" اثیر الدین ابن عبد العزیز الہبری ثم کاہانی سندھی۔ صلاح و تقویٰ میں معروف۔ ۹۲۸ھ میں ہراۃ سے سندھ میں وارد ہوئے۔ "کاہان" در نواحِ سیستان (سندھ) میں سکونت اختیار فرمائی۔ متنوع الفنون کے درجہ پر تھے۔ اپنے والد سے حدیث پڑھی۔ اور آپ سے بے شمار افراد سندھ نے استفادہ کیا۔ تدریس و افادہ مشغلہ ہی تھا (بحوالہ نہاوندی در کتاب المآثر)

"نہاوندی نے اپنی کتاب المآثر میں ان کا ذکر کیا ہے"

۲۷۔ شیخ احمد بن ابوبکر حضرمی

رہنمائے نیک طینت۔ نام احمد ابن ابوبکر بن عبد اللہ عیدروسی النزیمی الحضرمی المشہور بباً فقیہ صاحب السبکہ (یا السبکہ برحاشیہ متن) شافعی احمد نگری۔ یکے از اولیا سالکین۔ ہندوستان آکر شہر احمد نگر میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں رحلت کی۔

۲۸۔ شیخ احمد بن ابوالفتح غازی پوری

عالم بزرگ و فقیہ۔ اصولِ فقہ و ادب میں ممتاز۔ مولد غازی پور، اپنے والد کے سوا دوسرے

اساتذہ سے بھی پڑھا۔ زمانیہ (درنواح غازی پور) میں اقامت گزین ہوئے۔ تدریس کا مشغلہ اختیار کرلیا۔ (بحوالہ عاشقیہ)

۲۹۔ شیخ احمد بن اسحاق سندھی

م ۹۳۶ھ

شیخ فاضل احمد بن اسحاق سندھی۔ علمائے صالحین سے تھے۔ مولد و منشاء سرزمین سندھ ہے شیخ عبدالرشید سندھی سے پڑھ کر مسندِ تدریس آراستہ فرمائی۔ دین دار اور پارسا تھے۔ ان کے کرامات و مکاشفات اور عجیب عجیب واقعات مشہور ہوئے۔ مدفن ہاکہ لندہ میں ہے۔ ۹۳۶ھ میں وفات پائی

۳۰۔ شیخ احمد بن اسماعیل ظفرآبادی

م ۹۹۰ھ

المشہور بہ احمد نور۔ بزرگ عالم قاضی احمد حسینی واسطی ظفرآبادی چار واسطوں سے ابوالغیث قطب الدین ظفرآبادی کی اولاد سے ہیں فقہ حنفیہ میں ماہر تھے منصب قضا کو رد کر دیا بخشش اور اپنے نام کی مناسبت سے قریہ احمد نور آباد تعمیر کرایا۔ کثیر الدرس والافادہ تھے۔ کچھ اوپر تیس برس کی عمر میں ۹۹۰ھ میں وفات پائی۔ (تجلی نور)

۳۱۔ شیخ احمد بن اسماعیل مندوی

بزرگ عالم و محدث احمد بن اسمٰعیل قادری مندوی فقہ و حدیث میں فائق الاقران تھے۔ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ اور شیخ محمد بن الحسن بکری شافعی کی خدمت میں برسوں رہ کر استفادہ کیا۔ (گلزار ابرار)

۳۲- شیخ احمد بن بدر الدین مصری

م ۲۶ رمضان ۹۹۲ھ

شیخ العالم المحدث لقب شہاب الدین نام احمد پسر بدر الدین عباسی شافعی مصری الہندی الگجراتی. علم وفضل میں نامور اور صلاح وتقوی میں مشہور. شیخ عبد القادر عیدروس نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب النور السافر کے اندر ان لفظوں میں کیا ہے۔

سال ولادت ۹۰۳ھ اور مولد مصر ہے۔ وہیں کے اساتذہ سے پڑھا۔ ازاں جملہ شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری و شیخ العلامہ برہان الدین ابن ابو الشریف و شیخ الامام نور الدین مکی اور شیخ کمال الدین الطویل و شیخ زین الدین الغزی و شیخ نور الدین ملیجی ہیں۔

شیخ الاسلام ابو العباس طنبداوی بکری سے زبید کے اندر ۹۳۶ھ میں یکجائی کا اتفاق ہوا اور ان سے استفادہ بھی کیا

تصانیف شرح المنہاج نوی (در فقہ) شاطبیہ (قراۃ) العمدۃ المقدسی (والحدیث) الاربعین علم لسانیات وہیئت اور تقویم میں ید طولیٰ تھا۔ تقوے میں فائق ہونے کی وجہ سے قلیل الاختلاط تھے۔ کتاب وسنت اور طریقہ سلف صالحین پر تکیہ تھا۔

ایک عجیب واقعہ ان کی ولادت سے قبل ان کے والد اپنے زمانہ قیام شام میں صاحب فراش ہو گئے۔ تو انہوں نے بواسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صحت کے لئے دعا کی۔ خواب میں دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان کے کندھے پر تھپکی دے کر فرمایا کہ اے ابو احمد کھڑے ہو جاؤ تو یہ صحت یاب ہو گئے۔ وہ دن ان کے والد اپنی بیوی کو مصر کے اندر حالت حمل میں چھوڑ آئے تھے۔ جن کے بطن سے فرزند متولد ہوا۔ اور اس کا نام احمد رکھا گیا۔ تب ان کی کنیت ابو احمد قرار پائی۔

صاحب ترجمہ ابو احمد کو بے شمار شعر منبط تھے۔ عبد اللہ بن باکثیر نے جو مکہ معظمہ کے اندر ۹۲۳ھ میں فروکش تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر سے ایک عالم مکہ معظمہ میں آکر وہیں مقیم ہو گئے۔ یہ صاحب ایک روز حرم شریف میں ممبر پر آکر وعظ فرمانے لگے۔ تو خطبۂ افتتاحیہ میں الحمد والصلوٰۃ

والسلام علی رسول اللہ کے بعد فرمایا۔ میرے والد نے میرے عہد بلوغ مجھے یہ شعر سنائے۔

اگر تو عزت سے رہنا چاہتا ہے اور تکالیف سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اور

تجھے اپنے گناہوں کی بخشش کی خواہش ہے۔ تو اپنی زبان سے بری بات نہ کہہ۔

کیونکہ برائیاں اور لوگوں کے اندر بھی ہیں اور ان کی زبانیں بھی ہیں۔

اور اگر تیری آنکھ نے تجھے راستہ دکھایا ہے۔ تو تو چشم پوشی کر اور کہہ اے آنکھ!

اور لوگ زیادہ آنکھ والے ہیں۔

اور تو اچھے طریقے سے زندگی بسر کر!

اور جو تجھ پہ زیادتی کرے۔ اس سے چشم پوشی کر!

اور بدی کو نیکی سے دُور کر۔

واللہ وہ بہت بڑے عالم تھے تمثیل بیان کرتے ہیں۔

اور واللہ وہ عالم فقہ تھے اور ان کی عزت بے داغ تھی۔ ماسوائے ازیں

کہ وہ لوگوں کی مدارات نہ کرتے۔ حالانکہ دوسروں کی مدارات بہت بڑی خوبی

ہے۔

شب جمعہ ۲۴ رمضان المبارک ۹۹۲ھ ہجری میں احمد آباد میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور

وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔ (بحوالہ "النور السافر")

۲۳۔ شیخ احمد بن جعفر گجراتی

م دوشنبہ ۱۴ صفر ۹۴۲ھ

شیخ عالم صاحب تجوید۔ نام احمد بن جعفر ابن محمود حسینی سندھی گجراتی۔ قرأۃ و تجوید اور دیگر تمام

علوم میں ممتاز الاماثل ۸۰۶ھ میں گجرات کے اندر متولد ہوئے وہیں پر وان چڑھے۔ اپنے والد اور

دوسرے علما سے پڑھنے کے بعد مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ مدت تک یہ شغل رہا۔ پھر حج و زیارات

کے لئے گئے۔ واپسی پر گجرات تشریف لے آئے اور تازیست درس و تدریس فرمائی۔ اور بروز دوشنبہ

۱۴ صفر ۹۴۲ھ میں وفات پائی۔ (قرأۃ احمدی)

۳۴۔ شیخ احمد بن جلال گجراتی

م ۹۸۸ھ

شیخ صالح احمد بن جلال از چاپانیر گجرات دکن یکے از مشائخ عشقیہ شطاریہ برسول شیخ صدرالدین ابن محمد چاپانیری بڑودی کی خدمت میں ملازم رہے ان کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان کے اذکار و مشاغل عبادت سے استفادہ فرمایا۔ حتیٰ کہ مرتبہ مشیخیت پہ فائز ہو گئے۔ صاحب وجد و حال تھے ۹۸۸ھ میں بروده میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۳۵۔ شیخ احمد بن خطیر گوالیاری

(بعہد سلطان ہمایوں تیموری)

م ۹۴۵ھ

شیخ فاضل، لقب فریدالدین احمد پسر خطیر الدین گوالیری المشہور بہ شیخ پھول صاحب دعوت ہونے کے ساتھ قبولِ عام سے بہرہ مند تھے۔ حمیدالدین شطاری کے مرید۔ اور ان سے ان کے بھائی محمد الغوث مصنف جواہر خمسہ و شیخ جلال الدین تتوی و مولانا فرلی اور دیگر بے شمار حضرات مرید تھے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ ہمایوں تیموری نے ان کی بیعت کی۔ یہ تذکرہ محمد بن الحسن نے گلزار ابرار میں کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے اپنی کتاب مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ

شیخ پھول نے طریقت حاصل کی۔ شیخ قمیص بن ابوالحیات ساڈھوری سے غالباً طریقہ قادریہ میں مگر یہ بات ہماری مقدم الذکر بات کے خلاف نہیں کہ انہوں نے شیخ حمید شطاری سے اخذ طریقت کی۔ اور بادشاہ ہمایوں تو ان کے صلاح و تقویٰ کا معتقد تھا۔ جو جلوت و خلوت ہر مقام پہ ان کی خدمت میں باریاب ہوتا۔ حتیٰ کہ شیخ صدر درج ان کی متابعت میں بنگالی تشریف لے گئے اور ایک مدت تک جنت آباد گور میں اقامت گزیں رہے پھر ہمایوں نے آپ کو اپنے بھائی ہندال کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جو آگرہ میں بغاوت کی تیاری کر رہا تھا۔ شیخ نے ہندال کو بہت سمجھایا۔ مگر اس پہ بغاوت کا بھوت مسلط ہو چکا تھا۔ اس نے الٹا شیخ کو قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ۹۴۵ھ میں رونما ہوا شاہ محمد

غوث صاحب شیخ کے بھائی نے ان کی تاریخ وفات "فقد مات شہیداً" سے مستخرج کی اور شہر بیانہ کے قلعہ کی پشت پر ان کو دفن کیا گیا۔

۳۶۔ شیخ احمد بن خلیل بیجاپوری

(بعہد سلطان علی عادل شاہ)

م ۹۸۰ھ

شیخ فاضل احمد بن خلیل بن احمد بیجاپوری۔ عالم دین اور محدث تھے۔ ہندوستان کے مشہور اساتذہ سے پڑھا۔ اور حرمین شریفین تشریف لے جا کر حج و زیارت سے فراغت کے بعد حجاز کے ائمۂ عصر سے حدیث پڑھ کر ہندوستان واپس تشریف لے آئے تو بادشاہ علی عادل شاہ نے آپ کو اپنے مقرب کا رتبہ بخشا۔ جو خلوت و جلوت دونوں میں اُنہیں اپنے ساتھ رکھا۔

شیخ نے بنگلہ کے جوار میں موضع کندرگی میں رحلت فرمائی۔ ان کے ایک مرید نے لفظ فرشتہ سے ان کی تاریخ رحلت نکالی ہے۔ آپ نے عید الفطر کی شب ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔

۳۷۔ شیخ احمد بن زین جون پوری

م ۹۶۳ھ

شیخ عالم صالح۔ احمد بن زین الدین بردولوی جونپوری یکے از علمائے ربانیین شیخ معروف بن عبد الواسع جونپوری سے علوم کی تحصیل کی۔ اور طریقت بھی انہی سے حاصل کی۔ مدتوں ان کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ کمال حاصل کر لیا۔ جس طرح انہیں متعدد علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اسی طرح شریعتِ مطہرہ پر عمل میں درجۂ عالیہ پر فائز تھے۔ لوگوں کے ہدایا قبول نہ فرماتے۔ مزدوری کر کے کھاتے۔ ان کے شیخ نے انہیں کچھ رقم عنایت کی تھی۔ جس سے تجارت کرتے اور نفع سے روٹی کھاتے۔

ان کے اقوال

(۱) الزم الفقراء فان الخیر فیھم فقراء سے محبت رکھو کیونکہ خیر انہیں میں ہے۔

(۲) سئل العلماء فان الحق معھم علماء سے مسئلہ پوچھو اس لئے کہ حق اور راستی ان کے ساتھ ہے۔ جن کے اندر صداقت ہی صداقت ہے۔

ماہ جمادی الاخری ۹۶۳ھ میں بروند میں وفات پائی۔ یہ قریہ جون پور کے حوالی میں ہے بعض لوگوں نے ان کی تاریخ وفات ان ہی کے نام شیخ احمد سے مستخرج کی ہے۔ (بحوالہ گنج ارشدی)

۳۸۔ شیخ احمد بن ضیا مندوی

م ۹۸۸ھ

شیخ عالم فقیہ احمد ابن ضیاؤ الدین حسینی ملقب سراج العاشقین مندوی علوم ظاہر و باطن دونوں سے واقف شیخ سلیمان بن عفان مندوی کے مرید زاہد عبادت گزار کم خور۔ کبھی سیر ہو کر نہ کھاتے اور نہ کبھی پوری نیند سوتے۔ ۲۹ محرم ۹۸۸ھ کے روز وفات پائی (بحوالہ اخبار الاصفیا)

۳۹۔ شیخ احمد بن عبد القدوس گنگوہی

(بعہد اکبر بادشاہ)

م ۹۷۲ھ

شیخ عالم فقیہ۔ نام احمد بن عبد القدوس الحنفی از گنگوہ یکے از مشائخ مشہورین۔ اپنے والد سے علوم ظاہر و باطن دونوں میں مستفیض ہو۔ سماع، وجد اور وحدت الوجود کے مسلک کو اپنایا۔ تصانیف میں ان کا ایک رسالہ اثبات وحدت الوجود اور حلقہ الفقرا میں ہے۔ جس کی مخالفت ان کے فرزند عبد النبی محدث نے کی۔ پھر والد نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ اور یہ دہلی چلے گئے۔ جہاں سلطان اکبر تیموری کی طرف سے صدارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۹۷۲ھ میں وفات پائی۔

۴۰۔ شیخ احمد بن عبد الملک لاہوری

م ۱۰ محرم بروز جمعہ ۹۶۶ھ

الشیخ الفاضل احمد بن عبد الملک حنفی لاہوری۔ فقہ و حدیث میں ممتاز۔ ابتدائی کتب شیخ منصور لاہوری اور اوپر کے درسیات شیخ عبد اللہ بن شمس الدین سلطان پوری سے پڑھیں جن کے ہمراہ لاہور تشریف لے آئے (غالباً اوّل الذکر کے ہمراہ رہے) اور یہیں اقامت اختیار کر لی۔ آپ

زہد و تقویٰ و ریاضت اور شریعت کی پابندی میں مصروف اور تدریس مشغلہ تھا۔ یوم جمعہ عاشورہ محرم ۹۶۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ (بحوالہ اخبار الاصفیا)

۴۱۔ شیخ احمد بن مجد الدین شیبانی

م ۲۵ صفر ۹۲۷ھ

شیخ نام ... احمد ابن مجد الدین ابن تاج الافاضل شیبانی نارنولی۔ امام محمد بن الحسن شاگرد امام ابوحنیفہ کی نسل سے تھے۔ قصبہ نارنول میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ درسیات شیخ حسین ابن خالد ناگوری اور شیخ بامیزید ابن قیام الدین اجمیری سے پڑھیں اور برسوں تک ان کی خدمت و صحبت میں رہے۔ طریقت شیخ حسین ممدوح سے حاصل کی۔ اپنی ۱۸ سال کی عمر میں مسند تدریس مزین فرمائی۔ بعدہٗ اجمیر تشریف لے جاکر شیخ معین الدین کی قبر پر مسلسل ۲ سال تک چلّہ کھینچا۔ مگر جب ہندوؤں کے ایک بڑے راجہ سانگا نے اجمیر پر حملہ کرکے مسلمانوں کا قتلِ عام اور لوٹ شروع کردی۔ تو صاحب ترجمہ دوشنبہ ۹۲۲ھ کے روز اجمیر سے نکل کر نارنول تشریف لے گئے۔ جہاں سے ایک مدت کے بعد ناگور منتقل ہوئے۔ اور یہیں وفات پائی۔

ممدوح فاضل متقی تھے اور بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے میں کسی کا خوف دل میں نہ لاتے۔ رات میں ذکر و مراقبہ و تہجد میں مصروف ہوجاتے۔ حتیٰ کہ چاشت کے وقت تدریس میں منہمک ہوکر ظہر کا وقت لے آتے۔ جس کے بعد تا بہ عصر اوراد مقررہ میں رطب اللسان ہوجاتے۔ عصر کے بعد پھر تدریس۔ وعظ میں تفسیر مدارک پر مدار تھا۔ دوران تذکیر میں رقت و بکا کا غلبہ رہتا۔ جس سے سامعین بھی بہت متاثر ہوتے۔ تفسیر مدارک کے بیان میں اپنے اساتذہ و شیوخ کے افادات بیان کرتے۔ ۲۵ صفر ۹۲۷ھ میں انتقال کیا۔ (بحوالہ اخبار الاخیار شاہ عبد الحق)

۴۲۔ شیخ احمد بن محمد نہروالی

الشیخ العالم المحدث تمام ابن محمد بن قاضی خان ابن بہاؤالدین بن یعقوب ابن اسماعیل بن علی ابن القاسم بن محمد ابن ابراہیم بن اسماعیل عدنی خرقانی ابو العباس علاؤالدین احمد نہروانی گجراتی۔ جو والد تھے

مفتی قطب الدین محمد نہروالی کے۔ اور وہ مکہ معظمہ میں مفتی تھے۔ مگر ان کے دادا قاضی خاں مصنّف فتاوےٰ قاضی نہیں، بلکہ نہروالہ کے مشہور عالم اور صاحب فتوے تھے شیخ احمد کا سن پیدائش ۸۵۶ھ ہے۔ تحصیل علوم اپنے عہد کے اساتذہ نہروالہ سے کرنے کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ عزیزالدین عبدالعزیز ابن نجم الدین عمر بن فہد اور دوسرے آئمہ حدیث سے علاوہ حدیث کا استفادہ کیا۔ صحیح بخاری کی ایک سند میں حافظ نورالدین ابوالفتوح ابن عبداللہ طاؤسی نزیل گجرات سے تابہ امام بخاری علوم حاصل ہے۔

شیخ احمد صاحب ترجمہ نے شیخ معمّر ۳ سو صد سالہ یوسف ہروی المعروف بہ "سہ صد سالہ" سے سندِ حدیث حاصل ہے اور شیخ معمّر محمد بن شاد بخت فرغانی سے بھی حاصل ہے۔ جس سند کے جملہ شیوخ میں شیخ احمد ابدال سمرقندی ابولقمان یحییٰ ابن عمّار ابن مقبل ابن شاہان جیلانی المعمّر بہ ۱۴۳ - سالہ ہیں۔ آپ نے ان جملہ شیوخ کی روایت محمد بن یوسف فربری بروایت امام محمد بن اسماعیل بخاری سُنی۔

اور ممدوح الذکر شیخ علاؤالدین[۱] جو مرد پارسا اور تھے۔ مکہ مبارکہ تشریف لے گئے۔ جہاں آخر عمر میں آپ نابینا ہوگئے۔ معلوم ہوا ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ نے احمد شاہ گجراتی کے مدرسہ میں مسند تدریس مزیّن فرمائی۔

ان کے صاحبزادہ مفتی قطب الدین نے اپنی کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام میں لکھا ہے کہ:-

> میرے والد مکفوف البصر ہونے سے پہلے ہر سال قربانی کے روز منیٰ کے اندر بہت سویرے رمی الجمرہ کر کے واپس آکر حطیم میں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ جاتے اور طواف کرنے والوں کی طرف دیکھتے رہتے۔ یہ حالت مغرب کی نماز تک رہتی۔ ادائے نماز مغرب کے بعد طواف سے فارغ ہو کر پھر منیٰ میں چلے جاتے۔
> فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کے لئے ہر سال حج کرنا لازم ہے۔ جہاں ان کو افضل عمل کرنا چاہیئے۔ اس لئے میں یوم النحر میں اوّل وقت جا کر واپس آنے میں

---

[۱] یہ صاحب عنوان کا لقب ہے۔

بھی عجلت کرتا ہوں اور حطیم میں بیٹھ کر طواف کرنے والوں کی طرف دیکھتا رہتا ہوں
کہ میری نظر ان میں سے کسی پر پڑ جائے۔ یا ان میں سے کسی کی نظر مجھ پر پڑ جائے
اور مجھے یا اُسے برکت حاصل ہو۔

ان کا یہ معمول زندگی کے آخری سال تک رہا۔

۹۲۹ھ کے اندر مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔

۴۳۔ شیخ احمد بن محمد بہاری

الشیخ العالم الفقیہ احمد بن محمد بن طیب حنفی البہاری جو اپنے دور کے مشہور فقیہ تھے۔ بہار کے
ایک حوالی قریہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں برسوں رہے۔
ان کے والد مشہور اساتذہ سے تھے۔ جو بڈھا طیب کے لقب سے مشہور تھے۔

۴۴۔ شیخ احمد بن محمدؒ سندیلوی

الشیخ العالم فقیہ۔ مفتی احمد بن محمد حسینی السندیلوی۔ فقہ و اصول میں ممتاز تھے مولد و منشاء
سندیلہ ہے اپنے والد کے سوا بعض اور اہل علم سے بھی اکتساب کیا اور مسند افتا آراستہ فرمائی برسوں یہ
مشغلہ رہا۔ (بحوالہ عاشقیہ)

۴۵۔ قاضی احمد بن محمود نصیرآبادی

م ۹۳۵ھ

السید الشریف قاضی احمد بن محمود بن علاء الحسنی نصیرآبادی بہار سے (مؤلف نزہۃ الخواطر کے)
جد اکبر ہیں جو کہ امیر قطب الدین محمد ابن احمد مدنی بغدادی نزیل ہند کی نسل سے تھے۔ اور اپنے بھائی
قاضی محمد کی رحلت کے بعد ۸۹۵ھ میں نصیرآباد کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس منصب پر مسلسل ۲۷ سال
تک متمکن رہے۔ بعدہٗ معزول ہو گئے۔ تو نصیرآباد سے رائے بریلی آکر طرح اقامت ڈال دی۔
اس ہجرت کا سبب وہ مناقشہ تھا۔ جو سید نصیر الدین نجمی نصیرآبادی کی اولاد سے ترکہ

یں ہوا۔ یہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے جایا گیا۔ جس پر قاضی نے شرع کے مطابق فیصلہ کیا۔ تو فریقین اس فیصلہ پر متفق نہ ہوئے۔ قاضی معزول کر دیا گیا۔ اور ممدوح نصیر آباد سے یہ کہتے ہوئے ہجرت کر گئے کہ یہ بستی اقامت کے لائق نہیں ہے۔

صاحب ترجمہ نے راستے بریلی ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور سید راجن کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ تاریخ وفات ۹۳۵ھ ہے۔ (بحوالہ سیرت السادات)

۴۴۔ شیخ احمد بن نصر اللہ ٹھٹھوی سندھی

(بعہد سلطان اکبر شاہ تیموری)

م ۹۹۶ھ

الشیخ الفاضل العلامۃ۔ نام احمد بن نصر اللہ الشیعی۔ ساکن ٹھٹھہ سندھ۔ حضرت عمر بن الخطاب کی نسل سے تھے اور سنی تھے۔ مگر اتفاق سے اپنے شہر کے شیعہ علماء کی صحبت مل گئی۔ جن کے ہمراہ مشہد چلے گئے جہاں فنون ریاضی کے ساتھ شیعی علم کلام و احادیث پڑھنے کا موقعہ شیخ افضل قاضی سے ملا۔ اب یزد اور وہاں سے شیراز پہنچے۔ تو شیخ کمال الدین اور مرزا جان شیرازی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ یہاں سے قزوین آئے جو اس ملک کا تخت گاہ تھا، تو سلطان طہماسپ شاہ کے پاس کچھ مدت قیام ہوا۔ مگر جب سلطان ممدوح کی رحلت کے بعد اسمٰعیل نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ اور وہ سنیّن پر میلان رکھتے تھے تب شیخ احمد صاحب قزوین چھوڑ کر عراق آ گئے۔ اور یہاں کے علماء سے جملہ علوم میں تکمیل کے بعد آخر ہندوستان لوٹے۔ یہ زمانہ سلطان اکبر کا تھا۔ جس سے شیخ نے رابطہ پیدا کر لیا۔ اور بادشاہ اکبر نے انہیں تاریخ عالم کی تالیف پر لگا دیا۔ جو بدو اسلام سے ۱ ہزار سال کی متعلق ہو۔ اور اس کا نام "الفی" ہو۔

یہ تذکرہ بدایونی نے کرتے ہوئے شیخ کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ احمد بہت بڑے فاضل اور تھے۔ لیکن انہیں اپنے صاحب دعوت ہونے کا خبط تھا۔ اہل سنت کے ساتھ مناظرہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ اور نہایت بدزبان بھی تھے ان کے مقابل مرزا فولاد خراسانی شیعوں کے ایسے ہی مخالف تھے۔ جسے شیخ احمد نے قتل کر دیا۔ اور خود اس کے قصاص میں مارے گئے۔ واقعہ لاہور کا ہے۔

تصانیف خلاصۃ الحیاۃ نامی کتاب ہے۔ جس کے ۳ ابواب ہیں۔
(۱) مقدمہ (۲) دو مقصد (۳) خاتمہ۔

خاتمہ کے دو مقصد ہیں مقصد اوّل میں اسلام سے مقدم حکما کا ذکرہ ہے۔ اور مقصد دوم میں بعد از اسلام کے حکما کے احوال۔

اور خاتمہ میں ان مذاہب مختلفہ کا تذکرہ ہے۔ جو ان حکما کے زمانوں میں تھے۔ یہ کتاب شیخ نے حکیم ابوالفتح گیلانی کی ترغیب سے لکھی۔

دوسری تصنیف "تاریخ الفی" ہے۔ آغاز اسلام سے لے کر چنگیز خاں تاتاری کے عہد تک
یہ ایمائے سلطان اکبر ۲۵ صفر ۹۹۶ھ میں قتل کئے گئے۔ ابوالفیض بن مبارک نے "در لبست و پنجم ماہ صفر" سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔ سال وفات ۹۹۶ھ ہے اور فیضی نے ۲۵ صفر کا اضافہ کیا ہے۔ (بدایونی)

۴۷۔ شیخ احمد بن نظام مانک پوری

م ۹۲۲ھ

الشیخ الصالح احمد بن نظام الدین بن فیض اللہ بن حسام الدین العمری المانک پوری۔ مولد و منشا مانکپور مشائخ چشتیہ سے ہیں۔ اپنے والد اور عم بزرگوار حسن کلیم اللہ مانکپوری سے پڑھا۔ اپنے والد کے بعد درجہ شیخوخیت پر سرفراز ہوئے۔ اور بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ صاحب وجد و حالت تھے۔ مانکپور ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (اشرف السیر)

۴۸۔ شیخ احمد بن نعمت اللہ چندیری

(بعہد سلطان قادر شاہ مالوی)

الشیخ الصالح احمد بن نعمت اللہ بن نصیر الدین بن اسماعیل بن علاؤ الدین ملتانی چندیری۔ مولد و منشا چندیری (در صوبۂ مالوہ) اصحاب علم و طریقت سے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد کالپی کے نواحی قریہ جنجھرہ میں آ گئے۔ اور یہاں سے قصبۂ رائیسین (مالوہ) میں جا پہنچے۔ جہاں سے

بادشاہ قادر شاہ مالوی نے آپ کو اجین لے جاکر شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کر دیا۔ اجین ہی ان کا مدفن بنا ان کی اولاد میں دو فرزند جمال الدین اور عبد القادر تھے (گلزار ابرار)

۴۹۔ شیخ احمد سرہندی

م ۹۸۶ھ

الشیخ العالم الفقیہ احمد الحنفی السرہندی۔ فقہ و اصول فقہ میں ممتاز۔ برسوں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ استفتا کے لئے مرجع عوام و خواص تھے ۹۸۶ھ میں انتقال کیا۔ (گلزار ابرار)

۵۰۔ شیخ احمد اجینی

م ۹۹۸ھ

شیخ الصالح احمد متوکل الاجینی۔ صلحا میں سے تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث گوالیری مؤلف الجواہر الخمسہ سے طریقہ عشقیہ میں بیعت کی۔ برسوں ملازم خدمت ممدوح رہے بعدہ شہر اجین میں ارشاد و تلقین کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

قانع و پاکباز و متدین اور متوکل علی اللہ تھے (گلزار ابرار)

۵۱۔ قاضی احمد الغفاری

م ۹۷۵ھ

الشیخ الفاضل القاضی احمد الغفاری القزوینی۔ علم تاریخ کے ماہر۔ شیخ نجم الدین عبد الغفار شافعی کی نسل سے تھے۔ جن کا فقہ میں بلند مقام تھا۔

تاریخ میں ان کی یہ تصانیف ہیں۔

تصانیف
۱۔ جہاں تارا ضخیم کتاب تاریخ الملوک پر مشتمل۔
۲۔ انگارستان۔

شعر و ادب فارسی میں فائق الاقران تھے۔ سے

پس از شرسے نشیند گردمے زیر پشم آں بدخو
نپید دل در برم، ترسم کہ ناگہ زند بر خیسزد

حج زیارت سے واپسی پر دکن میں رحلت فرمائی۔

۵۲۔ قاضی احمد سندھی

شیخ فاضل احمد سندھی معقول و منقول میں سربرآوردہ روزگار نہاوندی نے ان کا ذکر اپنی کتاب میں بایں الفاظ کیا ہے کہ ہمیشہ درس و افادہ میں مصروف رہتے۔

۵۳۔ شیخ احمد ہروی

(بعہد سلطان عادل شاہ بیجاپوری)

الشیخ الفاضل المعمر احمد الحسینی الہروی۔ مشہور علمائے ہرات سے تھے۔ ہندوستان آکر بادشاہ یوسف عادل شاہ بیجاپوری کے مقرب ہو گئے۔ یہ بادشاہ اور ان کا صاحبزادہ اسمٰعیل دونوں اپنے عہد میں ان کے قدردان تھے۔ نہایت خوش دل اور خوش مزاج تھے۔ مجلس کو بہار گلزار بنا دیتے اس پر نورانی چہرہ۔ ۹۱۴ھ تک زندہ تھے بروایت تاریخ فرشتہ۔

۵۴۔ شیخ احمد الفیاض امیٹھوی

شیخ عالم الصالح احمد الفیاض الحنفی امیٹھوی۔ اپنے دور کے مشہور فقہاء سے تھے۔ حدیث و تفسیر و تاریخ و سیر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ایک سال کے اندر قرآن مجید حفظ کر لیا۔ معلومات کا معدن کثیر المطالعہ اور شیریں مقال ہونے کے ساتھ درس و افادہ پر توجہ رہتی۔ بایں ہمہ تقویٰ و فقر و قناعت دستور تھا۔ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے۔ اور اس بارے میں وہ اپنے معاصر شاہ نظام الدین امیٹھوی کا رد کرتے۔ آپ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

۵۵۔ شیخ احمد ملتانی

(بعہد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)

سید جالی نسب نام احمد حنفی ملتانی فقہ و اصول و کلام و ادب میں ممتاز سلطان اسکندر ابن بہلول لودھی کے عہد میں دہلی آئے۔ اور متعدد شیوخ سے ملاقات کے بعد شیخ عبد القدوس بن اسماعیل گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے کتاب عوارف اور عرائس البیان وغیرہ سبقاً پڑھیں حتیٰ کہ وحدۃ الوجود کے معترف ہو گئے۔ یہ بات رکن الدین ابن عبد القدوس گنگوہی نے اپنی تالیف لطائف القدوسیہ میں بیان کی ہے۔

۵۶۔ شیخ اڈھن بلگرامی

الشیخ الصالح اڈھن بلگرامی المشہور بہ شیخ الاسلام کہ شیخ سالار قنوجی کی نسل سے تھے جن کا سلسلۂ نسب شیخ عثمان ہارونی سے ملتا ہے۔ اسی لئے ان کے ہم قبیلہ خود کو عثمانی بتاتے ہیں۔ (بحسب تحریر شیخ غلام علی آزاد در مآثر الکرام) اڈھن اصحاب شیخ مبارک علی سندیلوی سے تھے زاہد و پارسا، کثیر الدرس و افادہ تھے اعلام ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا اپنا فخر سمجھتے یہ بات شیخ محمد حرازی شاگرد احمد جندی نے کہی۔ جب کہ اپنے زمانہ وارد ہندوستان ہیں۔ شیخ اڈھن کے حلقہ تلامذہ میں شریک ہوئے۔ ان کا نام اڈھن ہندوستان کے قدیم انداز پر تھا یا اصلی نام کچھ اور ہو گا۔ واللہ اعلم۔

۵۷۔ شیخ اسحاق بن کاکو لاہوری

م ۹۹۶ھ

الشیخ العالم الکبیر نام اسحاق ابن کاکو العمری لاہوری۔ کہ حضرت فرید الدین مسعود اجودہنی کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشا لاہور ہے۔ اپنے والد شیخ کاکو م ۹۸۲ھ سے پڑھا۔ ان کے والد شیخ پیر محمد لاہوری کے اصحاب سے تھے۔ دوسرے اہلِ علم سے بھی پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ داؤد ابن فتح اللہ کرمانی سے مستفیض ہوئے۔ ان کے مرید شیخ سعد اللہ اور شیخ منور کے سوا اور بھی

مشائخ و علماء تھے۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ آپ کثیر الدرس و اشغال اور نفع رساں انواع علوم میں شیریں مقال و ملیح البحث تھے۔ مگر دیر تک بات سوچتے رہتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نابکار نے شیر برنج سے بھری ہوئی ایک ہانڈی ان کے سر پر رکھ دی۔ چنانچہ آپ اسے سر پر اٹھائے ہوئے پورے بازار سے گزر کر اس کے گھر تک پہنچا کر آئے اور اس میں عار کی کوئی بات نہ سمجھی۔

بدایونی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک سو برس سے زیادہ عمر پائی اور ۹۹۹ھ میں وفات پائی۔

صاحب اخبار الاصفیاء نے لکھا ہے کہ ۲۹ ربیع الاول ۹۹۶ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۸۔ شیخ اسحاق بن محمد بن ابراہیم ملتانی

م ۱۵ شوال ۹۴۵ھ

الشیخ الصالح اسحاق بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ الربیعی الاسماعیلی الملتانی ثم احمد آبادی بیدری دکن کے مشائخ میں ممتاز تھے۔ مولد و منشا احمد آباد بیدر ہے۔ جو اب صرف احمد آباد کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ ممدوح نے علم ظاہر و باطن دونوں اپنے والد سے حاصل کئے، جن کی خدمت میں برسوں رہے۔ حتیٰ کہ مرتبۂ کمال تک فائز ہو گئے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد مسندِ مشیخیت آراستہ فرمائی اور ان کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔

انہیں علم معرفت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اور زہد و قناعت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

۵۹۔ اسکندر بن بہلول لودھی بادشاہِ ہند

م ۲۳ ذی قعدہ ۹۲۳ھ

سلطان عادل و صالح و فاضل علوم۔ اسکندر بن بہلول بن کالا لودھی ۸۹۴ھ میں اپنے والد کی رحلت کے بعد سریر آرائے حکومت ہوئے۔ عدل و احسان کے ساتھ دادِ بادشاہی دی۔ دور دراز ملکوں سے علما کو جمع کیا۔ اور انہیں مالا مال کر دیا۔

اسے علما کی مجلس کی طرف بہت رغبت تھی۔ انہیں دربار میں بلاتا۔ دسترخوان پر بھی شریک

طعام کرتا۔ کبھی خود بھی بغیر اطلاع ان کے ہاں چلا جاتا۔ گاہے ان کی تدریس کے اوقات میں مسجد یا مدرسہ کے کسی کونے میں چھپ کر کھڑا ہو جاتا تاکہ ان کا درس سن سکے۔

وہ سنّت کا بڑا پابند تھا۔ اوباشوں پر نظر رکھتا۔ باطل کے مٹانے میں سدا جد و جہد کرتا۔ لباس میں تکلف اُسے گوارا نہ تھا۔ اراذل کے ساتھ نشست و برخاست کا روا دار نہ تھا۔ نہ آدارگی میں ان کی مدد کرتا۔ وہ دین اور بادشاہت دونوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہتا اور رعیت کے پیش آمدہ معاملات میں خود بھی خفیہ طور پر چھان بین کرتا۔ قاضیوں کے فیصلوں کی مسلیں خود مطالعہ کرتا۔ اپنے وکیل دریا خان سے کہہ رکھا تھا کہ کچھ رات گئے تک بھی عدالت میں رہے اور اس کی مدد کے لئے فقہا و قضاۃ بھی مقرر کر رکھے تھے۔ وہ عدالت کے دفاتر گھڑی گھڑی جانچتا۔

نماز ظہر کے بعد علما کی مجلس منعقد کرتا۔ ان کے ساتھ مذاکرات میں خود بھی شریک ہوتا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ حرم شاہی میں ذرا دیر کے لئے جاتا۔ اپنے محل میں علما کو جمع کر کے آدھی رات تک مذاکرات جاری رکھتا۔ ان کی واپسی کے بعد امور سلطنت پر غور کرتا۔ وہ فرامین شاہی اپنے قلم سے لکھتا۔ سلطنت کے امور میں اس کی نظر دور رس تھی۔ ضرورت مندوں کو دل کھول کر عطیات بخشتا۔ اس نے علما کے لئے گراں قدر وظائف جاری کر رکھے تھے۔ اور لائق لوگوں کو ان کے حسب حال مراتب دے رکھے تھے۔ یتامیٰ اور بیواؤں کے روزینے مقرر کر رکھے تھے۔ مساجد و مدارس آباد تھے۔ علوم کی ترویج جاری رہتی۔ لشکریوں کے ساتھ عمدہ طریق سے پیش آیا۔ کسانوں کی مدد کرنا اس کا شعار تھا۔ اراضی کی اصلاح اور پیداوار کی کثرت پر سدا نگاہ رہتی۔ راستوں پر محاسبہ تھا۔ رہزنوں کے ساتھ رعایت نہ تھی بلکہ ان کو سخت سزائیں دی جاتیں۔

جب وہ اپنا لشکر کسی طرف بھیجتا۔ تو دم بدم ان کی خبریں آتی رہتیں۔ اور روزانہ دو مرتبہ انہیں فرامین بھیجتا کہ یہ کرو۔ یہ کرو!

(دین کا تو بہت ہی پابند تھا۔ اس نے بہت سے بت خانے توڑ ڈالے۔ اور ان کی جگہ بے شمار مساجد و مدارس اور خانقاہیں تعمیر کرا دیں۔ اور ہندوؤں کو پورا سر منڈانے سے منع کر دیا۔

اس نے بدعات و مراسم کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔ وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے علماء کو عربی

علوم فارسی میں منتقل کرنے پر تعینات کیا۔ خراسان اور دوسرے دور دراز ملکوں سے بلا کر انہیں ویدک طریق علاج کو فارسی میں لانے کا حکم دیا۔ جنہوں نے ایسی بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں طب اسکندری بھی ہے۔ اس کے وقائع میں یہ بات نادرات سے ہے کہ جب وہ اپنے بھائی باربک کی سرکشی مٹانے کے لئے جون پور گیا۔ تو اثنائے معرکہ میں ایک قلندر درویش نے اس کا ہاتھ زبردستی سے اپنی طرف کھینچ کر فتح کی بشارت دیتے ہوئے کہا۔

"جب مسلمانوں کے دو مخالف لشکروں میں ایک لشکر مغلوب ہو جائے۔ تو فاتح لشکر کے لئے اپنا غلبہ ثابت کرنے کی بجائے مفتوح کو مسلمانوں کی خیر خواہی پر جمع کرنا چاہیئے"

سلطان اسکندر موسیقی کا ماہر اور فارسی میں شعر بھی کہتا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے:-

(۱) سرو سے کہ من پیرہن و گل بدنش
روحے است مجسم کہ در پیرہنش

(۲) مشکے ختنے چیست کہ صدر مملکت چین
در حلقۂ آں زلف شکن تلنش

(۳) در سوزنِ مژگاں بکشم رشتۂ جاں را
ناچار بدوزم کہ درد آں پیرہنش

وفات بروز یک شنبہ ۷ ذوالقعدہ ۹۲۳ھ

۶۰ - شیخ اسماعیل بن ابدال لاہوری

م ۹۹۴ھ

شیخ عالم اجل اسمٰعیل ابن ابدال بن نصر بن محمد بن موسٰے بن عبدالجبار بن ابو صالح بن عبدالرزاق بن عبدالقادر الشریف الجیلانی لاہوری۔

اپنے عہد کے مشہور علماء سے تھے۔ فقہ و اصول و کلام و ادب میں ید طولیٰ تھا۔ دارالحکومت دہلی میں فروکش ہوئے۔ اور مدت تک یہاں رہے۔ پھر انتھبور تشریف لے گئے اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

تلامذہ | شیخ محمد بن الحسن جون پوری و شیخ عبد الملک ابن عبد الغفور پانی پتی اور علامہ جمال الدین لاہوری اور کئی علماء و مشائخ اسی ۹۹۴ھ میں رحلت فرمائی (تذکرۃ الکملاء)

۶۱۔ شیخ اسماعیل بن حسن ناگوری

الشیخ الصالح اسماعیل بن حسن بن سالار ناگوری یکے از مشایخ چشتیہ اپنے والد اور شیخ اختیار الدین عمر ایرجی سے علوم کی تحصیل کی۔ اور ان سے شیخ خانو بن العلاء ناگوری نے۔ (گلزار ابرار)

۶۲۔ شیخ اسماعیل بن عبد اللہ لاہوری

(بعہد اکبر شاہ تیموری)

م ۹۷۸ھ

الشیخ الصالح الفقیہ۔ اسماعیل ابن عبد اللہ ابن محمد شریف الحسنی الاچی لاہوری شیخ عبد القادر جیلانی کی نسل سے تھے۔ شہر اُچ مولد و منشا۔ اپنے والد سے فراغت علم کے بعد سلطان اکبر تیموری کے عہد میں لاہور آئے۔ اور اکبر نے آپ کو ارض خراجی کے ایک ہزار ایکڑ عطا فرما دئے۔ اور یہ لاہور ہی سکونت پذیر ہو گئے

آپ بڑے عالم، صالح اور پارسا ہونے کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ کے عادی تھے۔ ۹۷۸ھ میں شہر لاہور میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (بحوالہ خزینۃ الاصفیاء)

۶۳۔ شیخ اسماعیل بن محمد ملتانی

(بعہد سلطان عماد شاہ)

۱۳ رمضان ۹۸۵ھ

الشیخ الصالح الفقیہ۔ اسمٰعیل ابن محمد بن ابراہیم فتح اللہ الربیعی الاسماعیل الملتانی ثم البیدری

ان علماء سے ہیں جن کی قبولیت عام تھی۔ احمد آباد بیدر مولد و منشا ہے۔ اپنے والد سے علوم ظاہر و باطن حاصل کئے۔ اور دونوں میں کامل ہوگئے۔ ان کی والد کی رحلت کے بعد عماد شاہ نے انہیں برار بھجوا کر قریہ پھتری ان کو جاگیر میں دے دیا۔ جہاں وہ ۱۳ ار ۹۸۵ھ میں فوت ہوگئے۔

۶۴۔ مولانا اسماعیل نقشبندی

م ۹۸۵ھ

الشیخ العلامۃ۔ اسماعیل نقشبندی لاہوری فقہ و حدیث میں فخر اقران۔ شیخ سیف الدین احمد شبیبہ ہروی اور شیخ جمال الدین عطاء الحسینی محدث سے پڑھا ۹۸۰ھ میں لاہور ہی میں رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الابرار)

۶۵۔ مولانا اسماعیل عرب

(بعہد سلطان ہمایوں تیموری)

الشیخ الفاضل الکبیر۔ اسمٰعیل عرب دہلوی۔ اپنے عہد کے اندر ہیئت و ہندسہ و طبابت بلکہ جملہ فنون حکمیہ میں مشہور تھے۔ جیسا کہ سہارنپوری نے ذکر کیا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب صاحب نے طریقۂ نقشبندیہ خواجہ عبد الشہید اور شیخ عبد الباقی دہلوی سے حاصل کیا۔

آپ کا درس بہت وسیع تھا۔ علما نے بھی آپ سے پڑھا۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ وہ اور شیخ حسین بربہری دہلی کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ انہیں رات کے وقت ان کے گھر میں ایک مجذوب نے انہیں قتل کر دیا۔ دہلوی نے لکھا ہے کہ وہ مدرسہ سلطان ہمایوں تیموری میں دار الحکومت دہلی کے اندر پڑھاتے تھے۔

۶۶۔ شیخ افضل حسینی کشمیری

الشیخ العالم الصالح۔ افضل الحسینی الکشمیری۔ علمائے دقت سے تھے۔ طریقت میں وہ شیخ حمزہ کشمیری سے کسب و فیض حاصل کیا۔ اور ان سے شیخ داؤد بن حسن خاکی اور دیگر بے شمار افراد

مستفیض ہوئے۔ آخر عمر میں حرمین تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی (روضۃ الابرار)

۶۷۔ شیخ الہ بخش گیلانی

م ۱۲ ربیع الثانی سنہ ھ

"الشیخ العالم الفقیہ" الہ بخش ابن محمد بن زین الدین ابن عبدالقادر الشریف الحسنی الأچی لاہوری۔ ہندوستان کے ممتاز مشائخ سے تھے۔ اُچ سے لاہور تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ ایک مدت کے قیام کے بعد بنگال کا سفر کیا۔ اور وہیں ۹۹۲ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

۶۸۔ شیخ الہ بخش گجراتی

"الشیخ الصالح" الہ بخش چشتی گجراتی۔ فقہ و اصولِ فقہ و ادب میں ماہر تھے۔ برسوں یہ مشغلہ رہا۔ مگر آخر میں بحث و مکالمہ چھوڑ کر طریقۂ عشقیہ شطاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیری کی بیعت کر لی۔ اور برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ صاحب حال و وجد بزرگ تھے۔ آخر عمر میں قرآن و حدیث سے لگاؤ ہو گیا۔ ۱۲ ربیع الثانی ۹۷۰ھ میں رحلت کی۔

۶۹۔ مولانا الہداد سلطان پوری

"الشیخ الفاضل" الہداد ابن احمد بن شمس الدین ابن کمال الدین داؤد الملتانی سلطان پوری منطق و فلسفہ میں ممتاز تھے۔ اور ان کے دادا حضرت کمال الدین اپنے دور کے علمائے کبار کی صف میں تھے۔ مولانا الہداد نے فلسفہ میں سید شریف زین الدین علی جرجانی سے اکتساب کیا۔

۷۰۔ شیخ الہداد بن حمید المندوی

(بعہد غیاث الدین خلجی سلطان مالوہ)

الشیخ الہداد بن حمید مندوی۔ اپنے دور کے مشہور علماء سے ہیں۔ سلطان غیاث الدین خلجی

حکمران مالوہ کے ندماء سے ہیں۔ اور سید محمد بن یوسف جون پوری (مہدی جونپوری) کے حلقہ مبایعین میں شریک جن کے ہمراہ گجرات کی طرف ہجرت فرمائی۔ صاحب تصانیف ہیں ازاں جملہ!

(۱) دیوان الشعر غیر منقوط (درفارسی) (۲) بار امانت رسالہ درتفسیر آیۂ اِنّا عَرَضْنَا (۳) الاَمانَۃَ ۔ سید محمد بن یوسف جونپوری کی مہدویت کے اثبات میں ایک مختصر رسالہ، نیز کئی اور تصانیف ہیں۔ جیساکہ تاریخ پالن پور میں مذکور ہے۔

۷۱۔ شیخ الہداد بن سعد اللہ قنوجی

"الشیخ الفاضل" الہداد بن سعد اللہ عثمانی قنوجی ثم گوپامئوی۔ مولد ومنشاء گوپامئو۔ مشاہیر علما میں سے تھے۔ درسیات کا زیادہ حصہ شیخ نظام الدین عثمانی امیٹھوی سے پڑھا جن کی خدمت میں برسوں رہے، بعض کتابیں دوسرے علما سے بھی پڑھیں۔ گوپامئو ہی میں بزم تدریس آراستہ فرمائی۔ آپ سے شیخ عبد اللہ بن بہلول سندیلوی گجراتی نے نحو و ادب پڑھے۔ یہ ان کے ماموں ہوتے تھے۔ (گلزار ابرار)

۷۲۔ شیخ الہداد بن صالح سرہندی

م ۹۲۷ھ

"الشیخ العالم الکبیر" الہداد ابن صالح انصاری لاری ثم الہندی السرہندی مشہور اساتذہ سے ہیں۔ اپنے زمانہ میں درس و افادہ کے اعتبار سے بے نظیر و بے مثل تھے

تلامذہ مولانا مجد الدین محمد و مولانا عبد القادر (بروایت محمد بن حسن در گلزار ابرار) اور مجتبیٰ خان نے اپنی کتاب مرآۃ العالم میں لکھا ہے کہ وہ شیخ عبد الغفور لاری الفاضل المشہور کی اولاد سے ہیں۔ جن کا نسب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

۳۷۔ شیخ الہداد بن عبداللہ جون پوری

(بعہد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)
م ۹۲۳ھ

الشیخ الفاضل العلامہ" علاؤ الدین الہداد بن عبداللہ حنفی سونی جون پوری سے یکے از فاضل عصر، مولد و منشاء جون پور، شیخ عبدالملک جون پوری سے پڑھا۔ حتیٰ کہ بحث و مناظرہ میں کامل ہوگئے۔ درس بھی دیا۔ فتاویٰ بھی لکھے اور کتابیں بھی تصنیف کیں۔ تا آنکہ اپنے استاد کی زندگی ہی میں اکابر علما کی صف میں پہنچ گئے۔ طریقت میں سید حامد شاہ مانک پوری سے استفادہ کیا۔

وہ اپنے زمانہ میں نحو و فقہ و اصول کے اندر فقید المثال تھے اور مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

(۱) شرح کافیہ ابن حاجب جس کی شرح قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بھی لکھی۔

(۲) شرح ہدایہ (در فقہ)

(۳) شرح اصول بزدوی۔

(۴) شرح مدارک التنزیل۔

شاہ عبدالحق نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ ان کے سوالات ان کے جوابات سے زیادہ قوی ہوتے۔ اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی بعض کتب کی جو انہوں نے شروح لکھیں۔ وہ دوسرے شارحین شروح سے کہیں بہتر ہے۔ اور انہی کی شروح ہمارے ملک میں مقبول ہیں۔

شیخ عبدالحق نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ وہ صاحب علم و معرفت تھے۔ انہوں نے قاضی شہاب الدین کے دو ایک شاگردوں سے بھی پڑھا۔ مگر کسی مصنف نے ان کے نام ضبط نہیں کئے۔ البتہ زیدی نے تجلی نور میں لکھا ہے کہ ان کا نام عبدالملک ہے۔ اور سید غلام علی بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں شیخ عبداللہ بن الہداد و تلنبی اور شیخ یحییٰ بن الامین الہ آبادی کا بھی نام لیا ہے۔ وفیات الاعلام میں ان کے استاد کا نام عزیز اللہ تلنبی مرقوم ہے مگر یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ اس لئے کہ شیخ عبداللہ اور عزیز اللہ دونوں دار الحکومت میں عہدہ

اسکندر بن بہلول لودھی ہیں آئے۔

اور شیخ الہداد تو جون پور کے اندر بعہد سلطان اسکندر لودھی کبار اساتذہ میں سے تھے۔ بدایونی نے منتخب کے اندر لکھا ہے۔ کہ

یہ دونوں دہلی آئے۔ تو سلطان اسکندر نے ان کے علم کی وسعت دیکھنے کے لئے شیخ ہداد اور ان کے بیٹے بھکاری کو جون پور سے طلب کر کے ان کے ساتھ مباحثہ کرا دیا۔ جس سے شیخ ہداد ان کے بھتیجے اور شیخ عزیز اللہ و عبد اللہ چاروں کے علوم کی پنہائی کا یہ اندازہ ہوا۔ کہ شیخ ہداد اور بھکاری تحریر اور شیخ عبد اللہ و شیخ عزیز اللہ ہر دو تقریر میں اپنا اپنا جواب نہیں رکھتے۔

وفات بحسب روایت تجلی نور وفات ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ مگر مدفن میں اختلاف ہے۔ شیخ غلام رشید نے گنج ارشدی میں سرائے الہدین لکھی ہے جو شہر بہار سے ۲ یا ۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور مشہور یہ ہے کہ وہ جونپور ہی میں آسودۂ لحد ہیں۔ (واللہ اعلم)

۴۷۔ مولانا الہداد بن کمال لکھنوی

(بعہد سلطان جلال الدین اکبر)

م ۹۹۱ھ

"الشیخ الفاضل" الہداد ابن کمال الدین بن محمد بن محمد اعظم حسینی لکھنوی۔ اپنے عہد کے مشہور علماء سے تھے مولد و منشا لکھنؤ ہے۔ وہیں کے علماء سے پڑھا۔ وہیں اپنا درس جاری فرمایا۔ اور کتابیں لکھیں۔ یہ ذکر بدایونی نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ان سے لکھنؤ میں ملاقات کی تو انہیں بڑا عالم پایا۔ فقہ و اصول و ادب میں فائق دیکھا اور ان کے دو رسالے دیکھے۔

تصانیف ایک رسالہ تو علوم متعارفہ میں تھا۔ اور دوسرا قیطون، جو حریری کی مقامات کے انداز میں لکھا گیا اور پانچ مقامات پر مشتمل تھا اسے دیکھ کر بہت بڑا تعجب ہوا۔ لیکن مولانا ہداد کے کم زاد سے کہتے تھے کہ یہ دونوں رسالے حکیم زبرتی کی تالیف ہیں جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے عہد میں جونپور آئے اور جنہوں نے قاضی صاحب سے کئی مسائل میں معارضہ کیا۔

وہ بہت بڑے عالم تھے۔ قاضی ہداد کے جد اعلےٰ محمد الاعظم یہ دونوں کتابیں جونپور لے آئے۔ جو نوارثاً مولانا ہداد کو مل گئیں۔ اور انہوں نے ان دونوں کتابوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

خوانی نے اپنی کتاب لب الالباب میں لکھا ہے۔ کہ جب جلال اکبر شاہ خان زمان خان کا تعاقب کرتے ہوئے جونپور کی طرف بڑھا۔ تو وہ لکھنؤ میں وارد ہوا اور اس نے عبدالنبی گنگوہی کے ذریعہ مولانا الہداد کو ملاقات کے لئے طلب کیا تاکہ ان کے علم کی پیمائش کا اندازہ کر سکے۔ کیونکہ وہ ان کی علمی دھوم دھام سے بہت متاثر تھا۔

مگر مولانا ہداد نے تعمیل سے انکار کر دیا۔ جب اکبر جامع مسجد میں آیا جہاں مولانا ہداد نماز جمعہ کے لئے تشریف لایا کرتے۔

اور اکبر نے انہیں فتوے دہی کے لئے مقرر کر دیا جس سے مولانا انکار نہ کر سکے۔

یہ واقعہ ۹۸۰ھ کا ہے۔ اس منصب پر آپ زندگی بھر فائز رہے۔

مولانا کا ایک رسالہ اور ہے قبطی در نحو جس میں آپ نے تعریفات کے ضمن میں بہت سی مثالیں درج کی ہیں ۹۹۱ھ میں دنیا سے سفر فرمایا (بحوالہ باغ بہار)

۷۵۔ مولانا الہداد امروہی

(بعہد اکبر شاہ)

م ۹۹۳ھ

"الشیخ الفاضل" الہداد الحنفی امروہی مشہور علما میں سے تھے۔ بدایونی کہتے ہیں وہ خوش مزاج، ظریف الطبع، ہنس مکھ، شیریں مقال، حاضر جواب، آداب شرع سے بے نیاز، بے باک اور بذلہ سنج اور علما کے لباس سے بے واسطہ تھے۔ بادشاہ اکبر کے عہد میں لشکر کے اندر بھرتی ہو گئے۔ اور ایک سفر میں سیالکوٹ میں وفات پائی۔ جہاں سے ان کی لاش امروہہ لا کر سپرد خاک کی گئی۔

۷۶۔ مولانا الیاس اردبیلی

"الشیخ الفاضل المنجم" الیاس ابن ابیہ اردبیلی کے مشہور فاضل جن کی متعدد علوم میں نظیر نہ تھی۔

خصوصاً علم ہیئت، ہندسہ، نجوم بلکہ ان تمام فنون سے مارس تھے جن کا تعلق ریاضی سے ہے سلطان ہمایوں تیموری نے آپ کو ملاقات کے لئے طلب کیا۔ تو سلطان ممدوح سے عراق سے واپسی کے زمانہ میں کابل کے اندر ان کی ملاقات کی۔ سلطان نے اپنے عطیات سے نہ صرف آپ کو مالا مال کر دیا۔ بلکہ موہان کے گرد و نواح میں کئی مواضع جاگیر میں عنایت فرمائے۔ اور قطب الدین رازی کی مشہور کتاب درۃ التاج ان سے سبقاً پڑھی۔ جس پر علما آپ کے حسد پر آمادہ ہوگئے۔ مولانا اویس گوالیاری نے آپ سے ایک مناظرہ کے اندر فریب دہی سے کام لیا۔ اور بے شمار عبارتوں کے غلط حوالے مستند کتب سے دیئے۔ مولانا اویس حوالوں میں غیر معتبر تو تھے ہی۔ آپ ان کو نہ سمجھا سکے اس پر صاحب ترجمہ اپنی جاگیر میں موہان تشریف لے آئے۔ جس سے کچھ عرصہ بعد میر اراضی اور اس کی کانیں اور جملہ سامان معیشت چھوڑ چھاڑ کر گجرات تشریف لے آئے جہاں سے مکہ مکرمہ اور بالآخر عراق منتقل ہو کر اردبیل کو وطن بنالیا۔ اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (منتخب التواریخ بدایونی)

۷۷۔ مولانا امان اللہ سرہندی

"الشیخ الفاضل" امان اللہ ابن غازی سرہندی۔ علوم عربیہ میں ممتاز۔ حافظ القرآن، شیخ بدرالدین سرہندی کی خدمت میں مدت تک ملازم رہ کر تکمیل کرکے اقران و اماثل میں امتیاز حاصل کیا۔ شعر، خطاطی اور موسیقی میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ واقعات ماضی کے ماہر اور صوفی مستقیم الحال تھے سرہند میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

۷۸۔ سید امین الدین گجراتی

م ۱۳ جمادی الاخریٰ ۹۹۲ھ

"الشیخ الصالح" امین الدین بن جمال الدین حسینی رفاعی گجراتی اپنے دور کے مشہور شیخ طریقت تھے۔ علوم ظاہر و باطن دونوں اپنے والد اور ان کے سوا دوسرے شیوخ سے حاصل کئے اور جب تک زندہ رہے علوم و طریقت کی تبلیغ میں منہمک رہے۔ قریہ پتھری میں وفات پائی۔ عبدالجبار آصفی نے "تاریخ دکن" میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

۷۹۔ شیخ اولیا بن سراج کالپوی

"الشیخ الصالح" نام اولیا بن سراج بن عبد الملک حنفی صوفی کالپوی مشہور افراد سے تھے۔ تقوے دسخاوت شعار و ثار تھا۔ کالپی سے اجین آکر سکونت اختیار کرلی۔ ستر سال کی عمر میں حج و زیارت کے لئے حرمین گئے اور وہیں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۸۰۔ مولانا اویس گوالیری

"الشیخ الفاضل" اویس گوالیری "بدلی" مناظرہ پر گو خطیب تھے۔ جو آپ سے مناظرہ پر در آیا تو شکست پا کر لوٹا۔ کیونکہ وہ عبارات کتب پڑھنے کے بڑے ماہر تھے۔ مگر نقل میں معتبر نہ تھے یہ ذکر بدایونی نے کیا ہے کہ مولانا اویس طویل عبارات فر فر پڑھتے اور ان کے ماخذ بھی بیان کرتے لیکن ایک مرتبہ میں نے جو تفحص کیا۔ تو کوئی عبارت ان کے بتائے ہوئے ماخذ میں نہ ملی۔ اس وجہ سے علمائے کبار ان کے ساتھ مناظرہ نہ کرتے۔

۸۱۔ خواجہ ایوب الکشیؒ

(ولیعہد ہمایوں تیموری و بہادر شاہ والی گجرات)

"الشیخ الفاضل" ایوب بن ابو البرکتہ الکشی (بالفتح) علمی خاندان کے فرد تھے۔ ہندوستان آئے تو سلطان ہمایوں تیموری نے اپنے قبیلہ کی لڑکی ان کے حبالۂ عقد میں منسلک فرما دی۔ مگر وہ بدخواہ اور بے دین ثابت۔ ایک مرتبہ انہوں نے حج و زیارۃ کے لئے جانے کا اظہار کیا۔ تو ہمایوں نے انہیں زادِ راہ کا پورا انتظام کر دیا۔ جب یہ گجرات کی راہ سے کشتی پر سوار ہوئے تو شرکائے کشتی سے پوچھا۔ کہ حج کا فائدہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حج گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ یہ سن کر کشتی سے اتر گئے۔ اور فرمایا اگر حج گزشتہ معاصر کا کفّارہ ہے تو ہم دل کھول کر عیش و عشرت کیوں نہ کرلیں۔ آخر میں حج کرلیں گے اور سب گناہ مٹ جائیں گے۔ گجرات کے والی بہادر شاہ نے ایک تنکہ[1] تو بیہ

[1] مفرس ٹکہ است از زر باشد خواہ از نقرہ و مس (غیاث اللغات)

وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور یہ کھیل کھیلے۔ ایک روز بہادر شاہ ان کے قریب سے گزرا۔ تو پوچھا کیسی گذرتی ہے؟ فرمایا ایک تنکہ ایک عضو کے لئے کیا نفع رساں ہو سکتا ہے۔ بہادر شاہ نے دو تنکے مقرر کر دئے۔ ایک مدت تک گجرات میں رہنے کے بعد آخر احمد نگر کی طرف کوچ کیا۔ تو وہاں کے والی نظام شاہ نے ان کی آمد غنیمت سمجھ کر وظیفہ مقرر کر دیا۔

وہ اچھے شاعر بھی تھے یہ تذکرہ امین بن احمد رازی نے اپنی کتاب "ہفت اقلیم" کے اندر کیا ہے۔ نمونہ شعر ؎

زرلف وخال تو آموختم دقائق عشق زہے مجاز کہ مجموعہ حقائق بود

۸۲۔ سلطان بابر شاہ تیموری

۶ محرم ۸۱۸ھ تا ۹۳۹ھ۔

الملک المؤید بابر تیموری ابن عمر بن ابو سعید بن میراں شاہ ابن تیمور۔ سلطان ظہیر الدین محمد بابر شاہ سلطان الہند تاریخ ولادت ۶ محرم ۸۸۸ھ ان کا نام شیخ عبد اللہ احراری نے ظہیر الدین محمد رکھا مگر وہ بابر شاہ کے نام مشہور ہو گئے۔

بادشاہت کے گہوارے میں پروان چڑھے۔ بالغ ہو کر فنون جنگ حاصل کئے۔ بڑے ذکی عاقل وسریع الادراک اور قوی الحافظہ تھے۔ کئی فنون سے محارس ہوئے۔ خصوصاً شعر وانشا وعروض ولغات وخطاطی سے۔

تاریخ تخت نشینی یوم سہ شنبہ ۵ رمضان ۸۹۹ھ ہے۔ یہ تقریب مقام اندجان میں سرانجام پائی۔ جب کہ ان کا سن ۱۲ سال کا تھا۔ جنگی معرکوں میں انہیں ناقابل بیان سختیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن دشمنوں پر غالب ہی رہتے۔ بہت سے شہر فتح کرنے کے بعد کابل میں سربر آرائے حکومت ہوئے۔ اس لمحہ میں ہندوستان کی زمام سلطنت سلطان ابراہیم ابن اسکندر لودھی کے ہاتھ میں تھی۔ بابر کابل سے بارہ ہزار گھڑسوار اور پیادہ فوج لے کر ہندوستان کی طرف بڑھا۔ ادھر سے ابراہیم نے دس ہزار گھڑسوار اور ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کی طاقت کا پرا لے کر دہلی سے پانی پت کے میدان میں ڈیرے ڈال دئے۔ مگر لڑائی میں لودھی شکست یاب ہو کر اپنے ہزاروں ساتھیوں سمیت قتل

ہو گیا۔ اور اس کا بقیہ لشکر تتر بتر ہوا۔ یہ معرکہ اور خاتمہ آخر ماہ جمادی الاخری ۹۳۲ھ میں ہوا۔

بابر کا دہلی میں ورود

بابر فاتحانہ انداز میں دہلی وارد ہوا۔ اور تخت سلطنت کو آراستہ کیا۔ کئی اور شہر فتح کئے۔ بعدہ آگرہ پہنچا۔ اور اطمینان کا سانس آنے کے ساتھ ہی اصلاحات پر توجہ کی۔ راستوں کی اصلاح کی۔ زمین کی پیمائش کرائی۔ تاکہ اس پر مناسب ٹیکس لگایا جا سکے۔ باغات لگوائے۔ جنہیں پھل دار درختوں سے گلزار بہار کیا۔ آگرے سے لے کر کابل تک ڈاک کی بے شمار چوکیاں تعمیر کروائیں۔ بابر شاہ فوجی طرز زندگی کے ساتھ مختلف علوم و فنون سے بہرہ مند تھا۔ فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہتا۔

تصانیف

(۱) ترکی میں اس کا دیوان بھی ہے۔ بدرجہ غایت شیریں کلام ہیں۔
(۲) مثنوی معارف الیہ جو خواجہ عبید اللہ احرار کی خاطر لکھی۔
(۳) تزک بابری (یا وقائع بابریہ) جس میں بابر نے اپنے ابتدائے حکومت سے زندگی کے آخری سانس تک اپنے تجربات قلمبند کئے ہیں۔ اصل کتاب ترکی میں ہے۔ ترجمہ مرزا عبد الرحیم خان خاناں ابن بیرم خاں خان خاناں نے فارسی میں کر دیا۔ (نو شہروی) اور اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے)
(۴) عروض میں چند رسائل
(۵) مبیّن (بفتح الباء وتشدید یا) اس کتاب خوانی نے مبیّن (کسر الیاء) شرح لکھی۔
(۶) خط البابری (در فن خطاطی، اس خط میں بابر نے پورا کلام مجید لکھ کر مکہ مکرمہ بھجوایا۔

شعروں کا نمونہ

نوروز و نو بہار دمی دلبری خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

خدا اسے معاف فرمائے۔ اوائل عمر میں شراب کا برا رسیا تھا۔ مگر آخر عمر میں اسے ترک کر دیا۔ آگرہ میں وفات پائی۔ اس لحہ زندگی کی پچاسویں بہار دیکھ رہا تھا۔

۸۳۔ میرک بایزید سندھی سکھری

"الشیخ العالم الفقیہ" بایزید ابن ابو سعید بن میر علی شاہ العرب شاہی سبزواری ثم سندھی السکھری۔ مشہور الافاضل، سبزوار سے قندھار اور وہاں سے شاہ بیگ ارغون ہندی کے ہمراہ سندھ تشریف لا کر

سکھر میں طرحِ وطن ڈال دی۔ اور مسندِ مشیخیت کو آراستہ فرمایا۔ (تحفتہ الکرام)

۸۴۔ الشیخ بایزید اجمیری

"الشیخ العالم الصالح" بایزید بن قیام الدین اجمیری المشہور بہ صغیر۔ احمد بن محمد شیبانی اور دوسرے اساتذہ علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ فائز المرام ہونے کے بعد تدریس و فتوے نویسی شروع کر دی۔ مشہور افراد اور ہستیوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ (الجز الزخار)

۸۵۔ شیخ بایزید جالندھری

از ۹۳۱ھ تا ۹۸۹ھ تقریباً

"الشیخ الفاضل" بایزید بن عبداللہ الانصاری الجالندھری۔ مشہور علماء سے تھے۔ حضرت شیخ سراج الدین انصاری آپ کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ مولد جالندھر اور سن ولادت ۹۳۱ھ ہے۔ علمائے اثر سے پڑھا۔ اور تکمیل کے بعد جب مغل ہندوستان میں پھر آئے۔ تو اپنی والدہ کے ہمراہ جبال روہ میں اپنے ماموؤں کے ہاں چلے آئے۔ یہ واقعہ ۹۴۹ھ کا ہے۔ اس واقعہ پر بعضوں نے انہیں صاحبِ کشف و کرامت اور بعض نے ملحد و زندیق ٹھہرایا۔

تصانیف خیر البیان لغت افغانیہ۔ (یہ کتاب اثباتِ وحدت الوجود کے موضوع پر ہے)

وفات ۹۸۹ھ سے قبل داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ اندازہ ان کے صاحبزادہ جلال الدین کا اکبر بادشاہ صاحب الہند کے حضور حاضری سے ہوا۔ (بحوالہ مآثر الامراء)

۸۶۔ جام بایزید سندھی

(ولیعہد سلطان حسین شاہ لنکاہ و اسکندر لودھی)

(میر کبیر جام بایزید سندھی۔ از ممتاز ترین رؤسائے سندھ کہ بادشاہ فارس جمشید کے قبیلہ سے منسوب تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ میں جو تنازعہ بڑھ گیا۔ تو یہ فارس سے نکل کر اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ

ٹھٹھہ آ گئے (بہ زمانہ جام نظام الدین کا تھا) اور ملتان میں اقامت پذیر ہوگئے۔ حسین شاہ لنگاہ نے ان کا ورود غنیمت سمجھا۔ اور ان دونوں کے لئے قصبہ شور مع حوالی جاگیر میں لکھ دیا۔ اور ان کے بھائی کے لئے اُچ کا علاقہ لکھ دیا۔ انہوں نے جمال الدین قرشی ملتانی کو اپنی جاگیر کا سربراہ مقرر کر کے خود تحصیل علوم شروع کر دی۔ علما آنا شروع ہو گئے۔ جن سے یہ علمی مذاکرات کرتے اور شریعت کے اتباع میں بھی پیش پیش رہتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے محل کی بنیاد میں خزانہ پایا جسے تصرف کے بغیر حسین شاہ موصوف کے پاس بھجوا دیا۔ حسین شاہ اس بات پر بہت خوش ہوا اور انہیں گوناگوں انعامات سے نوازا حتیٰ کہ اپنی آخر عمر میں ممدوح کو اپنا وزیر مقرر کر کے اپنے ولی عہد اور پوتے محمود کی اتالیقی سپرد کر دی۔

لیکن جب محمود بن فیروز بن الحسین سریر آرائے حکومت ہوا۔ تو وہ عیش میں ڈوب گیا اور جام بایزید پر گرفت شروع کر دی۔ مگر جام صاحب محمود سے متفق نہ ہوئے۔ اور وہاں سے اپنی جاگیر شور میں چلے گئے۔ جس کے بعد سلطان دہلی اسکندر بن بہلول سے واسطہ پیدا کر کے دہلی تشریف لے آئے۔ اسکندر نے اپنے نائب دولت خان کی طرف لکھا۔ کہ پنجاب کے اندر جام بایزید کی اعانت کی جائے۔ اور انہیں خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے پنجاب بھجوا دیا۔ محمود شاہ مذکور الصدر نے یہ سنا۔ تو لشکر لے کر آ پہنچا۔ معرکہ کارزار گرم ہوا۔ ادھر سے دولت خان ممدوح لشکر نے کر آ گیا۔ تب محمود شاہ نے صلح کر لی۔ اور بایزید اپنی جاگیر میں اقامت گزین ہو گیا۔ یہ تذکرہ محمد قاسم نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بایزید لوگوں پر احسان کرتا۔ علما کی مجلس میں شریک ہو کر مذاکرات میں حصہ لیتا اور انہیں عطایا سے مالامال کر دیتا۔ بعض کو خراجی زمین میں سے جاگیر بھی عطا کرتا۔

۸۷۔ شیخ بخشو مند سوری

م ۹۱۶ھ

الشیخ العالم الصالح حنفی صوفی مند سوری، مشائخ زاہدین و عبادت گزار سے تھے۔ ان کے کرامات اور کشوف مشہور ہیں۔ اولاد میں تین صاحبزادے، (بدھن، تہن اور معین الدین) ہیں۔

(بحوالہ گلزار ابرار)

۸۸۔ شیخ بدرالدین گجراتی

م ۲۹ ماہِ ربیع الاوّل ۹۴۳ھ

"الشیخ العالم الفقیہ" بدرالدین (ابن جلال الدین) حنفی صوفی گجراتی۔ گجرات کے ممتاز شیوخ سے تھے۔ مولد و منشا گجرات ہی ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ جنہوں نے اپنے باپ محمد سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد لطف اللہ سے پڑھا۔ جو کمال الدین دہلوی کے شاگرد تھے۔

صاحب ترجمہ عالم، فقیہہ و مستقیم الحال اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۸۹۔ شیخ بدرالدین اکبرآبادی

م ۹۹۸ھ بتاریخ ۲۹ ربیع الاوّل

"الشیخ العالم الفقیہ" بدرالدین ابن جلال الدین حسینی اکبرآبادی۔ یکے از علمائے کبار۔ مولد و منشا آگرہ (اکبرآباد) سن ولادت ۹۴۳ھ۔

اساتذہ شیخ جلال الدین بن عبداللہ اکبرآبادی و شیخ ابوالفتح ابن عبدالغفور تھانیسری اپنے والد کی رحلت کے بعد مسند ارشاد و دعوت آراستہ فرمائی اور زہد و قناعت و اصلاح احوال کے ساتھ زندگی بسر کردی۔ پچپن سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (بحوالہ اخبار الاصفیاء)

۹۰۔ شیخ بدرالدین ملتانی

(بعہد ابراہیم قطب شاہ)

۲۸ ذیقعدہ ۹۸۰ھ

"الشیخ العالم الصالح" بدرالدین محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ رہبی الاسماعیلی الملتانی ثم احمدآبادی البیدری۔ از مشائخ مشہورین مولد و منشا احمدآباد بیدر۔ اپنے والد سے تکمیل علوم کے بعد احمدآباد میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہ زمانہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کا ہوتا۔ جو ان کا بہت معتقد تھا۔ اس نے شیخ کو اپنے دارالسلطنت گولکنڈہ میں بلاکر اپنا مقرب بنالیا۔ باوجودیکہ شیخ شیعہ

اور سلطان سنی تھا۔
مگر اس نے انہیں مالامال کر دیا۔ ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔

۹۱۔ مولانا بدر الدین سرہندی

"الشیخ الفاضل" بدر الدین حنفی سرہندی یکے از مشائخ مشہورین مرید شیخ یحییٰ سندیلوی۔ اور ان کے مرید امان اللہ سرہندی۔ و مولانا میر علی کنبوہ اور دوسرے بے شمار افراد تھے (بحوالہ گلزار ابرار)

۹۲۔ شیخ بڈھن مندسوری

"الشیخ العالم الصالح" بڈھن بن بخش اللہ مندسوری۔ از مشائخ مشہورین اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند اور سب سے بلند پایہ علم و عمل و استقامۃ علی الصلاح و طریقت ہیں (بحوالہ گلزار ابرار)

۹۳۔ شیخ بڈھن منیری

م ۹۴۷ھ

"الشیخ العالم الصالح" بڈھن بن رکن الدین بلخی منیری یکے از مشائخ مشہورین و طریقت فرقہ فردوسیہ۔ یہ طریقہ انہوں نے شیخ محمد بن ابراہیم بلخی ابہاری سے حاصل کیا۔ ان سے ان کے فرزند قطب اور دوسرے بے شمار لوگوں نے سیکھا۔ غالباً ۹۴۷ھ میں رحلت فرمائی۔

۹۴۔ شیخ بڈھن اجودنوی

"الشیخ الکبیر" بڈھن چشتی اجودنوی ہندوستان بھر کے مشہور شیوخ سے تھے۔ علم، طریقت ولوا میں شیخ محمد بن عیسےٰ جونپوری سے بہرہ مند ہوئے۔ جن کے بعد مسند ارشاد مزین فرمائی۔ بڑے صاحب کرامات عجیبہ تھے۔ یہ ذکر عبدالرحمٰن دنیوی نے مرآۃ الاسرار میں کیا ہے۔

۹۵۔ برہان نظام شاہ احمد نگری

م ۹۳۱ھ

"الامیر الکبیر" برہان بن احمد بن الحسن البحری احمد نگری۔ برہان نظام شاہ بادشاہِ احمد نگر۔ اپنے والد کے بعد ۹۱۴ھ میں سات سال کی عمر میں حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اور مکمل خان دکھنی کو اپنا معتمد کلی مقرر کیا۔ جس نے برہان کی تربیت و تعلیم بڑے انہماک سے کی۔ برہان نے کافیہ کے سوا دیگر علوم متوسطات تک پڑھے اور دس سال کی عمر میں خط نسخ میں بھی دسترس حاصل کر لی۔

برہان نے اپنی بیس سال کی عمر میں سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔ وہ شیعہ ہوگیا جس میں اُس نے بڑا مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی سلطنت میں یہ احکام جاری کر دئے۔

(۱) سنیوں کی مساجد و خانقاہوں اور بازاروں و راستوں میں خلفاء پر کھلم کھلا دشنام طرازی کی جائے۔

(۲) جس کے عوضانہ میں لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کر دئے۔ جو لوگ انکاری ہوتے وہ یا تو شہید کرا دیتا۔ یا اسیر۔

برہان کی اس قلب ماہیت کا سبب؟

بروایت محمد قاسم جب اسماعیل بن حیدر صفوی سلطان فارس نے شیخ طاہر ابن رضی اسماعیلی کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ تو وہ ایران سے بھاگ کر ہندوستان آکر حیدر آباد دکن کے قلعہ پرینده میں خواجہ حسن دکھنی کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ جب سلطان برہان شاہ نے اس کے آنے کی خبر سنی۔ تو اُسے ۹۲۸ھ میں احمد نگر بلا لیا —— اور قلعہ ہی کے اندر اس کے لئے مدرسہ بنوا کر تدریس پر متعین کر دیا۔ یہاں وہ ہر ہفتہ میں دو روز درس دیتا۔ جس میں سلطان برہان اور تمام علماء شریک ہوتے۔ برہان وہاں آخر تک بیٹھتا۔ حتیٰ کہ اگر اُسے قضاء حاجت کا غلبہ ہوتا تب بھی اٹھ کر حلقہ سے باہر نہ آتا۔

اسی زمانہ میں اتفاق سے اس کا بیٹا عبد القادر کسی سخت مرض میں صاحبِ فراش ہوگیا جس کے علاج سے اطباء نے ہاتھ کھینچ لئے اور تمام لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہوگئے۔ ہر چند

برہان شاہ نے نقد و جواہر اور دوسرے اموال کے دھارے بہا دیئے مگر کچھ نہ ہوا۔ آخر ایک روز طاہر مذکور نے برہان کو پڑھایا کہ آپ جمعہ و عیدین کے اندر ائمہ دوازدہ کا خطبہ پڑھا کریں۔ اور ان کے مذہب کا چلن جاری کر دیں۔ برہان شاہ نے یہ بات خود پہ اوڑھ ہی لی۔ اسی رات کو خواب دیکھا کہ ایک صاحب تیرے ہاں اس طرح تشریف لائے ہیں کہ ان کے جلو میں چھ افراد سمت راست پہ اور چھ ہی سمت چپ ہیں۔ طاہر سے یہ خواب بیان کیا۔ تو اُس نے کہنا ہی تھا کہ ان ۱۲ افراد کے پیشتر و حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بارہ حضرات آپ کے اہلِ بیت تھے۔ برہان نے اس خواب میں اُس وفد کی سرفدا ہو کر تعظیم دی۔ تو رسول اللہ نے فرمایا۔ جاؤ! تمہارا بیٹا تندرست ہو گیا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ جو کچھ میرے فرزند طاہر نے تم سے کہا ہے۔ اس پر عمل کرو —— اتنے میں برہان شاہ کی آنکھ کھل گئی۔ تو معلوم ہوا کہ واقعی میرا بیٹا صحت یاب ہے —— اور اس نے طاہر ممدوح سے شیعہ مسلک کی پوری ترکیب تولا و تبرا تک کے انداز تک معلوم کرنے کی ترکیب شروع کر دی۔ اس کے تمام گھر بار والے بھی شیعہ ہو گئے جن کی تعداد مع خدم و حشم تین ہزار تک تھی۔ طاہر اس تدبیر سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ محمد بن قاسم شیعہ بیجاپوری کا کلام ختم ہوا۔ مندرجہ ذیل حضرات برہان نظام شاہ کے ندمائے خاص تھے۔ شیخ شاہ محمد نیشاپوری اور مُلّا علی گل استرآبادی و مُلّا رستم جرجانی و مُلّا محمد امامی استرآبادی و سید حسن مدنی۔ برہان کی رحلت احمد نگر ہی میں ہوئی اور وہ اپنے والد کے جوار میں سپردِ خاک ہوئے۔

۹۶۔ شیخ برہان الدین کالپوی

م ۹۷۰ھ یا ۹۷۵ھ

"الشیخ الصالح الفقیہ" برہان الدین ابن تاج الدین الانصاری الکالپوی مشائخ کبار سے تھے۔ تحصیل علوم ظاہری شیخ عبدالملک بن ابراہیم کالپوی سے کی۔ مدتوں ان کی خدمت میں رہے۔ بعد از فراغ تمام لوگوں سے دامن جھٹک کر گھر میں بیٹھ گئے اور زندگی بھر گھر سے نہ نکلے۔ (بحوالہ گلزار ابرار) بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ سید محمد بن یوسف جونپوری المشہور المتمہدی[1] ایک واسطہ سے شاگرد تھے۔ تفسیر میں کامل تھے اور ۹۷۰ھ میں آسودہ لحد ہوئے مگر تیمی کہتے ہیں کہ ان کا سنِ وفات ۹۷۵ھ ہے۔

---

[1] بہ تکلف اپنے تئیں مہدی موعود ظاہر کرنے والا۔

۹۷۔ القاضی برہان الدین گجراتی

"الشیخ العالم المحدث الفقیہ القاضی" برہان الدین نہروالی گجراتی۔ مشہور اساتذہ علم سے تھے۔ گجرات میں انھی کی بدولت نشر علوم کی ابتدا ہوئی۔ وہ امام شہاب الدین گجراتی کی اولاد سے ہیں۔ برسوں تدریس فرمائی بے شمار افراد ان کے شاگرد ہوئے۔ آصفی نے اپنی کتاب "ظفر والہ" میں لکھا ہے کہ میرے والد اور اخی مخدوم اسحاق ان کے جد اعلیٰ عم زاد بھائی تھے۔ انھوں نے نہروالہ میں انتقال کیا۔

۹۸۔ الشیخ برہان الدین گجراتی

م ۹۷۰ھ

"الشیخ العالم الصالح" برہان الدین حنفی صوفی گجراتی مولد و منشا احمد آباد فرقہ شطاریہ کے مشائخ سے تھے۔ احمد آباد ہی میں وہاں کے اساتذہ سے پڑھا۔ طریقت میں شیخ صدر الدین محمد بڑودی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۹۸۷ھ میں اپنے شیخ کے ہمراہ گوالیار تشریف لے گئے۔ اور انھی کی معیت میں مندو (مالوہ) آئے اس دوران میں شیخ محمد غوث گوالیاری کے صاحبزادے ضیاء اللہ وہاں تشریف لائے۔ تو صاحب ترجمہ ان کے ہمرکاب ۹۷۰ھ میں اجمیر پہنچے۔ اور وہیں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۹۹۔ مولانا برہان الدین ملتانی

"الشیخ الفاضل" برہان الدین الحنفی الملتانی فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں یکتائے روزگار تھے۔ شہر حصار میں مسند تدریس مزین فرمائی۔ شیخ عبد اللہ ابن بہلول سندیلوی الگجراتی نے آپ سے عربی ادب و تفسیر پڑھے۔ اور آپ اپنے اس شاگرد کے ہمراہ گجرات تشریف لے گئے (گلزار ابرار)

۱۰۰۔ شیخ بلال محدث سندھی

م ۹۰۹ھ

"الشیخ العالم الکبیر المحدث" بلال تلہتی سندھی۔ حدیث و فقہ میں فرد اکابر، درس و تدریس

شغل۔ زہد و تقویٰ و عمل علیٰ شریعت اور کتاب و سنت پہ مواظبت طرہ امتیاز تھا۔ صاحب کشف و
کرامات تھے۔ (بروایت محمد معصوم بن صفائی ترمذی جد تاریخ سندھ)

۱۰۱۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی

م ۹۴۳ھ

"الملک المؤید المظفر" بہادر شاہ ابن مظفر شاہ ابن محمود شاہ الکبیر الگجراتی۔ سلطان
مجاہد ۹۳۲ھ میں اپنے بھائی اسکندر اور محمود کے بعد عید الفطر کے روز زمام حکومت ہاتھ میں لی۔
رتبہ وہی میں ماتحت رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک شروع کر دیا۔ سلطنت کی بنیاد استوار کی۔ لشکر جرار لے
کر باکرا اور وہاں سے چتوڑ روانہ ہوا۔ جہاں کے راجہ نے ان کی اطاعت کا قبالہ پیش کیا۔

اب وہ شہر مندو (مالوہ) کی طرف بڑھا۔ اور خونریز جنگ کے بعد سلطان محمود شاہ خلجی کو گرفتار
کرلیا۔ یہ واقعہ ۹۳۷ھ کا ہے۔ یہاں سے اس نے اپنی فوج اُجین اور سارنگ پور روانہ کی۔ جس نے
یہ دونوں شہر فتح کر لئے۔

اب اس نے شہر بھیلسہ فتح کرلیا۔ جس کے بعد اس خطہ کے مضبوط ترین قلعہ رائے سین کو وہاں
کے راجہ کو سر کرلیا۔ بعدہٗ کالوز۔ ہوشنگ آباد و اسلام آباد اور مندسور کو اُسی سال میں فتح کیا۔ آخر ۹۳۹ھ
میں اپنے مفتوح شہر چتوڑ کی طرف لوٹا۔ اور رومی خاں کو چتوڑ کا سربراہ مقرر کر دیا۔ جس کی فوج نے
قلعۂ چتوڑ کے محصورین کو سر کرنے کی بہت کوشش کی۔ آخر قلعہ کے سردار نے اس شرط پر ہوا اگی کا اشارہ
کیا۔ کہ جن شرائط پر اس قلعہ کے مالک رانا سانگا نے سلطان علاؤالدین خلجی کے ساتھ صلح کی تھی۔ ان
پر آپ بھی رضامند ہو جائیں اور اس پر صلح ہو گی۔ جس کے مطابق ہندو رئیس قلعہ نے تاج و موصل اور
قلادے وغیرہ رومی خان کے سامنے پیش کر دئے۔ اس کے بعد بہادر شاہ نے اپنے مفتوحہ و مقبوضہ
شہروں کی طرف عنان پھیر دی۔ وہ رنتھبور کی طرف بڑھا۔ یہ سن کر گرد و نواح سے اس کے تمام ماتحتوں
کے لشکر ہر طرف سے اس کی امداد کرتے اُمنڈ آئے۔ رنتھبور کے سرکاری آدمی قلعہ بند ہو چکے تھے۔
وہ اس لشکر بے کراں کی خبر سن کر گھبرا اٹھے۔ بہادر شاہ نے یہ قلعہ ان کو مغلوب کر کے فتح کرلیا جس
کے بعد وہ بار دگر ۹۴۱ھ میں چتوڑ روانہ ہوا۔ اور یہاں سے مندو کا رُخ کیا۔

سلطان ہمایوں تیموری

ادھر سلطان ہمایوں اس کے ساتھ لڑائی پر تلا ہوا تھا۔ جو مندسور تک بڑھ آیا۔ بہادر شاہ ہمایوں سے شکست کھا کر مندو میں آچھپا۔ مگر تیموری تعاقب میں تھا۔ وہ مندو سے گجرات کی جانب لپکا۔ ہمایوں نے بہادر شاہ کو یہاں گھیر لیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ یہ ۹۴۲ھ کا واقعہ ہے۔ جب اس مقام پر بہادر شاہ میدان چھوڑ کر دیو میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ بہادر شاہ کی تاریخ فرار میں "ذل بہادر" کہا گیا۔ مگر مقام خیبر پر جا کر جس شجاعت اور جرأت سے کام لیا۔ اس کے دیکھتے ہوئے اوپر کا مادہ تاریخ ذلیل ہو گیا۔ کہ وہ میدان کارزار میں تلوار سے زیادہ گہرا زخم پہنچانے والا۔ شیر سے زیادہ بہادر۔ سیلاب سے بڑھ کر دشمن کو روکنے والا۔ اور پہاڑ سے فزوں تر اپنی جگہ پر ڈٹا رہنے والا تھا۔ لیکن اس کا اقبال ختم ہو کر بدبختی مسلط ہو چکی تھی۔ بقول

کل من تم تلتنقضی: زندگی کا ہر دور گزر جاتا ہے

ماخلت الایام الا مثی زمانہ نہیں گزرتا مگر اس شخص کا جو اس (زمانہ) پر بڑھتا رہا۔

ہمایوں کے پیچھے شیر شاہ پڑا ہوا تھا۔ وہ اسی سن کے اندر گجرات میں اپنے ایک نائب کو تعینات کر کے خود آگرہ کی طرف لوٹا۔ بہادر شاہ نے موقع پا کر ہمایوں کے مفتوحہ شہر نوساری، بھروچ، سورت اور کھمبایت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے سپہ سالار ہمایوں کے تمام مقبوضات پر چھا گئے۔ اور ہمایوں کے عمال احمد آباد کی طرف سمٹ گئے۔ بہادر شاہ نے احمد آباد پر بھی حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اب وہ چاپانیر پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے بھی سر کر لیا۔ جیسا کہ یہ شہر پہلے بھی مندو سے ملحق تھا۔

بعد ازیں اس نے مالوہ پر قادر شاہ کو اپنا سربراہ مقرر کر دیا۔ جس نے مندو میں بہادر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔

فرانسیسی فرنگی کا خروج

بہادر شاہ کو اطلاع ملی۔ کہ بیزری فرنگی نے دیو پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ ادھر روانہ ہوا۔ تاکہ اسے وہاں سے فارغ کرے۔ مگر جب بہادر شاہ ساحل سمندر پر وارد ہوا۔ تو فرنگی نے اس کے ساتھ یہ فریب کیا کہ میں تو صاحب فراش ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ آپ خود تشریف لائیے۔ میں آپ کو اس فتح کی مبارک کہنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اسے اپنے آنے کی اطلاع دے دی۔ مگر جب مشیروں کو بلا کر مشورہ طلب کیا۔ تو انہوں نے کہا بغیر سپاہیوں کی مشایعت کے نہ جائیے۔ بہادر شاہ اس انداز سے

گیا۔ بزری نے یہ سُنا تو بہ تکلف مریض تر ہوکر پڑا رہا۔ گویا کہ اس پر غشی طاری ہے۔ سلطان گلے میں تلوار حائل کئے ہوئے اس کے قریب ہی جا بیٹھا۔ بزری بیٹھ گیا تو سلطان اٹھ کھڑا ہوا۔ بزری نے اس قیام کا سبب دریافت کیا۔

مگر بہادر شاہ وہاں سے نکل کر اپنے سپاہیوں کے ہمراہ آیا چاہتا ہے۔ پس وہ چھوٹی کشتیوں کے ایک بیڑے کے ساتھ آیا۔ اور بزری اپنے ہمراہیوں کے سمیت تمرد اد ہوا۔ جو خود کو بہ تکلف مریض ظاہر کئے ہوئے تھے۔ جیسے وہ نیند میں ڈوبا ہوا ہے۔ آخر سلطان بیٹھ گیا اس وقت سلطان نے اپنے گلے میں تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ بزری نے آنکھیں کھول دیں۔ اور سلطان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بزری نے اسے فدا دیر ٹھہرنے کے لئے کہا مگر وہ نہ رکا۔ بلکہ اپنی کشتیوں کے بیڑے میں آ پہنچا۔ اس وقت بزری نے اپنے پیر کو اشارہ کیا۔ جس نے نفط مشتعل کر دی۔ سمندر کا پانی آگ کی حدت سے کھول اٹھا۔ لیکن سلطان اپنے صحرائیوں سمیت بزری کی فوج سے لڑتا رہا۔ حتیٰ کہ تلوار کی نوک اس کے سینے میں پیوست ہو گئی جس سے وہ شہید ہو کر سمندر میں گر پڑا۔ اس کی تاریخ شہادت "ظفر والہ" سے مستخرج ہوئی۔ عماد کاتب نے نورالدین شہید کے مرثیہ میں جو اشعار کہے ان کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا۔

یا ملکا ایامہ لم تزل　　لفضلہ فاضلۃ فاخرۃ

ملکت دنیاک وخلفتہا　　وسرت حتی تملک الآخرۃ

اے بادشاہ! تیرا دور ہمیشہ قابل فخر رہا

تو دنیا کا مالک ہو گیا اور تو نے ہمیں اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

اور یہاں سے روانہ ہوا یہاں تک کہ تو آخرت کا مالک بھی ہو گیا۔

اس کے نام کا آخری خطبہ مقام بیانہ ضلع آگرہ میں پڑھا گیا۔ جب کہ تاتار خان پسر عالم خان لودھی کا نقشہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔

اسی دور میں تنکہ (۴۸) تانبے کا تھا دگر ۱۲۔ دو تانبے کو نہیں: مترجم اور بہادر شاہ عطایا کے وقت ایک لاکھ تنکہ سے کم کا لفظ زبان پر نہ لاتا۔ اس کے وزراء نے تنکہ کی تعبیر کا مشورہ دیا۔ بہادر شاہ ۹۴۳ھ کو قتل ہوا۔ تاریخ وفات "قتل سلطان بہادر ــــ اول فرنگیاں بہادر کش" سے مستخرج کی گئی۔

۱۰۲۔ بہاؤالدین انصاری جنیدی

(بعہد سلطان غیاث الدین خلجی)

م ۹۲۱ھ

"الشیخ العالم الکبیر" بہاؤالدین ابن ابراہیم بن عطاء اللہ انصاری شطاری جنیدی مولد و منشا شہر جنید۔ ہندوستان کے ممتاز و مشہور مشائخ سے تھے۔ تمام علوم سبقاً پڑھے۔ اور ادب و اصول فقہ میں تحمۃ الاکابر کے منصب پر آپہنچے۔ کئی مشائخ کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ حاصل ہوا۔ حرم ہی میں بیعت کی۔ شیخ احمد شریف شافعی جیلانی کی۔ واپس وطن تشریف لائے تو سلطان غیاث الدین حکمران مالوہ کی حکومت تھی۔ شہر مندو میں اقامت فرما ہوئے۔ اور کچھ عرصہ بعد احمد آباد تشریف لے گئے۔

تصنیف اذکار و اشغال میں ایک رسالہ ہے جو شیخ ابراہیم بن معین ایرجی نے قلمبند فرمایا۔ آخر ۹۲۱ھ میں دولت آباد میں آسودہ لحد ہوئے (اخبار الاخیار)

۱۰۳۔ الشیخ بہاؤالدین العمری جونپوری

۲۰ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ

"الشیخ العالم الفقیہ المحدث" بہاؤالدین پسر حنفی اللہ دین مبارک ابن احمد پسر ابوالخیر بن نصر اللہ بن محمود بن محمود ابن شیخ حمید الدین العمری ناگوری ثم جونپوری۔ مولد و منشا جونپور۔ شیخ محمد ابن عیسےٰ سے درسیات پڑھیں اور علم کے بلند ترین درجہ تک پہنچے۔ اور طریقت میں شیخ حامد شاہ مانکپور کے حضور باریاب ہو کر طریقہ چشتیہ کے ممتاز مشائخ کا مقام حاصل کیا۔

شیخ غلام رشید نے گنج ارشدی میں لکھا ہے کہ "ممدوح شیخ حسین بالادستی کی خدمت میں مسلسل سات سال تک رہے۔ اور جب جونپور تشریف لے گئے تو (۲۷) سال تک شیخ حامد ابن عیسےٰ مذکور الذکر کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے رہے۔ پھر شیخ حامد مانکپوری کے ملازم ہوئے تو (۹) سال اس میں بسر کر دیے۔ حتیٰ کہ ان کے سوا اور شیوخ سے بھی مستفید ہوئے۔

مکہ مبارکہ کا سفر کیا (۳۰) سال وہاں رہے۔ یہاں جبل ابوقبیس میں چلہ کاٹا۔ صرف اوقات نماز میں مسجد بیت اللہ میں ادائے صلوٰۃ کے لئے آتے اس وقت عمر شریف ایک سو سال کی تھی۔ بایں ہمہ چشمہ کی ضرورت نہ پڑی۔

شیخ بہاؤ الدین نے مکہ مکرمہ کے اندر حدیث پڑھی۔ یہاں طریقہ نقشبندیہ میں شیخ کمال الدین المفیل کی بیعت کا رتبہ بھی حاصل کیا۔ برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ شیخ موصوف شیخ الکبیر عبید اللہ احرار کے مرید تھے۔ بہاؤ الدین ہر لحہ مطالعہ حدیث میں مشغول رہتے۔ ارشاد السالکین اپنے باب میں ان کی مشہور تالیف ہے۔ ماہ رمضان ۹۱۱ھ یا ۲۰ جمادی الاول ۹۱۱ھ کے روز انتقال ہوا (البحر الزخار)

۱۰۴۔ شیخ بہاؤ الدین کوڑوی

"الشیخ الصالح" بہاؤ الدین ابن سالار حنفی کوڑوی۔ مشائخ کبار سے تھے۔ کوڑہ مولد و منشا ہے شہر بستی کان پور اور فتح پور کے درمیان میں ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ ان کا گھرانہ علم و صلاح کا مرکز تھا۔

اپنے والد کی رحلت کے بعد مسند شیخوخیت مزین فرمائی اور بے شمار افراد نے ان سے اکتساب کیا۔

۱۰۵۔ مفتی بہاؤ الدین اکبر آبادی

نصف شوال ۹۷۹ھ

"الشیخ العالم المعمر" بہاؤ الدین ابن شمس الدین قریشی الملتانی۔ شیخ کبیر بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشا ملتان ہے ان کے عہد میں جو جو علما ملتان تشریف لائے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے۔ بحث و اشغال اُن کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ یہاں تک علوم میں کمال کے بعد منصب افتا و تدریس کو مزین فرمایا۔

ملتان سے آگرہ آئے تو یہاں بھی فتوے دہی جاری کر دی۔ مرحوم صاحب ایثار اور ہمت استقامت سے طریقہ ظاہریہ میں بہرہ مند تھے۔ ضرورت مندوں کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرلیتے۔ ان کی سفارش کرنا تو معمول عام ہی تھا۔ (بحوالہ بدایونی)

وفات ماہ نصف شوال ۹۸۰ھ میں ہوئی۔ (اخبار الاخیار)

۱۰۶۔ شیخ بہاؤ الدین قلندر جیلانی

م ۹۷۲ھ

"الشیخ المعمر" بہاؤ الدین ابن شیخ عبد القادر جیلانی۔ مولد و منشا بغداد۔ کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ بدایوں آ پہنچے۔ اور ان کی رحلت کے بعد گھر سے نکلے تو سالہا سال آبادیوں اور جنگلوں میں گزارنے کے بعد پنجاب آکر قریہ حجرہ شاہ مقیم میں طرح اقامت ڈال دی کہتے ہیں کہ ان کی عمر دو سو پچاس سال سے بھی متجاوز ہوئی۔ یہ زمانہ جلال الدین اکبر بادشاہ کا تھا۔ وفات ان کی ۹۷۲ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ عبد القادر ثانی ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

۱۰۷۔ الشیخ بہاؤ الدین گجراتی

م ۹۱۲ھ

"الشیخ الصالح الفقیہ" بہاؤ الدین بن معز الدین بن علاؤ الدین بن شہاب الدین خطابی گجراتی حضرت فضیل بن خطاب برادر امیر المومنین عمر بن الخطاب کی اولاد سے ہیں۔ مولد و منشا احمد آباد ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ ابن عزیز اللہ المتوکل الگجراتی کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس وقت ... (۲۱) سال تک اسی خدمت میں رہے۔ ان سے حصول طریقت کے بعد گھر سے نکلے۔ متعدد شہروں میں آئے۔ برسوں یہ شغل رہا (۸) سال بعد لوٹ کر گجرات آئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر نکلے اور برہان پور میں اقامت فرما ہوئے۔ یہاں ایک خانقاہ اور جامع مسجد تعمیر کرائی۔ شیخ علی متقی پسر حسام الدین نے اپنی جوانی کے زمانے میں ان کی بیعت کی۔

آپ "اجن" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جو آج تک مشہور ہے۔ ۹۱۲ھ میں رحلت فرمائی (مجر ذخار)

۱۰۸۔ حکیم بھوہ خاں اکبر آبادی

"الشیخ الفاضل" بھوہ خاں ابن خاص خان حکیم اکبر آبادی طب میں اکابر روزگار سے تھے

تھے۔ سلطان اسکندر خان لودھی نے انہیں اپنا مشیر مقرر کیا اور آخر آپ کو وزارت کا منصب تفویض فرمایا۔ اسکندر اہم معاملات مملکت میں ان کی رائے پر بہت اعتماد کرتا تھا۔

مگر اسکندر کی رحلت پر جب اس کا بیٹا ابراہیم برسر حکومت ہوا۔ تو وہ الٹا بھوہ خان سے کھٹک گیا۔ انہیں ۹۲۳ھ تک نظر بند رکھنے کے لئے آدم کے حوالے کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ محبس ہی میں رحلت فرما ہوئے۔

سلطان اسکندر کے حکم سے طب میں فارسی زبان کے اندر معدن الشفاء کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جس میں سنسکرت کی مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی۔

سسرت، جوگ، رس، ناگر، سارنگ، دھر، مادھو بدان، چنتامن، بنک سین، چکردت، کتنیت، ناکھت، بھوج، بھید وغیرہ۔

۱۰۹۔ شیخ پیارہ پسر کبیر مندوی

م ۹۹۳ھ ماہ رمضان المبارک

"الشیخ الصالح" پیارہ ابن کبیر بن محمود چشتی مندوی۔ مولد و منشا لکھنؤ۔ شیخ فخرالدین حامد چشتی نہروالی سے درسیات پڑھیں۔ اور ممتاز علمائے دین کی صف میں آپہنچے۔ مسلسل ۶ مرتبہ حج و زیارت کے بعد (۸) ویں برس اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لیا۔ اور واپسی کے بعد شہر مندو (مالوہ) میں مسند تدریس آراستہ کی جس پر ۵۰ سال تک پڑھایا۔ (گلزار ابرار)

۱۱۰۔ بیرم خاں خان خاناں

"الامیر الکبیر" قلم اور تلوار دونوں کے دھنی تھے۔ اس طرح دلیری اور سخاوت میں بر سر عنوان تھے۔ نام بیرم خان ابن سیف علی بن یار علی بن شیر علی ترکمانی بلخی از قبیلہ قراقو بیلو۔ مولد غزنہ جہاں ان کے والد سلطان بابر تیموری کی طرف سے گورنر تھے۔ جو اپنے فرزند کی کم سنی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پہلے انہیں غزنہ میں سپرد خاک کر دیا۔ مگر ایک عرصے کے بعد ان کی ہڈیاں سمیٹ کر بلخ لے جائی گئیں اور وہاں دفن ہوئیں۔

بیرم خان سلطے بلخ ہی میں نشو ونما پائی۔ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں بیرم خان حکومت سے منسلک ہوگئے برسوں سلطان کی ملازمت میں رہے۔ ہمایوں نے بیرم خان کے بشرے سے ان کی شرافت کا اندازہ کر کے اپنا معتمد قرار دیا۔ حتیٰ کہ ہمایوں کے والد سلطان بابر دنیا سے سدھار گئے۔ اور بادشاہت ان کو تفویض ہوئی۔ تب انہیں ہمایوں نے اہم امور میں اپنا معتمد کلی مقرر کرلیا۔ حتیٰ کہ جب شیر شاہ سوری ۹۴۶ھ میں ہمایوں پر غالب آگیا۔ تو ہمایوں شیر شاہ کا قندھار کی طرف رخ پھیر اکر خود دچوسہ اور وہاں سے قنوج آیا۔ تب بیرم خان سنبھل میں وہاں کے رئیس نصیر خاں کے پاس پہنچا۔ تو اس نے بیرم خان کی سفارش شیر شاہ سے کی۔ جس سے کچھ مدت بعد وہ گجرات نکل گیا۔ اور بالآخر سندھ میں اپنے مربی سے محرم ۹۵۰ھ میں ملاقی ہو کر سلطان کو بحری راستہ سے ایران جانے کی ترغیب دی۔ جس سفر میں وہ خود بھی سلطان ممدوح کے ہمرکاب تھا۔

ہمایوں شاہ ایران سے لوٹے تو قندھار فتح کر کے وہاں اپنا ایک نائب تعینات کیا۔ جس کے بعد بیرم خاں پشاور میں ہمایوں کے پاس آپہنچا۔ جہاں ہمایوں نے اُسے خان خاناں کا خطاب دیا جس کے معنی امیر الامرا کے ہیں۔ اب تک ہمایوں نے دوسری مرتبہ ہندوستان کے کچھ اور علاقے اپنے زیر نگیں کر لیے تھے۔ جن میں سے بیرم خاں کو پرگنہ سنبھل اور سرہند دونوں جگہیں جاگیر میں عطا فرمادیں۔

دورِ اکبری جب ہمایوں کی رحلت کے بعد اس کا لختِ جگر اکبر اپنی صغر سنی ہی میں تخت نشین ہوا تو بیرم خان نائب کی حیثیت سے پورے ملک کی عنان حکومت ہاتھ میں سنبھالے رہا۔ مگر اکبر کے بالغ ہونے پر پورے اختیارات اس کے قبضے میں چلے گئے۔ تو ۹۶۷ھ میں دونوں کے درمیان اس قدر شدید اختلاف ہو گیا کہ فریقین میں لڑائی کی نوبت آپہنچی۔ سلطان نے اپنی طرف سے اپنے ایک معتمد شمس الدین محمد اتکہ کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو بیرم خان اپنی فوج کے آگے آگے تھا۔ مگر وہ اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا اشارہ تک نہ کر پایا بلکہ انہیں ضبط کا حکم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مخالف لشکر کے قریب آپہنچا یہ دیکھ کر اکبر کے فوجیوں نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ مگر بیرم خان اس نرغے سے نکل کر اکبر کے دستے میں آگیا۔ اور فوراً سلطان کے قریب پہنچ کر معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان نے

اس جگہ پر اُسے حجاز چلے جانے کا حکم دیا۔ بیرم خان نے تعمیل کی۔ مگر جب وہ اس سفر میں فتن پہنچا۔ تو ایک افغان نے اسے شہید کر کے شیخ حسام الدین ملتانی کے حظیرے میں دفن کر دیا جہاں سے کچھ عرصہ بعد اس کی ہڈیاں دہلی لا کر سپرد زمین ہوئیں۔ اور دہلی سے لے آخر مشہد امام رضا میں دفن کرائی گئیں۔

جس طرح بیرم خان سلطنت تیموریہ کے بارے میں اعلیٰ درجہ کا مدبر تھا۔ اسی طرح بخششیں اور بہادری میں لاثانی تھا۔ سلطان ہمایوں اور اس کے بعد اس کے جانشین اکبر دونوں نے اُسے ایالات سرکاری کا نگران مقرر کر رکھا تھا۔ اگر ان دونوں بادشاہوں کا کسی راجہ سے جھگڑا ہو جاتا تو بیرم خان ہی یہ ٹنٹا نبٹاتا۔ سلطان نے اسے بعض صوبوں کی سربراہی بھی سپرد کر رکھی تھی۔ وہ راجدھانی اور سیاست میں نہایت فطین تھا۔ بارعب ہونے کے ساتھ پیچیدہ امور سلطنت کی گتھی سلجھانے میں دسترس حاصل تھی۔ وہ گرد و پیش کی رعایا کے احوال و واردات سے باخبر رہتا۔ اس حد تک کہ احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ بایں ہمہ دلیری اور حسنِ تدبیر خفی و جلی ہر ایک پہلو میں یکتائے زمن تھا۔ ان تمام اوصاف کے ساتھ وہ ادب و مطالعہ کتبِ تاریخ و اہلِ فضل و کمال کی محبت میں بھی فرد روزگار تھا۔ وہ اراذل سے کبھی تعلق نہ رکھتا۔ مگر سربلند افراد سے میل جول کا ہمیشہ خواہش مند رہتا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ ترکی زبان کے ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتا۔ نمونہ!

شہے کہ بگذرد از نہ سپہر افسر او
اگر غلام علی نیست خاک بر سر او

اس کی تاریخ قتل ۹۸۵ھ ہے۔ ایک صاحب نے اس کی تاریخ شہادت شہید شد محمد بیرام سے ستخرج کی ہے۔

۱۱۱۔ شیخ پیر محمد گجراتی

م ۹۶۹ھ

الشیخ الصالح الفقیہ پیر محمد بن جلال ابن عبدالعزیز ابن عبداللہ بن ابراہیم ابن جعفر بن جلال ابن محمود بن عبداللہ بن عبدالمجید بن عبدالرحمٰن بن عثمان بن منصب بن ابان بن عامر بن سعد

ابن ابی وقاص صحابی یکے از عشرہ مبشرہ بالجنتہ رضی اللہ عنہ'

شیخ پیر محمد کا مولد و منشا جاپانیر از اطراف گجرات ہے۔ تحصیل علم انہوں نے علمائے معاصرین سے کی۔ زیارت و حج کے بعد واپس وطن تشریف لائے۔ اور شیخ محمد غوث گوالیری کی خدمت میں برسوں رہے۔ ان سے طریقۂ شطاریہ میں بیعت کی۔ اور ان کی رحلت کے بعد ان کی نیابت تفویض ہوئی۔ آپ مشہور مشائخ شطاریہ میں سے تھے۔

تصنیف اورادِ غوثیہ در وظائف و اذکار۔ اور فتح اللہ بن محمود شطاری نے مونس الطالبین کے نام سے ان کے ملفوظات مرتب کئے (بحوالہ حدیقۃ الاحمدیہ و تاریخ دکن مولفہ حبیب اللہ آصفی)

۱۱۲۔ مولانا پیر محمد احمد نگری

"الشیخ الفاضل" پیر محمد حنفی شروانی احمد نگری۔ یکے از علمائے مشہورین۔ سلطان نظام شاہ احمد نگری نے آپ کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیا اور اپنے مقربین میں جگہ دی جس سے آپ مقبول خاص و عام ہو گئے۔ بعد ازیں اتفاق سے آپ دکن کے قلعہ پر بندہ میں سلطان نظام شاہ احمد نگری کی طرف سے ایک خط لے کر خواجۂ جہاں دکنی کی طرف گئے۔ یہاں ان کی ملاقات طاہر بن رضی اسماعیلی سے ہو گئی۔ مولانا پیر محمد ان سے کتاب مجسطی پڑھنے کے بعد ایک سال تک مزید استفادہ میں مصروف رہے۔ آخر احمد نگر لوٹے۔ تو آپ نے اپنے ممدوح سلطان نظام شاہ سے اسماعیلی المذکور کا ذکر کیا۔ جسے سلطان نے اپنے ہاں بلا کر اسے مقرب خاص کے درجے پر فائز کر دیا۔ اسماعیلی صاحب نے سلطان کو تشیع کی تلقین کی۔ تو وہ اپنے تین ہزار اہل بیت و خدم و حشم سمیت شیعہ ہو گیا۔ منبر پر علانیہ ائمہ دوازدہ پر رحمت اور خلفائے ثلاثہ پر لعنت برسنے لگی۔ جس سے احمد نگر میں ہنگامہ قیامت برپا ہوا۔ عوام نے مولانا پیر محمد کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حملہ آور تعداد میں بارہ ہزار تھے۔ پیدل اور اسوار دونوں قسمیں ان میں تھیں۔ نظام شاہ کے محل بھی اس انبوہ کے حصار میں تھے۔ آخر کار انبوہ چھٹ گیا۔ اور قلیل سی جماعت باقی رہ گئی۔ جس نے مولانا کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ جس میں سے ۴ سال بعد نظام شاہ نے انہیں رہا کرایا۔ یہ واقعہ ۹۲۸ھ کے بعد رونما ہوا (در تاریخ فرشتہ)

۱۱۳- مولانا پیر محمد شروانی
(بعہد سلطان اکبر تیموری)
م ۹۶۹ھ

"الشیخ الفاضل" پیر محمد حنفی شروانی یکے از علمائے ممتاز ملقب بہ ناصر الملک، مولد و منشا خراسان۔ ہندوستان وارد ہوئے اور خان خاناں بیرم خاں کا تقرب حاصل کیا۔ بیرم نے ان کی سرپرستی فرمائی۔ حتیٰ کہ یہ امارت کے درجہ تک آ پہنچے۔ اب یہی عوام و خواص کا مرجع اور معتقد تھے لوگ ان کے محل کے اردگرد منڈلاتے رہتے۔ مگر انہیں تکبر نے گھیر لیا۔ اور تو اور ایک روز اپنے محسن بیرم خاں کے لتے بھی لے لئے۔ جس پہ بیرم خان نے انہیں غرور کی سزا دینے کے لئے شہر بیانہ بھجوا دیا اور وہاں کے قلعہ میں قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۶۵ھ کا ہے۔ مولانا اس محبس میں برسوں بند رہے آخر انہوں نے بیرم خاں کی طرف ایک خط بھجوا دیا۔ جس میں آیہ: وَلَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا: سے برہان تانع کا اثبات تھا اور مقصود اس سے یہ تھا کہ بیرم خان کو کسی صورت اپنے سے راضی کریں۔ چنانچہ اس پہ بیرم خان انہیں رہا تو کر دیا۔ مگر انکی طرف توجہ فرمانے کی بجائے مولانا کو ایک مدت تک انتظار میں رکھنے کے بعد زیارہ حج کا حکم دیا۔ ابھی مولانا گجرات ہی پہنچے تھے کہ خود بیرم خان اور سلطان کے مابین نزاع کی خبر سنی اور آپ اُلٹے پاؤں دہلی لوٹ آئے۔ اکبر نے اس اطلاع پہ انہیں تلاش کرا کے اپنے پاس بلالیا اور انہیں ناصر الملک کا خطاب دے کر مالوہ کی حکومت سپرد کر دی۔ انہوں نے برہان پور فتح کر لیا۔ اس کے بعد قلعہ بیجا گڑھ سرنگوں کیا۔ وہاں سے خاندیس کو ممالک محروسہ میں شامل کیا۔ مگر یہاں واپسی پہ آپ دریائے نربدا میں ڈوب کر ختم ہو گئے (تاریخ بدایونی)

۱۱۴- شیخ تاج الدین منڈوی
از ۸۸۶ھ تا ۹۵۰ھ

"الشیخ الصالح الفقیہ" تاج الدین یوسف ابن کمال الدین قریشی رنتھبوری ثم المنڈوی ناوی

مولد و منشا رتھبور۔ بلوغ پر منڈو تشریف فرما ہوئے۔ جہاں سلطان ناصر الدین خلجی نے آپ کو بڑی تعظیم و تکریم کی اور راحتہ الحیاۃ سے آپ کی شادی کردی۔ جس سے آپ کو منڈو میں رہنا پسند آگیا۔ اس بیوی کے بطن سے محمد پیدا ہوا۔

شیخ تاج الدین علم و صلاح میں ممتاز اور مغلوب الحالی میں مبتلا تھے۔ (گلزار ابرار)

۱۱۵۔ مولانا تقی الدین پنڈوی

الوزیر الکبیر تقی الدین ابن عین الدین پنڈوی فقیہہ، محدث۔ بادشاہ نے انہیں مبارک ملا ان کے والد کو مجلس مختار اور ان کے دادا کو مجلس سرور کا لقب دیا۔ صاحب ترجمہ برسوں منصب وزارت پر نصرت شاہ کے عہد میں فائز رہے۔ ان کے والد حسین شریف مکی جو بنگالہ میں وزیر تھے انہوں نے وہاں سربفلک عمارتیں تعمیر کرائیں۔ ازاں جملہ شہر سنارہ گاؤں کی بڑی مسجد ہے جو ۹۲۹ھ میں مکمل ہوئی یہ مسجد مقبرہ شیخ ابراہیم فاضل سے متصل ہے جس کے آثار اب تک باقی ہیں۔

۱۱۶۔ شیخ جعفر ابن میراں سندھی

"الشیخ العالم الکبیر" جعفر ابن میراں لوبکائی السندھی۔ اپنے گرد و نواح کے علماء میں مشہور تھے سیوستان کے شہر لوبک میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بڑے عالم تھے کہ شیخ طاہر بن یوسف سندھی برہان پوری نے آپ سے پڑھا۔ یہ (ان کے والد) بیعت العلم کی یادگار تھے اور خود مشائخ میں سے۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ جعفر نے آخر عمر میں اپنی منطق کی سب کتابیں تلف کر دیں اور صرف احیاء العلوم۔ عوارف المعارف اور فصل الخطاب کے مطالعہ پر اکتفا کیا۔

۱۱۷۔ شیخ جلال الدین اسماعیلی گجراتی

"الشیخ الفاضل" جلال الدین ابن الحسن اسماعیلی ہندی، گجراتی۔ ہندوستان کے اندر اسماعیلی گروہ کے داعی۔ یہ ذکر سیف الدین بن عبد العلی گجراتی نے اپنی تالیف المجالس السفینہ میں کیا۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بلاد یمن میں گئے اور وہاں علم تنزیل و تاویل شیخ عماد الدین ادریس بن الحسن یمانی سے پڑھ کر ہندوستان چلے آئے۔ جب یوسف بن سلیمان گجراتی نے رحلت کی۔ تو ان کی وصیت کے مطابق اسماعیلی دعوت کی تبلیغ ان کے سپرد ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے بعد داؤد بن عجب شاہ کو اپنا وصی قرار دیا۔ (ملک الجواہر)

۱۱۸۔ شیخ جلال الدین اکبر آبادی

از ۹۲۳ھ تا ۹۶۱ھ۔ ۱۶ر ذی قعدہ

"الشیخ العالم الکبیر" جلال الدین بن عبد اللہ بن یوسف اکبر آبادی۔ اپنے دور کے ممتاز علما سے تھے۔ حفظِ قرآن کے بعد اپنے والد سے نحو و ادب اور فقہ پڑھی۔ منطق و فلسفہ علامہ ابو البقا ابن عبد الباقی خراسانی سے پڑھے۔ ۲۰ سال سے کم عمر ہی میں مسندِ تدریس کو مزین فرمایا۔ آپ سے قاضی جلال الدین ملتانی۔ شیخ افضل محمد الصاری اور شیخ بدر الدین بن جلال حسینی کے سوا بے شمار افراد نے پڑھا۔ اکبر آباد ہی آسودۂ لحد ہوئے (تسیمی در اخبار الاصفیاء)

۱۱۹۔ شیخ جلال الدین دہلوی

۲ر ذی قعدہ۔ م ۹۴۲ھ

"الشیخ الفاضل" جلال الدین دہلوی المتخلص بہ جمالی۔ مولد و منشا دہلی۔ تکمیل درسیات کے بعد برسوں شیخ سماؤ الدین ملتانی کی خدمت میں ملازمت کے بعد سند حاصل کی۔ بعد ازاں سیاحت کے لئے جو کمر باندھی۔ تو ان شہروں میں گھوم پھر کر واپس وطن پہنچے۔ بغداد، دمشق، شیراز، ہرات، قاہرہ، اندلس (در مغرب) یزد، اردستان، خراسان۔ جبل وغیرہ اسی سفر میں شیخ جلال الدین محمد بن اسعد دوانی مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی، شیخ عبد الغفور لاری و محمد الحنفی۔ احمد اندلسوی اور نظام الدین محمود شیرازی سے ملاقات ہوئی۔ اس سیاحت کے حج و زیارت کے ساتھ شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی کی سے حدیث پڑھی۔ ہندوستان واپس آکر گھر میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے۔ اب زہد و عبادت شعار و دِثار تھا سلطان ہمایوں شاہ تیموری

جو ان کے دین و صلاحیت کا قدر دان تھا۔ اس نے صدارت پیش کی مگر آپ نے انکار فرما دیا۔ (بروایت بدایونی)

تصنیف ان کا فارسی دیوان ہے۔ مہر و ماہ نام۔ دوسری کتاب مرآۃ المعانی ہے، تیسری تالیف ہے سیر العارفین (بحوالہ اخبار الشائخ) اور نمونۂ شعر یہ ہے:۔

مارا ز خاکِ کویت پیراہن است بر تن
آں ہم ز آبِ دیدہ صد چاک تا بدامن

۲۰ ذیقعدہ ۹۴۲ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

۱۲۰ - شیخ جلال الدین تھانیسری

۱۴ ذی الحجہ ۹۶۹ھ یا ۹۸۹ھ

"الشیخ الصالح المعمر" جلال الدین بن محمد العمری تھانیسری یکے از مشائخ کبار حفظ قرآن کے بعد درسیات پڑھنے شروع کیئے۔ بحث و اشتغال میں ایسا کمال حاصل کیا کہ نوادر زمانہ میں شمار ہوئے۔ کچھ مدت مسند تدریس مزین فرمائی۔ پھر اسے چھوڑ کر طریقت کی راہ پہ چلتے ہوئے حضرت گنگوہی شیخ عبد القدوس کے حلقۂ مسترشدین میں داخل ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کے حکم سے بیعت و ارشاد کا سلسلہ قائم کر لیا۔ مگر زہد و عبادت نے دنیا کی طرف سے منقطع کر دیا تھا۔ ۹۳ سال تک اس عالم سفلی کی بہار دیکھی۔ کثرت ریاضت سے اس قدر کمزور ہو گئے۔ کہ تکیہ پر لیٹے رہتے۔ لیکن با ایں ضعف و پیری جب اذان کی آواز کان میں پڑتی تو قوت کی ایک لہر ان کے پورے بدن میں دوڑ جاتی اور فوراً اٹھ کر پورے خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتے۔

تصنیف اُن کی ارشاد اللطائف نام سے ایک کتاب ہے جس میں لکھتے ہیں کہ
عشاق نہ تو کشف و کرامات پر اکتفا کرتے ہیں۔ نہ کسی اور ایسی بات پہ، بلکہ عبادت اور زہد و تقویٰ اور ریاضت پہ کاربند ہو کر کبھی ان مشاغل سے دامن نہیں جھٹکتے بلکہ انہی معمولات میں اپنا نفس ہلاک کرتے کرتے موت آنے سے قبل مر جاتے ہیں۔ اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اکثر

مدعیانِ سلوک اور جاہل صوفی صحیح راستے سے بھٹک کر گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اور ان کے اس ارشاد کی سلف و صالحین کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ:۔

ان لوگوں نے اصول چھوڑ کر وصول الی اللہ خود کے لئے حرام کر دیا۔

اور اصول ہے۔ شریعت و طریقت دونوں پہ عمل۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور امور شرع پر مواظبت اچھے کام ہیں یہ صحیح ہے۔ مگر طالب کی شان اس سے مختلف ہے۔ ان کی دوڑ نوافل زوائد ہیں۔ مگر طالب کی شان تو فرائض و سنین رواتب کے بعد شغل باطن ہے۔ جو کثرت نوافل اور اعضا و جوارح کے اعمال ہی سے حاصل نہیں ہوتا۔

۱۲۱۔ شیخ جلال الدین برہانپوری

م ۹۵۱ھ

"الشیخ الصالح" جلال الدین ابن نظام الدین بن نعمان چشتی آسیری برہان پوری۔ مولد و منشا آسیر۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور ان کی وفات کے بعد مرتبہ شیخوخیت پر فائز ہوئے۔ جس میں مشائخ کبار از چشتیہ کی صف میں آپ پہنچے۔ ان کے مریدوں میں شیخ ابو محمد بن خضر تمیمی شیخ جمال محمد برہان پوری اور دوسرے بے شمار حضرات ہیں وفات ماہ ربیع الاول ۹۵۱ھ میں ہوئی۔ اور آسیر ہی میں اپنے جد اعلیٰ نعمان کے جوار میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۱۲۲۔ شیخ جلال الدین برہانپوری

م ۹۳۸-۴۳ھ

الشیخ العالم الفقیہہ" جلال الدین برہانپوری المشہور بہ متوکل مشائخ کبار سے تھے۔ فیضان شیخ شرف الدین بن عبدالقدوس گجراتی برہانپوری سے پہنچا۔ جن کی خدمت میں برسوں شرف ملازمت حاصل ہوا۔ ان کے مریدوں میں سید ابراہیم بکری اور دوسری مخلوق ہے۔

۹۲۸ھ میں رحلت فرمائی۔

۱۲۳۔ مولانا جلال الدین ٹھٹھوی

م ۹۴۶ھ

"الشیخ الفاضل الکبیر" جلال الدین حنفی ٹھٹھوی سندھی۔ ہندوستان بھر کے مشہور علماء سے تھے طریقت میں شیخ فرید الدین عطاری گوالیری سے مستفیض ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ نے آپ کو ہندوستان کے منصب صدر پر فائز فرما دیا۔ ہمایوں نے آپ سے بعض کتابیں بھی سبقاً پڑھیں۔ آپ مقام چوسہ صوبہ بہار میں دریائے گنگا کے اندر ڈوب کر راہی بحر بقا ہو گئے۔

۱۲۴۔ قاضی جلال الدین ملتانی

م ۹۹۹ھ

"الشیخ الفاضل الکبیر" قاضی جلال الدین حنفی ملتانی یکے از علمائے کبار، مولد شہر بھکر اور ملتان میں پروان چڑھے تحصیل علم کے لئے آگرے تشریف لائے۔ یہاں شیخ جلال ابن عبداللہ اکبرآبادی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ یہ تمیمی نے اپنی کتاب اخبار الاصفیاء میں حوالۂ قلم فرمایا ہے۔
مگر محمد الحسن نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ قاضی جلال الدین گجرات آئے اور علامہ وجیہ الدین ابن نصر اللہ علوی الگجراتی سے پڑھنے کے بعد آگرہ پہنچے۔ اور کچھ عرصہ تک یہاں گمنامی میں ایک تجارت کا مشغلہ اختیار کئے رکھا اور پھر تدریس کا آغاز کر دیا۔ اور علمائے معاصرین میں آپ کے علم کی دھوم مچ گئی۔ قاضی کمال الدین یعقوب کردی کے بعد اکبر بادشاہ نے قضاۃ پر فائز کر دیا۔ مگر جلدی ہی معزول ہو گئے۔ پھر جب سلطان اکبر نے علماء سے آگرہ کو خالی کرایا تو آپ کو دکن میں جلاوطن کر دیا۔ تب قاضی صاحب ممدوح بیجاپور جا پہنچے۔ جہاں کے رئیس نے آپ کی گوناگوں تعظیم کی۔ اسی شہر میں آسودہ لحد ہوئے۔ تاریخ وفات ۹۹۹ھ ہے۔

۱۲۵۔ شیخ جلال الدین بدایونی

"السید الشریف" جلال الدین حسینی بدایونی عالم حدیث۔ بدایون مولد و منشا ہے۔ وہاں سے دہلی آکر منطق و فلسفہ شیخ عبداللہ بن ہداد تلبنی عثمانی سے پڑھا۔ اور آگرہ چلے آئے۔ جہاں شیخ رفیع الدین محدّث صفوی شیرازی سے حدیث پڑھ کر واپس بدایوں آکر شغل تدریس اختیار کرلیا۔ جس میں مدت تک منہمک رہے۔ آپ کے تلامذہ میں سید محمد الامیر "امیر العدل" و شیخ عبداللہ بدایونی کے سوا اور بھی کئی افراد ہیں۔ (بدایونی در تاریخ منتخب)

۱۲۶۔ شیخ جلال الدین کالپوی

"الشیخ الصالح الفقیہہ" جلال الدین کالپوی حنفی، صوفی۔ مشہور بہ "جلال واصل" آپ مولانا خواجگی نحوی کی نسل سے تھے۔ طریقت میں شیخ محمد غوث عطاری شطاری گوالیری مصنف الجواہر خمسہ سے مستفیض ہوئے۔ سلطان اکبر کو آپ سے بہت حسن ظن تھا۔ آپ ہر وقت وجد و حالت سے دوچار رہتے۔ آپ کی وفات ۹۹۰ھ کے بعد کالپی ہی میں ہوئی۔

۱۲۷۔ شیخ جمال الدین بن احمد چندیروی

م ۹۸۷ھ۔ ۲۷ رمضان

"الشیخ الصالح" جمال الدین بن احمد بن نعمت اللہ ملتانی چندیروی۔ یکے از بندگان صالح، مولد و منشا چندیری۔ اپنے والد کے ہمراہ رائیسین آئے اور وہاں سے اجین پہنچے جہاں سکونت اختیار فرمائی۔ تدریس میں "نزہتہ الارواح" وغیرہ کتابیں نفیس۔ آپ بے حد احسان پیشہ تھے۔ کبھی تنہا دسترخوان پر نہ بیٹھتے۔ سدا وجد و حالت میں سرشار رہتے۔ موت کے وقت یہ اشعار ان کی زبان پر جاری تھے۔

پردہ بردار کہ من عارض زیبا نگرم
ورنہ از آہ جگر پردۂ عالم بدرم

۹۸۶ھ میں ۲۷ ماہ رمضان کے روز داعی اجل کو لبیک کہا (گلزار ابرار)

۱۲۸- الشیخ الصالح جمال بن حسین گجراتی

۲۳ شعبان ۹۷۱ھ

"الشیخ الصالح" جمال ابن الحسین بن ابوالمظفر بن ابوالوفت الشریف الحسنی الگجراتی۔ عبدالوہاب بن عبدالقادر شیخ جیلانی کی نسل سے تھے۔ قریہ بہتری از اعمال احمد نگر میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پروان چڑھے۔ اکتساب اپنے والد سے کیا۔ جن کے سفر آخرت پر مسند شیخوخیت پر متمکن حاصل ہوئے اور آخر بہادر شاہ گجراتی نے آپ کو احمد آباد بلا لیا۔

وہ صالح بزرگ، دین دار اور قانع تھے اور کشوف و کرامات سے بہرہ مند۔ ۲۳ شعبان ۹۷۱ھ کے روز وفات پائی۔ احمد آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ (الحدیقۃ الاحمدیہ)

۱۲۹- شیخ جمال الدین بن محمود گجراتی

"الشیخ الصالح الفقیہہ" جمال الدین ابن محمود بن علم الدین، بن سراج الدین العمری الگجراتی مولد و منشا گجرات۔ اپنے والد اور عم زاد نصیر الدین ابن مجد الدین گجراتی سے پڑھا۔ اور علوم کتابی و طریقت میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر عمل فرما ہوئے۔

تصانیف المذاکرۃ جس میں حقائق و معارف کو فارسی زبان میں بیان کیا گیا ہے اور دیوان شعری ایضاً در فارسی۔ وفات ۹ ماہ ربیع الاول ۹۴۰ھ اور ایک قول کے مطابق ۹۰۸ھ میں ہندوؤں کے ہاتھوں احمد آباد میں شہید ہوئے (انوار العارفین)

۱۳۰- مفتی جمال الدین بن نصیر دہلوی

م ۹۸۴ھ بعمر ۹۰ سال

"الشیخ الفاضل العلامۃ" جمال الدین ابن نصیر الدین بن سماء الدین حنفی دہلوی۔ دار الملک دہلی میں احناف کے مفتی تھے۔ ایک مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے بھائی عبدالغفور

اور اپنے والد سے پڑھا۔ بعد ازاں دہلی میں مسندِ تدریس آراستہ فرمائی۔ بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ عربی میں بے مثال۔ فقہ و اصول و کلام میں فردِ زمانہ، زہد و تقویٰ میں نمونہ اور ہر شے کم سے کم استعمال میں لاتے۔ شریف النفس ایسے کہ بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پہ نہ جاتے دن اور رات دونوں میں تدریس و افادہ میں مصروف رہتے۔

تصانیف شرح العضدیہ۔ شرح انوار الفقہ۔ شرح مفتاح العلوم (مصنفہ سکاکی) جس کیا دونوں شرحوں پر محاکمہ ہے۔ شرح جامی پر طویل حاشیہ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "الحمد للہ المرفوع شانہ، المنصوب برہانہ، المجرور سلطانہ"

نوّے سال کی عمر میں ۹۸۴ھ میں انتقال کیا۔ (بحوالہ شمس التواریخ)

۱۳۱۔ مولانا جلال الدین شیرازی

م ۹۹۰ھ

"الشیخ الفاضل" جمال الدین حنفی شیرازی۔ یکے از علمائے مشہورین۔ شیخ جمال الدین محمد ابن اسعد دوّانی سے اکتساب علم کیا۔ اور جس زمانے میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے فارس کے شہروں پہ خروج کیا۔ آپ زیارت حرمین کے لئے وطن حجاز اور حج و زیارت کے بعد شیخ رفیع الدین محدث اور شیخ ابو الفتح کی صحبت و رفاقت میں ہندوستان تشریف لائے۔ پہلے گجرات اور بعد میں آگرہ میں سکونت اختیار کی

تصانیف میں حاشیہ ہے قدیمہ للدّوانی پر۔
سنہ ۹۹۰ھ کے بعد انتقال کیا۔ (محبوب الالباب)

۱۳۲۔ شیخ جمال الدین برہان پوری

"الشیخ العالم الصالح" جمال الدین برہانپوری محدث شیخ ابراہیم جکّری کی مسجد در شہر برہانپور میں تدریس فرماتے۔ جب شیخ طیب ابن یوسف سندھی محدث برہانپور میں آکر سندی پورہ میں مقیم ہوئے جو مسجد مذکور سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ تو شیخ جمال الدین نے ان کا ورود

غنیمت جانا۔ اور با ایں مرتبہ و مقام ہر روز ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان سے صاحب ترجمہ نے بخاری اوّل سے آخر تک سبقاً پڑھی۔ شہر برہان پور ہی میں رحلت فرمائی اور شیخ ابراہیم کی قبر سے متصل دفن ہوئے۔

۱۳۳۔ شیخ جمال محمد گجراتی

"الشیخ العالم المحدث جمال محمد بن ملک چاند گجراتی المشہور جموجی۔ مولد و منشأ گجرات، وہاں کے مشہور شیوخ سے تھے اور سیات پڑھنے کے بعد حجاز کا رُخ فرمایا۔ اس کارواں میں محمود و عبد اللہ و عبد القادر و محمد حسن وغیرہ اشراف گجرات بھی تھے۔ حج و زیارت کے بعد واپس گجرات تشریف لے آئے۔ اور برہان پور آکر بزم تدریس آراستہ فرمائی۔ حدیث و تفسیر دونوں میں ملکہ تام تھا۔ اور صبح سے شام تک یہی شغل جاری رہتا۔ یہیں ۹۹۸ھ میں رحلت فرمائی۔

۱۳۴۔ المفتی جنید قرشی ملتانی

۲۶ر شعبان ۹۹۸ھ

"الشیخ العالم الفقیہ المفتی" جنید بن بہاؤ الدین قرشی ملتانی ثم اکبر آبادی یکے از اہل اللہ ان کا گھرانہ بیت العلم تھا۔ آپ نے اپنے والد سے اکتساب علوم کے بعد ان کی نیابت میں افتا و تدریس شروع فرما دی۔ سخاوت پیشہ تھے۔ دستر خوان پر اپنے ساتھ کئی مہمانوں کے بغیر نہ بیٹھتے۔ ان کی سفارش اور نفع رسانی بھی بہر عنوان فرماتے۔ ۲۶ ماہ شعبان ۹۹۸ھ کے روز بقول محمد بن حسن (درگلزار ابرار) بروایت تیمی ۹۹۹ھ وفات پائی اور آگرہ ہی میں سپرد خاک ہوئے۔

۱۳۵۔ شیخ چائین سہنوی

م ۹۹۸ھ

"الشیخ الصالح" چائین صوفی نجم الحق سہنوی[۱] یکے از مشائخ کبار گروہ چشتیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[۱] سہنیہ (بضم السین المہملہ فتح الہاء) کی طرف منسوب ہے۔ (منہ)

نے انہیں علوم ظاہر و باطن دونوں سے بہرہ مند فرمایا۔ کہ صحبت شیخ عبدالعزیز ابن الحسن عباسی بن گرانے کا موقف مل گیا۔ برسوں طریقۂ فقر و استغنا و توکل و رضا پہ قائم رہے۔ ان کے درس میں فصوص الحکم اور نقد النصوص اور اسی نوع کی دیگر کتابوں کی تعلیم بغایت تحقیق و تنقیح کے ساتھ ہوتی۔ سلطان اکبر شاہ ان کے علمی کمالات کا معتقد کیا ہوا۔ کہ سلطنت کے امور مہمہ پر بھی انہیں افتتاح کے لئے تکلیف دیتا۔ اکبر اپنے بیت العبادۃ میں جو فتح پور سیکری میں تھا۔ شیخ ممدوح کے ساتھ مسلسل کئی راتیں بسر کرتا۔ جن میں ان سے استفادہ کرتا۔ مگر ایک شب میں انہیں صلوٰۃ معکوس پڑھتے جو دیکھا تو انہیں خود سے دور کر دیا۔

۱۳۶۔ مولانا چاند المنجم دہلوی

"الشیخ الفاضل" مولانا چاند المنجم دہلوی۔ یکے از علمائے کبار۔ ان کے معاصرین کے اندر علوم ریاضی میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ سلطان ہمایوں نے انہیں اپنے خاص مقربین کے حلقہ میں شامل کر لیا۔ اور اپنے زمانہ شاہی میں انہیں اعلےٰ مرتبے پر فائز فرمایا۔ یہاں تک کہ ہمایوں کے عہد عزل میں بھی مولانا ان کے ساتھ ہی رہتے۔ عراق میں ۹۴۷ھ میں سلطان کے ہمراہ تھے۔ ہمایوں انہیں فتح و شکست کے کسی موقعہ پر خود سے دور نہ کرتا۔

۱۳۷۔ شیخ چندن مندسوری

م ۹۵۳ھ

"الشیخ چندن مندسوری" ابن چھجو۔ طریقۂ چشتیہ کے ممتاز افراد سے تھے۔ شیخ صدر الدین چشتی سے طریقت حاصل کر کے درس و افادہ شروع کر دیا۔ آپ نفیس کتابیں جمع کرتے رہتے۔ اور جب کسی غریب طالب علم کو دیکھتے تو اُسے ہبہ کر دیتے۔

ان کا وطن سکندرہ راؤ (ضلع علی گڑھ) تھا۔ جہاں سے ان کے والد چھجو مندسور (مالوہ) میں منتقل ہو گئے۔ (گلزار ابرار)

۱۳۸۔ شیخ چندن جونپوری

"الشیخ العالم الفقیہ" چندن جون پوری۔ فقہائے اعلام سے تھے۔ حدیث میں ماہر اور تدریس مشغلہ تھا۔ ان سے شیخ نعیم الدین جھونسوی نے جملہ درسیات جون پور میں پڑھیں (گنج ارشدی)

۱۳۹۔ شیخ چندن اکبرآبادی

"الشیخ الصالح" چندن القرشی الاکبرآبادی۔ فقہ و اصول و ادب میں فرد روزگار تھے۔ یہ علوم شیخ سراج الدین دہلوی سے پڑھے۔ آپ اُمّا شیخ فضل بن مبارک ناگوری کے جد (نانا) تھے۔ آپ کے اقوال میں سے ہے کہ مجھے چار چیزیں محبوب ہیں۔ علم و عمل و زندگی اور عافیۃ۔

۱۴۰۔ شیخ چکن کھندوتی

م ۹۶۱ھ

"الشیخ الصالح" چکن کھندوتی (یہ قریہ پرگنۂ کالپی میں ہے پورا نام کھندوت جلال پور ہے) آپ نے کم سنی ہی میں شیوخ سے فیضان حاصل ہوا۔ حتی کہ خود اکابر زمانہ کے درجے پر آپہنچے ان کے کشوف و کرامات مشہور ہیں۔ اور کھندوت ہی میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۱۴۱۔ قاضی جگن گجراتی

م ۹۲۰ھ

"الشیخ العالم الفقیہ" جگن حنفی گجراتی یکے از فقہائے مشہورین۔ حنفی فقہ میں آپ کی خزانۃ الروایات نام ایک کتاب ہے جس میں تمام جزئیات کو کمال تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کشف الظنون میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں خزانۃ الروایات فروع حنفیہ میں قاضی جگنو ہندی کی تصنیف ہے جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے" الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان" اس میں قاضی جگن نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی عمر جمع مسائل و غریب الروایات سمیٹنے میں فنا کر دی۔ اس

جلد کا باب اول علم سے شروع ہوتا ہے "کیونکہ علم اشرف العبادات سے ہے"

مولانا لکھنوی اپنی کتاب النافع الکبیر میں فرماتے ہیں کہ خزانۃ الروایات غیر معتبر کتابوں میں سے ہے کیونکہ اس کے اندر رطب و یابس اقوال کے ساتھ احادیث وضعیہ اور اخبار مختلفہ بھر دئے گئے ہیں۔

قاضی جگن چار بھائی تھے اور چاروں قاضی الوقت۔ ان کا انتقال ۹۲۰ھ کے لگ بھگ ان کا انتقال ہوا۔

۱۴۲۔ مولانا حاتم سنبھلی

م ۹۶۹-۶۸ھ

"الشیخ العالم الکبیر" حاتم بن ابو حاتم سنبھلی یکے از علمائے مشہورین در ہند۔ بعض علماء سے مختصرات سبقاً پڑھیں۔ پھر شیخ عزیز اللہ تلبنی کی خدمت و صحبت جملہ معقول و منقول آپ سے پڑھے۔ ممدوح ہی سے طریقت میں فیض حاصل کیا۔ اس میں آپ کے مرشد شیخ علاؤالدین دہلوی بھی ہیں بعد از تکمیل ہر دو علم (شریعت و طریقت) سنبھل میں محفل تدریس و افادہ قائم کرلی۔ چالیس سال تک یہ مشاغل جاری رہے۔ آپ فاضل کبیر اللہ کثیر الدرس الافادہ اور بڑے عبادت گزار اور متانت و سنجیدگی کے پیکر تھے۔ ان کے مسترشدین میں سید محمد امروہی و شیخ عبدالقادر بدایونی اور شیخ ابوالفتح خیر آبادی و شیخ عثمان بنگالی کے سوا بے شمار علما اور بھی تھے۔

سنبھل ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔ بدایونی (عبدالقادر) نے آپ کا مادہ تاریخ "محسن درویش دانشمند" سے مستخرج کیا۔ ایک اور موقعہ پر اسی کتاب میں بدایونی نے ان کا سن وفات ۹۶۸ھ درج کیا ہے اور وفات کی تاریخ "عند ملیك مقتدر" سے نکالی ہے۔

۱۴۳۔ الشیخ حاجی بن محمد دہلوی

م ۹۹۸ھ

"الشیخ الصالح" حاجی ابن محمد ابن الحسن ابن طاہر عباسی دہلوی۔ یکے از مشائخ کبار۔ شیخ

عبدالرزاق جھنجھانوی سے پڑھا۔ یہ صاحب ان کے والد محمد بن الحسن کے شاگرد تھے۔
(بحوالہ مہر جہاں تاب)

۱۴۴۔ الشیخ حافظ جون پوری

"الشیخ الصالح" حافظ بن الحافظ جونپوری المشہور بہ واسطۂ کار یکے از مشائخ عشقیہ شطاریہ مرید شیخ عبداللہ الشطار خراسانی۔ جن کی خدمت میں برسوں رہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ مشیخیت پر آپ پہنچے۔ شیخ نے انھیں اپنی خلافت تفویض فرماکر ارشاد و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ان سے شیخ بڈھن شطاری بدون پانی پت اور شیخ ولی شطاری م ۹۵۶ھ اور شیخ عبدالقدوس نظام آبادی نے استفادہ کیا۔

۱۴۵۔ شیخ حامد الحسینی مانک پوری

م۔ ۲۵ر شعبان ۹۰۱ھ۔

"الشیخ الکبیر" حامد ابن الحامد ابن عزیز الدین، ابن شہاب الدین بن حسام الدین بن شہاب الدین الحسینی الگردیزی المانک پوری۔ یکے از مشائخ کبار فرقہ چشتیہ۔ محمد ح شیخ حسام الدین ابن شہاب الدین گردیزی مانکپوری چشتیہ کبار سے تھے اور مرید تھے شیخ حسام الدین عمری مانکپوری کے۔

صاحب تذکرہ شیخ حامد نے برسوں ان کی خدمت میں گزارے۔ تب آکر منصب مشیخت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔

آپ ان پڑھ تھے، لکھنا پڑھنا مطلقاً نہیں جانتے تھے۔ با ایں ہمہ ان کے لئے کشف نظر و شہود کے دروازے کھلے رہتے۔ علما ان کی خدمت میں آکر نظری مسائل دریافت کرتے۔ اور ان کے جواب پر حیران رہ جاتے۔

ان کے مسترشدین میں یہ حضرات ہیں (۱) شیخ حسن بن طاہر عباسی دہلوی۔ (۲) شیخ عبداللہ ابن الہداد جون پوری کہ مشہور تصانیف کے مؤلف ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار علماء نے

ان سے استفادہ کیا۔ مانکپور میں رحلت فرمائی اور وصیت میں فرمایا کہ شہر سے باہر میری قبر بنائی جائے اور اس پہ کسی قسم کی عمارت تعمیر نہ کی جائے۔ (بحوالہ گنج ارشدی)

۱۴۶۔ شیخ حامد بن عبد الرزاق اُچیؒ

م ۲۰ ذیقعدہ ۹۹۸ھ

"الشیخ الکبیر" حامد ابن عبد الرزاق بن عبد القادر ابن محمد الشریف الحسنی الاچی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی نسل سے تھے مولد و منشا شہر اُچ ہے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد مسند مشیخیت مزین فرمائی۔ تو لوگ اُمنڈ کر آ گئے۔ ارشاد و تلقین کی روش میں ان کے معاصرین میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ ہو سکا۔ شیخ داؤد بن فتح اللہ کرمانی اور اکثر حضرات آپ سے بیعت ہوئے۔ ۱۹ ماہ ذیقعد ۹۹۸ھ کو وفات پائی (اخبار الاخیار)

۱۴۷۔ قاضی حبیب اللہ گھوسوی

"الشیخ العالم الفقیہہ" قاضی حبیب اللہ بن احمد بن ضیاؤ الدین بن یحییٰ بن شرف الدین بن نصیر الدین بن الجنتی حسین العثمانی الاصفہانی ثم گھوسوی الجونپوری۔ فقہ اصول ادب عربی میں ممتاز اور قریہ گھوسی کی مسندِ قضاء پر فائز ہوئے۔ جس پر مدتوں متمکن رہے۔ یہ موضع جونپور کے نواح میں ہے۔ آپ طریقت میں مرید تھے شیخ علی ابن القوام جونپوری کے (بروایت رسالہ عاشقیہ) نسب میں ابان ابن عثمان یا عمر بن عثمان سے وابستہ تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۴۸۔ مولانا حبیب اللہ گجراتی

"الفاضل العلامۃ" حبیب اللہ بن شمس الدین الکابلی الگجراتی۔ یکے از علمائے مشہورین در صوبہ گجرات۔ ان کا لقب منعف الملک ہے۔ جو گجرات ہی کے ایک سلطان کا دیا ہوا تھا۔ آپ زمانہ محمود شاہ صغیر گجرات میں سفارت پر مامور تھے۔ اور ان کے عم بزرگوار شیخ سراج الدین عمر بن کمال الدین نہروالی آصف خاں کے وکیل تھے۔ ایدر کی فتح تک زندہ تھے۔ سلطان محمود کو اس

فتح کی خبر انہوں نے لکھی۔ آپ سفارت کے ساتھ معرکوں کی تیاری میں لشکریوں کے صلاح کار بھی تھے۔ جیسا کہ آصفی نے اپنی تاریخ ظفر والہ میں ذکر کیا ہے۔

۱۴۹۔ شیخ حسام الدین ملتانی

م ۹۶۰ھ

"الشیخ العالم الصالح" حسام الدین متقی ملتانی۔ یکے از علمائے اتقیا۔ ان کے نام خراجی اراضی کا پٹہ تھا۔ جسے خود کاشت کرتے اور اس کا خراج ادا فرما دیتے۔ یعنی اپنے ہیں ناخن کی کمائی پر بسر کرتے۔ اور جب فتنۂ ملتان کے دوران میں ان کی اس اراضی میں دوسرے کسان دخیل ہو گئے تو فاقوں سے بسر کرنے لگے۔

آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مقبرے کے سائے میں نہ بیٹھتے۔ فرماتے کہ یہ عمارت بیت المال کی رقم سے تعمیر ہوئی ہے کہ مسلمانوں کا مال اس طرح ضائع کیا گیا ہے۔

آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی رعایت نہ کرتے۔ مشتبہات سے اس قدر بچتے کہ اس سے زیادہ گریز ممکن نہ تھا اگر مشتبہ لقمہ کھا لیتے۔ تو طبیعت میں گرانی آجاتی اور طبیعت خطرے میں پڑ جاتی۔ شاہ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک روز کھانا کھا کر گھر سے نکلے۔ تو طبیعت میں گرانی محسوس ہوئی۔ لوٹ کر گھر والوں سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ خادم پڑوس سے ذرا سی سوکھی ہوئی دوب لے آیا تھا۔ جس سے چولہے میں آگ مشتعل کی گئی۔ آپ اس ہمسائے کے پاس گئے۔ تو اُسے کچھ دے کر معافی طلب کی۔ جس سے قبض رفع ہو گئی۔

ایک مرتبہ کوئی شخص ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ تو لوٹتا ہوا بے خبری میں ان کا پاپوش پہن گیا۔ اپنے گھر جا کر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور اُلٹے پاؤں واپس آکر طلب معافی کے بعد پاپوش رکھ دیا۔ مگر شیخ نے لینے سے انکار فرمایا۔ تو اُس کی قیمت ادا کر کے قبول کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں اپنی ہر شے کو وقف کے طور پر استعمال کرتا ہوں تاکہ یہ شے اس شخص کے لئے حرام نہ ہو جائے۔ جو میرے اذن کے بغیر اس کا استعمال کرے ۹۶۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۱۵۰۔ الشیخ حسن بن احمد گجراتی

از ۹۲۳ھ تا ۹۸۳ھ

"الشیخ الفاضل الکبیر" حسن بن احمد بن نصیر الدین العمری ابو صالح حسن محمد گجراتی۔ از اولاد شیخ کمال الدین دہلوی۔ مولد و منشا احمد آباد۔ مقامی اساتذہ سے درسیات پڑھیں۔ طریقت میں اپنے والد اور عم شیخ جمال الدین اور دوسرے شیوخ چشتیہ سے مستفیض ہوئے۔ ازاں جملہ شیخ حسن ابن طاہر عباسی جونپوری ہیں اور دوسرے شیخ محمد غیاث ہیں۔ جو شیخ علی اور یہ شیخ محمد سے اور یہ شیخ اسحاق ختلانی سے اور یہ شیخ علی ابن شیخ ہمدانی سے تا بہ ابوالنجیب سہروردی۔

اور طریقہ مداریہ اپنے بھائی شیخ فرید الدین از شیخ تاج الدین از شیخ صادق از شیخ سدھن از شیخ جمن از شیخ بدیع الدین مدار مکنوی (بروایت مجمع الابرار)

شیخ حسن صاحب اعلے پایہ کے عالم تھے فقہ و اصول عربی و تصوف و تفسیر میں باکمال تھے۔ ۳۱ سال مسندِ مشیخت پر فائز رہے۔ اور سی کتابیں تصنیف کیں۔ ازاں جملہ تفسیر القرآن ہے۔ جس میں ربط آیات کا التزام ہے۔ (۲) اور تفسیر بیضاوی پر حواشی (۳) نزہتہ الارواح کا حاشیہ ہے۔ ۶۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (انوار العارفین)

۱۵۱۔ شیخ حسن بن حسام الدین النارنولی

م ۹۹۸ھ

"الشیخ العالم الفقیہہ" حسن بن حسام الدین چشتی نارنولی۔ از اولاد قاضی تاج الدین ہروی۔ مولد و منشاء نارنول۔ درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ اور طریقت شیخ شمس الدین نارنولی اور شیخ نظام الدین سے حاصل کی۔ طویل مدت آخر الذکر کی خدمت میں گزاری۔

لاہور تشریف لائے تو یہاں چالیس سال تک مسندِ تدریس مزین رکھی۔ (اخبار الاصفیاء)

۱۵۲۔ شیخ حسن بن داؤد بنارسی

"الشیخ العالم الصالح" حسن ابن داؤد بنارسی۔ یکے مشائخ کبار فرقہ چشتیہ۔ درسیات اپنے عم بزرگوار فرید بن قطب بنارسی سے پڑھ کر مدتوں مسندِ تدریس آراستہ فرمائی۔ طریقۂ چشتیہ میں بھی ممدوح ہی مستفیض ہوئے۔ جس سے اپنے نفس کی حفاظت خود پر لازم فرمالی۔ ریاضت میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ افطار کرتے وہ بھی جَو کی روٹی سے۔ اور کبھی بیس[1] مثقال سے زیادہ تناول فرماتے۔

تصنیف (۱) مرغوب الطالبین درعلم صرف۔ سفر حجاز میں بحری ڈاکوؤں نے آپ کو شہید کر دیا۔ (گنج ارشدی)

۱۵۳۔ الشیخ حسن بن طاہر جون پوری

"الشیخ العالم الفقیہہ" حسن بن طاہر بن کمال عباسی جونپوری۔ لقب کمال الحق ہے ہندوستان کے مشہور شیوخ طریقت سے تھے۔ مولد بہار اور منشا جون پور ہے، اصلاً ملتان وطن تھا۔ جہاں سے ان کے والد ترک اقامت فرماکر جون پور آگئے۔ اور مدت تک قیام کے بعد بہار آپہنچے۔ یہاں مدرسہ شیخ محمد ابن طیب میں قیام فرمایا۔ یہیں نکاح کیا۔ اور اولاد کے رزق سے متمتع ہوئے۔

شیخ حسن کی پیشانی پر اوائل ہی سے علامات رشد ہویدا تھیں۔ بچپن ہی میں تحصیل علم شروع کر دی۔ اور اپنے والد کے ہمراہ جون پور آکر قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تلامذہ کے سلسے زانوئے ادب تہ کیا۔ اور شیخ محمد بن عیسےٰ جونپوری کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔

طریقت میں شیخ حامد بن ابو حامد چشتی مانکپوری سے مستفیض ہوئے۔ تو آپ نے انہیں کمال الحق کے لقب سے ملقب فرمایا۔ ان کے نزدیک حسن حجۃ واضح تھے قیامت کے روز۔

---

[1] ایک مثقال ساڑھے ایک تولہ کے ہوتا ہے

شیخ حسن بڑے عالم، عارف، صاحب مقامات علیہ اور کرامات عجیبہ و ذوق صحیحہ و وجد صادقہ سے بہرہ مند تھے۔ جونپور سے ترک اقامت کرکے عہد اسکندر لودھی میں آگرہ تشریف لائے مدتوں کے بعد یہاں سے دہلی چلے آئے اور بجے منڈل میں شاہی محل بدیع منزل میں آباد ہوئے۔ رحلت ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ میں ہوئی (بحوالہ اخبار الاخیار)

۱۵۴۔ الشیخ حسن بن عبداللہ کالپوی

"الشیخ العالم الصالح" حسن بن عبداللہ القرشی الکالپوی۔ اپنے دور کے مشہور الافاضل، مولد و منشا کالپی۔ اپنے عہد کے اساتذہ سے پڑھا۔ سند حدیث شیخ عبدالنبی محدث گنگوہی سے لی۔ طریقت میں شیخ برہان الدین انصاری سے مستفیض ہوئے۔ آپ صالح و عالم و شاعر اور متقی تھے اگر صوفیہ کی مجلس سماع میں شرکت فرماتے تو عقل و دین اور سکون و طمانیت قلب کے ساتھ توجہد بیان کرتے۔

تدریس و توجہ دونوں آپ کے معمولات سنہ تھے۔

وفات بقول تمیمی ۹۸۹ھ (اخبار الاصفیاء) اور بقول محمد بن الحسن مؤلف گلزار ابرار، ابوالفضین ناگوری نے آپ کا سال انتقال "فضائل پناہی" سے مستخرج کیا ہے۔
۹۸۹ھ

۱۵۵۔ شیخ حسن بن محمود شیرازی

"الشیخ الفاضل" ابن محمود انصاری شیرازی المشہور بہ خطاط۔ مولد و منشا شیراز اپنے شہر کے اساتذہ سے پڑھا۔ مگر جب سلطان طہماسپ صفوی نے سنی رعایا کو شیعیت کے لئے مجبور کیا۔ تو آپ گھر بار چھوڑ کر حرمین چلے آئے۔ اور حج و زیارت کے ساتھ تکمیل حدیث کے بعد ہندوستان آکر گجرات میں وارد ہوئے۔ یہ دور سلطان مظفر شاہ الحلیم گجراتی کا تھا۔ گجرات کے بعض علماء سے بھی پڑھا۔ بعدہٗ آگرہ آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شیخ زین الدین خوافی نے ان کی مدح میں کہا ہے

ہست شعر من ز عقل و نقل خواہم بشنود ٭ جامع المعقول والمنقول مولانا حسن

۱۴ رجب ۹۵۶ھ کے روز رحلت فرمائی۔ آگرہ ہی میں سپرد خاک ہوئے یہ ذکر مندوی نے اپنی کتاب گلزار ابرار میں کیا ہے۔

۱۵۶۔ حسن بن موسیٰ الگجراتی

م۔ یوم جمعہ ۱۴ ماہ صفر ۹۷۳ھ

"الشیخ الصالح" حسن ابن موسیٰ گجراتی یکے از عباد اللہ الصالحین۔ مولد و منشا گجرات (دکن) نحو و فقہ اور حدیث اساتذۂ عصر سے پڑھنے کے بعد شیخ جلال ابن احمد بن جعفر حسینی رفاعی سے طریقت حاصل کی۔

اور جب ہمایوں نے گجرات فتح کیا تو ممدوح ۹۴۱ھ میں مندو (مالوہ) میں تشریف لے آئے یہاں مناکحت فرمائی اور اپنے بعد بہت سے اخلاف چھوڑے۔ آپ نہایت صالح۔ دین دار اور سخی تھے جمعہ کے روز ماہِ صفر ۹۷۳ھ میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۱۵۷۔ الفقیہ الحسن العرب ڈابھیل

"الشیخ الفاضل العلامۃ" حسن ڈابھولی گجراتی المشہور بہ فقیہ العرب بستی سرکھیج در مضافات احمد آباد بہ عہد سلطان محمود شاہ الکبیر اور اس کے صاحبزادہ مظفر شاہ الحلیم گجراتی درس و افادہ میں معروف تھے ان کے تلامذہ میں شیخ عبد القادر الجیبی کے سوا بے شمار حضرات ہیں (در گلزار ابرار)

۱۵۸۔ شیخ حسین ابن اسد گلبرگوی

م ۹۷۹ھ

"الشیخ الصالح" حسین ابن اسد اللہ بن صفر اللہ بن عسکر اللہ بن صفر اللہ بن الحسین ابن محمد بن یوسف الحسینی الگلبرگوی یکے از مشائخ وقت۔ مولد و منشا شہر گلبرگہ ۹۵۸ھ میں گولکنڈہ تشریف لے آئے یہیں سکونت فرما ہوگئے۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ نے آپ کو اور ان کے صاحبزادہ کو جاگیر عطا فرمائی۔ جس سے آپ غنی ہوگئے۔ اور ان کے تعمیر کردہ آثار میں حسین ساگر کے نام سے حیدرآباد

میں ایک بہت بڑا تالاب ہے جس پر دو لاکھ روپے خرچ کئے، یہ تالاب ۹۷۵ھ میں مکمل ہو

۱۶ جمادی الاخری ۹۷۹ھ میں رحلت فرمائی (مہر جہاں تاب)

۱۵۹۔ شیخ حسین بن خالد ناگوری

م ۹۰۱ھ

"الشیخ الکبیر المعمر" ابن خالد بن نظام الدین ناگوری المعروف بہ شیخ کمال الدین، شیخ حمید الدین سعیدی سوالی کی اولاد سے تھے۔ اساتذہ میں شیخ کبیر الدین چشتی ناگوری ہیں۔ جن کی خدمت میں طویل مدت تک رہے۔ بعد ازاں اجمیر تشریف لائے۔ اور حضرت معین الدین سنجری کی تربت پر مدت تک چلہ کھینچا۔ آپ پہلے فرد ہیں جنہوں نے حضرت اجمیری کے مزار پر سر بفلک عمارت تعمیر کرائی۔

تصانیف (۱) نور النبی (بقدر القرآن تیس جلد دں میں) مشتمل بر تفسیر القرآن۔ جو مندرجہ ذیل دو مضامین کی حامل ہے (۱) حل ترکیب (۲) توضیح المعانی۔

(۱) مفتاح العلوم سکاکی کی قسم ثالث کی مبسوط شرح۔

(۲) اصول الانوار فی ذکر الابرار (یہ کتاب مشائخ چشتیہ کے حالات میں ہے)

(۳) چند دوسرے رسائل۔

(اخبار الاصفیاء)

۱۶۰۔ مرزا شاہ حسن سندھی

م ۲۹ ربیع الاول ۹۶۲ھ

"الملک المؤید" سلطان مظفر حسین بن شاہی بیگ بن ذی النون الارغون قندھاری سندھی۔ الفاضل الکبیر سال ولادت ۸۹۶ھ اپنے والد کی رحلت کے بعد ۹۲۸ھ میں عنان سلطنت ہاتھ میں لی اور ۳۴ سال تک داد حکومت دی۔

یہ بادشاہ علمائے کبار سے تھا۔ اساتذہ میں شیخ مصلح الدین لاری و شیخ یونس سمرقندی وغیرہما ہیں۔ جن کی خدمت میں برسوں مقیم رہے اور بحث و تنقیح میں ملکہ کے بعد "متبحر فی العلوم" کے درجہ پر فائز

ہوئے۔

تدریس کے دوران میں اپنی تقریر فارسی میں لکھتے جاتے۔ سید معصوم ابن صبغائی حسینی ترمذی نے اپنی کتاب تاریخ سندانی میں لکھا ہے کہ میں جس زمانے میں قاضی سیوستان کے درس میں شریک تھا۔ مرزا ممدوح کے ان مسودات کے دس اجزا میں نے بھی دیکھے۔

یہ سلطان عادل، سخی، محبّ العلما و اشراف تھے۔ جنہیں اپنے گرد و پیش جمع کر کے شاہانہ عطایا سے مالا مال کر دیا۔ وہ پیش آمدہ مقدمات کو شریعت مطہرہ کے مطابق طے کرتا۔

وفات ۱۱ ربیع الاول ۹۶۲ھ کو ہوئی۔ اور آپ کا جسد مکہ معظمہ لے جا کر قبرستان معلّٰی میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے والد پہلے سے محو استراحت ابدی تھے (نہاوندی در مآثر)

۱۶۱۔ سلطان حسین شاہ لنگاہ ملتانی

م ۲۶ صفر ۹۰۸ھ

"الملک المؤید" حسین بن قطب الدین ملتانی سلطان فاضل۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ۸۷۴ھ میں زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ اور عدل و عطایا کے ساتھ حکومت کا آغاز کیا۔ قلعہ شاہ کوٹ فتح کرنے کے بعد چنیوٹ کا رخ کیا۔ اور اس پہ علم حکومت لہرانے کے بعد ملتان پہنچا۔ کچھ عرصہ کے بعد کوٹکر کا رخ کیا۔ اور اس کے گرد و نواح کے ساتھ کوٹکر بھی اپنے محروسات میں شامل کر لیا۔

یہ بادشاہ عدل گستر، سخی، اہل علم کا محبّ اور ان کے لئے محسن تھا۔ بے شمار علما اپنے ہاں جمع کر لئے۔ جنہیں خورد و نوش سے بے فکر کر دیا۔

آخر عمر میں لوگوں سے کنارہ کر کے ایک طرف ہو گیا۔ اور سلطنت اپنے بیٹے فیروز کو سونپ دی۔ مگر جب وہ حکومت نہ سنبھال سکا۔ تو سلطان اپنے بیٹے فیروز کو سونپ دی۔ مگر جب وہ حکومت نہ سنبھال سکا۔ تو سلطان (حسین) نے اس کے ہاتھ سے زمام حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے لی۔

۲۶ صفر ۹۰۴ھ اور ایک قول کے مطابق ۹۰۸ھ میں تیس یا چونتیس سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

۱۶۲۔ شیخ حسین بن محمد گوالیری

م ۹۵۲ھ

"الشیخ الصالح" حسین بن محمد بن جلال بن زاہد الحسینی الترمذی السارنی ثم گوالیری۔ یکے از مشائخ عشقیہ شطاریہ۔ مولد شہر گوالیار۔ شیخ محمد غوث گوالیری سے طریقت حاصل کی۔ نہایت مغلوب الحال تھے۔ ایک گروہ نے آپ کو محمود آباد گجرات میں فریب سے شہید کر دیا۔ (گلزار ابرار)

۱۶۳۔ شیخ حسین بن محمد سکندری

م ۹۸۶ھ

"الشیخ الصالح" حسین بن محمد چشتی سکندری۔ یکے از مشائخ مشہورین، اپنے دور کے شیوخ سے فیضان حاصل کیا۔ حجاز تشریف لے گئے۔ اور حج و زیارت کے بعد ہندوستان لوٹے۔ شیخ صفی الدین عبد الصمد سائیں پور کی خدمت میں برسوں مقیم رہ کر مستفیض طریقت ہوئے۔ اور آپ سے شیخ عبد الواحد حسینی بلگرامی کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد نے استفادہ کیا۔ (گلزار ابرار)

۱۶۴۔ مولانا حسین تبریزی

"الامیر الفاضل" حسین بن نوری الجراح تبریزی نواب خان خاناں، نظم ریاست و فہم سیاست میں مشہور الافاضل تھے۔ سلطان مرتضیٰ نظام نے انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔ بعدہٗ ۹۷۷ھ میں وکیل مملکت مقرر کر کے خطاب خان خاناں سے سرفراز فرمایا۔ وہ ریاست کے جملہ امور میں مرجع و مقصد تھا۔ اس نے مولانا عنایت اللہ قاضی کو اس لئے قلعہ جوند میں قتل کرا دیا۔ کہ مبادا سلطان اُسے میرا منصب تفویض کر دے۔ جس پر سلطان نے اس سے ناراض ہو کر اس عہدہ سے معزول کر دیا۔

(تاریخ فرشتہ)

۱۶۵۔ کمال الدین حسین اردستانی

م ۹۸۸ھ

"الامیر الفاضل" کمال الدین حسین ارستانی نواب مصطفٰے خاں ۔ فہم و فراست میں معروف تھے۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ کے دور میں گولکنڈہ آئے۔ تو عہدۂ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ انہوں نے سلطنت کی بنیاد تدبیر رعیت کے ساتھ حسن سلوک، نئے شہروں کی تعمیر اور عوام کی بھلائی حاصل کر کے خود کو سلطنت میں مرجع و مقصد بنا لیا۔ جس پر اُمرا حسد پر تل آئے، سلطان ابراہیم بھی ان سے کبیدہ خاطر رہنے لگا۔ حتیٰ کہ موقع کی تاک میں لگ گیا۔ صاحب ترجمہ نے جب یہ محسوس کیا تو آپ گولکنڈہ سے بیجاپور چلے آئے۔ جہاں کے بادشاہ علی عادل شاہ نے ان کا آنا غنیمت سمجھ کر بہت عزت کی۔ انہیں وزارت تفویض فرمائی اور وکیل ریاست مقرر کر کے جاگیر بخشی۔ مگر آپ کشور خان کے حکم سے قلعہ بنکاپور میں ۹۸۸ھ میں شہید کر دئے گئے۔ (بساتین السلاطین)

۱۶۶۔ شیخ حسین بغدادی

م ۹۷۷ھ بعمر ۷۷ سال

"الشیخ الفاضل العلامۃ" حسین بغدادی یکے از علمائے کبار۔ امام ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے مولد و منشا بغداد ہے۔ زورا کے اساتذہ سے پڑھ کر شیراز آئے تاکہ امیر غیاث الدین بن منصور شیرازی سے پڑھیں۔ جب شیراز داخل ہوئے تو شہر کے امیر ابراہیم خان نے ایک مجلس منعقد کی جس میں ممدوح کو طلب کیا۔ اور حضار مجلس کے سامنے وہ اعتراض پیش کئے جو غیاث الدین بن منصور نے شرح تجرید کی بحث علت و معلول پر کئے ہیں۔ لیکن علامہ بغدادی کے سوا کسی عالم کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلا۔ علامہ ممدوح نے بھی کہا تو یہ کہا کہ

> اگر کتاب شرح تجرید مجھے دو روز کے لئے عنایت کر دی جائے تو میں امر متنازعہ فیہ کا مطالعہ کر کے دیکھوں۔

اس پر امیر نے کتاب علامہ صاحب کے حوالے کر دی۔ علامہ صاحب نے دوسری

مجلس میں وہ تمام اشکال اس خوبصورتی سے حل کر دیئے۔ کہ علمائے اسلام نے کھل کر تحسین کی۔ مگر مولانا غیاث الدین نے شرمندہ ہوکر آپ کو ناصبی و خارجی وغیرہ کے الزامات سے ملوث کیا۔ اور امیر بلدیہ سے کہا۔ کہ علامہ صاحب کو خارج البلد کر دیا جائے۔ مگر امیر شہر نے انکار کرتے ہوئے علامہ حسین صاحب کی سفارش کی۔ اور فرمایا کہ لوگ تو مولانا حسین سے استفادہ کے لئے آئیں۔ اور میں انہیں خارج البلد کر دوں؟ ـــــ آخر مولانا غیاث الدین بھی علامہ حسین سے خوش ہو گئے۔ اس کے بعد مولانا کچھ مدت تک شیراز میں مقیم رہنے کے بعد حرمین گئے اور حج و زیارت سے مستفیض ہوکر ہندوستان وارد ہوئے۔ کئی بڑے شہروں کی سیاحت کے بعد آخر احمد آباد گجرات میں طرح اقامت ڈال کر مسندِ تدریس آراستہ فرمادی۔ آپ سے مولانا عبدالقادر بغدادی اور حکیم عثمان بوبکائی کے سوا بے شمار افراد نے پڑھا۔

۹۷۰ھ میں چھہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور رسول آباد میں دفن ہوئے۔

(از گلزار ابرار)

۱۶۷۔ شیخ حسین بزہری

"الشیخ العالم الکبیر" حسین البزہری۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ سے شہر دہلی میں پڑھا۔ اور آپ سے بھی بے شمار افراد نے اکتساب فرمایا۔ عبدالقادر بدایونی نے المنتخب میں ممدوح کے علم و تبحر کی تعریف کی ہے۔

۱۶۸۔ شیخ حسین ملتانی

م ۹۴۵ھ

"الشیخ الصالح" حسین چشتی ملتانی یکے از علمائے شریعت و طریقت۔ اجمیر تشریف لے گئے۔ اور حضرت معین الدین کی قبر پر معتکف ہوئے پھر سلطان محمود شاہ نے آپ کو سفارت کے لئے مندو (مالوہ) میں بھجوایا۔ یہاں سکونت فرما ہو گئے۔ آپ بڑے زاہد و دین دار اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ قریہ قراربیہ نواح مندو میں رحلت فرمائی۔ اس وقت سن شریف ۱۱۹ سال کا تھا۔

اور سن وفات ۹۲۵ھ (گلزار ابرار)

۱۶۹۔ شیخ حمّاد ردولوی

"الشیخ العالم الفقیہہ" قاضی حماد حنفی ردولوی۔ اپنے دور کے مشہور علما سے ہیں۔ اور تدریس و افادہ پر عمل پیرا (از لطائف قدسیہ)

۱۷۰۔ شیخ حمید الدین گوالیری

م ۲۲ ذالحجہ ۹۳۰ھ

"الشیخ العارف" حمید الدین ابن ظہیر الدین غزنوی گوالیری۔ یکے از علمائے مشہورین ملقب بہ الحاج الظہور الحمید المحصور سال ولادت ۸۳۵ھ ہے۔ اپنے باپ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور گوالیار میں طرح اقامت ڈال دی۔ کچھ عرصہ بعد منیر بہار چلے گئے اور شیخ محمد بن عُلا شطاری منیری کی خدمت و صحبت میں رہنے لگے۔ پھر ان کے فرزند شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے طویل عرصہ تک استفادہ کیا۔ پھر حرمین تشریف لے گئے۔ اور حج و زیارت سے مستفیض ہوئے۔ شیخ علی شیرازی سے بہ سند عزیز اللہ بن ہبۃ اللہ المصری طریقہ اُویسیہ میں استفادہ کیا۔ اور طریقہ چشتیہ میں شیخ محمد غیاث بن شیخ معین الاسلام بسند شیخ حسام الدین چشتی مانک پوری سے بیعت ہوئی۔ مدینہ منورہ میں چالیس سال اقامت کے بعد ہندوستان لوٹے اور گوالیار ہی میں قیام فرمایا۔ جہاں شیخ فرید الدین گوالیری اور ان کے بھائی شیخ محمد غوث مصنف الجواہر الخمسہ سے استفاضہ کیا۔

وفات | ماہ ذو الحجہ ۲۲ در ۹۳۰ھ رحلت فرمائی (در گلزار ابرار)

۱۷۱۔ مولانا حمید الدین گجراتی

"الشیخ الفاضل" حمید الدین ابن لاد گجراتی یکے از علمائے کبار مولد و منشا گجرات۔ پڑھنا شروع کیا، اور اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کی حتیٰ کہ درس و تدریس کی مسند

آراستہ کی ـــــ جس زمانے میں شیخ محمد غوث گوالیری گجرات وارد ہوئے۔ تو یہاں کے علماء نے ان کی کتاب الجواہر الخمسہ کی بنا پر شیخ ممدوح کو ہدفِ اعتراضات بنایا۔ اس پر مولانا حمید الدین نے ان معترضین کا رد منقول و معقول سے کیا۔ اور شیخ گوالیری کی خدمت میں مدت تک رہے۔ آپ سے فرقہ عشقیہ شطاریہ میں استفادہ کیا ـــــ آخر عمر میں برہان پور منتقل ہو گئے۔ اسّی برس کی عمر پائی اور برہان پور ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۱۷۲۔ مولانا حمید الدین سنبھلی

م ۷ محرم ۹۸۳ھ

"الشیخ العالم الفقیہہ" حمید الدین سنبھلی مفسر و واعظ۔ تفسیر قرآن میں "ید طولیٰ" اور اس کے درس میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ (بروایت بدایونی)

"دین پر عمل میں خود بھی اور دوسروں سے بھی پابندی کراتے۔ سلطان ہمایوں مولانا کا بہت معتقد تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے۔ جب سلطان ممدوح ایران سے واپس تشریف لائے۔ تو مولانا ان کی ملاقات کے لیے کابل پہنچے۔ مولانا کا خیال تھا کہ ہمایوں ایران جا کر شیعہ ہو گیا ہے۔ وہ سلطان پر بہت خفا ہوئے۔ سلطان نے فرمایا کہ مولانا آپ نے میرا شیعہ ہونا کیسے آزمایا۔ فرمایا تمہارے لشکریوں کے انفس سے۔ کسی کا نام یار علی ہے۔ کسی کا کفش علی۔ اور کوئی حیدر علی کے نام سے موسوم ہے۔ مگر دوسرے صحابہ کا ہم نام ایک سپاہی نہیں! ہمایوں پر یہ بات بہت گراں گزری۔ قلم ہاتھ سے رکھ کر فرمایا۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ میرے جد کا نام عمر شیخ مرزا تھا۔ یہ کہہ کر ہمایوں باہر نکل آیا۔ پھر دفتر میں گیا۔ اور ذرا دیر بعد باہر نکل کر مولانا صاحب سے ملاطفت کر کے اپنا عقیدہ بتایا۔ مولانا کی رحلت ۷ محرم ۹۸۳ھ شہر "سنبھل" میں ہوئی (الاسراریہ)

۱۷۳۔ شیخ حنیف حسینیؒ

م ۹۰۱ھ

"الشیخ الصالح" حنیف بن ابو حنیف حسینی محمد آبادی بیدری یکے از مشائخ مشہورین عصر شاگرد شیخ مسعود بک۔ دکن کی طرف گئے۔ اور سلطان احمد شاہ بہمن نے آپ کی تعظیم میں سبقت کی۔ آپ نے بیدر ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ اور ۹۰۱ھ میں وہیں اسّی سال کی عمر میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (مہر جہاں تاب)

۱۷۴۔ مرزا حیدر گورگانی

از ۹۰۵ھ تا ۹۵۸۔۵۷ھ

"الامیر الفاضل" حیدر ابن حسن چغتائی گورگانی از نسل چنگیز خاں ماوراء النہر کے شہر اورا تپہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے شہر کے علما میں صاحبِ فضیلت ہوئے۔ بعدہٗ مرزا ابو سعید کاشغری سلطان یارقند کے تقرب سے بہرہ مند ہوئے۔ سلطان نے آپ کو ۹۳۵ھ میں چار ہزار لشکر یوں کا سپہ سالار مقرر کر کے تبت بھجوایا۔ اور بعدہٗ کشمیر۔ یہ دونوں علاقے آپ نے فتح کر لئے۔ تو سلطان ممدوح نے آپ کو تبت کا سربراہ مقرر کر دیا۔ اس منصب پر آپ مدت تک فائز رہے، مگر ابو سعید کی رحلت کے بعد بدخشاں آ گئے اور وہاں سے ہندوستان۔ یہ دور سلطان کامران پسر بابر شاہ تیموری کا تھا۔ جس نے مولانا حیدر کو لاہور اور اس کے گرد و نواح کا سربراہ مقرر کر دیا۔

اور جب شیر شاہ سوری ہمایوں پر غالب آ گیا اور اُسے ایران چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ تب مرزا حیدر اپنے ہمراہ ڈیڑھ سو لشکری لے کر کشمیر چلے گئے۔ جسے آپ نے عقل و تدبیر کے ساتھ زیر نگیں کر لیا۔ اور خطبہ و سکہ نازک شاہ کے نام سے جاری کر دیا۔ جو وزراء تک ان کی رسائی کا باعث بنے تھے، انہوں نے مستقل طور پر حکومت سنبھال کر شہروں کی تعمیر، زراعت کی ترقی اور علوم و فنون کی اشاعت میں بیش از بیش حصّہ لیا۔ ۱۲ سال اسی طرح گزارے۔ پھر

شیعہ افراد نے انہیں دھوکے سے قتل کر دیا۔

تصنیف تاریخ رشیدی (فارسی) (تاریخ کی ضخیم کتاب جو عبدالرشید بن ابوسعید کاشغری کے لئے لکھی) نمونہ اشعار ؎

عاشق شدہ را اسیر غم باید بود — محنت کش درد را ستم باید بود
یا از سر کوئے یار باید برخاست — یا از سگ کوئے یار کم باید بود

وفات ۸ ذیقعدہ ۹۵۸ھ ہے اور مدفن شہر سری نگر مقبرۂ ملوک میں دفن ہوئے۔

۱۷۵۔ الشیخ خاصہ بن خضر امیٹھوی

م ۲۷ ذالحجہ ۹۲۲ھ

"الشیخ العالم الصالح" خاصہ بن خضر ابن گدن بن خیر الدین الصالحی المکی بہاؤ الحق خاصہ خدا حنفی امیٹھوی۔ علوم ظاہر اور باطن ہر دو سے آگاہ۔ ان کا نسب نامہ عبداللہ علمبردار صالحی مکی تک پہنچتا ہے۔ ان کا تذکرہ ان کے پوتے شیخ احمد بن ابوسعید امیٹھوی نے اپنی کتاب مناقب الاولیاء میں کیا ہے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ہمارے دادا حضرت خاصہ نے جون پور کا سفر فرمایا اور وہاں شیخ محمد ابن عبدالعزیز جون پوری کی صحبت میں ان کے علوم حاصل کئے۔ بعدہٗ اپنی بستی میں لوٹ آئے۔ جہاں کچھ مدت قیام کے بعد قصبۂ سدھور میں داخل ہوئے۔ اور وہاں شیخ خواجگی ابن علی الانصاری کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے استفادہ اور آپ کی دو دختر سے یکے بعد دیگر نکاح فرمایا۔ پھر امیٹھی آکر اقامت فرما ہوئے اور مسند تدریس کو زینت بخشی۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۱۷۶۔ خان جیو بن داؤد الصدیقی گجراتی

م ۹۴۴ھ

"الوزیر الکبیر" خان جیو بن داؤد صدیقی گجراتی ایک وزرائے صوبۂ گجرات جن کا دوسرا نام افتخار خان اور اپنے شہر نڑیاد خانوادۂ قضاۃ میں سے تھے۔ جو ان کا مولد و منشا تھا تکمیل

علوم کے بعد والی وقت کی خدمت پر متعین ہو گئے۔ حتی کہ اوج مرتبت پر فائز ہو گئے۔ آپ ذہن رسا و تدبیر اور فراست سے بہرہ مند تھے گویا کہ ایاس بن قرہ ثانی ہیں۔ رہے علوم فلسفہ، تو ان کے اندر بھی ان کا حریف نہ تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے آپ دین و دنیا دونوں کی ریاست و سیادت کا مجموعہ تھے۔ ان کی انہی خوبیوں کی وجہ سے سلطان مظفر شاہ حلیم نے انہیں اپنا معتمد خاص مقرر کر کے شہر لاد پر متعین کر دیا۔ اور انہیں اپنی مجلس کا ایک رکن تجویز کر لیا۔ ان کے لطائف نہایت مرغوب ہوتے۔ سلطان اُن پر بے حد مہربان ہوا۔

آپ نے سلطان بہادر شاہ کی وزارت بھی ۱۳ سال تک کی۔ اور جب بہادر شاہ شکست کھا کر ۹۴۲ھ میں شہر دیو کی طرف بھاگ گیا۔ اور اب ہمایوں گجرات پر قابض ہوا۔ تو خان جیو کو ہمایوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو سلطان نے اُسے اپنا مقرب مقرر کر لیا۔ دونوں میں علمی گفتگو رہتی، وہ آپ سے سلطنت کے اہم امور میں مشورہ طلب کرتا۔ اور فلسفہ و حکمت و ہیئت کے اہم ترین مسائل میں دونوں کے مکالمات ہوتے۔ تو ہمایوں نے ان علوم میں انہیں بحر نا پیدا کنار پایا۔ جس کی وجہ سے وہ سلطان کے دل میں گھر کر گئے۔ ہمایوں جب انہیں دیکھتا۔ ان کے لئے وہی لفظ دوہراتا۔ جو عضد الدولہ ابو الحسن محمد ابن عبد اللہ ابن المحز۔ وہی السلامی شاعر کے متعلق کہا کرتا تھا کہ جب میں سلامی کو اپنی مجلس میں دیکھتا ہوں تو ایسا گمان ہوتا ہے کہ گویا عطارد آسمان سے اتر کر میرے حضور میں کھڑا ہو گیا ہے۔

جب بہادر شاہ قتل ہو گیا اور اس کی جگہ محمود شاہ صغیر نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو آخر الذکر نے ماہ ربیع الاوّل ۹۴۴ھ میں انہیں اپنی پوری نیابت تفویض کر دی۔ اس وقت میں عماد الملک منصب امیر الامراء پر فائز تھا۔ جیسے ہی اختیارات تفویض تھے، افضل خان نے خان جیو کو مشورہ دیا کہ اس منصب کو ترک کر کے آپ اپنے گھر میں بیٹھے رہیں۔ کیونکہ عنقریب عماد الملک کو مزید اختیارات تفویض ہو جائیں گے اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کے اختیارات میں وزیروں میں سے کوئی اور شخص دخیل ہو۔ مگر اختیار خان یعنی خان جیو نے ان کی ایک نہ سنی۔ اتنے ہی افضل خان خود ہی معزول ہو کر ایک طرف ہو گیا۔ جس پر خان جیو کا وہی حشر ہوا۔ جو اس نے کہا تھا کہ عماد الملک نے انہیں قتل ہی کرا دیا۔

آصفی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب جلاد نے خان جیو کی گردن میں پھانسی کی رسی ڈالی۔ تو ان کی زبان سے صرف لاالٰہ الاا للہ ہی نکلا تھا کہ جلاد نے رسی کھینچی اور یہ زمین سے اوپر لٹکنے لگے جب تھوڑی دیر بعد جلاد نے انہیں مردہ سمجھ کر رسی کو ڈھیلا چھوڑا اور ان کی نعش زمین پر آئی تو آنکھیں پھر روشن ہوگئیں اور زبان سے محمد رسول اللہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

یہ واقعہ ۹۴۴ھ میں ہوا۔ اور اس پہ ایک صاحب نے مادۂ تاریخ "ناحق کشت محبوب" سے نکالا۔ (الآصفی)

۱۷۷۔ الشیخ خانون گوالیری

م ۲ر جمادی الاولیٰ ۹۴۰ھ

"الشیخ الکبیر" خانون ابن العلاء بن تاج چشتی گوالیری یکے از مشائخ مشہورین طریقت میں شیخ اسمٰعیل بن الحسن ابن سالار از والدش از جدش از اختیار الدین عمر ایرجی ــــــ اور ان کے سوا شیخ حسین ابن خالد ناگوری سے مستفیض۔

سال ولادت ۸۵۳ھ اور (۸۷) سال عمر پائی۔ زندگی کا ایک ایک سانس زہد و تقویٰ اور صبر و توکل و صبر قناعت میں گزارا۔ آپ سے نظام الدین نارنولی اور ان کے بھائی اسمٰعیل نے طریقت حاصل کی۔

بے حد تجسس کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا نام خان محمد تھا۔ وفات ۲ر جمادی الاولیٰ ۹۴۰ھ کو ہوئی۔ (گلزار ابرار)

۱۷۸۔ خواجہ عالم گجراتی

"الشیخ الصالح خواجہ عالم الحسینی الگجراتی یکے از مشائخ طریقۂ عشقیہ شطاریہ۔ والد کی طرف سے آپ کا نسب شیخ مودود چشتی اور والدہ کی جانب سے شیخ جلال الدین پانی پتی سے ملتا ہے مولد و منشا گجرات ہے۔ علوم متعارفہ پڑھنے کے بعد قدر اندازی میں یہاں تک ملکہ حاصل کیا کہ

اپنے معاصرین سے بازی لے گئے۔ طریقت میں فرقۂ عشقیہ شطاریہ کے شیخ محمد غوث گوالیری سے
برسوں ان کی خدمت میں باریاب رہ کر حاصل کی۔ مشاغل میں تدریس و افادہ تھا۔ اعمال گجرات
کے قریہ بیرپور میں رحلت فرمائی (محمد بن الحسن)

۱۷۹۔ شیخ خواجگی سدھوری

"الشیخ الصالح الفقیہ" خواجگی ابن علی ابن خیر الدین بن نظام الدین انصاری سدھوری
ان کے دادا نظام الدین ۸۴۰ھ میں اودھ کے مشہور قصبہ سدھور میں ہجرت کر کے آئے۔

حضرت خواجگی کبار مشائخ چشتیہ سے تھے، مولد و منشا ہی قصبہ سدھور ہے تحصیل علم
کے لئے جونپور گئے اور وہاں کے اساتذہ سے اکتساب کیا۔ طریقت میں شیخ تاج الدین جونپوری
سے مستفیض ہوئے جو شمس الدین اودھی از سید عبد الرزاق کچھوچھوی کے مرید تھے۔

حضرت عبد القدوس گنگوہی نے لکھا ہے کہ خواجگی نے حضرت محمد ابن عیسیٰ جونپوری
کے مرید علامہ بڈھن کا زمانہ پایا۔ حضرت گنگوہی نے جناب بڈھن کو شیخ الاسلام کے لقب سے
ملقب کیا ہے۔

شیخ خواجگی کے چار فرزند تھے۔

۱۔ شیخ المشائخ
۲۔ محمد
۳۔ محب اللہ
۴۔

} اور ہر چہار عالم دین تھے۔

آپ کا نسب شیخ عبد اللہ انصاری سے ملتا ہے۔ جن کے جد نظام الدین بن شیخ جمال الدین
ابن محمد ابن غیاث ابن معز بن حبیب ابن شمس بن جلال ابن ظہیر بن محمد ابن نظام بن شہاب
ابن محمود بن عوض بن ایوب بن جابر بن اسماعیل عبد اللہ ہروی ہیں۔

۱۹۰[1]۔ خسرو آقا لاری

م ۹۵۶ھ

"الامیر الفاضل" خسرو آقا لاری نواب اسد خاں بیجاپوری، دانش و فراست اور سیاست داری میں مشہور و معروف تھے۔ اسماعیل عادل شاہ نے انہیں اسد خاں کا خطاب دے کر بہت سی اراضی جاگیر میں بخش دی۔ اور اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ آپ نے بہت سے نئے علاقے اور قلعے فتح کئے۔ اسماعیل مذکور اور ان کے فرزند ابراہیم کی ۴۰ سال خدمت کی اور خود ایک سو برس تک دنیا کی بہار دیکھی۔

آپ مرد با حوصلہ، دلاور، فاضل، امین اور ناصح ہونے کے ساتھ اہل علم کے محبّ اور محسن تھے۔ سخاوت و کرم ان کا خاصہ تھا۔ خط بہت اچھا تھا۔ مطبخ کے لئے روزانہ ایک سو بکری اور دو سو مرغی ذبح ہوتے تھے۔ شہر بلگام میں ان کا سربلند قلعہ، اس قلعہ کی اندرونی مسجد حوض اور پانی کے تالاب اب تک ان کی یاد دلانے کے لئے موجود ہیں۔

میں نے ان کی مصنفہ کتاب الجامع پڑھی۔ جس پہ ان کا نام اسد خاں مرقوم تھا۔ مگر لوگوں کی زبانوں اور کتابوں میں ان کا نام اسد خان ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ بلگام میں رحلت فرمائی۔

۱۹۱۔ شیخ خضر بن رکن جون پوری

"الشیخ الفاضل" خضر بن رکن صدیقی جونپوری المعروف شیخ بڈھن میاں خاں ابن قوام الملک علوم ظاہری اور طریقت دونوں کے جامع۔ حرمین گئے۔ زیارت و حج سے فیض یاب ہوئے۔ وہاں سے قدس شریف آئے۔ طریقت کے لئے شیخ عبد القدوس ابن اسماعیل حنفی گنگوہی کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ تصانیف میں کئی رسائل ہیں جو ایک مجموعہ میں مدون کر دئے۔

---

[1] تذکروں کی ترتیب صحیح ہے صرف نمبر شمار غلط ہوگیا۔ یہ دراصل تذکرہ نمبر ۱۸۰ ہے قارئین نوٹ فرمائیں!

۱۹۲ - سیّد خوندمیر گجراتی

م ۹۳۰ھ

"السید الشریف" خوندمیر بن موسیٰ ابن بُھبُو بن سعید ابن یحییٰ الحسینی النہروالی الگجراتی یکے از مشاہیر وقت - مولد ومنشا نہروالہ - آپ نے سید محمد ابن یوسف جون پوری متمہدی کے نہروالہ میں ورود پر آپ کی بیعت کی - اور ان کے جملہ دعاوی کے مصدق ہو کر ان کے ہمراہ خراسان روانہ ہوئے - یہاں سے برسوں کے بعد جونپوری نے انہیں گجرات بھیجا - سید محمد مہدی جونپوری کے صاحبزادہ سید محمود نے ان کی معیت میں کئی سال خراسان کے اندر گزارے بعد ازاں محمود ممدوح بھی گجرات میں لوٹ آئے - سید خوندمیر نہروالہ سے ۸ میل کی مسافت پر قریہ کھانبیل میں اقامت گزین ہو گئے - اور یہاں رہ کر دعوت مہدویہ میں منہمک ہو گئے - جس سے بے شمار لوگ ان کے مذہب کی طرف آ گئے - اور ملک میں شورش برپا ہو گی - جس پر سلطان مظفر شاہ حلیم گجراتی نے اس فتنہ کو دبانے کے لئے عین الملک متعین نہروالہ کو ایک لشکر بے کراں دے کر بھجوایا اور گھمسان کا رن پڑا۔

خوندمیر کا لقب مہدویوں میں صدیق الولایۃ اور خلیفۂ ثانی تھا۔

تصانیف بحر الفوائد و ام العقائد دو کتابیں ہیں -

۱۴ ماہ شوال ۹۳۰ھ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو گئے - یہ ذکر گلاب بن عبداللہ پالن پوری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے -

۱۹۳ - شیخ دانیال بن حسن جون پوری

م ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء - ۲۰ ربیع الاوّل

"الشیخ الفاضل" دانیال بن الحسن ابن حسام الدین العمری البلخی ثم جونپوری - یکے از افاضل وقت - ہندوستان وارد ہوئے - اور مختلف بادشاہوں کے ندماء میں شریک رہے - آخر یہ دھندا چھوڑ کر شہر در شہر گشت فرماتے ہوئے شیخ حامد بن ابو الحامد مانکپوری سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی - جس کے بعد بنارس تشریف لائے - اور وہاں سے جون پور لوٹ کر طرح اقامت

ڈال دی۔ تدریس وافادہ مشغلہ تھا۔ آپ کے مسترشدین میں شیخ محمود بن یوسف چشتی جونپوری اوران کے بھائی احمد بن یوسف ہیں۔ احمد ممدوح نے کتاب مقالات خضرویہ لکھی جس میں اپنے مرشد کے اقوال جمع کر دئے۔ اوراس کے مقدمے میں لکھا۔ کہ چونکہ انہیں حضرت خضر کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا جن سے انہوں نے بہت کچھ استفادہ کیا۔ اس لئے لوگوں میں ان کا لقب ہی خضری پڑ گیا۔ وفات آپ کی ۸ ار ربیع الاوّل ۹۹۲ھ میں ہوئی (گنج ارشدی)

۱۹۴۔ الشیخ داؤد بن حسن کشمیری

م ۹۹۴ھ
۱۸۸۶ء

"الشیخ الفاضل" داؤد بن حسن الخاکی الکشمیری ‌ یکے از افراد علوم ظاہر و باطن مولد ومنشا کشمیر۔ درسیات کا کچھ حصہ شیخ نصیر الدین النصیر سے پڑھ کر اس بنا پر انہیں چھوڑ دیا کہ نصیر الدین شیعہ ہیں۔ اب شیخ رضی الدین کشمیری کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور آپ سے درسیات کی تکمیل کی۔ ان کے سوا مولانا افضل کشمیری سے بھی پڑھا۔

طریقت میں شیخ حمزہ سے مستفیض ہوئے۔ جن کی خدمت میں برسوں مقیم رہے۔ ان کے سوا شیخ احمد حسینی کرمانی واسماعیل الحسینی اور شیخ محمد قادری سے بھی فیوض وبرکات کا استفادہ کیا۔

کئی کتب کے مصنف ہیں، ازاں جملہ العقیدۃ الجلالیہ ورسالۃ وتعالیہ۔ وورد المریدین اوراس کی شرح دستور السالکین ہے۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ

اور ۹۹۴ھ میں وفات پائی (روضۃ الابرار)

۱۹۵۔ الشیخ داؤد بن عجب شاہ گجراتی

"الشیخ الفاضل" داؤد بن عجب شاہ الہندی الگجراتی یکے از داعیان اسماعیلیہ ہندوستان یہ تذکرہ سیف الدین عبد العلی گجراتی نے اپنی تالیف المجالس السلفیہ میں کیا ہے۔ بایں صورت کہ شیخ داؤد نے یمن کا سفر کیا۔ اور وہاں شیخ عماد الدین بن ادریس بن الحسن اسماعیلی الیمانی سے

علم تنزیل و تاویل پڑھ کر ہندوستان واپس آ گئے۔ اور جلال الدین ہندی نے اپنے بعد دعوت اسمٰعیلی کے لئے انہیں نامزد کیا۔ چنانچہ جلال الدین کی وفات کے بعد دعوت کی خدمت کو انہوں نے انجام دیا اور انہوں نے اپنے بعد دعوت کے لئے داؤد بن قطب شاہ گجراتی کو نامزد کیا۔

رحلت ان کی ۲۷ ربیع الثانی ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء کو ہوئی۔

۱۹۶۔ شیخ داؤد بن فتح اللہ کرمانی

م ۹۹۲ھ / ۱۵۸۳ء

"الشیخ الکبیر الزاہد" داؤد بن فتح اللہ الحسینی الکرمانی یکے از مشائخ قادریہ جیلیہ، ان کے والد ان کی ولادت سے پہلے وفات پا گئے اور والدہ ان کی صغرسنی میں۔ چنانچہ ان کی تربیت ان کے بھائی نے کی۔ آپ نے قرآن مجید پڑھا۔ اور برسوں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ بعض اساتذہ سے فقہ پڑھ کر لاہور آئے تو شیخ اسماعیل بن عبداللہ اچی کی خدمت میں باریابی حاصل کرلی۔ ذکاوت کا یہ حال تھا جو کتاب پڑھتے ذہن میں محفوظ ہو جاتی۔ ان کے استاد شیخ اسماعیل فرماتے۔ جس طرح ہمیں مولانا جامی رحمتہ اللہ کی ملاقات اور ان سے استفادہ پر فخر ہے۔ اسی طرح یہ طالب علم بھی ایک روز علم و فضل میں اس مرتبہ کو پہنچے گا کہ لوگ اس سے استفادہ پر فخر کریں گے چنانچہ آگے چل کر یہ پیشگوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

طریقت میں شیخ حامد بن عبدالرزاق اُچی سے مستفید ہوئے۔ آخر میں زہد و عبادت پر میلان ہو گیا اور پنجاب کی بستی شیر گڑھ کو اپنا مامن بنا لیا۔ لوگ ان پر ہجوم کر آتے اور ان کی ذات و کلمات سے برکت حاصل کرتے، آپ سال میں دو یا ایک مرتبہ گھر کا اثاثہ تک خیرات کر دیتے۔ اور کسی کے ہاں کبھی نہ جاتے، وفات ۹۹۲ھ / ۱۵۸۳ء میں ہوئی۔ (بدایونی)

۱۹۷۔ الشیخ داؤد بن قطب بنارسی

م ۲۶ ماہ شوال ۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء

"الشیخ الصالح" داؤد بن قطب بن خلیل عمری بنارسی یکے از اکابر علم و طریقت۔ مولد قریہ خانقاہ جہاں اپنے نانا کے ہاں متولد ہوئے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد تحصیل علم کے لئے اپنے بھائی فریدالدین کے ہمراہ بنارس آئے۔ شیخ مبارک بنارسی سے درسیات پڑھیں۔ اور یہیں سکونت پذیر ہوکر تدریس شروع کر دی —— آپ دریا گنگا میں غرق ہوکر راہی جنت ہوئے۔ جس کا قصہ ہم نے ان کے بھائی فریدالدین کے ترجمہ میں قلم بند کیا ہے۔ یہ واقعہ ۱۴ ماہِ شوال ۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء کے روز رونما ہوا۔

۱۹۸۔ شیخ العالم الفقیہ داؤد سندھی

م ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء

"العالم الفقیہ القاضی" داؤد سندھی یکے از قضاۃ عصر در شہر بھکر از صوبہ سندھ وطن مالوف علاقۂ سیوی کا قریہ فتح پور۔ جہاں سے محمود شاہ سندھی کے دور میں بھکر منتقل ہو گئے اور سلطان محمود نے آپ کو عہدۂ قضاۃ سپرد فرمادیا۔ جس پر مدتوں متمکن رہے۔ قضاۃ میں نہایت بلند تر اور اعلیٰ پایہ پر فائز تھے (نہاوندی) اور اس نے یہ بھی لکھا کہ آپ کو زہر پلا کر ختم کر دیا گیا۔ سن وفات ۹۸۱ھ ہے۔

۱۹۹۔ قاضی دتّہ سیوستانی

"الشیخ العالم الفقیہ" القاضی دتہ بن شرف الدین الحنفی سیوستانی یکے از علمائے صالحین۔ اپنے والد اور شیخ محمود و شیخ عبدالعزیز ہردی سے علوم کی تحصیل کی اور حدیث و تفسیر شیخ بلال تلہتی سے پڑھی۔ مشائخ کبار کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ یہاں تک کہ علم و معرفت دونوں میں مرتبہ کمال حاصل کر لیا۔ تفسیر و جفر اور دوسرے علوم میں بھی ملکہ تام رکھتے تھے۔

ان کے شاگردوں میں حسین بن شاہی بیگ قندھاری سلطان سندھ بھی ہیں۔ اور شیخ عثمان سندھی نے انہیں الاستاذ کے لقب سے ملقب کیا۔ قبر اُن کی قریہ باغبان میں ہے۔ جس کا تذکرہ معصوم ابن صفائی ترمذی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

۲۰۰۔ مولانا درویش محمد دہلوی

م ۹۹۷ھ
۱۵۸۹ء

"الشیخ العالم الفقیہ" درویش محمد الواعظ ماوراء النہری ثم الہندی الدہلوی یکے از علمائے مشہورین، حجاز میں صدق و ارادت کے ساتھ کئی سال قیام فرمایا۔ افاغنہ کے عہدِ حکومت ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور یہاں کے شیوخ سے استفادہ فرمایا۔ دہلی میں سکونت اختیار فرمائی۔

نہایت عبادت شعار اور کردار میں حسنِ اخلاق سے بہرہ مند تھے۔ ظاہر شرع پہ عمل تھا۔ ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء میں شیخ برہان الدین کی قبر کے پاس آسودۂ لحد ہوئے (اخبار الاخیار)

۲۰۱۔ شیخ دیتن جون پوری

م ۱۹ ربیع الثانی ۹۴۲ھ
۱۵۳۶ء

"الشیخ العالم الصالح" دیتن بن احمد الرضی الشریف جون پوری۔ یکے از مشائخ چشتیہ۔ نام اصلی ہداد ہے۔ طریقت میں شیخ نور ابن حامد مانکپوری سے مستفیض اور ان سے شیخ جلال الدین ابن صدر الدین اکبر آبادی اور دوسرے بے شمار افراد مستفید ہوئے۔ ۱۹ ربیع الثانی ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں وفات پائی۔ (اخبار الاخیار)

۲۰۲۔ الشیخ راجح بن داؤد گجراتی

م ۹۰۴ھ
۱۴۹۸ء

"الشیخ العالم المحدث" راجح بن داؤد ابن محمد بن ﷺ ابن احمد الحنفی الگجراتی۔ یکے از

علمائے باعمل سخاوی نے الضوء اللامع میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "آپ ماہ صفر ۸۷۱ھ/۱۴۶۶ء کو شہر احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے شہر ہی میں علی محمود ابن محمد المقری الحنفی سے نحو و صرف و منطق اور عروض وغیرہ پڑھ کر علی مخدوم ابن برہان الدین سے معانی و بیان و علی بن محمد تاج حنفی سے ہیئت و کلام پڑھ کر ان جملہ علوم و فنون میں ممتاز ہوئے۔ آپ نے اپنے ذہن کی رسائی سے شعر گوئی کے اندر بھی قدم رکھا۔ سخاوی لکھتے ہیں کہ مجھ سے ان کی ملاقات مکہ معظمہ میں ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء میں ہوئی۔ جب کہ وہ اپنے بھائی قاسم اور چچا کے ہمراہ حج کے لئے آئے تھے۔ حج کے بعد زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گئے۔ اور واپس آکر مجھ سے الفیہ در حدیث پڑھا۔ جس پر میں نے انہیں سند لکھ کر دی۔ جس سند کے اندر بدر دمامینی کا ترجمہ بھی تھا۔ جس کی انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کیونکہ دمامینی کا انتقال ہندوستان ہی ہی میں ہوا تھا۔

اس سند کے اندر میں نے علاء بخاری حنفی کا ترجمہ بھی لکھ دیا تھا۔ اور علاء نے ابن عربی اور ان کے معتقدین کی جو تکفیر کی ہے بلکہ ابن عربی کے مصنفات کے مطالعہ سے جو لوگوں کو منع کیا ہے۔ اس پر بھی میں نے اس سند پہ علاء سے انہیں بیدار کر دیا تھا۔ رحلت ۹۰۲ھ/۱۴۹۸ء میں ہوئی۔

(تذکرۃ العلماء)

۲۰۳۔ شیخ راجی محمد الاجینی

م ۹۸۲ھ ۲۷ رمضان

"الشیخ الصالح" راجی محمد ابن شیخ نعمان حنفی اجینی شیخ عین القضاۃ ہمدانی کی اولاد سے تھے کم سنی ہی میں تعلیم کی غرض سے برہان پور گئے اور دو سال تک وہیں قیام فرمایا۔ یہاں علوم کا ایک حصہ پڑھا اور پھر احمد آباد بید تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ محمد بن ابراہیم اسماعیلی ملتانی سے ۱۲ سال تک استفادہ کے بعد اجین لوٹ آئے اور پچاس سال تک مصروف تدریس رہے۔

(گلزار ابرار)

۲۰۴۔ شیخ رحمت اللہ سندھی

م ۹۹۴ھ ۲۲ محرم الحرام

"الشیخ العالم الکبیر المحدث" رحمت اللہ ابن عبداللہ بن ابراہیم العمری السندھی المہاجر المدنی۔ دربیلہ (سندھ) میں پیدا ہوئے اور نہایت خوشحالی میں پروان چڑھے۔ اپنے والد کے ہمراہ گجرات آئے۔ یہاں سے حرمین وارد ہوئے۔ جہاں علی بن محمد ابن عزلق صاحب تنزیہ الشریعہ اور دوسرے ائمہ حدیث سے علوم حدیث کی تحصیل کی۔ ہندوستان لوٹے تو شیخ عبداللہ بن سعد اللہ سندھی آپ کے ہم سفر تھے۔ ہندوستان پہنچ کر گجرات میں سکونت اختیار کی کیونکہ حرمین جانے سے قبل یہ اتنا طویل عرصہ گجرات میں مقیم رہے تھے کہ گویا یہی وطن ہو گیا تھا۔ گجرات میں سالہا سال تک تدریس فرمائی۔ آپ سے بے شمار افراد نے علوم کی تحصیل کی۔

آپ صاحب تقویٰ و عزیمت تھے۔ حجاز کے زمانہ قیام میں کسی کا ہدیہ شبہ کے خیال سے قبول نہ فرماتے۔ سلطان عثمان کچھ رقم شیخ علی متقی برہان پوری کے پاس بھجواتا تاکہ وہ اسے ارباب ضرورت اور علماء پر تقسیم کر دیں۔ مگر اس خیرات میں سے صاحب ترجمہ نے کبھی کچھ قبول کرنا گوارا نہ کیا۔ آپ آخر عمر میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔

تصانیف

کتاب المناسک:۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ الحمد للہ احمد الحمد علی ما هدانا الاسلام۔ اس کتاب کی شرح نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی ۱۰۱۴ھ نے کی۔ اور اس شرح کا نام المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط رکھا۔

(۲) منسک صغیر۔ اس کتاب کی شرح بھی نورالدین علی بن سلطان نے هدایۃ السالک فی نہایۃ المسالک کے نام سے لکھی ان باتوں کا تذکرہ چلپی نے کشف الظنون میں کیا ہے۔ شیخ علی بن محمد الخطیب کی مشہور کتاب تنزیہ الشریعہ عن الاحادیث الموضوعہ کی تلخیص بھی انہوں نے لکھی جو بہترین کتب میں شمار ہوتی ہے (ابجد العلوم)

حضرمی نے النور السافر میں ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ "علمائے عاملین اور عباد اللہ العالمین

تھے رحمہ اللہ"۔ــــــ اور بعض علما نے آپ کی تاریخ وفات حساب جمل کے مطابق " رحمۃ اللہ قدنال مرادہ" سے نکالی اور اس میں دو عدد بڑھا دئیے ہیں۔ اور اہل فن کے ہاں اس میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ بالخصوص جب کہ تاریخ مناسب حال بھی ہو۔ آگے چل کر حضرمی لکھتے ہیں کہ ہمارے محترم شیخ فاضل محمد بن عبد اللطیف جامی مکی المشہور بہ مخدوم زادہ نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کے مرثیہ میں کہا ہے۔

رحمۃ اللہ لاتفارق مثوی   رحمۃ اللہ بالحیا والغمام

قصہ مختصر یہ کہ ممدوح بقیۃ السلف الصالح تھے۔

ترجمہ شعر:۔ اللہ کی رحمت تیری قبر سے دور نہ ہو۔ اور یہ رحمت تجھ پہ ابر اور مینہ کا سایہ رکھے۔

۲۰۵۔ شیخ رحمت اللہ گجراتی

"الشیخ العالم المتوکل" رحمۃ اللہ بن عزیز اللہ العمری الگجراتی۔ یکے از علمائے عاملین و عباد اللہ الصالحین۔ مہد العلم و معرفۃ میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے۔ اپنے والد سے پڑھا اور آپ ہی سے علمی تربیت بھی حاصل کی۔ ان کے والد مشائخ کبار سے تھے۔ آپ بھی ان کے بعد مرتبہ شیخیت اور رتبۂ ظاہری پہ فائز رہے۔ صلاح و عفاف و توکل اور گوشہ نشینی میں ممتاز تھے۔ زہد و ورع و استقامت میں ان کا مقام بلند تھا۔ ان سے شیخ بہاؤ الدین کے سوا اور بہت سے حضرات نے استفادہ کیا (بحر ذخار)

۱۹ جمادی الاخری ۹۲۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۰۶۔ مولانا رزق اللہ دہلوی

م ۹۸۹ھ

"الشیخ الفاضل" رزق اللہ بن سعد اللہ بخاری دہلوی شعر، تاریخ، تصوف اور موسیقی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ سنسکرت میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ دہلی میں ۸۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔

اساتذہ شیخ محمد بن الحسن عباسی دہلوی سے اور شیخ محمد بن منکن بلادی۔ اور طریقت میں بھی آخر الذکر سے مستفیض۔

آخر عمر کے اندر شعر و تصوف کی جانب ایسا میلان ہوا کہ دونوں میں کمال پیدا کر لیا عقل و فراست اور حاضر جوابی میں بھی نوادرِ زمانہ میں سے تھے۔ ہر حال میں صبر و استقامت پر اکتفا تھا بڑھاپے میں بھی عشق و محبّت شعار و ثار تھا۔ بادشاہوں کے احوال و سوانح اور مشائخ کے واردات پر بھی نظر تھی۔ یہ تذکرہ شیخ عبد الحق بن سیف الدین دہلوی نے اخبار الاخیار میں کیا ہے اور یہ صاحب ممدوح کے برادرزادہ بھی تھے۔

تصانیف (۱) واقعات مشتاقی (ملوک ہند کے حالات ہیں)
(۲) بیمائن
(۳) جوت رنجن
یہ دونوں کتابیں ہندی میں ہیں۔

۲۰۷۔ مولانا رضی الدّین کشمیری

"الشیخ الفاضل" رضی الدین حسینی کشمیری۔ یکے از افاضل مشہورین۔

اساتذہ شیخ نصیر الدین کشمیری البصیر۔ اور دوسرے ارباب علم و فضل۔

تدریس مرزا حیدر بن محمد حسین گورگانی کے عہد میں مدرسہ قطب پورہ سری نگر میں برسوں تک افادہ و تدریس کا شغل رکھا۔

تلامذہ شیخ داؤد بن حسن و شمس الدین پال و یعقوب بن الحسن صرفی اور دیگر افراد۔

شعر گوئی، انشاء چیتیاہ گوئی اور خوش خطی میں کمال دسترس حاصل تھی اور سات قسم کے مختلف خط لکھ سکتے تھے۔ اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ (بحوالہ روضہ)

۲۰۸۔ شیخ رکن الدین بیانوی

"الشیخ الصالح" رکن الدین بن محمود بیانوی۔ یکے از علمائے با عمل۔ مولد و منشا شہر بیانہ

اساتذہ علمائے معاصرین ــــ

ہیمو بقال کے عہد میں منڈو (مالوہ) میں منتقل ہو گئے اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔ فقہ و ادب میں مہارت تھی۔ دولت کدہ ہی پر پڑھاتے۔ حتیٰ کہ اوقات نماز کے بغیر کبھی گھر سے باہر نہ نکلتے۔ (گلزار ابرار)

۲۰۹ - شیخ رکن الدین منیری

"الشیخ الصالح" رکن الدین ہدیۃ اللہ بن محمد ابن العلاء شطاری منیری۔ یکے از ارباب علم و طریقت، مولد و منشا منیر۔ اپنے والد سے پڑھا کہ ان کے بعد ارشاد و تلقین پر مائل ہو گئے۔ اپنے والد اور جد کے انداز پر زہد و علم و عمل پر گامزن تھے۔

تلامذہ شیخ کمال الدین سلیمان قریشی اور دوسرے بے شمار افراد۔ (گلزار ابرار)

۲۱۰ - شیخ رکن الدین سندھی

م ۹۴۹ھ

"الشیخ الفاضل" رکن الدین حنفی نتوی سندھی۔ المشہور بہ متو۔ فقہ و حدیث میں معاصرین میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔

اساتذہ شیخ بلال محدث تلہتی۔

تصانیف (۱) شرح اربعین (۲) شرح خلاصہ کیدانی۔ اور دوسرے رسائل جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ ۹۴۹ھ میں ٹھٹھہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور کوہ مکلی پہ دفن ہوئے (تحفۃ الکرام در تاریخ سندھ)

۲۱۱ - مولانا روح الدین لاری

"الشیخ الفاضل" روح الدین لاری مشہور مدرس۔ علامہ عماد الدین محمد لاری کے ہمشیر زادہ

ہرمز قرص الہند کے راستہ ہندوستان کے ایک خطہ میں وارد ہوئے اور احمد نگر پہنچے۔ مگر سلطان نظام شاہ نے توجہ نہ کی۔ تب آپ برہان پور تشریف لے آئے۔ یہاں عبدالرحیم خانخاناں سے ملاقات ہوئی تو ممدوح نے آپ کے لئے مدرسہ تعمیر کرا کے قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔ آپ تا زیست برہان پور ہی میں مصروفِ تدریس رہے۔ اور یہیں ابدی نیند میں ڈوب گئے۔

(گلزار ابرار)

۲۱۲۔ شیخ زکریا بن عیسیٰ دہلوی

م ۹۷۰ھ

"الشیخ الصالح" زکریا بن عیسےٰ عمری بہاؤ الدین لقب۔ ابن علاؤ الدین اجودھنی ثم دہلوی یکے از مشائخ چشتیہ۔

اساتذہ شیخ مودود لاری۔ ان اسباق میں شیخ عبدالملک بن عبدالغفور پانی پتی بھی ان کے ساتھ سماع میں شریک تھے۔ دوسرے استاد شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور دیگر حضرات ہیں۔ آپ صاحب وجد و حالت تھے۔ (گلزار ابرار)

۲۱۳۔ شیخ زین الدین ابن عبدالعزیز ملیباری

"الشیخ العالم الفقیہ" زین الدین بن عبدالعزیز بن زین الدین ابن علی الشافعی ملیباری یکے از علمائے مشہور ہیں۔

اساتذہ شیخ ابن حجر ہیتمی در مکہ مکرمہ۔

تصانیف (۱) قرۃ العین فی مہمات الدین (فقہ شافعیہ) یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کی مفصل شرح خود انھوں نے فتح المعین شرح قرۃ العین کے نام سے ۹۸۲ھ میں لکھی۔

(۲) ارشاد العباد الی سبیل الرشاد۔ (موعظہ)

(۳) رسالہ مشتمل بر احادیث و آثار و مواعظ۔

۲۱۴ - شیخ زین الدین علی ملیباری

م ۹۲۸ھ ۱۶ شعبان بروز جمعہ رمضان

"الشیخ العالم العلامۃ" زین الدین ابن علی بن احمد شافعی ملیباری یکے از علمائے عاملین وائمہ محققین۔ مولد کش از شہرہائے ملیبار، وقتِ پیدائش بعد از طلوع شمس بروز جمعرات بتاریخ ۱۲ ماہ شعبان ۸۷۲ھ۔ ان کے عم قاضی زین الدین ابن احمد ملیباری جب فنان کے قاضی مقرر ہوئے تو انہیں بھی ان کی صغر سنی ہی میں وہیں ساتھ لے گئے۔ اور جب بالغ ہوئے تو یہیں قرآن حکیم حفظ کیا۔ اور اپنے عم ممدوح ہی سے صرف، نحو، فقہ اور دوسرے علوم پڑھے۔ نیز بعض اور اساتذہ مثلاً شہاب الدین احمد بن عثمان بن ابوالحل یمنی سے فقہ و حدیث وغیرہ پڑھے۔ شہاب الدین احمد سے کتاب الکافی در فرائض مولفہ حرونی بھی پڑھی۔

دوسرے اساتذہ شیخ ابوبکر فخر الدین ابن القاضی رمضان شالیاتی ملیباری ہیں، جن سے فقہ و اصول وغیرہ میں استفادہ کیا۔ یہ صاحب شاگرد تھے شمس الدین جوجری و شیخ زکریا انصاری و شیخ کمال الدین محمد بن ابوالشریف وغیرہ کے۔

طریقت شیخ قطب الدین بن فرید الدین بن عز الدین اجودھنی سے سلسلۂ چشتیہ کا اخذ و استفادہ کیا جنہوں نے انہیں خرقۂ مشیخیت سے نوازا۔ مع خرقہ مرشد نے آپ کو ذکر جلی کی تلقین بھی کی۔ اور مریدوں کی تربیت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ حتیٰ کہ ذکر و خرقہ و اجازہ کی اجازت بھی فرما دی۔

اور فرقہ چشتیہ کے معمولات سے علاوہ شیخ ثابت بن عیسیٰ بن محمود زاہدی نے آپ کو طریقہ شطاریہ کے مطابق ذکر کی تلقین کے ساتھ اس کی اجازہ بھی مرحمت فرمائی۔ پس آپ نشر علوم و معرفت دونوں پر قائم ہو گئے۔ آپ کثیر الاذکار والاشتغال تھے۔ اپنے اوقات و معمولات دونوں کے پابند اور عوام کی نصیحت پر عامل۔ علوم کے ناشر۔ بدعات و منکرات کے دشمن مظلوم کے حامی۔ سنن کے جاری کنندہ۔

آپ کی ذات سے لوگوں نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ اور بے شمار لوگ آپ کے ہاتھ پر

مشرف اسلام ہوئے۔

تصانیف

(۱) مرشد الطلاب الی الکریم الوہاب (ضخیم ہے)
(۲) سراج القلوب (متوسط مگر جامع)
(۳) مسعد در ذکرِ موت۔
(۴) شمس الہدیٰ۔ موعظۃ ونصائح پر
(۵) تحفۃ الاحباء وحرفۃ الالباء (مجموعۂ ادعیۂ ماثورہ)
(۶) ارشاد القاصدین (امام غزالی کی منہاج العابدین کا اختصار)
(۷) شعب الایمان (یہ کتاب شعب الایمان لابجی کی تعریف ہے)
(۸) کفایۃ الفرائض (مختصر کافی در علم فرائض)
(۹) الصفا من الشفا۔
(۱۰) تسہیل الکافیہ (شرح کافیہ ابن الحاجب)
(۱۱) کفایۃ المطالب فی حل کافیۃ ابن الحاجب (کافیہ کے حواشی)
(۱۲) صفا (شرح الشفا قاضی عیاض)
(۱۳) حاشیہ مختصرۃ علی الفیۃ لابن مالک
(۱۴) حاشیتان علی التحفۃ ابن الوردی
(۱۵) حاشیہ علی الارشاد
(۱۶) حاشیہ بر ابن المقری
(۱۷) قصص الانبیاء پر ایک کتاب
(۱۸) سیرت النبی پر ایک کتاب
(۱۹) ہدایۃ الاذکیاء الی طریقۃ الاولیاء
(۲۰) قصیدہ در سلوک
(۲۱) کتاب در تحریض الی الایمان علی جہاد عبدۃ الصلبان۔

یہ رسالہ انھوں نے اُس موقعہ پہ تالیف کیا جب کہ پرتگالیوں نے ملیبار پر حملہ کر کے اُسے

تاخت وتاراج کیا۔

(۲۲) قصیدہ۔ جو نزول برکت واخراج نفر کے لئے تھا۔ ماخوذ از کتاب البرکۃ للوصالی۔

(۲۳) چند رسائل (خطوط) بنام ملوک وامراء۔

رحلت | درفنان لبعد نصف شب جمعہ بتاریخ ۱۷ ماہ شعبان ۹۲۸ھ۔ (مسالک الاتقیاء)

۲۱۵۔ مولانا زین الدین خوافی

م ۹۴۰ھ

"الشیخ الفاضل" زین الدین بن قطب الدین حنفی خوافیؒ۔ شیخ کبیر مشہور ولی زین الدین خوافی کی نسل سے تھے۔ مولد ومنشا ہرات ہے۔

اساتذہ | آپ کے برادر کبیر نور الدین محمد خوافی۔ جن کی معیت میں یہ قندھار اور وہاں سے کابل گئے مگر نور الدین نے ۹۰۸ھ میں کابل ہی میں رحلت کی۔ اس وقعہ میں سلطان بابر شاہ تیموری کابل میں تھے۔ جن سے تقرب ہوگیا۔ حتیٰ کہ سفر وحضر میں ان کی مصاحبت سے سرفراز ہوتے رہے۔ اور ان کے ہمراہ ہندوستان آگئے۔ یہاں انہیں صدر کا منصب سپرد ہوا۔ اور آپ نے آگرہ میں سکونت اختیار کرلی۔ جہاں ایک عالی شان مسجد اور مدرسہ تعمیر کرایا۔

تصنیف | ہندوستان کی لطیف تاریخ۔

آپ نہایت بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

وفات | چنار گڑھ میں پائی اور جسد آگرہ میں ان کے تعمیر کردہ مدرسہ کے اندر سپرد خاک ہوا۔

۲۱۶۔ شیخ زین العابدین دہلوی

م ۹۳۴ھ

"الشیخ الصالح" زین العابدین حنفی دہلوی المشہور بہ اڈھن۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی

کے نانا۔

اساتذہ:۔ عبداللہ بن الہداد تلبنی۔

شیوخ:۔ شیخ سماء الدین ملتانی۔

سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی نے سفارت کے لئے درخواست کی تو انکار کر دیا۔
کثیر العبادات، زاہد اور حسین و جمیل تھے۔ دہلی میں سپرد خاک ہوئے۔ تاریخ وفات ۹۳۱ھ
ہے۔ (اخبار الاخیار)

۲۱۷۔ شیخ سالار بن حبتہ الدین کوڑوی

م۔ ۲۷ ربیع الثانی یا ۲۲ ربیع الاول ۹۶۶ھ ہے

"الشیخ العالم الفقیہ" سالار بن حبتہ الدین حنفی کوروی۔ یکے از مشائخ چشتیہ، مولد و منشا کوڑہ
اپنی بستی کے اہلِ علم سے پڑھا۔

طریقت میں مرید ہیں شیخ یعقوب سوسی کے۔ جن کے بعد شیخ شمس الحق جونپوری۔ اور
شیخ نظام الدین فتح پوری سے استفادہ کیا۔ اور ان کی خدمت میں برسوں
رہے۔ خرقہ شیخ بہاؤ الدین جون پوری سے حاصل کر کے اپنی بستی میں آگئے۔ جہاں علوم و عرفان کی
اشاعت شروع فرمائی۔

زاہد و بے سوال و متدین اور نہایت عبادت گزار۔ آپ کی نسل میں بڑے بڑے علماء
گزرے مثلاً شیخ جمال۔ وفات بروز چہارشنبہ ۲۷ ربیع الثانی ــــ یا ــــ ۸ ربیع الاول ۹۶۶ھ

۲۱۸۔ شیخ سراج الدین کالپوی

"الشیخ العالم الصالح" سراج الدین ابن عبدالملک ابن ابراہیم کالپوی۔ علوم عربیہ میں
افاضل معاصرین۔ اپنے والد مرحوم سے پڑھا۔ اور اکثر علوم میں تبحر حاصل کیا۔ ذہن کی رسائی نے
درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اپنے والد کی زندگی ہی میں سفر آخرت فرمایا۔

(گلزار ابرار)

۲۱۹۔ الحکیم سراج الدین گجراتی

الشیخ الفاضل، سراج الدین گجراتی حکیم، یکے از علمائے عاملین و عباد اللہ الصالحین شیخ برہان الدین عبداللہ المحمود الحسینی البخاری سے بیعت کی ان کے بعد شیخ علی خطیب کی صحبت میں منسلک ہوئے اور ان سے اکتساب کیا۔ اطبا کا لباس پہنتے اور لوگوں کا علاج کرتے۔ سید عبداللہ البخاری نے انہیں یہ بشارت دی کہ تم سلطان محمود شاہ کبیر گجراتی کے مرض قلب کا علاج کروگے۔ اتفاق سے ندمائے سلطانی سے ایک صاحب بیمار ہوئے۔ جن کے علاج سے تمام طبیبوں نے جواب دے دیا۔ تب صاحب ترجمہ کا علاج شروع ہوا۔ جس سے مریض اچھا ہوگیا۔ یہ بات سلطان محمود شاہ ممدوح کے کان میں پہنچی۔ سلطان کو ان کی ملاقات کا شوق ہوا چنانچہ ایک رات میں ملاقات ہوئی اور اس نے ان سے تصوف و سلوک میں رہنمائی کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے وہاں تو کوئی جواب نہ دیا لیکن گھر جاکر اسے ایک خط لکھا کہ اگر آپ مجھے شاہی ندما میں منسلک فرمالیں تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اس پر سلطان نے انہیں مستوفی الممالک مقرر کردیا۔

اور کتاب مناقب الحضرت الشاہیین میں شیخ جعفر نے لکھا ہے۔ کہ سلطان نے انہیں اطبا کی سلک میں منسلک کردیا۔ جو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ زمرۂ اراکین میں شامل ہوگئے۔ سلطان کو ذکر کی تلقین کی۔ اور انہیں نسبت سے موسوم کردیا۔ آخر جب سلطان نے ان کے ہاں جانا ترک کردیا اور وعدہ کیا کہ وہ آپ کے ہاں کبھی نہیں آئیں گے۔

پہلے تو لوگ ان کے زہد اور استغنا کی وجہ سے بہت معتقد تھے۔ مگر جب وہ سلطان کے ندما میں داخل ہوگئے تو ان کا یہ عقیدہ کمزور ہوگیا۔ وہ سمجھنے لگے کہ حکیم صاحب بڑے گھٹیا آدمی ہیں اور ان پر ہر طرف سے طعن ہونے لگا۔ مگر حکیم صاحب کو ان باتوں کی پرواہ نہ تھی۔

(بحوالۂ مرزا محمد در مرآۃ سکندری)

۲۲۰۔ شیخ سعد الدین لاری

م ۹۰۲ھ ۱۷ ماہ جمادی الاولیٰ

"الشیخ العالم المحدث" سعد الدین لاری ثم مندوی۔ اپنے دور کے شیخ المحدثین ومفسرین تھے۔ شہر مندو میں رحلت فرمائی۔ جسے وہاں کے لوگوں نے غنیمت سمجھا۔

۲۲۱۔ مولانا سعد اللہ لاہوری

م ۹۹۹ھ

"الشیخ الفاضل" سعد اللہ بن ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی ثم لاہوری یکے از علمائے مشہورین تدریس وافادہ۔ مولد ملتان سال ولادت ۹۲۱ھ۔ بعض درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ ان کی شاگردی ۹۳۲ھ تک کی جب وہ تقریباً اسی سال میں راہی ملک بقا ہوئے۔ تو آپ لاہور منتقل ہو گئے۔ یہاں شیخ عبد الرحمٰن ابن عبد اللہ ملتانی سے پڑھا۔

(بروایت مصنف گلزار ابرار)

بختیار خان کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کے بعد شیخ بایزید دیپال پوری سے پڑھا۔ ۷۸ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ بختیار خان نے اپنی کتاب مرأۃ العالم میں لکھا ہے۔ ان کا سال ولادت ذاکرے اللہ بدت اگر حفظ حکیم سے اور دونوں کے مجموعہ سے سال وفات مستخرج ہوتا ہے۔

۲۲۲۔ شیخ سعد اللہ دہلوی

"الشیخ الفاضل" سعد اللہ ابن فیروز بن موسے ابن معز الدین بخاری دہلوی۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی کے جد تھے۔ مولد ومنشا دہلی، تعلیم کے بعد شیخ محمد ابن منکن صدیقی ملادی سے طریقت حاصل کی۔ آپ بڑے زاہد بے سوال، متدین اور قانع تھے۔ دہلی میں وفات پائی۔

بروز جمعہ ۲۱ ربیع الاول ۹۲۸ھ یوم رحلت ہے۔

۲۲۳۔ شیخ سعد اللہ بیانوی

الشیخ سعد اللہ نحوی بیانوی یکے از علمائے صالحین، مشرقی ہند کے رہنے والے ہیں۔
علمائے معاصرین سے پڑھا۔ اور شیخ محمد غوث گوالیری مصنف جواہر الخمسہ کی خدمت وصحبت
میں طویل عرصہ تک رہے۔ اسمائے حسنیٰ کئی مرتبہ چلہ کھینچا۔ اور بیانہ میں آکر مسند تدریس آراستہ فرما
دی۔ جملہ فنون پڑھاتے۔ بے حد ذہین تھے۔ ان کے دور میں نحو کے اندر کوئی ان کا مثیل نہ
تھا۔ عبد القادر بدایونی نے آپ سے کافیہ ابن حاجب پڑھا۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنی تاریخ
میں کیا ہے۔

۲۲۴۔ مولانا سعد اللہ سندھی

"الشیخ الفاضل" سعد اللہ سندھی یکے از علمائے کاملین۔ ان کے بیٹے عبد اللہ نے قاضی
عبد اللہ ابن ابراہیم ملتانی کی معیت میں مکہ مبارکہ کی جانب ہجرت کی (تحفۃ الکرام)

۲۲۵۔ شیخ سعدی برہان پوری

م ۹۸۶ھ

"الشیخ العالم الصالح" سعدی بن محمد ابن یوسف القرشی البرہان پوری یکے از کاملین
علوم ظاہری و طریقت اپنے والد سے مستفیض ہوئے۔ اور ان کی رحلت کے بعد ۹۷۲ھ میں
خود مسند ارشاد و تلقین پر متمکن، ان کا مسلک ان کے والد ہی کے مطابق تھا۔

۹۸۶ھ میں رحلت فرمائی۔

(گلزار ابرار)

۲۲۶ - شیخ سعد الحبشی

م ۹۹۱ھ

"الشیخ الصالح" سعید بن ابو سعید الحبشی، مدفون احمد آباد۔ علمائے کبار سے تھے (بروایت عبد القادر حضرمی در کتاب النور السافر) جس میں یہ بھی مسطور ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ کی طرفداری میں بہت متعصب تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا کہ وہ اس مبالغہ میں امام شافعی کی ہجو کرنے سے بھی نہ چوکتے۔

آپ اعلیٰ پایہ کے فقیہ اور اکثر علوم پر حاوی تھے۔ قرآن مجید حفظ تھا۔ اور ہر رمضان میں ۵ ہر تبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ حبشی امرا ان کی بے حد تعظیم کرتے۔ انہوں نے آپ کا موجب پندرہ ۱۵ ہزار سونا (مگر وزن یا سکہ معلوم نہیں) مقرر کر رکھا تھا۔

ممدوح حج کے لئے گئے تو مکہ مکرمہ میں علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی سے حدیث پڑھی۔ وہ جمع کتب کے بہت شوقین تھے۔

۲۲۷ - شیخ سلطان بن قاسم مانک پوری

م ۹۸۸ھ — ۲۸ ربیع الاوّل

"الشیخ الصالح" سلطان بن بن قاسم ابن احمد بن نظام الدین عمری مانک پوری یکے از مشائخ چشتیہ۔ مولد و منشا مانکپور۔ اپنے والد سے مستفیض اور ان کی وفات کے بعد ان کی نیابت پر فائز۔ ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ اور دوسرے بے شمار افراد نے استفادہ فرمایا۔

۲۲۸ - شیخ سلطان شاہ غزنوی

م ۹۶۲ھ - ۲۰ ماہ صفر

"الشیخ الفاضل" سلطان شاہ غزنوی یکے از صلحائے وقت۔ شیخ محمد بن عبد اللہ حسینی بخاری سے پڑھا۔ اور مدتوں ــــــ ان کی خدمت و صحبت میں رہے۔ اور ان سے شیخ

فضل اللہ کاشانی و دیگر افراد نے اکتساب کیا۔ بروز دوشنبہ ۲۰ ماہ صفر ۹۲۲ھ کے روز رحلت فرمائی۔ ۲۰ صفر ۹۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

۲۲۹۔ شیخ سلیم ابن محمد سیکروی (مرشد سلطان اکبر تیموری)

"الشیخ المعارف المعمر" سلیم ابن محمد بن سلیمان بن آدم بن موسےٰ ابن مودود بن سلیمان ابن فریدالدین مسعود اجودھنی (یعنی پاک پٹنی) ثم سیکروی فتحپوری۔

ولایت میں مشہور انام تھے سال ولادت ۸۷۷ھ یا ۸۸۴ھ یا ۸۹۷ھ ہے۔

تحصیل علوم ظاہری علامہ مجدالدین سرہندی اور دوسرے علما سے کی۔ سفر حجاز کے لئے دو مرتبہ کمر باندھی۔ پہلی مرتبہ شام و عراق و روم، ممالک غربیہ۔ کربلا، نجف، بغداد اور قدس کی زیارت سے فائز المرام ہوئے۔ اس سفر میں شیخ مرتضیٰ سے (بسند جلال الدین بخاری از نورالدین از عبداللہ طواشی از مجذوب بربری از کمال الدین کوفی از ابوسعید ابوالفتح بغدادی از شیخ عبدالقادر جیلانی) طریقت حاصل کی۔ (بحوالۂ عطار در کتابش مجمع الابرار)

شاہ عبدالحق دہلوی نے اخبارالاخیار میں لکھا ہے کہ آپ اپنے نکاح سے قبل ۹۳۱ھ میں حج و زیارت کے لئے گئے، اور عرب و عجم کے اکثر شہروں کی زیارت کی جس میں ہر مقام کے شیوخ کی صحبت سے فیض کام ہوئے۔ مدت کے بعد ہندوستان واپس لوٹے تو سیکری سے ملحقہ پہاڑ پر جو آگرہ سے ۱۲ میل پر ہے، ڈیرے ڈال دئے، شادی کی اور اولاد کی دولت سے مالامال ہوئے۔ یہ تو پہلے سفر کا ماجرا ہے۔ دوسرا سفر (حجاز) ہمو بقال کے فتنہ در ۹۶۲ھ میں کیا۔ اور مختلف شہروں کی سیاحت کے بعد ۹۷۶ھ بعہد بزمانہ اکبر تیموری واپس لوٹے۔ اور آخر عمر میں عوام و خواص میں قبولیت کی وجہ سے ممتاز اقران ہوئے۔ اکبر ممدوح تو آپ کا بہت ہی معتقد ہو گیا۔ اور اس نے پہاڑ کی چوٹی پر آپ کے لئے ایک خانقاہ۔ ایک مسجد اور ایک مدرسہ تعمیر کرا دیا۔ اور اس کے بعد ایک مضبوط محفوظ شہر تعمیر کرا دیا۔ اس کا نام فتح پور رکھا۔ اکبر کو اپنے لئے اولاد کی بہت تمنا تھی۔ شیخ نے دعا کی تو اس کے ہاں تین فرزند متولد ہوئے اکبر نے ان کے تولد کو شیخ سلیم کی برکت سے تعبیر کیا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ شیخ سلیم نے ۲۲- حج کئے- ان میں سے ۱۴ حج پہلے سفر میں اور ۸ دوسرے میں- وہ ایک حج کے بعد دوسرے موسم حج تک سیر و سیاحت کے لئے نکل جاتے- دوسری مرتبہ کے سفر میں مسلسل ۴ سال تک مکہ مکرمہ میں اور ۴ ہی سال مدینہ منورہ میں رہے- دوسرے سفر میں شیخ یعقوب بن حسن صرفی کشمیری بھی آپ کے ہمرکاب تھے- انہوں نے جمعرات کے روز ۲۹ ماہ رمضان ۹۷۹ھ میں رحلت فرمائی- آپ کے بعض مریدوں نے "شیخ ہندی" سے مادۂ وفات مستخرج کیا-

۲۳۰- سلطان سلیم شاہ سوری

م ۹۶۱ھ

"الملک العادل" سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری سہسرامی- اپنے والد کی رحلت کے بعد ۱۵ ربیع الاول ۹۵۲ھ کے روز زمام حکومت سنبھالی- اور ۹ سال تک دادِ بادشاہت دی- وہ نئے شہروں کی تاسیس، کثرتِ زراعت، عوام کی خوشحالی، رعیت کے ساتھ حسن سلوک اور مساجد میں مسلمانوں کے ساتھ ادائے نماز اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے، علما کا احترام کرتے- ان کی مالی اعانت سے عزت حاصل کرتے- اور وقت بے وقت ان کے ساتھ علمی مذاکرات میں دلچسپی لیتے- نشہ آور اشیا سے انہیں رغبت نہ تھی- اس نے اپنے لشکریوں کے لئے بعض ایسے قوانین وضع کئے جو ان کے والد کے قوانین میں اضافہ تھے- مثلاً:-

دو قسم کے لشکر مرتب کئے-

۱- بڑا لشکر

۲- چھوٹا لشکر

ان میں چھوٹے لشکروں کی تقسیم اس نہج پر تھی-

ا- ۵۰ سپاہیوں کا دستہ

ب- دو سو " "

ج- اڑھائی سو " "

د- پانچ سو " "

بڑا لشکر

ا - پانچ ہزار فوجیوں کا دستہ

ب - دس " " "

ج - بیس " " "

اور اس طرح سے امرا کی تقسیم کی۔

ہر (۵۰) فوجیوں پر ایک ایسا سردار مقرر کیا جو فارسی جانتا ہو۔ اور ایک منشی اُردو جاننے والا مقرر کیا۔ اس طرح ہر لشکر میں دو قاضی مقرر کئے، ایک ہندوستانی ایک افغانی۔ اور اس کے والد نے جو فوجی قانون مدوّن کیا تھا اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ اور سنار گاؤں سے لے کر کابل تک فوجی دستوں کے پڑاؤ متعین کر دیئے اور اس کے والد نے شاہراہ پر جو پڑاؤ تعمیر کرائے تھے ان کی عمارتوں میں اضافہ کر دیا۔

۲۳۱ - شیخ سلیمان بن اسرائیل لاہوری

"الشیخ الفاضل" سلیمان بن اسرائیل الحنفی الاہوری یکے از علمائے کرام وصوفیائے عظام مولد و منشا لاہور۔

اساتذہ شیخ عماد الدین ابن اسماعیل (جن کی سند شیخ رکن الدین کلانوری از عم بزرگوار شں الحاج صدر الدین از شیخ رکن الدین ابو الفتح فیض الدین محمد ملتانی تک ہے) سات حج کئے۔ آپ پنجاب کے گکھڑ خاندان میں بہت موثر تھے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے عبد الشکور ان کے مقام پہ فائز ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند عبد الحمید اور بعد ازاں ان کے بیٹے شیخ منور (گلزار ابرار)

۲۳۲ - شیخ سلیمان ابن عفان مندوی

م ۹۵۰ھ ہے

"الشیخ العالم الفقیہہ" سلیمان بن عفان دہلوی مندوی یکے از مشائخ مصلحین عصر، ارشاد و دعوت الی اللہ تربیت میں ان کا ملکہ مسلم تھا۔ دور دراز شہروں کی سیاحت کی۔ اور ہر شہر کے مشہور مشائخ

سے استفادہ کیا۔ تجوید و قرأۃ میں ملکہ تام حاصل تھا۔

شاگرد و مُرید شیخ عبدالقدوس حنفی گنگوہی جو ان کی خانقاہ میں برسوں مقیم رہے (اخبار الاخیار) صاحب گلزار ابرار محمد بن حسن فرماتے ہیں "صاحب ترجمہ فتنہ تیموریہ میں دہلی سے (در ۸۰۱ھ) سے نکل کر مندو (مالوہ) آکر اقامت فرما ہو گئے۔ پھر گجرات تشریف لے آئے اور یہاں سے حرمین کے لئے شدِ رحال کیا جہاں پچاس سال قیام فرمانے کے بعد شہر مندو مذکور میں آکر سکونت فرمالی۔ مگر دہلی میں وفات پائی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے مقبرہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۳۳۔ سلطان سلیمان خان کرانی

م ۹۹۸ھ

"الملک العادل الفاضل" سلیمان خان کرانی "سلطان صالح" اپنے برادرِ حقیقی تاج خان کے بعد سرزمین بنگال کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ وہ مستقل بادشاہ تھے اور عدل گستر، سخی اور حالم دین ہونے کے ساتھ نہایت عبادت گزار رعایا کے معاملات میں رحیم و کریم۔ احسان تو شیوہ ہی تھا۔ دن میں روزہ اور شب بھر قیام معمول تھا۔ ان کے حلقہ میں ڈیڑھ سو اہلِ علم جلوت اور خلوت میں رہتے۔ جن سے حسنِ سلوک فرماتے۔ اور ان کے ساتھ علمی مذاکرات جاری رہتے

۲۳۴۔ شیخ سماؤالدین ملتانی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" سماؤالدین بن فخر الدین بن جمال الدین ملتانی دہلوی یکے از علمائے مشہورین ولادت ۸۰۸ھ۔ صغر سنی ہی میں تعلیم شروع کر دی۔

اساتذہ مولانا ثناؤالدین ملتانی۔ اور بیعت کی شیخ کبیر الدین حسینی بخاری سے۔ حتیٰ کہ مسندِ تدریس و افادہ پر فائز ہوتے برسوں اپنے مولد ملتان میں پڑھایا۔ پھر رنتھمبور آکر برسوں قیام فرمایا۔ وہاں سے بیانہ آئے۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد بیانہ سے دہلی تشریف لاکر سکونت اختیار کر لی۔ آپ نسباً کمبوہ تھے۔

کنبو کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے شہر کنب متصل غزنہ سے منتخب کیا۔ اور اس (کنبوہ) کی واؤ کو لفظ ہندو کی واؤ کے مطابق واؤ نسبت بتایا۔ بعض نے کہا کہ کنبو مخفف ہے کم انبوہ کا جو فارسی لفظ ہیں" بمعنی قلیل الجماعۃ" اور یہ لفظ اس کا ہم معنی ہے یعنی جیسے قرآن مجید کی آیت وکم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ہے کہ ایک قلیل سی جماعت بہت بڑی جماعت پر غالب آگئی، پس آپ کنبوہ سے منسوب تھے۔ جن کا نسب صاحب مصباح العارفین شیخ زین العابدین اور شیخ مراتب علی لکھنوی کی تحقیق کے مطابق حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے (صاحب ترجمہ شیخ سماء الدین) نہایت باوقار اور رعب دار بزرگ تھے۔ زہد و استقامت دین سے متمتع۔ دنیا سے بے نیاز۔ زیادہ تر توجہ تدریس و افادہ پر تھی۔ لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت معمول تھا۔ کسی سے سوال نہ کرتے۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔ مگر کچھ مدت بعد کسی علاج کے بغیر بصارت لوٹ آئی۔

تصانیف
۱۔ شرح لمعات مولفہ شیخ فخر الدین عراقی۔
۲۔ مفتاح الاسرار۔ جو زیادہ تر ماخوذ ہے رسائل شیخ نسفی سے۔ رحلت ۱۷ جمادی الاولیٰ ۹۰۱ھ کے روز دہلی میں ہوئی۔

۲۳۵۔ شیخ سیف الدین دہلوی

م ۹۹۰ھ - ۲۷ ماہ رمضان

"الشیخ الفاضل" سیف الدین بن سعد اللہ بن فیروز بخاری دہلوی۔ یکے از علمائے علوم ظاہر و باطن۔ مولد و منشا دہلی۔ ایک خانوادۂ علم و صلاح کے چشم و چراغ تھے۔ شیوخ میں شیخ عبد الملک بن عبد الغفور پانی پتی اور اُن کے علاوہ دوسرے علما و صوفیا ہیں، جن سے آپ مستفیض ہوئے۔

تصانیف
۱۔ مکاشفات در بارہ حقائق و توحید۔
۲۔ سلسلۃ الوصال (فارسی نظم میں)

آپ اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے۔ نمونۂ کلام ہے:-

کون و مکان بہ پرتو حسن و جمال اوست

دین طرفہ تر نگر کہ نہ کون است و نہ مکان

(اخبار الاخیار)

۲۳۶۔ شیخ سیف الدین کاکوروی

م ۹۵۹ھ۔ ماہ ذی قعدہ

الشیخ سیف الدین بن نظام الدین ابن نصیر الدین بن محمد صدیق علوی کاکوروی۔ قراۃ اور تجوید میں شہرۂ آفاق تھے۔ اور سالِ ولادت ۸۶۷ھ۔ اپنے والد سے پڑھا۔ تکمیل کے لئے برسوں ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ آگے چل کر لکھنؤ کے نواحی قصبہ کاکوری میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں شغل تدریس و افادہ جاری رہا۔ ان کے صاحبزادہ نظام الدین بھیکہ نے ان سے پڑھا۔ خصوصاً خلاصۃ التجوید للشاطبی و شرح العقائد وغیرہ۔

کاکوری ہی ماہ ذیقعدہ در ۹۵۹ھ آسودہ لحد ہوئے (کشف المتواری)

۲۳۷۔ مولانا شاہ احمد شرعی

م ۹۲۸ھ

"الشیخ الفاضل" شاہ احمد شرعی چندیری یکے از علمائے دعوت الاسماء۔ زاہد و پارسا و کم سوال اللہ متدین و کثیر العبادۃ امرا و سلاطین کے دروازوں پہ نہ جاتے۔ بلکہ یہ دونوں طبقے نماز جمعہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ صاحب تصانیف ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی کوئی تصنیف بھی اب دستیاب نہیں۔ شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں مندرجہ ذیل اشعار ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔

عجبا لقوم ظالمین تلقبوا   با العدل ما فیھم لعمری معرفہ

(ترجمہ) ایسے ظالم لوگوں کے بارے میں تعجب ہے جنہوں نے اپنا لقب صاحب عدل قرار دیا۔ حالانکہ علوم معرفت سے انہیں دور کا بھی تعلق نہیں۔

قد جاء ھم من حیث لا یدرونہ   تعطیل ذات اللہ مع نفی الصفہ

(ترجمہ) واقعہ یہ ہے کہ انہیں معلوم نہیں کہ ان کے اس نظریے کی وجہ سے اللہ کی ذات کا "تعطل" اور اُس کی صفات کی نفی لازم آتی ہے۔

صاحبِ ترجمہ نے یہ اشعار زمخشری کے ان اشعار کے رد میں لکھے ہیں۔

وجماعة سموا ھواھم سنة　　وجماعة حمر لعمری موكفه

(ترجمہ) ایک جماعت نے اپنی ہوائے نفسانی کا نام سنت رکھا ہے اور فی الواقع یہ گدھوں کی ایک جماعت ہے جن پر پالان پڑے ہوئے ہیں۔

قد شبهوه بخلقه وتخوفوا　　شنع الورى فتستروا بالبلكفه

(ترجمہ) اس جماعت نے خدا کو انسانوں سے تشبیہہ دی اور پھر لوگوں کی ملامت سے ڈرے تو بلکفہ (بلاکیف کا مخفف ہے) کی اوٹ میں پناہ لی۔

بعض علمائے نے یہ اشعار امام فخر الدین جاربردی کی طرف منسوب کئے ہیں۔ جو قاضی بیضاوی کے شاگرد ہیں۔

۲۳۸۔ شاہ قلی ترکمانی

م ۹۹۸ھ

"الامیر الکبیر" شاہ قلی ترکمانی عقل و فراست میں مشہور امام تھے۔ شہِ فارس اسماعیل ابن حیدر صفوی نے آپ کو برہان نظام شاہ بحری شہِ احمد نگر کے ہاں بھجوایا۔ جہاں شاہ ولی نے نظام شاہ اور اس کے بعد اس کے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کی برسوں خدمت کی۔ نظام شاہ نے ان کو صلابت خان کا خطاب دیا۔ اور قلعہ کی چابیاں حوالے کر کے انہیں اپنا نائب بنا کر قلعہ پر افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ ادھر انہیں شاہی اصطبل کی نگرانی پر متعین کیا۔ اور علاقہ بیر میں سے چند مواضع انہیں جاگیر میں عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ صلابت خان کو وکالت مطلقہ پر سرفرازی بخشی۔ تب وہ سرحدوں کی حفاظت پر متوجہ ہو گئے۔ کئی نئے شہر تعمیر کرائے۔ زراعت کو ترقی دی۔ پانچ ہزار درخت احمد نگر کے علاقہ میں لگوائے۔ شہر (احمد نگر) ایک سرسبز باغ مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے لگوایا۔ وہ برسوں وزارت اور وکالت کے منصب پر رہے۔ اُن کا دور گذشتہ تمام ادوار

سے زیادہ خوشحالی اور امن کا دور تھا۔ لیکن جب نظام شاہ مرضِ جنون میں گھر گیا۔ اور اس دوران میں وہ اپنے شاہی محل ہی میں قیام پذیر تھا۔ تو اس نے جنون ہی کی حالت میں صلابت خان کو قلعہ کیہرلا نواح مندو کے قید خانے میں بند ہو جانے کا فرمان بھجوایا۔ صلابت خان تو فرمانبرداری پہ تلا ہوا ہی تھا۔ فرمان کی تعمیل کی۔ مگر اس کی علیحدگی سے شاہی لشکر تلملا اُٹھا۔ سلطنت میں گڑبڑ پھیل گئی۔ اور سلطان مرتضیٰ کو کچھ عرصہ بعد ہی کسی نے قتل کر دیا۔ جس کے بعد اس کا بیٹا حسین تخت پہ بیٹھا اور اُسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اب اسمٰعیل نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ تو ادھر سے جمال خان مہدوی باشندگانِ دکن کا لشکرِ بیکراں لے کر نمودار ہوا۔ جس کے ماتحت سیف الملوک الخان حبشی تھا۔ یہ قلعہ احمد نگر پر چڑھ دوڑے۔ اور رعایا کو قتل کرتے ہوئے حسین کے قاتلوں کو تلاش کر کے کیفر کردار کو پہنچایا۔ پھر یہ لشکر اُس قصرِ شاہی کی طرف لوٹا جس میں اسمٰعیل نظام شاہ مقیم تھا۔ جمال خان نے اسماعیل مذکور کو بادشاہی کی پیش کش کی۔ اور جمال خان نے سیف الملوک سے کہا کہ نظام شاہ کے گھرانے کو تم نے تباہ کر دیا ہے اب کسی صورت اس نقصان کی تلافی کرو۔ اُس نے کہا۔ یہ کام صرف صلابت خان کر اسکتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت صلابت خان کو طلب کر کے اس کام کے لئے کہا گیا۔ لیکن بعد میں کہا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ میں یہاں کی بادشاہت خود کروں یا صلابت خان وغیرہ کے حوالہ کروں۔ اور نہ ہی صلابت خان کو ضرورت ہے۔ وہ یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ جمال خاں جانے اور اس کی سلطنت!

اور صلابت خان کو سیف الملوک کی طرف سے ایک خط ملا اور اس خط سے بھی پہلے رانی چاند بی بی نے اپنے ایک خط میں صلابت خان کو اس بارے میں تنبیہہ کی کہ:-

بلاشبہ تم نہایت دانا ہو۔ لیکن میرے اور عوام کے نزدیک تو یہ سوجھ بوجھ کی بات نہیں کہ جب فرمانروا دیوانہ ہو جائے اور جسے وہ حکم دے وہ باہوش ہو جیسا کہ نظام الملک کا معاملہ ہے کہ وہ پاگل ہو گیا۔ اور آپ مردِ دانا ہیں۔ آپ کی اس لغزش کو کون نظر انداز کر سکتا ہے۔ کہ آپ نے پاگل کے فرمان پہ خود کو حبس میں ڈال لیا۔ اور اس وقفہ کے اندر نظام کو زہر دے کر چلتا کر دیا۔ اس کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا اور سلطنت کی بنیاد سرکشوں نے کھوکھلی کر دی اگر آپ تو

نظام کے اچھے رفقا میں سے تھے۔ آپ کی کنارہ کشی (در حبس خانہ) تو آپ کو
قصوروار ٹھہراتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کی تلافی تم پر واجب ہے۔

الغرض صلابت خان علیحدہ ہو کر برار چلا گیا۔ وہاں کا حاکم اس کا اطاعت گزار ہو گیا اور دوسرے امراء نے بھی اپنی اطاعت گزاری کے اسے پیغامات بھیجے۔ چنانچہ یہاں سے وہ اپنے ہمراہ دس ہزار عسکری لے کر احمد نگر کی طرف بڑھ آیا۔ ادھر سے جمال خان نے نظام شاہ صغیر کو مقابلہ کے لئے بھڑکایا۔ اُدھر سے صلابت خان کے ندیموں نے بھی اپنے سردار کو یہی پٹی پڑھائی مگر صلابت خان لڑائی سے ہاتھ کھینچے ہی رہا۔ اور نظام شاہ کو پیغام بھیجا کہ میں طلبی پر حاضر ہوا ہوں۔ نہ کہ اپنے آقا نظام شاہ سے لڑائی کے لئے۔ یہ لیجیئے میں واپس بھی جا رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ملک میں برکت ودلیعت کرے۔ یہ پیغام بھیج کر وہ برار کی طرف لوٹا۔ حتیٰ کہ برہان پور میں داخل ہو گیا۔ یہاں جب اس کی ملاقات سلطان عادل شاہ برہانپوری سے ہوئی۔ تو اس نے عادل شاہ کا رحجان نظام شاہ کی سلطنت پر قبضہ کرنے کا دیکھا تو اس کے پاس گھوڑے ہاتھی اور اسلحہ جس قدر بھی تھا۔ جمال خان کو بھجوا کر یہ خط لکھا کہ

"اس لمحہ مجھے اطاعت کے سوا ریاست کی تمنا نہیں۔ البتہ مجھے وہ جائداد دیکھنے کی خواہش ضرور ہے جو میں نے لبی کام پہاڑی کے دامن میں تعمیر کرایا تھا۔"

ادھر جمال خان نے جس کو صلابت خان کے ساتھ خصوصیت حاصل تھی۔ استقبالاً بڑھا

صلابت خان آ پہنچا۔ اور جمال خان نے اپنے ہمراہیوں سمیت آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ دونوں ساتھ ساتھ قلعہ کے اندر آئے۔ صلابت خان ذرا دیر کے لئے قلعہ سے نکل کر اپنے پڑاؤ میں آ گیا۔ اور تین روز قیام کے بعد شاہ کوہ (نام) کی طرف لوٹ گیا۔ یہ پہاڑ اتنا اونچا تھا کہ اس نے احمد نگر کو اپنے دامن میں لے رکھا تھا۔ اور صلابت خان نے اس پہاڑ کی چوٹی پر اپنے لئے ایک گنبد نما کمرہ بنوا رکھا تھا۔ جس کمرہ کے قریب ایک باغیچہ بھی تھا۔ صلابت خان اس گنبد کی طرف آیا۔ اور اس سے پہلے وہاں اس کی بیوی۔ اور جمال خان اور دیگر امرا بھی پہنچے ہوئے تھے۔ صلابت خان نے اپنی بیوی سے ملاقات کے ساتھ ہی دسترخوان بچھا کر اپنے تمام ہوا خواہوں سے

مل کر کھانا کھایا۔ اب ان کو رخصت کر کے اپنی جائداد دیکھنے کے لئے گیا۔
اور تا وفات وہیں مقیم رہا۔ (آصفی در کتاب ظفر والہ)
وہ بڑا عاقل و عادل اور جمیع اوصاف حسنہ سے متصف تھا۔ اس کی ذات میں اہل علم کے لئے احسان ہی احسان تھا۔ ان علما میں میمی ہیں ظہوری ہیں۔ ترشیزی ہیں اور بھی بے شمار علما ہیں۔ اور وہ اپنے تعمیر کردہ قبہ میں دفن ہوا۔

۲۳۹۔ سیّد شاہ میر اکبر آبادیؒ

(م ۹۹۶ھ۔ بروز چہار شنبہ (مدفن آگرہ)

"السید الشریف" شاہ میر بن محمد ابن معین بن الشرف شیرازی ثم الہندی اکبر آبادی یکے از علمائے مشہورین در ظاہر و باطن۔ ان کا نسب چار واسطوں سے سید شریف زین الدین علی جرجانی سے ملتا ہے۔ گجرات آئے اور وہاں سے آگرہ پہنچے۔ جہاں شیخ عبدالملک بن عبدالغفور پانی پتی سے استفادہ کیا۔

بہت پاک نفس، ہنس مکھ اور خوش کلام تھے۔ انشاء و شعر و جر ثقیل اور بلاغت ہر ایک میں باکمال ہونے کے ساتھ پارسائی اور تقویٰ میں بھی کامل اور مفتی بہاؤالدین کے جوار میں تدریس و افادہ مشغلہ۔

ان کے شاگردوں میں مولانا فرید (بھینگے) نوادر زمانہ سے تھے۔ جو ایک حرف تک نہ پڑھے تھے۔ اور قلم ہاتھ میں لینے سے قاصر تھے۔ مگر نہایت پیچیدہ سوالات چٹکیوں میں حل کر دیتے۔ جیسے تمام علوم پڑھ چکے ہیں۔ اگر کسی طرح دو چار الفاظ لکھ ہی مارتے تو خود بھی نہ پڑھ سکتے۔

شیخ ضیاء اللہ ابن شاہ محمد غوث گوالیری ان کے کمالات کے بہت معتقد تھے۔ اور ان سے برکت حاصل کرتے۔ چہ جائے کہ خود شاہ میر سے ان کے والد شاہ محمد غوث مستفیض تھے یہ ثبوت ہے صاحب ترجمہ کے علم و عرفان میں بلوغ نظر کا۔

(بدایونی)

۲۴۰۔ شاہی بیگ قندھاری

"الملک الفاضل" شاہی بیگ ابن ذو النون الارغنون القندھاری "السلطان الفاضل" اپنے والد کی رحلت کے بعد زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ اور برسوں دادِ حکومت دی۔ جب سلطان بابر شاہ تیموری نے ان سے یہ ملک چھین لیا۔ تب شاہی بیگ نے سندھ پر حملہ کر کے اس پر حکومت کی۔

تصانیف صاحب ترجمہ معقول و منقول دونوں میں متبحر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ از اں جملہ!

۱۔ شرح کافیہ

۲۔ شرح مطالع

۳۔ سراجیہ سید شریف پر حاشیہ ہے۔

اور دوسری کتابوں پر بھی حواشی ہیں۔

وفات ۲۲ شعبان ۹۲۸ھ۔ مدفن بھکر سندھ۔ بعد میں آپ کا جسد مبارک مکہ معظمہ لے جا کر گورستان معلیٰ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

۲۴۱۔ شیخ شرف الدین گجراتی

م ۱۰ ربیع الاوّل ۹۳۴ھ

"الشیخ الکبیر" شرف الدین ابن عبدالقدوس گجراتی برہان پوری۔ المشہور بہ شہباز۔ اپنے دور کے مشہور مشائخ سے تھے۔ مولد گجرات۔ کم سنی ہی میں اپنے والد کی معیت میں خاندیس پہنچے۔ اور وہاں کے اساتذہ سے پڑھ کر احمد آباد لوٹ آئے۔ یہاں خطیب گجراتی سے معرفت میں استفادہ کیا۔ اور ان کی خدمت میں برسوں گزار کر برہان پور آ گئے۔ اور ارشاد و تلقین میں مصروف ہو گئے ـــــ آپ زاہد و قانع اور متوکل تھے۔ اہل دنیا کے ہاں نہ جاتے اور نہ ان کے مطبخ کا کھانا تناول فرماتے۔ جب کوئی اہم کام سامنے آتا تو جنگل میں چلے جاتے۔ اور مراقبہ و نماز

کے اندر ڈوب جاتے۔

۲۴۲۔ شیخ شرف الدین شیرازی

م ۹۳۴ھ

"الشیخ الفاضل" شرف الدین شطاری شیرازی۔ یکے از علمائے مشہورین، مولد و منشا شیراز وہاں کے اساتذہ سے پڑھ کر ہندوستان آئے۔ اور طریقت میں شیخ محمد غوث شطاری گوالیری سے مستفیض ہوئے۔ جن کے زمانہ قیام احمد آباد میں برسوں ان کی خدمت میں ملازم رہے۔ پھر بیجاپور تشریف لے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہو گئے۔

تصنیف:۔ حاشیہ بیضاوی۔

وفات:۔ ۹۳۴ھ۔

۲۴۳۔ مولانا شعیب الواعظ دہلوی

م ۹۳۶ھ

"الشیخ العالم الصالح" شعیب بن مفتی منہاج حنفی دہلوی۔ یکے از علمائے واعظین۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور متعدد علوم میں مہارت حاصل کی۔

صاحب سیرت و جمال تھے علم میں کمال حاصل تھا۔ عمل میں بہت فائز تھے۔ ان کا وعظ نہایت موثر تھا۔ ان کے دوران وعظ میں جو شخص قریب سے گذرتا۔ وعظ سننے کے بغیر آگے نہ بڑھ سکتا۔ اہل علم بھی ان کے مواعظ میں شریک ہوتے۔ اور اثر لے کر لوٹتے۔ قدیم دہلی میں فوت ہوئے اور حوض شمسی میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۴۴۔ شیخ شکر گجراتی

"الشیخ العالم الفقیہ" شکر نایطی گجراتی۔ یکے از عباد اللہ الصالحین۔ مولد و منشا موضع بھیڑی جو احمد نگر سے تین روز کی مسافت پر ہے۔ وہاں کے اساتذہ سے پڑھا۔ اور وہیں برسوں تک درس

فرمائی۔ آخر بحث و مناظرات ترک کر کے زہد و عبادت کی طرف لوٹ آئے ۹۰۰ھ میں وفات پائی۔ (گلزار ابرار)

۲۴۵۔ قاضی شکر اللہ سندھی

"الشیخ العالم الفقیہہ" شکر اللہ بن وجیہ الدین بن نعمت اللہ ابن عرب شاہ بن میرک شاہ بن المحدث جمال الدین حسینی دشتکی شیرازی ثم ٹھٹھوی سندھی۔ فقہ و اصول و ادب میں مشہور۔ ہرات سے ۹۱۶ھ میں قندھار اور یہاں سے ۹۲۷ھ میں ٹھٹھہ (تتہ) سندھ تشریف لے آئے۔ یہاں بادشاہ شاہی بیگ نے قضاۃ تفویض کی۔ جس پر برسوں فائز رہے۔

آپ فقیہہ و محدّث ہونے کے ساتھ پارسا اور اخلاقاً قابل تعریف تھے۔ نہایت بارعب اور مقتدر تھے۔ اللہ کے معاملے میں کسی سے نہ ڈرتے۔ حتیٰ کہ بادشاہ حسین ممدوح نے ایک نووارد سوداگر سے گھوڑا خرید کر جب ادائے قیمت میں تاخیر کر دی۔ تو تاجر نے انہی قاضی شکر اللہ کی عدالت میں بادشاہ پر نالش کر دی۔ قاضی نے فریقین کو طلب کر کے ایک ہی جگہ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اور بادشاہ کے خلاف فیصلہ سُنا دیا۔ فیصلہ سنانے کے بعد قاضی بادشاہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ تب بادشاہ نے اپنی کمر سے تلوار کھول کر دکھائی اور کہا یہ تلوار میں اس غرض سے لایا تھا کہ اگر آپ فیصلہ میں میری رعایت کریں تو آپ کا سر قلم کر دوں۔ قاضی صاحب نے اپنے تکیے کے نیچے سے قرابین نکال کر دکھائی۔ اور فرمایا۔ یہ میں نے اس لئے چھپا کر رکھ لی تھی۔ کہ اگر آپ اپنے خلاف میرے فیصلے پر کچھ کہیں تو میں اسے آپ کے پیٹ میں پیرا دوں۔ بادشاہ یہ سُن کر خوش خوش عدالت سے باہر چلا آیا کہ اس نے ادائے رقم میں اتنی تاخیر بھی موقع دیکھنے کے لئے کی تھی۔ کچھ مدت کے بعد قاضی صاحب منصب قضاۃ سے مستعفی ہو کر اپنے گھر میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے (تحفۃ الکرام)

مولانا شمس الدّین سلطانپوری

"الشیخ الفاضل" شمس الدین بن احمد بن شمس الدین بن کمال الدین ملتانی۔ ثم السلطان پوری

منطق اور حکمت میں مشہور، ان کے دادا شیخ کمال الدین کے شاگرد تھے۔ سید شریف جرجانی کے جو مشہور کتابوں کے مصنف ہیں (محمد بن حسن)

۲۴۶ - شیخ شمس الدّین ملتانی

م ۹۸۰ھ ۲۶ ربیع الاوّل

"الشیخ العالم الفقیہ" شمس الدین بن شہر اللہ ملتانی ثم لاہوری، شیخ کبیر بہاءُ الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے۔ اپنے والد سے پڑھ کر لاہور تشریف لے آئے۔ اور یہیں اقامت فرمائی۔ ۲۶ ربیع الاوّل ۹۸۰ھ کو وفات پائی (اخبار الاصفیاء)

۲۴۷ - شیخ شمس الدّین بیجاپوری

م ۹۸۶ھ درماہ رجب

"الشیخ الفاضل العلامۃ" شمس الدین شطاری شیرازی ثم بیجاپوری یکے از علمائے مشہورین در جفر و مساحت مولد و منشا شیراز۔ علمائے عصر سے پڑھ کر بیضاوی پر حاشیہ لکھا۔ جواہر خمسہ سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ بعدہ شہر بیجاپور سے باہر ۵ میل دور سکونت فرمائی۔ اور طریقت ہی پر مدت العمر لنواظب رہے۔ قناعت و ترک سوال اور توکل و عوام سے استغنا شعار تھا۔

تلامذہ محمد بن الحسن مندوی نے مساحت و جفر ان کے زمانۂ قیام مندوی میں ان سے پڑھا۔ جب آپ گوالیار سے رخصت ہو کر اس راہ سے گزرے۔ جیسا کہ محمد بن الحسن نے اپنی تالیف گلزار ابرار میں لکھا ہے۔

۲۴۸ - حکیم الملک شمس الدین گیلانی

م ۹۸۹ھ

"الشیخ الفاضل العلامۃ" شمس الدین حکیم الملک گیلانی۔ علوم منطق و فلسفہ اور ان کے مماثل فنونِ نظری میں وحید العصر تھے، اسی طرح نحو و فقہ اور اصول میں یکتا۔ ہمیشہ تدریس و افادہ

میں مصروف، سخاوت پیشہ، صداقت شعار۔ محبت کیش اور طلبہ کے لئے ہر لحہ رحیم و کریم تھے جملہ فنون پڑھانے۔ کسی کے ہاں خود ملاقات کے لئے نہ جاتے کہ مبادا اسباق میں خلل پڑ جائے اور نہ کبھی طلبا کے بغیر تنہا دستر خوان پر بیٹھتے۔

شیخ شاہ محمد الہ آبادی اور دوسرے ارباب علم و فن پڑھ کر دہلی وارد ہوئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ سلطان اکبر نے آپ کو اپنے مصاحبوں میں شامل کرلیا۔ جن سے آپ کو بیش از بیش رقوم عطا ہوتیں۔ آپ بادشاہوں کے تحائف سے مالا مال رہتے۔ مگر امراء و سلاطین پر حکم نافذ کرتے۔ دوسروں کی سفارش بھی ان سے کرتے۔ اور عوام کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ۹۸۸ھ یا ۹۸۹ھ میں حجاز گئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا (بدایونی)

۲۴۹۔ میر شمس الدین عراقی

"الشیخ الفاضل" شمس الدین العراقی عراق کے فضلاء سے تھے۔ وہاں کے سلطان حسین مرزا والیٔ خراسان نے آپ کو ۸۷۲ھ میں بادشاہ کشمیر الحسن ابن حیدر کی طرف سفارت پر بھیجا۔ مگر الحسن بیمار تھا جو اس قصر میں لقمۂ اجل ہوگیا۔ جس کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ سریر آرائے تخت حکومت ہوا۔ اور پھر فتح شاہ اور اس کی معزولی کے بعد بار دگر محمد شاہ تخت پر بیٹھا۔ پس یہ شمس الدین اپنی سفارت میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور بابا اسمٰعیل کی مجلس اختیار کرلی۔ اور اس نے لوگوں کو شیعیت کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ جس سے بابا بحار شیعہ ہوگیا۔ اب یہ خراسان لوٹ گئے۔ مگر جب خراسان پہنچے اور سلطان حسین مرزا ان (میر شمس الدین) کے نئے عقائد سے مطلع ہوا۔ تو انہیں واپس نکالا دے دیا۔ اب یہ کشمیر چلے آئے۔ اور یہاں کھلم کھلا تبلیغ شیعیت شروع کردی۔ جس سے مندرجہ ذیل تین افراد متاثر ہوگئے۔ (۱) رینہ (۲) کاجی چک (۳) غازی چک جو وہاں کے سب رؤسا تھے۔ لیکن جب اس کارستانی کی اطلاع محمد بن الحسن بیہقی کو ہوئی۔ جو سلطان محمد شاہ کے ہم عصر تھے۔ تو ان (میر شمس الدین) کو کشمیر سے اسکردو کی طرف دھکیل دیا۔ جس پر وہاں کے باشندے ان سے خفا ہو کر محمد شاہ کے خلاف ہوگئے اور ان کی بجائے فتح شاہ کو مکرر تخت نشین کر دیا۔ تب میر صاحب ممدوح واپس دار السلطنت

کشمیر میں وارد ہوئے اور یہیں اقامت اختیار کر لی۔ موسیٰ رینہ مذکور نے دور الملک ہی میں ان کے لئے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرا دی۔ اب یہ گل کھلے اور مسلمانوں میں قتل و غارت شروع ہو گیا۔ کچھ شیعہ داعی گرد و نواح کے مواضع میں جا کر سُنی۔ باشعروں اور ہندوؤں کو زبردستی شیعہ بنانا شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مرحلہ میں ۲۴ ہزار ہندو شیعہ ہوئے اور جو سنی شیعہ ہوئے اُن کا تو کوئی شمار ہی نہیں ۔۔۔ یہ دعوت ۹ سال تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ میر شمس الدین کو قتل کر دیا گیا۔

تصانیف کتاب الاحوط۔ کاجی چک کے لئے لکھی گئی۔ جو فروع و اصول میں مبسوط کتاب ہے (بروایت محمد بن قاسم در تاریخ)

کہا جاتا ہے کہ میر شمس الدین نے ایک نیا مسلک اختراع کیا۔ نوربخشی اور فقہ میں ایک کتاب لکھی جس کی جزئیات نہ سنی فقہ کے موافق تھے اور نہ شیعہ فقہ کے موافق اس کتاب میں لکھتے ہیں۔ ”مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ اُمت میں شریعت محمدیہ کے بارے میں جو اختلافات رونما ہو گئے ہیں انہیں دور کر کے شریعت کی وہی صورت و ہیئت بنا دوں جو نبی علیہ السلام کے عہد با سعادت میں تھی دوم امت محمدیہ اور دوسری امم میں جو اختلافات ہیں انہیں بھی رفع کر دوں، چنانچہ بہت سے لوگ اُن کے تبع ہو گئے اس فرقہ کے لوگ تینوں خلفاء اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرتے اور سید محمد نوربخش کے مہدی موعود ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

۲۵۰۔ مولانا شمس الدّین کشمیری

”الشیخ الفاضل“ شمس الدین حنفی کشمیری المشہور بہ پال۔ کہ ضمیر کی آزادی اور صدقِ مقال کے ساتھ فقہ و کلام میں بھی معروف تھے مع ہذا شریعت و طریقت دونوں کے جامع۔ گفتگو میں طلیق اللسان مباحثہ میں مضبوط۔ معاصرین پر مناظرہ میں اکثر غالب آتے۔

مرزا حیدر گورگانی کی رحلت کے بعد حجاز تشریف لے گئے۔ اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(حدائق الحنفیہ)

۲۵۱۔ مولانا شمس الحق جون پوری

"الشیخ العالم الصالح" شمس الحق حنفی جون پوری المشہور بہ حقانی۔ ممتاز از مشائخ چشتیہ۔ شیخ محمد بن عیسیٰ جون پوری سے طریقت اخذ کی۔ جس کے لئے برسوں ان کی صحبت میں رہے تا آنکہ اس مرتبۂ کمال تک جا پہنچے۔ کہ اپنے اقران علما و صوفیہ ہر دو میں فائق ہو گئے۔ اور درس و افادہ میں نام پیدا کیا۔

سماع کے مشتاق اور وجد و حالت سے بہرہ مند، بعض اوقات ان احوال میں ایسا معلوم ہوتا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ تبلیغ کے باب میں بادشاہ اور فقیر دونوں ان کے نزدیک برابر تھے۔ کسی کی ملامت کا دل پہ اثر نہ ہوتا۔ اس لئے تو ان کا لقب حقانی پڑ گیا۔ علوم متعارفہ میں نوادر العصر سے تھے ان سے بے شمار افراد نے پڑھا۔ (گنج ارشدی)

۲۵۲۔ مولانا شنگرف الگنائی

"الشیخ الفاضل" ملا شنگرف گنائی کشمیری۔ اپنے دور کے اساتذہ سے پڑھنے کے بعد حرمین تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ ابن حجر ہیتمی سے حدیث پڑھی۔ زیارت و حج کے بعد واپس کشمیر تشریف لے آئے اور تدریس و افادہ شروع کر دیا۔

شیخ (نامش ندارد) کشمیری کے پاس ابن حجر ممدوح کا وہ اجازہ دیکھا۔ جو اسماء الرجال کی ایک کتاب کے مقدمہ پہ لکھا ہوا تھا (بحوالۂ تاریخ اعظمی) اور صاحب تاریخ مذکور نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

> یہ کتاب تا ہنوز مع کتاب شمائل الترمذی میرے ہی پاس ہے۔ یہ اجازہ ملا شنگرف کے ہاتھ سے شنگرف ہی کی روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ اور ان کا نام شنگرف نہیں بلکہ شنگرف کی روشنائی استعمال کرنے کی وجہ سے ان کا نام ملا شنگرف پڑ گیا۔ وہ عم بزرگوار ہیں مفتی فیروز کے (از روضہ)

۲۵۳ ۔ شیخ شہاب الدین جون پوری

"الشیخ الصالح" شہاب الدین حسینی جون پوری یکے از مشائخ سہروردیہ مرید شیخ برہان الدین محمود الحسینی از شیخ صدر الدین محمد ابن احمد حسینی بخاری اُچی ۔ اور ان کے ابتدائی مریدوں میں سے ہیں شیخ علی بن قوام الدین جون پوری ہیں ۔ (عاشقیہ)

۲۵۴ ۔ شیخ شہاب الدین ہروی

م ۹۴۲ھ

الشیخ شہاب الدین حقیری ہروی نزیل و دفین ہند ۔ جملہ علوم میں تبحّر ۔ اور شعر و معمّہ وغیرہ میں طرّہ امتیاز حاصل تھا ۔

تصانیف رسالہ در توافقِ آیاتِ متعارضہ ۔ مثلاً

ان اللّٰہ خلق الارض والسموات فی سبعۃ ایّام ——— و

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام

کے لفظ سبعہ و ستہ میں رفع تعارض ۔

اس رسالہ کے سوا اور بھی کئی رسائل ہیں

بدایونی نے لکھا ہے کہ شیخ محدّث جمال الدین ہروی نے آیات متعارضہ میں توافق پر جو ایک مرتبہ دو وجہوں سے اظہار کیا ۔ تو شیخ شہاب الدین (صاحب ترجمہ) نے ان کے بیان کردہ ہر دو وجوہ پر کچھ اور اضافہ کیا ۔ جو علما نے قبول کر لیا ——— آپ گجرات سے واپسی پر آسودہ لحد ہوئے ۔

---

۲۵۵ ۔ مولانا شہیدی قمی ملک الشعراء

م ۹۳۵ھ

"الشیخ الفاضل" شہیدی القمی شاعر المشہور بہ فضل و کمال ۔ آپ کو والیٔ تبریز یعقوب نے

اپنے تقرب کا اعزاز بخش کر ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ مدتوں انہیں مذکور کے ساتھ گزارنے کے بعد ہندوستان آکر گجرات میں اقامت فرما ہوئے۔ یہاں برسوں رہے اور یہاں کے رؤسا سے بیش بہا تحائف حاصل کئے۔

محمد بن قاسم لکھتے ہیں کہ جب اسماعیل عادل شاہ بیجاپوری نے ۹۳۷ھ میں احمد آباد فتح کیا۔ جس میں اُسے بے حساب غنیمت حاصل ہوئی۔ تو حضرت شہیدی بادشاہ ممدوح کے پاس آئے۔ بادشاہ نے خزانچی کو حکم دیا کہ مولانا شہیدی جس قدر اشرفی اٹھا سکیں۔ ان کی نذر کر دی جائیں۔

مولانا نے فرمایا "جب میں گجرات سے چلا تو مضبوط و توانا تھا۔ مگر سفر کی کلفت نے کمزور کر دیا ہے۔" بادشاہ نے فرمایا کہ آپ ایک مرتبہ کچھ لے جائیے، یہ پہنچانے کے بعد دوسری مرتبہ تشریف لائیے۔ تو اور لے جائیے۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ "در تاخیر آفتہا است و طالب را زیاں دارد۔"

یہ کہنے کے بعد آپ خزانہ میں دو مرتبہ تشریف لے گئے! اور اشرفی کی بوری دو مرتبہ اٹھائی۔ جب انہیں الٹ کر گنا گیا تو پچیس ہزار تھیں۔ بادشاہ نے ہنس کر فرمایا۔ مولانا نے سچ فرمایا تھا کہ ان میں قوت نہیں!

زمانہ بر سر آزار ما است خوئے تو دارد

اپنے تذکرہ میں :- ہمیں سزا است کسے را کہ آرزوئے تو دارد

سام مرزا نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۹۳۵ھ میں ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ مُلّا قاطعی نے لکھا ہے کہ وہ سرخیز (نام مقام) علاقہ گجرات میں آسودہ لحد ہوئے۔

۲۵۶۔ سیّد شیخ ابن عبداللہ حضرمی احمد آبادی

"الشیخ الکبیر" السید شیخ ابن عبداللہ السعید العیدروس الحسینی الحضرمی۔ احمد آبادی۔ جن کی ذات کے اندر شہروں اور بندگان خدا کے لئے منفعت عام تھی۔

شیخ شلّی نے اپنی تالیف المشرع الروی میں لکھا ہے کہ آپ ۸۱۹ھ میں تریم (بستی)

کے اندر پیدا ہوئے ۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد جملہ علوم پڑھے ۔ اساتذہ میں ان کے والد اور امام شہاب الدین بن عبد الرحمٰن ہیتمی اور شیخ عبد اللہ بن محمد باقشیر مصنف القلائد ہیں ۔

صاحب ترجمہ یہاں سے یمن کے لئے روانہ ہوئے ۔ تو راستے میں عدن اتر پڑے ۔ جہاں شیخ محمد ابن عمر باقضام وغیرہ سے استفادہ کے بعد اپنے والد ہی کے ہمراہ ۹۳۶ھ میں حجاز وارد ہوئے ۔ زیارت و حج سے سرفراز ہوئے ۔

شیخ ابو الحسن بکری کے ہمراہ یکجا رہنے کا موقع ملا ۔ اور ان سے بھی کچھ پڑھا ۔ اب اپنے والد کے ہمراہ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے ۔ اور جہاں سے شہر تریم لوٹ آئے ۔ جس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ ۹۴۱ھ میں دوسری مرتبہ حج کیا ۔ اور مکہ مکرمہ میں علمائے سلف کے تین سال قیام کیا ۔ یہاں طلب علم اور کثرت عبادت شعار و شنار تھا ۔ اس دوران میں شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی علامہ عبد اللہ بن احمد فاکہی اور ان کے بھائی عبد القادر بشمول علامہ عبد الرؤف بن یحیٰی و علامہ محمد بن الخطاب مالکی سے برسوں ان کی خدمت میں رہ کر پڑھا ۔ یہاں تک کہ دین کے دونوں مآخذ تفسیر و حدیث کے علاوہ فقہ و ادب و تصوف و فرائض و حساب ہر ایک میں کمال حاصل کیا ۔ آپ کثیر الطواف و عمرہ تھے ۔ اور جب تک مکہ مکرمہ رہے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر زیارت ہوتی رہی ۔ آخر زبید روانہ ہوئے ۔ اور وہاں حافظ عبد الرحمٰن بن دبیع سے پڑھا ۔ اور شحر میں شیخ کبیر احمد بن عبد اللہ افضل شہید سے بھی پڑھا ۔ ان کو کئی مشائخ کی طرف سے تمام کتابوں اور روایات کا اجازہ حاصل تھا ۔ اسی طرح بے شمار صوفیہ سے خرقہ عطا ہوا ۔ اور اسی طرح ان گنت حضرات نے فضل خصوصات اور خرقہ کا اجازہ عنایت فرمایا ۔ آپ تریم میں مسلسل تیرہ ۱۳ سال تک مقیم رہنے کے بعد ۹۵۸ھ میں ہندوستان آگئے اور احمد آباد میں وزیر عماد الملک کے میر منشی رہے ۔ یہاں عوام کی نفع رسانی اور تدریس دو مشاغل تھے ۔ تلامذہ میں ان کے بیٹے عبد القادر اور پوتے محمد بن عبد اللہ سواقی اور سید ابن علی مصنف الوسط و شیخ احمد بن علی البکری و عبد اللہ ابن احمد فلاح و شیخ محمد بن احمد فاکہی اور شیخ حمید بن عبد اللہ سندھی ہیں ۔

تصانیف : ۔ انہوں نے کئی مفید کتابیں لکھیں ۔ (۱) العقد النبوی (۲) السر المصطفوی

(۳) کتاب الفوز (۴) البشری (۵) تحفۃ المرید کی دو شرحیں (۶) حقائق التوحید (ب) سراج التوحید (۷) المولدان۔ جن میں ایک مفصل ہے اور دوسری مختصر (۷) رسالہ در معراج ۔ (۸) رسالہ فی التحدل (۹) در ورد اسمہ الحزب النفیس (۱۰) نفحات الحکم علی لامیۃ العجم (تصوف کے مصطلحات پر مگر مکمل نہ ہو پائی) (۱۱) اشعار کا دیوان۔ ان میں یہ شعر ہیں۔

لنا بالرسول المصطفیٰ خیر نسبۃ　　مسلسلۃ تعلو علی کل رتبۃ

ہمیں رسول مصطفیٰ سے بہتر نسبت حاصل ہے　　جو ہر درجہ میں مسلسل اور بلند ہے

ائمۃ علم اللہ جوھر سرّہ　　ذواھی حلم قدوۃ الطریقۃ

ہمارے مقتدا علم الٰہی کے پیشوا اور اس کے اسرار کے جوہر ہیں ـــــ جیسے روشن ستارے اور طریقت میں منتخب ہیں۔

تجلت والبدور طوالع　　نجوم لنا بالسعد منہ استمدت

وہ روشن آفتاب اور درخشاں ماہتاب ہیں ـــــ ایسے ستارے جو سعد ہیں اور ہمارے مددگار ہیں۔

دوسرے شیخ احمد بن علی بکری مکی ہیں۔ جن کے کتابچہ کا نام نزہۃ الاخوان ذا النفوس فی مناقب شیخ بن عبد اللہ السعید روس ہے۔ تیسرے شیخ کے صاحبزادہ عبد القادر ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتاب الفتوحات القدوسیہ فی الخرقۃ السعید اور سیہ ہیں ان کا مبسوط تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کے سوا اوروں نے بھی۔

آپ نے نعمت آباد کے اندر ۲۳ سال اقامت فرمائی اور یک شنبہ کی رات بتاریخ ۲۵ ماہ رمضان ۹۹۰ھ کو احمد آباد ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۵۷۔ شیخ شیخ جیو گجراتی

م ۹۳۱ھ ۲۰ ربیع الثانی

"السید الشریف" شیخ جیو بن محمود ابن عبد اللہ بن محمود الحسین الحسینی البخاری الگجراتی یکے از مشائخ مشہورین در گجرات، مولد قریہ اساول، سن ولادت ۹۵۳ھ۔ اساتذہ: اپنے والد اور عم محمد بن عبد اللہ الحسینی البخاری سے پڑھا، اور مسند مشیخیت مزین فرمائی۔ آپ سے بے شمار مشائخ طریقت

نے فیض حاصل کیا (المرآۃ)

۲۵۸۔ شیخ المشائخ سدھوری

"الشیخ الصالح" شیخ المشائخ بن خواجگی ابن خیر الدین بن نظام الدین انصاری الہروی ثم سدھوری (اودھ میں ایک قصبہ ہے) جو آپ کا مولد و منشا تھا۔ اساتذہ میں آپ کے والد جن کی خدمت میں برسوں رہے اور آپ سے بے شمار افراد نے استفادہ کیا۔

۲۵۹۔ شیر شاہ السوری سلطان الہند

م ۹۵۲ھ ۱۲ ماہ ربیع الاول

"السلطان العادل" شیر شاہ بن حسن خان ابن ابراہیم سوری۔ نام فرید خان اور افاغنہ کے مشہور قبیلہ سور سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کے دادا ابراہیم کوہِ روہ سے ہندوستان منتقل ہو گئے۔ جہاں ان کے بیٹے حسن خان نے امیر جمال خان افغان کے ہاں ملازمت کر کے نام پیدا کیا۔ جمال خاں نے سہسرام اور خواص پور دو پرگنے نواح رہتاس میں ان کو جاگیر میں عطا کر دئے۔ یہ (فرید خاں عرف شیر شاہ) اپنے والد کے بڑے فرزند تھے جن کی والدہ ایک افغان خاتون تھی ـــــ مگر جب ان کے والد حسن خان نے ایک اور خاتون سے عقد کر کے اس سے ربط ضبط بڑھا دیا۔ تو شیر شاہ (فرید خان) وہاں سے جون پور چلے آئے۔ اور مدتوں قیام کیا۔ یہاں انہوں نے گلستاں، بوستاں، سکندر نامہ، کافیہ مع حاشیہ اور ان کے سوا چند اور علوم متعارفہ پڑھے۔ بعد میں جب ان کے والد حسن خاں جون پور آئے تو ان کے چند دوستوں نے فرید خان کو ان کی خدمت میں پیش کیا۔ اب وہ فرید خاں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اور انہیں اپنی جاگیروں پر نگرانی سونپ دی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب حسن خاں کے دوسرے حرم کی اولاد اور ان کی والدہ نے فرید خاں کا گلہ کیا۔ تو باپ نے انہیں معزول کر کے احمد اور سلیمان کو یہ نگرانی سپرد کر دی اور فرید خان آگرہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں اس نے دولت خان کے مصاحبین میں شامل ہو کر کئی برس ان کی خدمت میں گزارے۔

جب فرید خان کو والد کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو سہسرام لوٹ کر اپنے والد کی جاگیر کی نگرانی خود شروع کر دی۔ جس کے مبادی میں وہ اپنے بھائیوں پر غالب ہو کر بعدہٗ دوسرے امرأ کو سر کیا۔ جس سے اس کا رعب ہر طرف بیٹھ گیا۔

ادھر اس نے بہار کے سربراہ سلطان محمد سے رابطہ بڑھانے کی تگ و دو کی۔ حتیٰ کہ اس کے ندما میں شامل ہو گیا۔ سلطان ممدوح نے اُسے (فرید خان کو) شیر خاں کا لقب دیا۔ مگر تھوڑے سے وقفہ کے بعد دونوں میں بددلی ابھر آئی۔ سلطان بہار شیر خان پر خفا ہو گیا۔ اور اپنے ایک ماتحت افسر کو حکم دیا کہ جون پور کی جاگیریں ان کے بھائیوں پر تقسیم کر دی جائیں۔ چنانچہ محمد خان لشکر لے کر جون پور جا پہنچا۔ جہاں اُسے فرید خان کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ پھر فرید خاں اپنے علاقہ سے نکل کر جنید برلاس نائب پرگنہ کڑہ کے پاس آیا۔ جو سلطان بابر تیموری کی طرف سے وہاں کا والی تھا۔ اس وقفہ میں برلاس آگرہ جانے کے لئے کمر باندھ رہا تھا۔ جو اپنے ہمراہ انہیں بھی لے گیا۔ اور انہیں بابر کے حضور پیش کیا۔ اور وہ بابر کے خواص میں شامل کر لیا گیا۔ فرید خان برسوں ان کے پاس رہا۔ آخر وہ بہار چلا گیا۔ اور سلطان محمد مذکور کے پاس مدتوں رہا۔ مگر جب محمد نے انتقال کیا۔ اور اس کی سلطنت کا والی اس کا فرزند جلال خاں ہو گیا۔ تو سلطنت کے جملہ امور کا انصرام اس (فرید خان کے) سپرد ہوا۔ اور جلال خاں کو ایک طرف ہونا پڑا۔

اس دوران میں محمود شاہ بن سکندر خاں لودھی نمودار ہوا۔ وہاں کی رعایا اس کی ماتحتی پر متفق ہو گئی۔ اور اُسے بہار کا مختار مطلق تسلیم کر لیا۔ تب شیر خان بھی لودھی کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر جب محمود شاہ اپنا لشکر لے کر بابر تیموری سے مقابلہ کے لئے بڑھا تو محمود کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ جس پر فوجیں ایک طرف ہو گئیں۔ اب شیر خان دوسری مرتبہ بہار پر بلا شرکت غیرے قابض ہو گیا۔ اور ذرا دیر بعد اُس نے بنگال پر حملہ کر کے اُسے اپنے ماتحت کر لیا۔ اُدھر سے سلطان ہمایوں بڑھا۔ اور بنگال پر قابض ہو گیا۔ جہاں وہ تین ماہ تک رہا۔ ہمایوں کے بعد جہانگیر قلی بنگال پر چھا گیا۔ یہ ایک عسکری تھا۔

سلطان ہمایوں نے ادھر اپنے بھائی ہندال مرزا کی سرزنش کے لئے آگرے کا رخ کیا۔ مگر جب وہ مقام چوسہ پر پہنچا۔ تو شیر شاہ دونوں کے درمیان حائل ہو کر ہمایوں سے ٹکرا گیا معرکہ

کارن پڑا۔ اور ہمایوں کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۴۶ھ کا ہے۔ شیر خان بنگال کی طرف لوٹا۔ اور اس نے جہانگیر قلی کو وہاں سے نکال دیا۔ شیر خان نے اس موقعہ پر خود کو شیر شاہ کے لقب سے ملقب کیا۔

شیر شاہ نے آگرے کا قصد کیا۔ مقام قنوج پر ۹۴۷ھ کی لڑائی میں ہمایوں کو شکست دی ہمایوں نے آگرے سے لاہور کا رخ کیا تو شیر شاہ بھی اس کے تعاقب میں تھا۔ جس نے ہمایوں کو لاہور سے سندھ بعدہٗ سندھ سے افغانستان کی طرف دھکیل دیا۔ اب وہ تنہا ہندوستان کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔

اوصاف شیر شاہ عمدہ سلاطین سے تھا۔ عدل گستر۔ سخاوت پیشہ۔ رحیم و کریم۔ دلاور اور بہادر، وہ جب کوئی دروازہ کھولنے کے لئے بڑھتا تو کامیاب ہو کر اندر آتا۔ اور جب کسی مہم کا آغاز کرتا تو اس میں کامیاب ہوتا۔ مگر یہ دور اس کی کبر سنی کا دور تھا۔ جس پر وہ خود بھی افسوس ظاہر کرتا۔

شیر شاہ نے اپنے اوقات مقرر کر رکھے تھے۔

۱۔ دن کا اتنا حصہ عبادت کے لئے

۲۔ " " " " عدل و انصاف کے لئے

۳۔ " " " " لشکر کی دیکھ ریکھ کے لئے

آخر شب میں بیدار ہوتا۔ غسل کر کے تہجد ادا کرتا۔ گھڑی تک تعقیبات صلوٰۃ میں مصروف رہتا۔ پھر مختلف شعبوں کے دفاتر دیکھتا اور ان کے سربراہوں کو ہدایات کرتا۔ اپنا نقشہ ضبط اوقات ملاحظہ کر کے دیکھتا کہ کسی معاملہ میں کوتاہی تو نہیں ہوگئی۔ پھر وضو کر کے نماز فجر باجماعت ادا کرتا۔ اور پھر اوراد میں مصروف ہو جاتا۔ جس کے بعد اراکین دولت کی پیشی ہوتی جو سب سے پہلے سلام پیش کرتے۔ اب وہ نماز اشراق کے لئے قیام کر کے عوام کے عرضی پرچے دیکھتا۔ محتاجوں کی امداد پر متوجہ ہو کر کسی کو اسپ۔ کسی کو جاگیر اور کسی کو نقود عطا کرتا۔ یہ اس لئے کہ ضرورت مند دوسرے اوقات میں آکر خلل انداز نہ ہوں۔ دوسرا مرحلہ مظلوموں کی داد رسی کے لئے ہوتا۔ جس میں وہ بے حد غور کر کے فیصلے نافذ کرتا۔

اشراق ہی کے بعد لشکروں کا معائنہ ہوتا۔ سواریوں اور اسلحہ کو جانچتا۔ اور جو شخص اس خدمت سے دستبردار ہونے کی درخواست کرتا۔ اُسے سمجھا بجھا کر مطمئن کرتا۔

بعد ازاں محاصل کے کھاتے پیش ہوتے۔ امرائے دولت و مزارعین و سفراء حکومت و وکلائے سلطنت کی ملی جلی مجلس قائم ہوتی۔ جس کے بعد عمال حکومت اور ندیموں کی موصول شدہ درخواستیں پیش ہوتیں۔ جن میں سے ہر ایک کے جواب لکھواتا۔ پھر وہ دسترخوان پر آ بیٹھتا۔ جس پر علما و مشائخ بھی ہوتے۔ ان کے ساتھ تک مختلف موضوعات پر گفتگو رہتی۔ تناول طعام سے فارغ ہو کر قدرے قیلولہ کرتا۔ اور نیند سے بیداری کے بعد نماز ظہر با جماعت ادا کر کے تلاوت کے لئے بیٹھ جاتا۔ پھر سلطنت کے امور پر گفتگو کرتا ——— الغرض اس کے معمولات مقرر تھے۔ جو خلوت و جلوت دونوں میں یکساں سر انجام دیتا۔ وہ اکثر کہا کرتا۔ بڑا آدمی وہی ہے جو ضروری امور پر اپنی توجہ مرکوز رکھے۔ وہ یہ بھی کہتا کہ عدل و انصاف ایسے صفات سے ہیں جو مسلم اور کافر دونوں کے نزدیک قابل تعریف ہیں۔ شیر شاہ ہمیشہ اچھے کاموں پر مائل رہتا۔ وہ کہتا کہ مختار شخص کے لئے شایاں نہیں کہ بڑے امور کے سامنے چھوٹے کاموں کو نظر انداز کرتا ہوا انہیں ماتحت عملہ کے سپرد کر دے وہ (ماتحت) تو اس قابل ہی نہیں ہوتے۔ اگر ان کی توجہ ہو بھی جائے تو رشوت و طمع کر کے ان امور میں خرابی پیدا کر دیتے ہیں۔

وہ رہزنوں، چوروں، باغیوں اور بدکردار پر سخت نگرانی کرتا۔ اور سزا دہی میں کبھی تغافل نہ کرتا۔ اگرچہ اس کے اقارب اور سسرال ہی کیوں نہ ہوں۔ شیر شاہ پہلا بادشاہ ہے جس نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے بعد بادشاہی کے قانون وضع کئے اور انہیں اپنے سے بعد آنے والوں کے لئے دستاویز کی صورت بخش دی۔ اس کے ساتھ فوجی قوانین بھی مدون کئے اور ان کی تنظیم کے لئے جدید اسلوب وضع کئے۔ اس نے مالی قانون بھی مقرر کئے۔ سکہ جات کے لئے بھی اور دوسرے قوانین بھی۔

لشکری سواریوں اور باربرداری کے جانوروں کو داغنے اور افواج میں بھرتی کا قانون وضع کیا۔ داغنے کا طریقہ یہ تھا کہ لشکر کے سربراہ اپنے مملوک غلاموں کا فوجی دستہ پیش

کرتے۔ لوہا آگ میں گرم کر کے ان کے گھوڑوں کو داغ دیئے جاتے۔ گھوڑوں کا حلیہ لکھا جاتا جس میں ان کی نسل کا، وطن ہوتا، قد ہوتا، عمر ہوتی اور ان کا خاص وصف از قسم خطوط جلد ایک خاص ورق پر ہوتے۔

سپاہیوں کا کام۔ جب تک وہ جنگ سے فارغ ہوں۔

۱ - بستیوں کا گشت اور اچھے بڑے لوگوں کی پڑتال کرتے رہیں۔

۲ - جہاں ضرورت ہو۔ مٹی کے قلعوں کی تعمیر کریں۔

۳ - ان کو مزارعات کی حفاظت پر پابند رکھنا۔ اور اس کی خلاف ورزی پر سخت سزا۔ جس کے لئے امین مقرر تھے۔ وہ رپورٹ کرتے۔ اور کسانوں کے نقصان کا معاوضہ سپاہی سے دلوایا جاتا۔

۴ - سپاہیوں کو پابند کر دیا کہ رعیت کے کسی فرد کو لڑائی کے زمانے میں گرفتار نہ کریں۔

مالی قوانین

۱۔ سالانہ اراضی کی ساحت

۲ - لگان پیداوار کے مطابق جس میں کسان سے ½ حصہ لیا جاتا۔

۳ - لگان کے بعد ان پر کسی قسم کا ٹیکس نہ تھا۔

۴ - بیوپاریوں سے دو مرتبہ ٹیکس لیا جاتا۔ شہروں میں اجناس لے کر داخلہ پر ۱ اور فروخت ۲ اجناس پر)

تقسیم اضلاع

اس نے ملک کی تمام اراضی کو ۱۱۶ پرگنوں میں محصور کر دیا تھا۔ اور پرگنے کے متولی کے ذمے اس کا نظم و نسق تھا۔ عامل یا متولی کے عہدہ کا نام شقدار تھا۔ اور خاندان کا فوطہ دار۔ ہر ایک کے ماتحت دو دو محرر تھے۔ ایک ہندی میں لکھنے والا اور دوسرا فارسی کا منشی۔ یہ عہدہ دار امین کہلاتے ان کے اختیارات رعایا کے باہمی مقدمات کے علاوہ ان کے دورِ سلطنت کے درمیان مالیات وغیرہ کے مقدمات بھی طے کرنے کے مجاز تھے۔

منصف

ایک عہدہ منصف کا تھا۔ یہ دیکھتے کہ شاہی ملازم رعایا پر ظلم و زیادتی تو نہیں کرتے۔

فوجدار ۔ اس منصب پر سرکاری امراء میں سے کوئی صاحب متعین ہوتے جو سرکاری عملہ پر چوکسائی رکھتے ۔

صدرِ شقدار ۔ اوپر کے عمال سلطنت پر نگران ۔

صدرِ منصف ۔ صرف منصفین کے محاسب ۔

ان مناصب پر امرائے سلطنت ہی متعین ہوتے، یہ ارباب مناصب فوج کے مقدمات بھی سنتے ۔

سکہ جات شیر شاہ نے سکہ جات بھی جاری کئے اور ان کے اندر ملاوٹ کا بہت خیال رکھا ۔ اس کا قانون ہی بنا دیا ۔

ان قوانین کے سوا اور اور قانون بھی تھے جن کی تفصیل فراہم نہیں ہو سکی ۔

شاہراہیں اُس نے سنار گاؤں بنگال سے لے کر ایک سڑک نکالی ۔ جو نیلاب سندھ تک پہنچائی ۔ اس کا طول ۱۵ سو کوس تھا ۔ اور یہ کوس موجودہ پیمائش سے ۲ میل کا تھا ۔ ہر ایک کوس پر رباط (چوکی) تعمیر کرائی ۔ جس میں ہندو اور مسلمان دونوں کا علیحدہ علیحدہ کھانا رہتا ۔ جو رہگذاروں کی مہمانی کے لئے ہوتا ۔ ہر چوکی میں پختہ مسجد ۔ موذن اور امام مقرر ہوتا ۔ ایک چوکی چھوڑ کر دوسری چوکی تک ڈاک کا انتظام تھا ۔ جس میں نیلاب سے لے کر بنگال تک روزانہ ڈاک جاتی ۔ سڑک کے دونوں طرف پھل دار درخت تھے جن میں جامن اور آم کا تناسب زیادہ تھا ۔ اور ان سب درختوں کے پھل مادہ عام تھا ۔ اسی طرح آگرہ اور مندو (مالوہ) جن کی درمیانی مسافت تین سو کوس تھی ۔ اس میں پھل دار درخت ۔ چوکی ۔ چوکی کے اندر مسجد ۔ مسجد میں امام و موذن اور ہندو مسلمان دونوں کے لئے خورد و نوش کے مطبخ تھے ۔ شیر شاہ کے عہدِ حکومت میں امن اس حد تک آ پہنچا تھا ۔ کہ ایک بڑھیا سامان لے کر جنگل سے گذرتی اور کوئی اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھا سکتا ۔

شیر شاہ کو ایک ہی ملال رہا کہ یہ سلطنت اُسے بوڑھاپے میں ملی ۔ وہ کہا کرتا کہ اگر زمانہ میرے ساتھ موافقت کرتا ۔ تو میں خلیفۃ المسلمین کی طرف خط لکھتا کہ وہ فارس پر ادھر سے یلغار کرے اور میں ادھر سے تاکہ اُن اوباشوں کو ملیا میٹ کر دیا جائے جو حاجیوں پر حملہ کر کے ان کا سامان

لوٹ لیتے ہیں اور ہم دونوں مل کر مکہ معظمہ کے لئے ایک ایسی شاہراہ بنوا دیں جو ان رہزنوں کے خطرات سے محفوظ ہو۔ مگر اس کے یہ مسودات مکمل ہونے سے پہلے موت نے اُسے قبر میں سلا دیا۔

۲۶۰۔ مولانا شیری لاہوری

م ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء

"الشیخ الفاضل" شیری ابن یحییٰ الصیاد لاہوری۔ شعر و ادب میں ممتاز دوراں۔ مولد و منشا قریہ کوکو در نواح لاہور اپنے والد سے پڑھا۔ اور مختلف فنون میں امتیاز حاصل کیا۔ بے حد ذہین اور طباع تھے۔ شعر کی تنقید اور عتابیات معاصرین پر فوقیت تھی۔ سلطان اکبر کے حکم پر شری کرشن کے سوانح زندگی ہندی سے فارسی میں منتقل کیئے اور فارسی میں دیوان چھوڑا۔

تا برآید ہر زماں کشور بر اندازِ آفتے

فتنہ در کوئے حوادث کدخدا خواہد شدن

با عقابِ قرضخواہ و خنجرِ اربابِ شرک

بارِ سر از ذمۂ گردن جدا خواہد شدن

فیلسوف کذب را خواہد گریبان پارہ شد

خرقہ پوش زہد را تقویٰ رِدا خواہد شدن

شورش مغز است اگر در خاطر آرد حالے

کز خلائق مہرِ پیغمبر جدا خواہد شدن

بادشاہ امسال دعویٔ نبوت کردہ است

گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

مقام یوسف زئی باغستان میں ۹۹۲ھ / ۱۵۸۵ء میں انتقال فرمایا۔

۲۶۱۔ مولانا شیر علی سرہندی

م ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء

"الشیخ الفاضل" شیر علی حنفی صوفی سرہندی۔ یکے از مشائخ مشہورین۔ مشہور سلاسل تصوف میں منسلک۔ خصوصاً سلسلہ قادریہ میں! ۹۸۵ھ میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۲۶۲۔ مرزا صادق اردوبادی

م ۹۹۷ھ بماہ جمادی الاولیٰ

مرزا صادق شیعی اُردوبادی فاضل بزرگ از اہل بیت علمائے وقت۔ مولد ومنشا اُردوباد از آذربائیجان۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ سے پڑھا۔ اور ہندوستان میں احمد نگر (دکن) کو اپنا مستقر بنالیا۔ یہاں دس سال قیام فرمایا اور ملوک وامرا سے خوب خوب انعامات حاصل کئے۔ اور جب صلابت خان وزارت پر فائز ہوا۔ تو اس نے آپ کو اعلےٰ مناصب اور جاگیر سے مالامال کردیا۔ جس سے آپ بڑے لطف وعیش کی زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ بلند پایہ فاضل تھے۔ شعروادب میں فقید المثال۔ شعر کہتے اوران میں جلا پیدا کردیتے۔ نمونہ!

اے رہزنِ کاروانِ زہد وپرہیز
بدعت دوستی خصمے آمیز

درکوئے تو از ہجوم نظارگیاں
نہ جائے رفتاد نست نہ پائے گریز

ماہ جمادی الاولیٰ ۹۹۷ھ میں احمد نگر کے اندر قتل ہوگئے۔

(بروایت محمد قاسم فرشتہ)

۲۶۳۔ قاضی صدر الدین لاہوری

م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء ۱۵ رمضان المبارک

"الشیخ العالم الفقیہ" صدر الدین قریشی عباسی لاہوری: دفین بھروچ گجرات۔ علوم فقہ و کلام اور اصول و عربیت میں ممتاز العلما تھے۔ نصاب کا کچھ حصہ مخدوم الملک عبداللہ ابن شمس الدین ملتانی سے اور کچھ حصہ دوسرے علما سے پڑھا۔ جیسا کہ بدایونی نے لکھا ہے اور یہ کہ آپ تحقیق علوم میں اپنے شیخ (ملتانی) سے "افضل" تھے۔ شیریں سخنی سے بہرہ اندوز۔ بحث میں سلیقے سے گفتگو کرتے۔ جملہ فنون میں مطالعہ وسیع تھا۔ فراخ دلی سے مستفیض تھے۔ دیکھنے والا سمجھتا کہ اسبابِ دنیوی کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہیں۔ اگرچہ ایسا نہ تھا۔

بدایونی لکھتے ہیں۔ ایک روز انہوں نے کسی شخص کو مجذوبوں کے لباس میں دیکھا۔ تو اس کی تعظیم کے لئے دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ مجذوب نے ان سے فرمایا کہ میں خضر سے آپ کی ملاقات کرا سکتا ہوں۔ یہ سن کر قاضی صاحب نے ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کیا یہ تو تیری عنایت ہوگی۔ اگر آپ مجھے خضر تک پہنچا دیں۔ مجذوب نے کہا۔ مگر ان دنوں میں اپنی لڑکی کی تزویج کے بارے میں مغموم ہوں۔ اور اس کے لئے سات سو ٹنکہ درکار ہے۔ قاضی صاحب نے اسی لمحہ یہ رقم مجذوب کے سامنے رکھ دی۔ مجذوب انہیں ایک دریا کی طرف لے گئے۔ وہ خود طویل القامت تھے۔ ان کا بازو پکڑ کر دریا کے اندر بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ پانی ڈوبان آگیا۔ قاضی صاحب چلا اُٹھے۔ اور فرمایا۔ بس مجذوب صاحب! کیونکہ ممدوح تیرنا نہ جانتے تھے۔ مجذوب نے فرمایا۔ میں تو آپ کو خضر کے مقام پر پہنچا کر رہتا۔ اگر آپ ضبط نہیں کر سکتے تو میں بری الذمہ ہوں۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ اکبر شاہ تیموری نے قاضی صدر الدین کو شہر بھروچ کا قاضی مقرر کر دیا۔ آپ تشریف لے گئے اور اپنی وفات تک وہاں ہی قیام فرمایا۔

علامہ مندوی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ قاضی صدر الدین مرد صالح اور رقت سے بھرپور تھے۔ لاہور کے مجذوب شیخ موسیٰ ہداد کے فیض یافتہ تھے۔ ۹۹۰ھ ماہِ رمضان کی ۱۵ تاریخ کے روز آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۶۴ - الشیخ صدرالدین سندھی

"الشیخ العالم" الفقیہہ صدرالدین سندھی صوبہ سندھ کے اندر یکے از علماے مشہورین ۔مسند تدریس آراستہ فرمائی ۔ اور اپنی زندگی میں یہ فیضان عام کردیا ۔ فضلا کی جماعت استفادہ کے لئے حاضر ہوتی ۔ سید محمد ابن یوسف مہدوی جون پوری المشہدی جب سندھ تشریف لائے تو آپ سے مناظرہ کرنے کے بعد آپ کے تبحر کا معتقد ہوکر آپ کے مسترشدین میں داخل ہوگیا ۔ آپ سندھ کے بادشاہ لجام نظام الدین کے ہمعصر تھے ۔

۲۶۵ - سیّد صدرالدین قنوجی

"الشیخ الفاضل" صدرالدین حنفی قنوجی اپنے زمانہ کے معروف علما اور سلطان سکندر بن بہلول لودھی کے ندیم تھے ۔ ان کے حقیقی بھائی سید حسن اور سیّد امام بھی علما کے زمرہ میں سے تھے ۔ (ابجد العلوم مؤلفہ قنوجی)

۲۶۶ - السیّد صفائی ترمذی

م ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء بماہ ذوالقعدہ

"الشیخ العالم" الفقیہہ السیّد صفائی بن مرتضیٰ الحسینی الترمذی المنتسب بہ شیر قلندر ابن بابا حسن ابدال قندھاری فقہ و اصول و ادب میں ممتاز علما سے تھے ۔ سلطان محمود شاہ سندھی نے آپ کو شہر بھکر صوبہ سندھ کی قضاۃ سپرد کردی ۔ اور اللہ نے آپ کو اولاد صالح عطا فرمائی ۔ جس میں محمد معصوم مؤلف تاریخ سندھ ممتاز تھے ۔ ماہ ذیقعدہ ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء میں داعی اجل کو لبیک کہا ۔

۲۶۷ - خواجہ صفر رومی

م ۹۵۳ھ / ۱۵۴۷ء

"الامیر الکبیر" خواجہ صفر رومی سلیمان ترکی الشہید السعید کا آزاد کردہ غلام ۔ لقب خداوند خاں

تھا۔ ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء میں سلمان مذکور کے بھانجے مصطفیٰ کے ہمراہ گجرات آیا۔ اور مصطفیٰ نے اسے ہندوستان کی بندرگاہوں کا نگران مقرر کر دیا۔ اس نے بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں سوات کا قلعہ تعمیر کرایا۔ مگر جب بہادر شاہ نے ہمایوں سے شکست کھا کر دیو کا رُخ کیا۔ تو خواجہ صفر جو اس وقفہ میں مصطفیٰ مذکور کا وکیل تھا۔ آگے بڑھا اور بہادر شاہ کی رکاب کو بوسہ دے کر مصطفیٰ خائن سے برأت کا اظہار کیا۔ اور اس کی رکاب پہ ہاتھ رکھے ہوئے دیو میں داخل ہوا۔ اس نے بہادر شاہ کو تمام خفیہ مورچے دکھا دئے۔ ان میں سے جو مورچے کمزور تھے۔ ان کی درستگی کا مشورہ پیش کیا۔ پھر اُس نے خاص سلمانی دستہ طلب کر کے بہادر شاہ کے سامنے پیش کیا۔ بہادر شاہ حیران رہ گیا۔ اور اس نے مصطفیٰ کی تحویل کے بندرگاہ دیو، سوات، راندیر، تھانہ و دمن ہر شش صفر کے نام منتقل کر دئے اور صفر کو حکم دیا کہ تمام حکام رعایا کو طلب کرو۔ اور دیو کو آباد کرنے کا حکم دیا۔ پھر کہا کہ دیو کو ہمایوں کے حملے سے بچایا جا سکتا ہے؟ صفر نے کہا بچا لینا ممکن تو ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ مصطفیٰ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ صفر نے کہا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پھر بہادر شاہ نے دیو کے مخدوش مورچے مضبوط کرا دئے اور جنگ کرنے کے لئے کمر باندھ لی۔

وہ نوساری (مقام) کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کے گرد و نواح کو بھی مستحکم کر لیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے تمام شہروں کو مضبوط کرتا ہوا سوات اور وہاں سے بڑودچ پہنچا۔ خان جہاں اس کے ہمراہ تھا۔ آخر وہ احمد آباد آ پہنچا اور اس نے تمام صوبہ اپنے ماتحت کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۴۲ھ کا ہے جس سے کچھ عرصہ بعد بہادر شاہ قتل ہو گیا۔ جیسا کہ اس کے تذکرہ میں نمبر ۱۰۵ میں مذکور ہوا ہے۔ اس موقعہ پہ صفر بھی اس کے ہمراہ تھا جسے اس کے شناخت کرنے والوں نے پکڑ لیا۔ پہلے سے صفر یہ کہا کرتا تھا کہ جان پہچان اگرچہ یا وے کتے سے کیوں نہ ہو۔ مگر وقت پہ وہ بھی کام آجاتا ہے آخر اس کے شناسا نے اُسے بچا کر اپنے ہاں چھپائے رکھا۔ پھر اُسے ظاہر کیا گیا۔ تو اُس سے یہ عہد و پیمان ہوا کہ وہ دیو میں رہ کر تجارت کا پیشہ کرے۔ آخر اس کی زندگی بچ ہی گئی — کچھ عرصہ بعد وہ دیو کے موجودہ حکام کے پاس آیا تو اس وقفہ کے حکمران سلطان محمود شاہ نے اسے خداوند جہان کا خطاب دے کر اُسے دیو جانے کا حکم دیا۔ وہ ۹۵۲ھ/۱۵۴۶ء میں شہر سرخیز میں وارد

ہوا۔ اور وہاں کے وکیل کی طرف جو سوات میں تھا۔ یہ لکھا کہ اپنے بیٹے محرم کی سرکردگی میں تمام فوج و خزانہ اور اسلحہ و باربرداری کے آلات سب کچھ بھیج دے۔ یہ سامان حاصل ہو جانے کے بعد وہ دلیو روانہ ہو گیا مگر جب وہ نوال گر پہنچا جو دیو سے تین ہی فرسخ پر تھا۔ تو بھاری سامان چھوڑ چھاڑ کر سپاہی اور اسلحہ لے کر دلیو میں داخل ہوا۔ اور اس نے پیش قدمی شروع کر دی۔ فریق مقابل بھی جنگ کرنے پر آمادہ تھا مگر وہ قلعہ کی طرف قدم بہ قدم بڑھتا گیا۔ اور ایک تنا سب کے مطابق مال کی خیرات شروع کر دی۔ جس سے وہ محتاج ہو گیا۔ تب اُس نے اپنے وزیر افضل خان کی طرف خزانہ بھجوانے کے لئے لکھا۔ مگر اس نے ایک حبہ تک نہ بھیجا۔ آخر اس نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں بہت سے محصورین مارے گئے اور اکثر ان میں سے زخمی ہو گئے۔ صفدر خواجہ پتھر کے گولے بنواتا اور دشمن پر پھینکواتا رہا۔ لیکن آخر میں یہ کام بند ہو گیا ایک روز وہ اپنے مورچہ کی اوٹ میں بیٹھا ہوا تھا کہ قلعہ کی طرف ایک گولہ جو پھینکا گیا تو اس گولے کے ٹکڑے فضا میں اڑنے لگے۔ جن میں سے ایک ٹکڑا صفدر کی کھوپڑی پر گرا۔ اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الثانی ۹۵۳ھ / ۱۵۴۷ء میں بروایت آصفی کتاب ظفر الوالہ سے منقول ہوا۔

۲۶۸۔ قاضی صلاح الدین جون پوری

"الشیخ العالم" الفقیہ، قاضی صلاح الدین خلیل حنفی جون پوری۔ قاضی نظام الدین مؤلف فتاوٰی ابراہیم شاہیہ کے احفاد (پوتوں) میں تھے۔ جن کی گود میں پروان چڑھے اور ان کی رحلت کے بعد منصب قضاۃ پر فائز رہے۔ بیس سال اس عہدہ پر رہے۔ خلیق و شیریں سخن۔ عقلی گفتگو کا موقع۔ عالم متبحر۔ جزئیات مسائل میں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ سید عبدالاوّل ابن العلاء جونپوری شارح صحیح بخاری اور ان کے سوا بیشمار افراد آپ سے مستفیض ہوئے (زیدی در تجلی نور)

۲۶۹۔ قاضی ضیاءُ الدین نیوتنی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" ضیاءُ الدین بن سلیمان بن سلوٰنی بن عثمانی نیوتنی اودھی۔ یکے از

علمائے اکابر۔ مولد و منشا نیوتن در نواح موہان۔ ابتدائی کتابیں نیوتن میں پڑھ کر گجرات کا سفر کیا۔ وہاں قاضی وجیہہ الدین بن نصر اللہ گجراتی سے پڑھا۔ ممدوح نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں منسلک فرمادی۔ ضیاؤ الدین نے برسوں یہاں اقامت فرمائی۔ اور یہیں سید محمد یوسف قرشی برہان پوری سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی۔ حرمین تشریف لے گئے اور حج و زیارت کے بعد واپس آکر اپنے وطن میں قیام فرماکر افادۂ علوم و معارف میں مصروف ہوگئے۔ آپ سے شیخ جمال کوردی اور دیگر بے شمار افراد نے اکتساب کیا۔

۲۷۰۔ مولانا ضیاؤ الدین مدنی

"الشیخ العالم المحدّث" ضیاؤ الدین حسینی المدنی، مدفون بہ کاکوری۔ حدیث، لغت و نحو کے اندر ممتاز الافاضل تھے۔ دہلی میں دو سال اقامت کے بعد اودھ کا رخ کیا۔ اور پانچ سال تک کاکوری میں رہائش فرمائی۔ درس و افادہ مشغلہ تھا۔ ان سے شیخ نظام الدین بن سیف الدین علوی کاکوروی نے حدیث میں صحیح بخاری اور جامع الاصول پڑھی۔ کاکوری میں آسودۂ لحد ہوئے۔ یہ تذکرہ شیخ مراتب علی قلندر نے اپنی کتاب کشف المتواری میں کیا ہے۔

۲۷۱۔ شیخ طاہر بن رضی الہمدانی

م ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء

"الشیخ الفاضل" طاہر بن رضی الدین بن مومن شاہ بن محمد ابن الجلال ابن الحسین بن محمد ابن الحسن بن علی بن نزار بن مستنصر اسماعیلی العبیدی الہمدانی آخر الاولاد عبید اللہ المہدی صاحب دعوت (یعنی داعی اسماعیلیہ) اس انتساب پہ انہوں نے خود کو مہدی بنایا اور کہا کہ وہ مامور من اللہ ہیں۔ عوام نے جوق در جوق ان کی دعوت قبول کی۔ انہوں نے بلاد مغرب و دیار مصر کو اپنا مرکز قرار دیا۔ مگر جب ۶۰۰ھ میں ان کی دعوت کا شیرازہ بکھر گیا۔ تو یکہ و تنہا عراق عجم کی طرف چلے آئے۔ یہاں مہدی کی بجائے محض شیخ ہوکر رہ گئے۔ اور یہی لقب ان کی اولاد در اولاد میں متوارث ہو گیا حتیٰ کہ طاہر بن رضی مسند شیخوخیت پہ فائز ہوئے۔ کہ منطق و فلسفہ اور جفر و رمل میں مشہور آفاق

ہونے کے ساتھ بعض اور علوم عربیہ میں بھی فائق تھے تو عوام ان کے ارد گرد امڈ کر آ گئے۔ جس پر سلطان اسماعیل بن حیدر صفوی شیعی شہ فارس کو اپنے بادشاہت کے خلاف خطرہ محسوس ہوا۔ تو صاحب ترجمہ از خود اسماعیل کے پاس ۹۲۶ھ میں آ گئے۔ برسوں ان کے پاس رہے۔ بعد ازاں کاشان میں مشغلۂ تدریس جاری فرما دیا۔ ان کے اصحاب سمٹ کے ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور قبولیت عام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ اب ان پر الحاد کی تہمت لگا دی گئی۔ سلطان اسمٰعیل اس مرتبہ بھی گھبرا اٹھا۔ اور ان کے قتل کا فرمان جاری کر دیا۔ یہ سن کر شیخ طاہر صاحب ہندوستان میں گوا اور یہاں سے بیجاپور آ گئے۔ مگر یہاں کے بادشاہ اسماعیل عادل شاہ بیجاپوری ان پر ملتفت نہ ہوا۔ آپ قلعہ پرینده میں وارد ہوئے۔ جہاں شیخ پیر محمد کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ جنہیں برہان نظام شاہ نے پرینده کے قلعہ دار کی طرف سفیر کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ شیخ پیر محمد ملاّ طاہر کے علم و کمال کے گرویدہ ہو گئے۔ اور ان سے مجسطی پڑھی۔ جب علامہ پیر محمد مستند احمد نگر لوٹے تو اپنے مربی سلطان احمد نگر سے ان کے فضل و کمال کا ذکر فرمایا۔ سلطان نے طاہر کو ۹۲۸ھ / ۱۲۲۱ء میں طلب کر لیا۔ اور ان کو احمد نگر میں اقامت کے لئے فرمایا۔ آپ قلعہ احمد نگر کے اندر مہینہ میں دو مرتبہ تدریس فرماتے۔ جس میں شہر کے تمام علما جمع ہوتے۔ اور سلطان برہان نظام شاہ ممدوح بھی۔ جو ان کی تقریر سے بہت خوش ہوتا۔ کچھ عرصے کے بعد سلطان ممدوح کا فرزند عبدالقادر بستر علالت پہ دراز ہو گیا۔ وہ اپنے باپ کا بہت پیارا بیٹا تھا۔ طاہر عیادت کے لئے آئے اور سلطان کو لڑکے کی صحت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ مگر بشرطیکہ بادشاہ خطبہ میں دوازدہ آئمہ کا ذکر کرے۔ اور ان کے مذہب کی ترویج میں راغب ہو۔ برہان نظام شاہ نے اس کا وعدہ کیا۔ جس پر طاہر نے اُسے مذہب شیعہ کی تلقین کرتے ہوئے سمجھایا کہ یہ حُب ہے اور یہ ہے رفض و تشیع! برہان نظام شاہ نے اپنے قبیلہ و خدم و حشم جن کی تعداد تین ہزار تھی۔ خود یہ مذہب اوڑھ لیا۔ یعنی طاہر کو پھر ایک مرتبہ وہ موقعہ مل گیا جو اُس نے کاشان میں کھو دیا تھا۔

مصنّفات

طاہر شاہ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔

۱۔ شرح الباب الحادی عشر در کلام۔

۲۔ شرح الجعفریۃ فی فقہ الامامیۃ۔

۳۔ حاشیہ بیضاوی۔

۴۔ حاشیہ اشارات

۵۔ حاشیہ محاکمات

۶۔ حاشیۂ مجسطی

۷۔ حاشیہ شفا

۸۔ حاشیہ مطول

۹۔ حاشیہ بر گلشن راز

۱۰۔ شرح تحفۂ شاہی

۱۱۔ رسالہ پالکی۔

آپ شعر بھی کہتے۔ نمونہ!

در غم او لذتِ عیش از دلِ ناشاد رفت
خوب غم کردیم چنداں نے کہ عیش از یاد رفت!

۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء کے اندر شہر احمد نگر میں رحلت فرمائی۔ پہلے اس سرزمین میں سپردِ خاک ہوئے بعد ازاں ان کی ہڈیاں کربلا لے جائی گئیں (محمد قاسم در تاریخ)

۲۷۲۔ مولانا طیّب سندھی

م ۔۔۔ھ / ۱۵۰۰ء

"الشیخ العالم المحدّث" طیب بن ابوالطیب تتوی السندھی یکے از علمائے اکابر از نسل شیخ ہارون۔ مولد و منشا سرزمین سندھ۔ مولانا مفتی یونس سندھی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھا۔ کچھ عرصہ بعد برار کے قصبہ ایلچپور میں چلے آئے اور یہاں برسوں رہنے کے بعد برہان پور بہ معیت شیخ طاہر بن یوسف سندھی وارد ہوئے۔ تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ آپ نے شیخ عبیدالله ابن قاسم سندھی نے بعض درسیات در اصول و کلام پڑھیں۔

تصانیف:۔ رسالہ غوثیہ۔ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح (در حدیث) ۔۔۔ھ میں وفات

پائی۔ (در گلزار ابرار)

۲۷۳۔ سلطان میراں عادل شاہ برہان پور

م ۱۵ ربیع الاوّل ۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء

"الملک المؤید" عادل بن مبارک ابن نصیر بن احمد بن فاروقی برہان پوری شاہی اختیارات حاصل کرنے سے قبل ان کا نام عین خان تھا۔ جس کی بنا پر عیناً عادل مشہور ہوئے۔ ۸۶۱ھ میں اپنے والد کی رحلت کے بعد زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ اور سکون وتحمل کے ساتھ نظم کو چلایا۔ رعایا کے دل میں اپنے حسنِ سیرت کی وجہ سے گھر کر لیا۔ علاقہ گوندواڑہ اور گڑھ فتح کئے۔ قلعہ آسیر کے اردگرد ایک سربلند حصار بنایا۔ جس سے وہ ہندوستان کے تمام قلعوں میں ممتاز ہو گیا۔ اسی طرح شہر برہان پور میں ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ جس کی بنیاد نہایت مضبوط رکھی۔ اس نے (۴۶) برس چند ماہ تک حکومت کی۔

وہ علوم میں فاضل اور میدانِ رزم کا شہسوار تھا۔ عقل و دانش اور دین متین اس کا شعار تھا۔ براز نصف ماہ ربیع الاوّل ۹۰۸ھ میں آسودۂ لحد ہوا۔

۲۷۴۔ مولانا عالم کابلی

"الشیخ الفاضل" عالم بن عارف حنفی کابلی یکے از کاملین علوم عالیہ۔ جیسا کہ بدایونی سے ذکر کیا ہے وہ نہایت ہنس مکھ، مذاقی اور ایسے عمدہ پیرائے میں قصے بیان کرتے کہ ان کی شیریں سخنی اور حسنِ اخلاق کے ساتھ ان قصوں کے سننے والے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ بعض اوقات بعض سامعین کی موت کا خطرہ پیدا ہو جاتا۔ انھوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں از انجملہ

۱۔ حاشیہ شرح المقاصد۔ ان کی بیاض کشکول نامی پر ہے۔ جس کا نام القعمہ رکھا۔ اور جسے انھوں نے اپنی تصنیف بتایا ہے۔

۲۔ حاشیہ برمطول۔ جس کا نام الطول رکھا۔ اور دعویٰ کیا کہ میرے مصنفات میں یہ کتاب بہت طویل ہے۔

۳ - فوائح الولایۃ در اخبار الاولیاء - جس میں ہر فقیر سائل باشند یا مجاور سب کے حالات اور ان کے متعلق جو کچھ سنا ہو - شامل کتاب کر دیا۔

بدایونی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عالم علی نے مجھے فتح پور میں بلایا - میرے ساتھ نظام الدین بخشی کو بھی طلب کیا - ہمیں جانا ہی پڑا ۔ دوسرے روز ہم ان کے دولت کدہ پر گئے جہاں ہمیں بھوک بڑھانے والی معجون کھلائی گئی - بعد ازاں انہوں نے اپنی کتابیں ہمارے سامنے رکھ دیں - آخر بھوک نے ہم پر غلبہ کیا - ہم دسترخوان کے منتظر تھے - مگر وہاں ایسی کوئی بات نہ تھی - تب ہم نے خود کھانا طلب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ آپ لوگ اپنے گھر سے کھا کر آئے ہیں - ہم چلے آئے - اور جو کچھ گھروں میں تھا اس پر اکتفا کیا - مولانا کابلی نظام الدین بدخشی پر ناراض تھے کہ وہ بھی سلطان اکبر کے حضور سجدہ کرتے اور اسے منجملہ آداب تحیہ قرار دیتے ہیں - اور ساتھ ہی مولانا کابلی یہ چاہتے تھے کہ وہ بھی مبارک کے دونوں بیٹوں (فیضی و ابوالفضل) کی مانند امرائے سلطنت میں داخل ہو جائیں لیکن اس بارے میں ان کی قابلیت کام نہ آسکی - اور وہ جہاں تھے وہیں رہ گئے - رحلت ان کی ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء میں ہوئی -

۲۷۵ - مولانا عباس سندھی

م ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء

"الشیخ الفاضل" عباس بن الجلال پاتری سندھی - یکے از باکمالان در علوم ظاہر و باطن مولد و منشا قریۂ پاتر در سندھ - مگر اوائل ۹۴۷ھ میں قریہ ہبکور (در نواح بھکر) میں منتقل ہو گئے، اور وہیں طرح اقامت ڈال دی - تدریس کی مسند آراستہ کر لی - بڑے صابر اور بے سوال منش تھے - فقہ و حدیث و تفسیر پڑھاتے - قاضی عبدالسلام سندھی اور دوسرے بے شمار افراد ان سے مستفیض ہوئے - ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ۹۶ سال کی عمر پائی -

(مآثر)

۲۷۶۔ مولانا عبدالاوّل جون پوری

م ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء

"الشیخ العالم المحدث" عبدالاوّل بن العلاء الحسینی جونپوری یکے از علمائے کبار در فرقہ حنفیہ۔ قریۂ زید پور در نواح جون پور وطن مالوف، جہاں سے آپ کے مورث اعلیٰ دکن منتقل ہوگئے صاحب ترجمہ کا مولد و منشا یہی خطہ ہے۔ اپنے جد علاؤ الدین از شیخ حسین فتحی و محمد بن جزری مولف حصن حصین ابن یوسف الحسینی دہلوی دفین گلبرگہ سے حدیث پڑھی۔ پھر گجرات تشریف لے آئے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔ حرمین کا سفر کیا اور حج و زیارت سے فارغ ہوکر احمد آباد داخل ہوئے۔ مدت تک یہاں درس و افادہ فرمایا۔ آپ سے طاہر بن یوسف سندھی اور بے شمار افراد نے اکتساب فرمایا۔ آخر عمر میں دہلی تشریف لے آئے اور قیام سے دو سال بعد یہیں وفات پائی۔

تصانیف
۱۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری
۲۔ منظومہ در علم میراث

۳۔ نمبر۲ کی مفصل شرح
۴۔ رسالہ در تحقیقِ نفس
۵۔ مختصر سفر السعادۃ
۶۔ فتوحاتِ مکیہ پر "دو" حواشی: (ا) مطول (ب) مختصر۔

۲۷۷۔ میرک عبدالباقی سندھی

"الشیخ الفاضل" عبدالباقی بن محمود ابن السعید الحنفی السبزواری تتوی السندھی۔ اپنے والد کے سب سے بڑے بیٹے۔ جو علم و فضل میں بھی اپنے تمام بھائیوں میں برتر تھے۔ درس و افادہ مشغلہ تھا۔ علوم ہیئت و ہندسہ وغیرہ میں کمال حاصل تھا۔ اقلیدس کے بعض اشکال

ایجاد کئے۔ عبد الخالق الگیلانی۔

باوجود علوم حکمت میں متبحر ہونے کے آپ کے معترف اور آپ سے مستفیض تھے۔ جیساکہ نہاوندی نے مآثر میں ذکر کیا ہے۔ ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۷۸۔ الشیخ عبد الجلیل لاہوری ؒ

م ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء ماہِ رجب

"الشیخ الصالح" عبد الجلیل بن ابو الفتح بن عبد العزیز ابن شہاب الدین بن نور الدین ابن حمید الدین الحارثی الہنکاری لاہوری۔ اساتذہ درسیات میں آپ کے والد ماجد اور بے شمار حضرات ہیں اور طریقت میں شیخ رکن الدین الفتح فیض اللہ بن محمد قریشی ملتانی۔ آپ سیاحت کے لئے نکلے تو چلتے چلاتے لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں آپ سے کئی افراد نے استفادہ کیا جس کے حالات آپ کے بھائی ابوبکر نے ایک کتاب کے اندر لکھے اور لاہور ہی میں رحلت فرمائی (خزینۃ الاصفیا)

۲۷۹۔ شیخ عبد الجلیل جون پوری

م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء

"الشیخ الفاضل" عبد الجلیل بن طٰہٰ انصاری جون پوری۔ یکے از فقہائے حنفیہ شیخ عبد اللہ ہروی کی ذرّیت سے تھے۔ طریقت میں شیخ عبد العزیز بن الحسن عباسی دہلوی سے مستفید اور فقہ و حدیث میں ممتاز الفاضل۔ حج و زیارت کے لئے شروع کیا ہی تھا کہ چوروں نے آپ کو ۹۹۰ھ میں دہلی کے اندر قتل کر دیا۔ آپ کی تاریخ رحلت پر ایک صاحب نے قتیل محبت سے تاریخ مستخرج کی (از گنج ارشدی)

۲۸۰۔ شیخ عبد الحکیم برہان پوری ؒ

"الشیخ الصالح" فقیہ عبد الحکیم ابن بہاؤ الدین بن معز الدین برہان پوری یکے از مشائخ

مشہورین، معید علم ہیں پروان چڑھے۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھا۔
اور شیخ علی متقی برہان پوری مہاجر مکہ مکرمہ سے پڑھا۔ صرف زہد و عبادت شعار و دثار تھا۔
اس کے سوا کسی سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

۲۸۱۔ شیخ عبدالحکیم کالپوی

م سنہ ۹۸۲ھ
۱۵۷۴ء

"الشیخ الصالح" عبدالحکیم کالپوی یکے از اکابر علم و طریقت۔ شیخ عبدالوہاب بن محمد حسینی بخاری دہلوی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر اکتساب فرمایا۔ اور کالپی ہی کے اندر زہد و عبادت میں مشغول رہ کر قناعت و ترک سوال کے ساتھ اوقات بسر کر دیئے۔ طریقۂ ظاہری پر عمل تھا سنہ ۹۸۲ھ میں آسودۂ لحد ہوئے۔ اور ایک صاحب نے تاریخ وفات حکم خدا شدہ سے مستخرج کی (گلزار ابرار)

۲۸۲۔ شیخ عبدالحلیم سنبھلی

م سنہ ۹۸۹ھ
۱۵۸۱ء

"الشیخ العالم الصالح" عبدالحلیم بن حاتم الحنفی سنبھلی یکے از علمائے کبار۔ شہر سنبھل مولد و منشا۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھنے کے بعد خود مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ معمولات میں طریقہ ظاہری اور تعلیم و تعلم میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے قناعت توکل شعار و دثار تھا سنہ ۹۸۹ھ (۱۵۸۱ء) میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۸۳۔ میر عبدالحلیم گجراتی

م سنہ ۹۶۱ھ
۱۵۵۳ء

"الامیر الکبیر" عبدالحلیم بن محمد ابن محمد بن محمد بن شاہو ابن نکودر ابن جلہ نندہ قرشی سندھی گجراتی۔ گجرات مولد اور چاپانیر منشا۔ برسوں اپنے والد کی خدمت میں باریاب رہ کر

مستفیض ہوئے۔ ان کے سوا دوسرے حضرات سے بھی اکتساب فرمایا۔ ازاں جملہ ابو الفضل قاضی برہان الدین خطیب نہروالی ہیں۔ نیز کچھ اور علما بھی۔ علوم میں تکمیل کے بعد سلطان بہادر شاہ کا تقرب حاصل ہوا۔ تو ممدوح نے ریاست کے کئی امور پر آپ کا تقرر فرما دیا۔ اور جب سلطان محمود شاہ مملکت کا والی ہوا۔ تو اس نے ۹۵۴ھ/۱۵۴۷ء میں آپ کو وزارت کا قلمدان سونپ دیا۔ اور ان کو لقب المجلس العالی خداوند خان عطا فرمایا۔ آپ سلطان محمود کی طرف سے برسوں پاس خدمت پہ مامور رہے اور ۹۶۱ھ میں کسی دشمن کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔

۲۸۴۔ مولانا عبد الحی دہلوی

"الشیخ الفاضل" عبد الحی بن بلال ابن الفضل حنفی دہلوی یکے از علمائے فحول۔ مولد و منشاء دہلی۔ معاصر علما سے پڑھا۔ اور برسوں اپنے والد کی خدمت میں بھی باریاب رہ کر استفادہ کیا۔ علم میں ممتاز اور برتاؤ کے وقت سخی۔ بے حد متواضع و احسان شیوہ اور شاعر تھے ۹۵۹ھ/۱۵۵۱ء میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۸۵۔ مولانا عبد الخالق گیلانی

"الشیخ الفاضل الکبیر" عبد الخالق گیلانی یکے از علمائے کبار۔ ان کے معاصرین کے اندر علوم حکمت خصوصاً ہیئت و ہندسہ میں کوئی ان کا ہم پلّہ نہ تھا۔ انہوں نے شیخ عبد اللہ یزدی سے اکتساب کیا۔ اور قندھار سے ہجرت کر چلے آئے۔ پھر ٹھٹھ وارد ہوئے یہاں تدریس پر منعطف ہو گئے۔ ان کے شاگردوں میں قاضی محمود ٹھٹھوی اور ان کے سوا بے شمار افراد ہیں۔ پھر سیر و گشت کے لئے نکلے تو دکن میں آ پہنچے۔ یہ تذکرہ نہاوندی نے مآثر میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ ہم مثل تھے علوم حکمیہ میں مرزا جان اور امیر فتح اللہ شیرازی کے ——

۲۸۶۔ مولانا عبد الرحمٰن لاہوری

م ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء

"الشیخ العالم الصالح" عبد الرحمٰن بن احمد، بن عبد الملک لاہوری یکے از فضلائے مشہورین

اپنے والد کے قائم مقام کی حیثیت سے درس وافادہ پر منعطف آپ سے بے شمار علماء نے استفادہ کیا۔ اور ۹۷۰ھ میں آسودۂ لحد ہوئے (اخبار الاصفیاء)

۲۸۷۔ مولانا عبدالرحمٰن ملتانیؒ

"الشیخ الفاضل" عبدالرحمٰن بن عزیز اللہ ملتانی یکے از فضلائے عصر مولد و منشا ملتان۔ اپنے والد سے تکمیل کے بعد شہر لاہور میں مدتوں مسندِ تدریس آراستہ فرمائی۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ سعد اللہ ابن ابراہیم ملتانی اور دیگر بے شمار افراد ہیں (گلزار ابرار)

۲۸۸۔ شیخ عبدالرحمٰن لاہرپوری

م ۹۷۶ھ۔ بتاریخ ۱۲ ذوالحجہ

"الشیخ الفاضل الکبیر" عبدالرحمٰن بن علاؤالدین ابن ظہیر الدین عباسی لاہرپوری۔ از اولاد خلیفہ ہارون الرشید عباسی۔ مولد و منشا لاہرپور۔ در خطۂ اودھ۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور ان کی رحلت کے بعد دہلی آکر شیخ عبداللہ بن الہداد عثمانی تلبنی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر اکتساب کیا۔ علم میں کمال حاصل ہونے کے بعد فتویٰ نویسی اور تدریس کی استعداد تک پہنچے۔ جس سے سکندر شاہ لودھی کا تقرب حاصل ہوا۔ ۱۲ سال ان کی خدمت میں رہ کر جون پور آگئے۔ جہاں شیخ عبدالسلام بن محمد ابن قطب قلندری سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ آخر جملہ رسومات دنیوی سے یکسو ہو کر زہد و عبادت کے لئے وقف ہو گئے ــــــ طویل عمر پائی اور لاہرپور ہی میں آسودۂ لحد ہوئے (اصول المقصود)

۲۸۹۔ میرک عبدالرحمٰن ٹھٹوی

م ۹۰۱ھ
۱۴۹۵ء

"الشیخ الفاضل" عبدالرحمٰن بن محمود بن ابوسعید حنفی ٹھٹوی سندھی۔ یکے از علمائے کبار تدریس وافادہ فرماتے۔ آپ سے بے شمار افراد نے اکتساب فرمایا۔ ۹۰۱ھ ۱۴۹۵ء میں لقمۂ اجل ہو گئے (مآثر)

۲۹۰- مولانا عبدالرحمٰن تتوی

"الشیخ الفاضل الکبیر" عبدالرحمٰن ٹھٹوی سندھی یکے از علمائے کبار۔ زمانہ مرزا عیسےٰ ترخان اور ان کے فرزند مرزا باقی امیر خطہ سندھ میں کوئی عالم ان کا ہم پایہ نہ تھا۔

۲۹۱- مولانا عبدالرحمٰن لاہوری

م ۹۵۰ھ
۱۵۴۳ء

"الشیخ العالم الصالح" عبدالرحمٰن لاہوری" الفاضل" مشہور العصر، شیخ عبدالحق احراری سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور آپ سے بے شمار مشائخ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں لاہور ہی میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۲۹۲- عبدالرحیم سہارن پوری

م ۹۰۶ھ
۱۵۰۰ء

"الشیخ العالم الفقیہہ" عبدالرحیم ابن عبدالرزاق بن خواجہ سالار الانصاری سہارن پوری یکے از علمائے عصر، مولد و منشا سہارن پور۔ تمام زندگی تدریس میں ختم کر دی۔ معقول و منقول دونوں میں ماہر تھے۔ سکندر شاہ لودھی نے آپ کو قضا پر مامور کر دیا۔ ۹۰۶ھ میں وفات پائی۔ (المرآۃ)

۲۹۳- شیخ عبدالرزاق مکیؒ

م ۹۸۴ھ

"الشیخ الفاضل" عبدالرزاق بن ابو الفتح ابن الجمال المکی یکے از بزرگاں علم و طریقت۔ آپ کے کشف و کرامات بہت مشہور تھے۔ وفات آپ کی شب جمعہ ۲۰ جمادی الاخری ۹۸۴ھ کے روز ہوئی۔ ایک صاحب نے آپ کی تاریخ وفات شب جمعہ سفر کرد سے

متخرج کی۔ (تکلزار ابرار)

۲۹۴۔ شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی

"الشیخ العالم الصالح" عبدالرزاق بن احمد بن محمد فاضل ابن عبدالعزیز ابن نورالدین بن کمال الدین بن ابوسعید علوی رازی جھنجھانوی از ذریت محمد بن حنفیہ۔ ولادت ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد مختصر رسائل جلال جھنجھانوی سے پڑھے، بعدہٗ پانی پت اور دہلی وارد ہوئے۔ (دہلی میں) شیخ ہدا ٹھٹوی سے ۵ سال مسلسل اکتساب فرمایا۔ اس مدت میں درسیات پڑھتے رہے اب کالپی اور کورہ گئے۔ اور بعض کتابیں وہاں کے اساتذہ سے پڑھ کر واپس دہلی تشریف لائے تو مدرسہ ملا عبداللہ (غالباً تلبنی) میں پہنچے۔ یہاں مزید تحقیق کے بعد تیس سال تک تدریس فرمائی۔ بعدازاں شیخ محمد بن الحسن عباسی جون پوری کی خدمت میں پہنچ کر بشمول دیگر شیوخ متعدد طرق طریقت میں اجازہ حاصل کیا۔

ازاں جملہ طریقۂ قادریہ میں شیخ محمد بن الحسن مذکور و شیخ محمد مودود لاری و سید اسماعیل قادری سے اور طریقۂ چشتیہ میں شیخ نور بن حامد حسینی مانک پوری سے۔ جن دونوں شیوخ کی خدمت میں برسوں باریاب رہے حتیٰ کہ کشف و شہود کے تمام پردے اٹھ گئے۔

ذوقِ علمی توحید پر تقریر میں ایک خاص ذوق ودیعت تھا۔ یہ انداز (شیخ اکبر) ابن عربی کے مطابق تھا۔ جس انداز میں آپ کے ہم عصر عبدالملک بن عبدالغفور پانی پتی مختلف تھے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ عبدالرزاق صاحب ترجمہ توحید کے بارے میں فرماتے۔ کہ جملہ موجودات ("ممکنات") عین "وجود الواجب تعالیٰ" ہے۔

اور عبدالملک فرماتے۔ کہ

واجب تعالیٰ و تقدس موجودات ("ممکنات") سے "ماورا" (منزہ) ہیں۔

اس مسئلہ پر شیخ عبدالرزاق کے بے شمار مکتوبات ان کے مسترشدین کی طرف بھی ہیں، باایں مضمون کہ

معرفت باری تعالےٰ کی دو قسمیں ہیں۔

و۔ استدلالی

ب۔ وجدانی

استدلالی بایں صورت ہاکہ جو شخص "خلق اللہ" (موجودات در ارض و سما) اور ان کے درمیانی اشیاء کے حسن وجمال کا مطالعہ اس نظر سے کرے کہ

فِی کُلِ مصنوعٍ آیۃ یستدل بہا علی صانع حکیم مؤمین الی غیر ذلک یکون ذلک الصنع اثراً منہ فی معرفۃ اللّٰہ بن لانتہا۔

(ہر ایک مصنوع کے اندر ایک نشانی ہے۔ جو دلالت کرتی ہے اپنے صانع حکیم کی طرف اور ارادہ کرتی ہے وہ مصنوع کسی اللہ کی طرف بھی۔ یہ صفت اثر ہے اس مصنوع کی صفت میں جس کی بنا پر شناخت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی اس شے کی دلالت کی بنا پر)

اگرچہ یہ طریقِ تحقیق ایسا ضروری ہے جس سے اغماض نہیں برتا جا سکتا۔ اور نہیں مضبوط ہو سکتا۔ ایمان لغیر اس کے۔ لیکن یہ طریقِ معرفت عام ہے نہ کہ حقیقت کی معرفت سے والبتہ کسی مصنوع میں۔ اور اس طریق سے استدلالی کرنے والے اللہ سبحانہٗ کو پہچانتے ہیں عالم کون ومکان کے لغیر بھی۔ اور یہی لوگ ہیں "یو مِنُونَ بالغَیبِ" جو اس دلیل کے ساتھ اس ذات کو پہچانتے ہیں۔

رہی معرفت حقیقت وجدانی بحر غرب جو یہ ہے کہ عارف ذات باری کے وجود کی نوعیت سے یک طرف ہو کر

جملہ طرقِ تحقیق از قسم ریاضات و مجاہدات و ذکر خفی (در قلب) یا جلی بر زبان اور استمداد از شیخ سے مخلع ہو کر سلکِ فنا پہ گامزن ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ اس پہ اپنی ذات کی صورت وجودی اور اپنے نام منکشف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَرَفتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ: میں نے اپنے رب کو اپنے رب ہی کی ذات سے پہچانا۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔

یاایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ۔ اے مومنین! اللہ پر ایمان لاؤ! اس آیت میں خطاب ہے ان مومنوں سے جو یو مِنُونَ بِالغَیبِ کے مصداق ہیں۔ اور یہ منطوق ہیں آمنوا باللہ

کے۔ یعنی اس امر کی شہادت کے قائل! جیساکہ اشارہ فرمایا اس ایمان کا آیۂ ذیل ہیں

الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم | مطلع رہو کہ منکرین اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں شک کے اندر مبتلا ہیں۔

اور

الا انہ بکل شیء محیط | مطلع رہو کہ وہ باری تعالیٰ ہر ایک سے پر مطلع ہے۔

اور فرمایا (صاحب ترجمہ جھنجھانوی نے)

اے برادر خدا تجھے معرفت واجب الوجود اور اپنی محبت کے لئے طویل عمر عطا فرمائے۔

یہ کہ

"وہ پاک ذات واجب الوجود ہے۔ پس جب اس کا وجود واجب ہوا تو اس کے ماسوا کا وجود معدوم ٹھہرا۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس کا ماسوا اس کا ماسوا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ منزہ ہے اس امر سے کہ اس کا ماسوا اس کا ماسوا ہو۔ وغیرہ۔ بلکہ اس کا غیر تو اس کا غیر ہی ہے۔ اس بناپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر۔ زمانے کو دشنام مت دو کہ خود ذات خداوندی ہی زمانہ ہے۔

تو ثابت ہوا کہ زمانے کا وجود گویا اللہ تعالےٰ ہی کا وجود ہے۔

جس سے یہ مراد واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کے اندر جو یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ! (اے مومنین! اللہ پہ ایمان لاؤ) فرمایا تو یہ اشارہ ان مومنین کے لئے ہے۔ جو دل کی گہرائیوں سے اللہ پہ ایمان لائے۔ تو ان سے فرمایا کہ اللہ پہ ایمان لاؤ تو اس نے تمہارا وجود اللہ ہی کا وجود ہے"

یہ اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ جس کسی نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا۔ اگر یہ نہیں تو اس نے رب کو بھی نہ پہچانا۔ نہ اس لئے کہ ذات الباری ایسی جزی حقیقی ہے جو موجودات سے بالا ہے۔ بآیت:۔ تعالی اللہ من ذلک علوا کبیرا۔ وہ بالاتر ہے

ہر ایک موجودات سے۔

پھر میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ واضح یہ آیت ہے :۔ یا ایھا الذین آمنوا آمنو باللہ۔ خطاب ہے ان مومنین کی طرف جو جملہ اشیا پہ ایمان لائے۔ اور یہ یقین کر لیا کہ موجودات علیٰحدہ ہیں۔ ذات باری سے اور ان کا وجود بجائے خود مستقل ہے حقیقت مطلقہ آیہ آمنو باللہ سے۔ نہ کہ ان اشیاء سے وابستہ ہے۔ اس لئے کہ اعیان المعلومات ہمیشہ ہمیشہ موجودات کے مقابلہ میں معدوم رہیں اور یہی منشا ہے اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

ارنا الاشیاء کماھی (الحدیث) یا اللہ ہمیں موجودات کو اصلی وجود میں دکھائیو۔ جس میں گویا بتایا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی موجود ہے نہ کوئی معبود۔ آمنو میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وحدانیت اور فردانیت بھی اس کے حجاب ہیں۔ اس لئے تو داصل باللہ کو یہ کہنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ کہو!

انا الحق
سبحانی ما اعظم شانی } وغیرہ

شیخ عبدالرزاق صاحب ترجمہ نے شیخ عبدالقادر الجیلانی کے مکتوبات کی مبسوط شرح بھی لکھی ہے۔ رحلت آپ کی ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء میں ہوئی۔

۲۹۵ - شیخ عبدالرزاق سہارنپوری

م - ۱۱ رجب ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء

"الشیخ العالم الصالح" عبدالرزاق ابن خواجہ سالار بن فرید الدین انصاری سہارنپوری یکے از علمائے ربانی۔ مولد و منشا سہارنپور، درسیات شیخ اسحاق حسینی بخاری سے ان کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھے۔ اور تکمیل کے بعد خود مسند تدریس آراستہ فرما دی۔ قانع اور صاحب کشف و کرامات تھے

(المرأۃ)

۲۹۶ - شیخ عبدالرزاق اچیؒ

م ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء

"الشیخ الصالح" عبدالرزاق ابن عبدالقادر بن محمد غوث الشریف الحسنی الاچی یکے از علمائے ربانی۔ مولد منشا اُچ خطہ سندھ۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر اکتساب فرمایا۔ ان کے بعد ان کی مسند شیخوخیت مزین فرمائی۔ آپ سے بے شمار علما و مشائخ مستفید ہوئے (اخبار الاخیار)

۲۹۷ - شیخ عبدالرشید سندھیؒ

م بروز جمعہ ۹ ماہ رمضان ۹۵۵ھ / ۱۵۴۸ء

"الشیخ الفاضل" عبدالرشید سندھی۔ یکے از علمائے کبار۔ موضع ہالہ کندی سیوستان میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ شیخ احمد بن اسحاق اور ان کے حقیقی بھائی محمد کے علاوہ بے شمار علما و مشائخ آپ سے مستفیض ہوئے۔ صاحب وجد و حالت اور وجدان صحیح سے بہرہ مند تھے۔ (تحفۃ الکرام)

۲۹۸ - شیخ عبدالستار سہارن پوریؒ

م ۹ ماہ رمضان ۹۵۰ھ

"الشیخ الفاضل" عبدالستار بن عبدالکریم ابن خواجہ سالار انصاری سہارن پوری یکے از مشائخ چشتیہ مولد و منشا سہارن پور۔ اور نصیر الدین ابن سماء الدین دہلوی سے پڑھا، طریقت میں سلسلہ چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے مستفید ہوئے۔ جن کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر ریاضت و مجاہدہ خود پہ لازم کر لیا۔ شیخ نے آپ کو خلیفت کی بشارت دی۔ صاحب زہد و حالت اور علو مرتبت پر فائز تھے۔

(مرآۃ جہاں نما)

۲۹۹۔ شیخ عبدالسّلام بجنوری

"الشیخ الصالح" عبدالسلام بن سعدالدین بن سعداللہ قاضی سماؤالدین الصدیقی بجنوری لکھنوی یکے از مشائخ مشہورین مولد و منشا لکھنؤ۔ شیخ فخرالدین ابن سعداللہ بجنوری کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر مستفیض ہوئے۔ لبعدہٗ خود صاحب مسندِ ارشاد و تلقین کے مرتبہ پہ پہنچے۔ کشف و کرامات و واقعاتِ غریبہ ان سے منسوب ہیں۔ شیخ علاؤالدین حسینی اودی آپ کے مرید ہیں۔ (تذکرۃ الاصفیاء)

۳۰۰۔ شیخ عبدالسّلام جون پوری

م ۱۵ ذی قعدہ ۹۷۶ھ

"الشیخ الصالح المعمر" عبدالسلام بن محمد بن قطب الدین عمری جون پوری طریقۂ قلندریہ کے مشائخ۔ مولد و منشا جونپور، اپنے والد کے حضور برسوں باریاب رہ کر مستفیض ہوئے۔ بلکہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اپنے دادا قطب الدین سے بھی علوم میں مستفید ہوئے۔

شیوخِ کبار سے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن لاہری پوری، شیخ محمود قلندری و شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی اور دیگر بے شمار حضرات آپ سے مستفیض ہوئے۔ ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ شیخ عبدالرزاق ممدوح نے ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء میں آپ سے ملاقات کی۔ اُس وقت سن مبارک ۱۱۵ برس کا تھا۔ (بحوالہ انفاس النفعات الجعفریہ)

۳۰۱۔ مولانا عبدالسّلام لاہوری

م ۹۸۳ھ

"الشیخ الفاضل الکبیر" عبدالسّلام حنفی لاہوری یکے از علمائے کبار لاہور میں تدریس کی ریاست پہ فائز تھے۔ آپ کے فضل و کمال کا ایک زمانہ معترف تھا۔ ازاں جملہ علامہ محمد سعید ترکستانی ہیں کہ جب ممدوح ۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء میں ہندوستان وارد ہوئے۔ تو صاحب تذکرہ کے متعلق فرمایا۔

کہ "آپ اس ملک میں علمی حیثیت سے منفرد ہیں"۔ (گلزارِ ابرار)

۳۰۲۔ قاضی عبدالسمیع اندجانی

"الشیخ العالم العلامہ" قاضی عبدالسمیع حنفی اندجانی علوم حکمت کے اندر یکے از علمائے مشہورین مولانا احمد جند سے پڑھنے کے بعد سلطان اکبر تیموری کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے تو سلطان نے آپ کو قاضی القضاۃ کے منصب پہ فائز کر دیا۔

آپ شیخ مرغینانی (برہان الدین) صاحب ہدایہ کی اولاد تھی۔ آپ کی علمی دھاک اس حد تک تھی کہ شرح مواقف و شرح مطالع اوران کے حواشی میں آپ کا نام مثالاً لایا جاتا۔
(ابن احمد رازی در ہفت اقلیم)

۳۰۳۔ قاضی عبدالشکور سہسوانی

م ۲۰ ربیع الاول ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء ہے

"شیخ العالم الفقیہ" قاضی عبدالشکور بن اسماعیل بن عطا اللہ حسینی مودودی امروہی ثم سہسوانی۔ یکے از ماہرین علم فقہ، مولد و منشا امروہہ۔ سلطان ہمایوں کے عہد میں سہسوان میں عہدۂ قضاۃ پر فائز۔ ہمایوں نے آپ کو سہسوان کی تمام وہ اراضی جاگیر میں عنایت فرما دی۔ جو اس سے پہلے ان کے خسر کے بیٹوں محمد، حسن و طاہر کے پاس تھی۔ اور یہ انہیں وہاں کے قاضی نے بخشی تھی۔ صاحبِ ترجمہ قضاۃ پر مشغول تو ہو گئے۔ مگر ابھی تک آپ کو اس اراضی پر قبضہ نہ ملا تھا۔ تب محمد مذکور نے آپ کو قتل کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۰ ربیع الاول ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء میں رونما ہوا۔ (از تحفۃ التواریخ)

۳۰۴۔ خواجہ عبدالشہید احراری

م پنجشنبہ ۲۲ رمضان ۹۸۲ھ / ۱۵۷۵ء

"الشیخ الاجل" عبدالشہید ابن عبداللہ بن خواجہ عبید اللہ احراری سمرقندی یکے از مشائخ کبار

نقشبندیہ، اپنے دادا کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی گود میں پلے۔ اور ان ہی سے پڑھ کر ۹۶۶ھ/۱۵۵۸ء میں ہندوستان وارد ہوئے۔ تو سلطان اکبر تیموری نے آپ کی آمد پر مرحبا کہا اور آپ کو ارض خراجی میں سے جاگیر عطا فرما دی۔ آپ یہاں بہت خوش و خرم تھے مگر ۱۴ سال قیام کے بعد سن مبارک زیادہ ہو گیا۔ تو سمرقند لوٹ گئے اور وہاں ایک ماہ کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا وہیں اپنے اسلاف کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

۳۰۵۔ عبد الصمد ردولوی

"الشیخ الفاضل" عبد الصمد بن اسمٰعیل ابن صفی بن نصیر حنفی صفوی ردولوی۔ فقہ و کلام و ادب میں ممتاز المعاصرین۔ مولد و منشا ردولی۔ اپنے والد کے حضور برسوں باریاب رہ کر نصاب پڑھا۔ حتیٰ کہ اپنے ہمعصروں میں فائق ہو گئے ـــــ اپنے والد کے بڑے فرزند تھے۔ ذہین و طباع۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت عبد القدوس گنگوہی آپ کی طرف جو مکاتیب بھیجے۔ ان میں یہ القاب ہوتے۔ صدر العلما۔ بدر الفضلاء۔ محقق المعانی مبین الفرقانی۔ نعمان ثانی وغیرہ شریفانہ القاب۔

۳۰۶۔ الشیخ عبد الصمد دہلوی

م ۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء

"الشیخ الفاضل" عبد الصمد بن جلال بن فضل دہلوی المشہور بہ شیخ گدائی مشہور علما سے تھے سلطان ہمایوں کا تقرب حاصل ہوا۔ تو بادشاہ سفر و حضر دونوں میں آپ کو ساتھ رکھتا۔ اور جب ہمایوں ایل دلبستی) میں آیا۔ تو شیخ صاحب ایک مدت گجرات میں اقامت کے بعد حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء میں دہلی میں تشریف فرما ہوئے یہ زمانہ سلطان اکبر کا تھا دہلی میں بیرم خان سے ملاقات ہو گئی۔ جو آپ کی تعظیم اور آپ کے ساتھ حسن سلوک میں پیش پیش تھے بیرم خاں کی وجہ سے آپ کی وجاہت میں چار چاند لگ گئے۔ اور آپ صدارت عظمیٰ کی مسند پہ فائز ہوئے۔ صاحب وجد و حالت صوفی تھے۔ دہلی میں آسودہ لحد ہوئے۔

۳۰۷۔ الشیخ عبدالصمد سائن پوری

م بماہ ۱۸ محرم ۹۳۳ھ / ۱۵۲۶ء

"الشیخ الاجل" عبدالصمد بن علم الدین بن زین الاسلام عثمانی ملقب بہ صفی الدین سائنپوری انہی کی وجہ سے سائن پور کا نام صفی پور پڑ گیا۔ اور یہی مولد و منشا ہے آپ کا۔

ذہین و طباع ہونے کے ساتھ سلیم العقل تھے۔ خیر آباد میں علامہ سعد الدین سے پڑھا۔ اور تحقیق و مطالعہ میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ دوسرا پہلو عبادت اور ذکر کا تھا حتیٰ کہ علم و معرفت دونوں میں درجہ کمال پر فائز ہوئے۔ اپنے استاد ممدوح الصدر سے خرقہ بھی حاصل کیا اور ان کی زندگی ہی میں مشائخ کے ہم مرتبہ ہو گئے۔ آپ سے بے شمار علما و شیوخ نے استفادہ کیا۔ جن میں شیخ نظام الدین خیر آبادی اور شیخ فضل اللہ جونپوری وغیرہ۔ اپنے دور کے آپ مشہور ترین شخصیت تھے۔ اپنے معاصر عارفین میں عزت و قدرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے کرامات و کشوف سے بھی بہرہ مند تھے۔ صفی پور ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۳۰۸۔ الوزیر عبدالصمد بیانی

م ۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء بماہ ربیع الاوّل

"الوزیر الکبیر" عبدالصمد بن محمود العباسی البیانی الگجراتی۔ نواب افضل خان گجرات کے مشہور وزرا میں سے تھے اور بخشش و کرم میں نادر الوجود ہونے کے ساتھ علما کی مجلس گرم رکھتے۔ جن سے علمی مکالمات بھی جاری رہتے۔ اور ان کی طلب پر ہدایا بھی پیش کرتے۔

مولانا بیانی صاحب ترجمہ کا مولد و منشا گجرات ہی ہے۔ تحصیل علوم و تربیت حاصل کرنے کے بعد حکام دولت کا تقرب حاصل کر لیا۔ ذکاوت و ذہانت تو طبعی ہی تھی۔ سلطان محمود شاہ گجراتی نے آپ کو اوائل ربیع الاوّل ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء میں اپنی مملکت میں وکیل مختار مقرر کر دیا۔ مگر آپ نے خود کو تھوڑی سی مدت کے بعد ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء ہی میں اس منصب سے ہٹا کر گھر میں بیٹھ رہنے کو ترجیح دی۔

اس عرصہ کے بعد سلطان مذکور ہی نے ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء میں آپ کی خدمت میں یہ منصب (وزارت) پیش کیا۔ مگر اس مرتبہ آپ کو سلطان مذکور ہی نے ۹۵۴ھ ۱۵۴۷ء میں معزول کر دیا جب کہ شہر دیو کا مرحلہ پیش تھا، اس مرحلہ پر برہان الملک نے عنقر رومی کو شہر دیو پر حملہ کرنے کے لئے نامزد کیا تھا۔ مگر صفر کو خزانہ میں سے ایک حبہ نہ دیا گیا۔ صاحب ترجمہ معزول ہو کر اپنے گھر میں بیٹھے، برہان الدین شرابی نے انہیں قتل کر دیا۔ اور اس سے پہلے یہ برہان الدین اپنے ولی نعمت سلطان محمود شاہ گجراتی کو قتل کر کے حکومت پر قابض ہو چکا تھا۔ جس پر آصف خان وزیر نے اس سے مطالبہ کیا۔ تو اسے بھی قتل کرا دیا گیا۔ پھر افضل خان کے بھائی خداوند خان کو طلب کیا جنہیں قبول وزارت کے لئے کہا گیا۔ کہ خلعت ابھی پہنو اور خود کو وزارت کے لئے آمادہ کر لو۔ جیسے کہ آپ پہلے اس منصب کو نباہ رہے تھے، افضل خان نے کہا۔ جب تک میں سلطان کے سامنے نہ جاؤں گا۔ خلعت نہ پہنوں گا۔ ان سے کہا گیا کہ سلطان کے پاس جانے سے حاصل؟ میں سلطان ہوں اور تم وزیر ہو۔ یہ سن کر افضل خان نے اس پر لعنت کی۔ آپ پر اس کے سپاہی دوڑ پڑے اور انہیں قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء میں رونما ہوا۔

۳۰۹۔ شیخ عبدالصمد سرہندی

"الشیخ الفاضل" عبدالصمد الحسینی السرہندی۔ فقہ و اصول و ادب میں فخر الاماثل۔ جونپور تشریف لے گئے اور شیخ ابن قوام شطاری جون پوری سے مستفیض ہوئے (عاشقیہ)

۳۱۰۔ شیخ عبدالعزیز دہلوی

"الشیخ الکبیر" عبدالعزیز بن طاہر عباسی دہلوی۔ یکے از مشائخ کبار فرقۂ چشتیہ۔ سال ولادت ۸۹۸ھ ۱۴۹۳ء۔ مولد شہر جون پور۔ ان کے والد ان کی کم سنی میں راہی ملک عدم ہوئے۔ اور ان کی والدہ نے آپ کو پالا پوسا۔

تعلیم :- شیخ محمد بن عبدالوہاب حسینی بخاری دہلوی اور شیخ ابراہیم ابن معین حسینی ایرجی سے

پڑھا۔ فصوص الحکم وغیرہ کتب تصوف شیخ عبدالوہاب سے پڑھیں۔ طریقۂ سہروردیہ میں انہی سے فیض یاب ہوئے۔ بعد طریقۂ قادریہ میں شیخ ابراہیم مذکور سے۔ پھر ظفرآباد آکر شیخ قاضی خان ابن یوسف ناصحی کی خدمت میں تین سال باریاب رہے۔ آپ سے طریقۂ چشتیہ میں مستفید ہوئے۔ قاضی خان ممدوح آپ کے والد کے یاران طریقت میں سے تھے۔ انہوں نے ایک اجازۂ طریقت چشتیہ شیخ تاج محمود جون پوری سے حاصل کر کے مزید اکتساب کے لئے دہلی کا سفر فرمایا۔ اور یہاں فضیلت مشیخیت سے سربلند ہوئے۔

آپ کثیر العبادت مراقبۂ وجد و حالت اور فنا و انکسار و استغناء عن الخلق سے بہرہ مند اور مع ہذا خوش دلی اور فراخ قلبی جیسے بھی فیض کام تھے۔ لوگوں کی ایذا پر تحمل فرماتے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ محفل سماع میں ایک شخص ان پر گر پڑا، جس سے آپ کے بدن پر چوٹ آگئی، مگر اس پر بھی خاموش رہے۔ ایک مرتبہ اور یہ حادثہ ہوا۔ تو حاکم وقت نے اس شخص پر تعزیر جاری کرنا چاہی مگر آپ نے اس کی اجازت نہ دی۔

ضرورت مندوں کی سفارش کرنا ضروری سمجھتے۔ دقت پہ دقت کے باوجود امراء کے دروازے پہ پہنچ جاتے۔ اگرچہ چلہ کشی کی حالت ہی کیوں نہ ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دروازہ بند ہے اور آپ صبح سے شام تک امیر کے دروازے پہ دھرنا دئے بیٹھے ہیں۔ اگر اس روز سامنا نہیں ہوا تو دوسرے روز پھر! یہ مشغلہ کثرت عبادت و زہد و اشغال باطنی اور عوام سے کنارہ کشی اور فقر و فاقہ کے باوجود جاری رہتا۔

تدریس کا سلسلہ بھی تھا۔ تفسیر و تصوف پڑھاتے۔ خصوصاً عرائس البیان و عوارف المعارف فصوص الحکم اور ان کے شروح۔

تصانیف

بقدر ۲۲۔ کے کتابیں لکھیں۔ اذاں جملہ!

۱۔ شرح الحقیقۃ المحمدیہ۔ مولفہ قاضی وجیہ الدین گجراتی۔

۲۔ رسالہ عینیہ فی الرد علی الغیریہ مصنفہ شیخ عبدالملک ابن عبدالغفور پانی پتی۔

۳۔ الرسالۃ العزیزیہ در اذکار و اشغال

۴۔ عمدۃ الاسلام در فقہ حنفی (بزبان فارسی) در یک مجلد۔

وفات بروز دو شنبہ ۶ جمادی الاخریٰ در ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء ان کے عجائبات میں یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ اپنے مکتوبات میں اپنے نام کے ساتھ "ذرۂ ناچیز" لکھتے۔ ان کی رحلت پر جب اس کے عدد گنے گئے تو آپ کا سال وفات بھی یہی تھا۔

۳۱۱ - شیخ عبدالعزیز سہارن پوری

م ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء

"الشیخ الصالح" عبدالعزیز ابن خواجہ سالار بن فریدالدین انصاری سہارن پوری۔ یکے از افرادِ علم و طریقت، مولد و منشاء شہر سہارن پور شیخ اسحاق حسینی بخاری کی خدمت لازم پکڑی۔ اور ان سے علم و طریقت ہر دو میں مستفیض ہوئے۔ تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ ۸ شوال ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء کے روز سہارن پور ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۳۱۲ - ابوالقاسم عبدالعزیز گجراتی

م ربیع الاوّل ۹۶۱ھ/۱۵۵۳ء

"الوزیر الکبیر" ابوالقاسم عبدالعزیز بن محمد بن محمد ابن محمد بن شاہو بن تکودر ابن حامد نندہ سندھی گجراتی شہید سعید "المستعد العالی" آصف خان مملکت گجرات میں "وزیر اعظم تھے" شب پنج شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء کے روز چاپانیر میں پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ کی گود میں پروان چڑھے۔ اور متعدد علوم از قسم صرف و نحو و معانی و بیان پڑھ کر علوم شرعیہ میں قاضی برہان الدین نہروالی کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے جن سے علوم حدیث کے تمام شعبوں میں اکتساب فرمایا۔ بعد ازاں علامہ خطیب ابوالفضل گازرونی اور محقق دوانی کے شاگرد اکبر سید ابوالفضل استرآبادی سے منطق و فلسفہ و اصول و طب پڑھے۔ اور دن بدن سعادت و کمالات کے مدارج طے کرتے ہوئے نجابت و اقبال کی حدوں تک آپہنچے۔ یہاں تک کہ سلطان بہادر شاہ گجراتی نے آپ کو طلب فرما کر دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ صاحب تو وزارت کے اہل ہیں۔ اور انہیں متعدد شعبوں پر مختار فرما دیا۔ سب سے پہلے آپ کو

"نجیب الملک" کا خطاب دیا۔ پھر جب ان کے پہلے وزیر مجد الدین محمد بن محمد ایجی اپنی کبر سنی کے باعث امور مملکت کی سرانجام دہی سے قاصر نظر آئے۔ تو سلطان نے الوالقاسم (صاحب ترجمہ) کو اپنے ساتھ بے حد لگاؤ کی وجہ سے وزارتِ عظمیٰ پر فائز کر دیا۔ آپ نے یہ نیابت ہر حال کے اندر نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دی۔ ملک کی تقویت کے ساتھ رعایا کے دل بھی ہاتھ میں لے گئے۔ بادشاہ کا مزید قرب حاصل ہوگیا۔ تب الوالقاسم کو خیال گزرا کہ اب حکومت کو میری ضرورت نہیں۔ جس پر وزارتِ عظمیٰ سے استعفےٰ پیش کر دیا۔ بادشاہ نے آپ کو "الولایۃ العظمیٰ" پر مقرر کر کے "مسندِ عالی آصف خان" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

آپ یہ فرض ادا کر ہی رہے تھے کہ سلطان ہمایوں نے گجرات پر حملہ کر دیا۔ جس پر بہادر شاہ نے آپ کے ہمراہ اپنے حرم اور فرزانہ ملحق کر کے مکہ مشرفہ روانہ کر دیا۔ سامان میں سات سو صندوق اور ایک ہزار سے زیادہ خدم وحشم اور لشکری تھے، یہ قصہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء کا ہے۔

مکہ معظمہ میں داخلہ آپ کے داخلہ پر مکہ مشرفہ کے سربراہ ابونمیؓ بن برکات حسینی نے اس انداز سے مولانا الوالقاسم کی آؤ بھگت فرمائی۔ جیسے دونوں ایک وجود کے دو مظہر ہیں۔ وکیل بہادر شاہ نے اہل مکہ کے لئے جود وسخا کا دروازہ کھول دیا۔ لوگوں نے اس آواز کے ساتھ دعائیں کیں۔ جیسے تلبیہ میں آواز بلند کی جاتی ہے۔ اتنے ہی میں سلطان بہادر شاہ کی خبرِ وفات آپہنچی۔ ادھر سے ۹۴۴ھ میں مصر سے قائم مقام امیر خمرادی مکہ معظمہ سے خزانہ لے جانے کے لئے آپہنچا۔ جس کے مطالبہ پر مکہ معظمہ کے مقررہ امیر ابونمیؓ ممدوح نے وکیل بہادر شاہ الوالقاسم کی رائے پر یہ امر چھوڑ دیا۔ مع اس بات کے کہ اگر وہ یہ خزانہ مصری امیر خمرادی کی خواہش کے مطابق مصری حکومت کے ہاں بھجوانا پسند کریں تو وہ (ابونمیؓ) بھی ان کے ہمراہ مصر تک جائیں گے۔ اور مکہ کے نگران نے اقرار کر لیا کہ جو کچھ اس تک پہنچے۔ جب وہ اس کے قیام کا خواہاں نہ ہوگا۔ تو لانے والوں کی دلشکنی کا سوال ہی کیا رہ جائے گا۔ البتہ اس میں والی مکہ کو بھی کچھ دے کر راضی کر دیا جائے گا۔ خمرادی نے اس طریق سے پہلے تو سب اراکین کی تالیف کر دی۔ پھر وہی صاحب مکہ کی طرف راغب ہوا۔ کہ وہ کس طرح خوش رہیں گے؟ اور خمرادی نے اپنے وکیل سراج الدین عمر نہر والی

کو جو معتمد علیہ تھا۔ اور مصر سے اس کا ہمرکاب تھا۔ اور صاحب مکہ کا حاجب بھی اس وقت ہمراہ ہی تھا۔ ابوالقاسم نے مصر میں داخل ہونے سے قبل اُسے خسرو شاہ کی طرف بھیجا۔ کہ اس کے لئے ہندوستان کی مصنوعات کے بکس اور چار صندوق سونے کے ہیں۔ اس کے ساتھ معذرت پیش کر کے خود ادرنہ روانہ ہو گیا۔ وہاں وہ سلطان روم کی خدمت میں باریاب ہوا سلطان ان ایسی خندہ پیشانی سے معانقہ کے بعد نشست و ہم کلامی سے پیش آیا۔ جیسی وسعت کے ساتھ اس سے پہلے کسی اور سے پیش نہ آیا تھا۔ سلطان اس کے انداز کلام و صلاحیت سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ "آپ کے ملک میں انقلاب کیوں آجاتا ہے جب وہاں آپ جیسا مدبر موجود ہے"؟ اس نے جواب میں عرض کیا۔ کہ" ملک تلوار سے فتح اور تدبیر سے محفوظ ہوتا ہے۔ بنو امیہ کی حکومت پر زوال آگیا۔ حالانکہ مروان سے زیادہ دلاور کوئی نہ تھا۔ مگر اس کے صبر کی بدولت حمار اس کا لقب پڑ گیا۔ اور نہ کوئی دوسرا عبدالحمید سے زیادہ صاحب الرائے تھا۔ حتیٰ کہ جب منصور نے اُس کے قتل کا حکم دیا تو عبدالحمید نے کہا۔ مجھے اپنی خط و کتابت کے لئے زندہ رہنے دیجئے۔ تو اس پر منصور نے کہا " تیرے خطوط سے زیادہ مجھے اور کسی چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ دشمنوں کی تلواریں میرے بارے میں اتنی کارگر ثابت نہیں ہوئیں جتنے کہ تمہارے خطوط! اگر میں تمہیں زندہ رہنے دوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لوں "۔ سدا کی بادشاہت اللہ کے لئے ہے باایں ہمہ ہر ایک دنیوی سلطنت کے قیام اور زوال کا ایک سبب ہوتا ہے یہ کہ بادشاہت کے استحکام کا ایک سبب تو اتفاقی ہے۔ جس پر وہ اپنی رعایا میں سے کسی کے لئے اپنے مقابل آنے کا امکان باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور اگر کچھ لوگ ایسا کر پائیں تو ان کی کمزوری ثابت ہو جاتی ہے۔ اور تقدیر بھی ان کا ساتھ نہیں دیتی ـــــ سلطان اس تقریر پر بہت متاثر ہوا۔

پھر اس (سلطان) نے فرمایا کچھ اور فرمایئے تو انہوں نے اور گفتگو کے ساتھ اور اپنے ہمراہی خزانہ کے لئے راہداری کا پروانہ طلب کیا۔ اور جب سلطان نے پروانہ عطا کر دیا تو سلطان نے فرمایا کچھ اور؟ تو عرض کیا کہ حریم سلطنت کو ہندوستان واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ سلطان نے یہ درخواست بھی قبول فرما کر کچھ اور سفارش کے لئے

کہا۔ تو عرض کیا۔ تو اپنے ماتحت مکہ معظمہ اور جدّہ کے حاجیوں سے فرمائیے کہ ہمارے بارے میں نرمی سے کام لیں۔ سلطان نے یہ درخواست بھی منظور کر لی۔ تو اس کے بعد فرمایا کہ آپ شام یا حلب کی امارت چاہیں تو میں اس پہ بھی آمادہ ہوں۔ اس پہ عرض کیا کہ آپ مجھے ایک ہزار اشرفی ہر سال عنایت فرما دیں۔ تاکہ آپ کے وظیفہ خواروں کے رجسٹر میں میرا نام درج رہے۔ سلطان نے یہ بھی منظور فرما لیا —— اب آپ مکہ معظمہ واپس چلے آئے۔ اور اپنے بادشاہ سلطان محمود کے پاس گجرات میں جملہ سامان خرید کر وہ جس میں سونے کے ۹ اور ۲۱ سکوں سے بھرے ہوئے صندوق بہادر شاہ کی مہر سے مزین تھے بھیج دئے۔ اور سفر روم کے دورہ کی وجہ سے جو غیر موجودگی رہی تو اس میں دس عدد صندوق اور مضروب سکّہ جات صاحب مصر اور روماں کے وزراء کے لئے بھجوائے۔ اور باب عالی کے وزراء کے لئے ان کے سوا تیس صندوق علیحدہ ان سب سے! ان کے سوا دوسروں کو بھی خوب والی داد و دہش سے نوازا۔ ان سب سے مستزاد یہ کہ بیت اللہ کی نذر کے لئے وہ خزانے بھجوائے جو اس سے قبل آنکھوں نے دیکھے نہ کانوں نے سنا نہ کسی دل میں ان کا نقشہ آیا —— قیام مکہ کے دوران میں امراء و لشکر و سلطانی خدم و حشم کے لئے اسلحہ و اسباب و ظروف طلائی و روپہلی کی فروخت کے منافع سے بیش بہا خزانے پیش کئے۔ چہ جائے کہ ان کے لئے سلطان کی طرف سے ستر ہزار مثقال سونا اور صاحب مکہ کے لئے پچیس ہزار مثقال سونا آتا۔

پھر جب اس نے اپنے اہل بیت کو گجرات روانہ کر دیا۔ تو خود مکہ معظمہ میں قیام کا ارادہ کر لیا۔ جہاں وہ ۹۵۵ھ تک رہے۔ حتیٰ کہ سلطان محمود شاہ گجراتی نے انہیں طلب فرمایا۔ اور ان کے آجانے پہ نیابت شاہی کے ساتھ ہر طرح کی وسعت امکانی سے سرفرازی بخشی۔

جب اُسے ہر قسم کی راحت و سکون حاصل تھا تو ایک روز اُس نے اپنے مصاحبوں سے کہا۔ طویل عرصہ تک میرے سامنے ایسی مہمات رہیں جن پہ کوئی میرا مددگار نہیں تھا اگرچہ دیوانِ شاہی کے اندر بیشتر افراد موجود ہیں۔ مگر مجھے شبہ ہے کہ یہ افراد میری امانت

کے لئے ہیں۔ یا مجھ پہ بار! لیکن آج مجھے جو سکون حاصل ہے وہ آصف خان کی بدولت ہے مگر میں نے جو کچھ جمع کیا۔ اس میں سے اپنے لئے پس انداز کرنے سے قاصر تھا۔ یا مجھے یہ خطرہ تھا کہ اگر یہ دروازہ کھل گیا تو میں اسے بند نہ کر سکوں گا۔

آصف خان ایک مدت تک وزیر رہنے کے بعد آخر برہان الدین شرابی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ برہان الدین سلطان محمود کی ساقی گری پر مامور اور سلطان کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ شیطان نے اُسے ورغلایا۔ جس پہ اس نے بادشاہ کو زہر پلایا اور پھر اُسے قتل کر دیا۔

اب وہ خود تخت پر بیٹھ گیا ___ بعدہٗ اس نے ارا کین کا صفایا شروع کر دیا۔ تاکہ سلطنت کے بارے میں کوئی اس کی طرف نظر بد سے نہ دیکھ سکے۔ پہلے اس نے آصف خان کو شاہی فرمان دے کر طلب کیا۔ آصف خان نے غسل کر کے خوشبو لگائی۔ اور پالکی میں بیٹھ کر قرآن خوانی کرتا ہوا گھر سے نکلا۔ مگر جب شاہی محلوں میں پہنچا۔ تو ملاقات کی اجازت کے دروازے پہ ہاتھی پر سوار شاہی نقیب نے اسے اندر جانے سے روک دیا۔ دراصل وہ آصف خان پر شفقت کر رہا تھا۔ تاکہ اس کی جان بخشی کا فرمان جاری ہو جائے۔ مگر آصف خان اور جنت کے درمیان دو چار قدم کا فاصلہ تو رہ ہی گیا تھا ___ آصف خان چلتے تو وہیں ٹھہر گیا۔ پھر پالکی والوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ تو وہ اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں اس پر تلواریں برسنے لگیں۔ اور وہ چشم زدن میں شہادت کا جام پی کر سعادت مند ہو گیا۔ یہ واقعہ اوائل ماہ ربیع الاوّل ۹۶۱ھ میں رونما ہوا۔ جس پر اکثر شعرا مکہ نے اس کے مرثیے لکھے اور شیخ ابن حجر ہیتمی مکی نے تو اس کے مناقب میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ

> وہ ظاہر میں تو دنیا دار مگر باطن میں اکابر اہل الآخرت میں سے تھا۔ کیونکہ وہ عبادت میں اس قدر منہمک رہتا کہ علمائے سلف میں سے بعض کے متعلق الیاعی ہونا سنا گیا کہ ہمارے دور میں کوئی صاحب منصب یا عالم مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوا جو رات اور دن میں عبادت کا اس قدر فریفتہ ہو۔ وہ دس سال سے زائد

یہاں رہے اور صلوٰۃ خمسہ میں سے کوئی نماز جماعت کے بغیر ادا نہ کی ۔ اس کے ساتھ تلاوت قرآن و مطالعہ کتب از قسم تفسیر و حدیث و علوم عالیہ و متعلقہا مزید برآں ۔ ان کے ہاں ان کی قیام گاہ پر فقہا کا اجتماع رہتا جن کا وہاں مشغلہ تنقیح مسائل تھا۔ وہ خود بھی ان مبارک مجالس کے اندر شریک ہوتا خصوصاً بیضاوی اور کشاف کے مشکل مقامات ۔ اسی طرح تلویح اور شرح مواقف اور دونوں کے حواشی میں ۔ نیز ہدایہ اور اس کے شروح اور کنز مع شروح اور فقہ کے دوسرے مجامیع نیز بخاری و مسلم و دیگر کتب صحاح ستہ اور ان کے شروح و حواشی میں ۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے اندر اس کے علم کی دھاک بیٹھ گئی ۔ یہاں کے لوگوں میں اس کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے علم کا بہت چرچا ہوا ۔ طلباء اس کے حلقے میں جمع ہوتے بحث و مباحثہ کرتے ۔ اور اس کی طرف سے حل کردہ مسائل ضبط کرتے ۔ تاکہ اس کے مقرب ہو سکیں ۔ یہ سب اس وجہ سے ہوتا کہ اہل مکہ کے نزدیک ان کا مثل کوئی اور نہ تھا ۔ نہ ان سے پہلے دنوں کسی ایسے وسیع العلم کا ذکر انہوں نے سنا تھا ۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس قدر تنعم و زوجات و کنیز ہائے بے حساب و خادم و حشم وغیرہ کے وہ رات کے طویل عرصہ تک تہجد ادا کرتا ۔ جس میں ثلث قرآن مع تفکر و تدبر و خشوع و خضوع پڑھتا ۔ اس شغل میں سفر و حضر دونوں یکساں تھے ۔ جیسا کہ اس کے ثقہ ہمراہی سفر از مکہ تا بہ روم مع واپسی بیان کرتے ۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ جب تک مکہ معظمہ میں رہے ۔ بیت اللہ میں دوسرے شرعی مشاغل کے ساتھ ہر سال رمضان میں مسجد الحرام کے اندر اعتکاف فرماتے جس میں تفرد و تجرد و خلوت وغیرہ جملہ لوازم قائم رہتے ۔ کئی ختم قرآن کا اتباع کرتے ۔ اور سب لوٹ کر وطن گئے تو اپنے رفقا سے وزارت کے ساتھ مہمات سلطنت میں مصروف رہنے کے باوجود ان مشاغل میں کمی نہ آنے پاتی یہاں

تک کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں جنت میں طلب کر لیا۔

عام برتاؤ وہ بات بات پر قسم کھانے والے مثلاً کلّا واللہ! بلیٰ واللہ! جیسے کلمات پر بہت گرفت کرتے۔ اور جب تک ہم ان کی مجلس میں رہتے کبھی ہم نے ان کی زبان سے لغو قسم یا حلف باللہ کے الفاظ نہیں سنے ــــ وہ صوفیا کے واردات، مجاہدۂ نفس و ترک لہو و لعب و تقلیل غذا کے بہت قائل تھے۔ ایک ثقہ نے بیان کیا کہ میں ان کے ہمراہ مکہ سے قسطنطنیہ اور وہاں سے واپسی تک ان کے ہم رکاب رہا۔ مگر وہ خفین پر مسح کی رخصت کا علم ہونے کے باوجود کبھی مسح نہ کرتے بلکہ عزیمت و افضل پر عمل پیرا رہتے۔ مکہ معظمہ میں ان کا مکان بیت اللہ کے دروازے سے اتنا قریب تھا کہ وہیں حجر اسود نظر آجاتا۔ اور ذرا اوپر سر اٹھانے پر کعبہ کا دروازہ بھی نظر سے گزر سکتا۔ جس پر انہیں شہود و مراقبہ کا اجر مل سکتا۔ مگر وہ بنفسہ ان کی زیارت کے لئے حاضر رہتے۔ وہاں سے صرف جماعت کے لئے اٹھتے اور تکمیل نماز کے بعد دوڑتے ہوئے اپنے پہلے مقام پر آجاتے، اس آمد و رفت میں کسی سے بات تک نہ کرتے مع ہذا صوم و تقلیل غذا اور شب بیداری و کثرتِ ذکر اور انقطاع الی اللہ ان کا شعار و دثار تھا

ابن حجر فرماتے ہیں اس قدر شوکت و تمول و وجاہت کے باوجود فقرا کے لئے نہایت متواضع و علما کے لئے بے حد محسن تھے جو ان کے ہاں اکثر آتے رہتے۔ انہوں نے ہر طبقہ کو اپنی مجلس کے لئے متوجہ کر لیا۔ حتیٰ کہ نشست کے اعتبار سے ان کی مجلس میں کم مرتبہ اور جلیل المنزلت کے اندر امتیاز کرنا مشکل تھا۔ علما ان کے سامنے علمی موضوعات پر بحث و مناظرہ کرتے۔ ہمارے شیخ ابوالحسن بکری شافعی جو کسی کے ہاں تشریف نہ لے جاتے۔ مگر کسی اہم معاملہ کے لئے ان کے ہاں آنے میں تامل نہ تھا۔ اور امام محمد رح ان لوگوں کا گلہ کرتے جو امرا کے ہاں جاتے رہتے۔ امام بکری کو ان کے ساتھ تناول میں پرہیز تھا نہ ان کے تحائف قبول کرنے میں عذر۔

ابن حجر فرماتے ہیں۔ ایک روز میری موجودگی میں سلطان روم کا سفیر آیا۔ جس کے ہمراہ مصر کا نائب السلطنت خسرو پاشا ابن خیرالدین بھی تھا۔ سفیر سلطان کی طرف سے خلعت شاہی آپ کے لئے لایا تھا۔ جس کے ساتھ تعظیم و تکریم کے جملہ سامان اور بھی تھے۔ سفیر نے خلعت پیش کرتے ہوئے اس کے زیب تن کرنے کی درخواست کی تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ میں ریشمی پوشاک کس طرح

پہن لوں ؟ سفیر نے بہت الحاح کیا۔ مگر آپ رضامند نہ ہوئے۔ اور نہ سلطان کی خفگی خاطر میں لائے۔ وہ تو ملوک دنیا کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار تھے ــــــ (حاصل کلام ابن حجر)

شیخ عزیز الدین عبد العزیز زمزمی مکی نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کے مناقب پر کیا ہے کہ

۱ - وہ ایسا سخی ہے جس کے عمدہ اخلاق مشرکین میں مشہور ہو گئے، حتیٰ کہ ضرب المثل ہو گئے۔

۲ - مراد میری آصف خان عزیز الدین سے ہے جو ہمارا سردار تھا اللہ تعالےٰ نے اُسے عزت بخشے وہ دشمنوں کو رسوا کرنے والا تھا۔

۳ - جو شخص اس کے مبارک نام سے فال لے۔ وہ ہر بلندی کے لئے جس پر وہ فائز ہوگا یہی نام رکھے گا۔

۴ - میرے لئے اس کا نام ایک ضمانت ہے۔ کیونکہ میں بھی اس کا ہم نام (عبد العزیز) ہوں۔

۵ - وہ رعایت کرے گا اس بارے میں ــــــ وہ میرے حقوق کی حفاظت بھی کرے گا۔

۶ - لوگوں نے اُسے بلند مسند کی دعوت دی۔ اور سخاوت کے معاملے میں اس کی کئی بلند اسناد ہیں جہاں تک وہ پہنچا۔

۷ - اس کا لقب اس کی حکومت نے آصف نہیں رکھا۔ مگر اس جوہر کی وجہ سے جو اس نے اس کی ذات میں مضمر دیکھا۔

۸ - اُسی سے اس کے شمائل کی تکمیل ہوئی ہے وہ لوگ کم ہیں۔ جن کے اندر یہ تمام اوصاف ہوں۔

۹ - وہ اپنی سعی سے سردار بنا۔ وہ سرداری کو ایسی چیز نہیں سمجھتا۔ جس میں عقلمند بھی بھول جائیں۔

۱۰- اس کے پاؤں کے تلووں میں بلند مراتب سمو دئے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ
رفعت میں بلند مرتبہ ہوا۔

۱۱- وہ ایسا صاحب منزلت ہے کہ اس کے مرتبہ نے علم کی حفاظت کی۔
تو علم اوج بلندی پر جا پہنچا۔ اور بھول چوک پیچھے رہ گئے۔

۱۲- عبدالعزیز (آصف خان) اللہ تعالےٰ تجھے عزت بخشے کہ تو نے علم کے کمزور ہونے
کے بعد اس کی ڈھارس بندھائی۔

۱۳- تو نے عالموں کی مرتبت کو بلند کیا۔ وہ تیری اچھی رائے کی وجہ سے بلند و بالا ہو کر
جہلا سے ممتاز ہو گئے۔

۱۴- جب تو نے اپنے خاص مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ تو تو نے دونوں مذہب والوں کو
چُلے پہنا دئے۔

۱۵- مکہ مکرمہ کے اندر لوگوں کے لئے بلند شان ہے جس کی وجہ سے ناخواندہ افراد
بھی تعلیم کے پیچھے لگ گئے۔

۱۶- پس ہر وہ شخص جسے پہلے سے کوئی علم نہ تھا بوڑھا ہونے کے باوجود علم
حاصل کرنے پر مائل ہو گیا۔

۱۷- تجھے تیرے اللہ کی طرف سے بہترین جزا ملے۔ تیرے اس عمدہ کارنامہ کی وجہ
سے جس میں تو بے مثل ہے۔

اور اس کے مقولہ " لما اشتدت تدریسا " (جب تم نے اپنے خاص مدرسہ
کی بنیاد رکھی تو تو نے دونوں مذہب والوں کو چلے پہنا دئے) یہ اشارہ ہے کہ اس نے
مکہ کے باب العمرہ میں مدرسہ بنایا جس کی تولیت و تدریس شیخ عزیز الدین عبدالعزیز زمزمی
شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی وغیرھما علمائے مکہ مکرمہ کے سپرد تھی۔ یہ قصیدہ ۸۶ اشعار
پر مشتمل ہے۔

اور شیخ عبدالعزیز مذکور کا ایک اور قصیدہ ہے جو انہوں نے شیخ ممدوح کے
مرثیہ کی صورت میں فرمایا۔ یعنی

۲ - کون سے دل اس بڑے حادثے کی وجہ سے متزلزل نہیں ہوئے۔ اور کون سا قافلہ ہند کے کسی کونے میں اترا۔ اور وہ یہ خبر سن کر حجاز نہ پہنچا ہو (کہ آصف خان وہاں مقیم ہے)

۳ - دنیا میں سب سے بڑی مصیبت جو بحر و بر میں پھیلی جسے کشتی اور اونٹ لے کر چلے۔ وہ خبر یہ ہے (آصف خان کی موت کی خبر)

۴ - جس خبر نے میرے کان کو روندا۔ پس اس نے مجھ پر ایسی مصیبت ڈال دی۔ جو ناقابل برداشت تھی۔

۵ - حجازیوں کو امید کے بعد اس خبر نے یاس کا تحفہ دیا۔ اور یاس امید کے بعد ایسی ہے جیسے بارش کے بعد شبنم۔

۶ - پس لوگ اس کی موت کے بعد فسکر و رنج اور ایسے بوجھ میں دب گئے جو غیر معتدل ہیں۔

۳۱۳ - مولانا عبدالعزیز ابھری

م ۹۲۸ھ
۱۵۲۱ء

"الشیخ العالم المحدث" عبدالعزیز ابھری الشیخ عمادالدین[1] کاشانی سندھی۔ حدیث، فقہ، حدیث اور فقہ عام میں فخر الاماثل، مدرسہ شاہرخ یا مدرسہ سلطانیہ میں مدتوں پڑھایا۔ ہرات کے اندر خلافت افلاحیہ کے دور میں بھی یہ شغل تھا۔

تصنیف | شرح مشکوٰۃ المصابیح برائے امیر نظام الدین علی شیر لکھی۔ اور دربیات پر حواشی لکھے[2] مگر جب فارس کے اندر فتنہ (غدر) عام برپا ہوا جس میں

---

[1] عمادالدین لقب ہے (مترجم)

[2] جن کا تذکرہ محمد بن خداوند خان نے روضۃ الصفا میں کیا ہے۔ مع اس بات کے کہ انہوں نے "زمانہ فتنہ میں سندھ کا سفر کیا جس کے بعد کی خبر معلوم نہ ہو سکی" (متن)

سلطان اسمٰعیل بن حیدر صفوی ۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء بعہد جام فیروز۔ تو آپ بزمانہ شاہ جام فیروز ہرات سے سندھ میں منتقل ہو گئے، اور کاشانی در نواح سیوستان میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ خبر سن کر طلبا امنڈ آئے۔ بے شمار علمانے آپ سے اکتساب کیا۔ ان کی تصانیف کا تذکرہ علامہ چلپی نے کشف الظنون میں کیا ہے کہ انہوں نے ۹۲۶ھ میں انتقال فرمایا۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اسی سال وہ ہجرت کر کے سندھ آئے ہاں البتہ اتنا یقینی ہے کہ ان کی موت کا ہان میں ہوئی افسوس ہے کہ ان کا صحیح سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ (مآثر)

۳۱۴۔ مولانا عبدالغفور دہلوی

"الشیخ الفاضل الکبیر" عبدالغفور ابن نصیر الدین بن سماؤ الدین ملتانی دہلوی۔ یکے از مشاہیر ہند۔ خانوادۂ مشیخت اور علمی میں سے تھے۔ دہلی مولد و منشا ہے اپنے والد کے سوا عبداللہ الہداد عثمانی تلبنی سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ حتےٰ کہ اپنے استاد کی زندگی میں اکابر علما کی صف میں آ پہنچے۔ ان کے دادا سماؤ الدین انہیں "سراج بیتی" (میرے گھر کا چراغ) بتاتے۔ آپ عوام کی زبان پر شیخ لادن کے لقب سے مشہور تھے۔ جس سے آپ کا اصلی نام ار مجہل ہو گیا۔ (بدایونی نے) یہ تذکرہ اپنی تاریخ کے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ دہلی میں اپنے دور کے مشاہیر مدرسین سے تھے۔ حتیٰ کہ تعلیم کی ریاست آپ پر منتہی ہوتی۔

۳۱۵۔ قاضی عبدالغفور پانی پتی

"الشیخ العالم الفقیہہ" قاضی عبدالغفور پانی پتی۔ یکے از فقہائے عصر در عہد خویش، شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے مسئلہ وحدت الوجود میں مناظرہ کیا۔ یہ خبر شیخ رکن الدین محمد بن عبدالقدوس ممدوح نے اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں لکھی ہے بایں اضافہ کہ آخر کار مناظرہ میں قاضی صاحب سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور آپ خاموش رہ گئے۔

۳۱۶ - مفتی عبدالغفور امروہی

م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء

"الشیخ العالم الفقیہہ" مفتی عبدالغفور بن عبدالملک ابن محمود حسینی امروہی - یکے از علمائے عاملین و عباداللہ الصالحین، شہر امروہہ کے اندر سنہ ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء میں اپنے والد کی رحلت کے بعد مفتی مقرر ہوئے - برسوں زندہ رہے - غالباً سنہ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۱ء میں رحلت فرمائی - کیونکہ ان کے بیٹے عبدالقدوس اسی سن میں امروہہ کے مفتی مقرر ہوئے تھے جیسا کہ نخبۃ التواریخ میں مرقوم ہے -

۳۱۷ - عبدالغفور اعظم پوری

"الشیخ الصالح الفقیہہ" عبدالغفور حنفی صوفی اعظم پوری یکے از اکابر چشتیہ - شیخ نظام الدین کاکوروی کی خدمت میں مدت تک باریاب رہ کر درسیات پڑھیں اور ان کے بعد شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے طریقت میں استفادہ فرمایا -

نہایت خوش ظاہر و خوش باطن تھے - آپ کی مجلس نفع بخش تھی - علماء و مشائخ میں سے بے شمار افراد آپ سے فیض یاب ہوئے (تمیمی)

اخبار الاصفیاء میں لکھا ہے کہ بدایونی انہیں علمائے ربانی میں شمار کرتے ہیں - اور یہ کہ آپ ہر جمعہ کو شریعت کا درس فرماتے - عوام ان کی بیعت سے بہرہ حاصل کرتے آپ انہیں تلقین بھی فرماتے - حقائق کی آگہی پر تصانیف کے علاوہ موثر اشعار بھی فارسی میں کہتے - بعمر ۸۲ سال ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا - مزار آپ کا اعظم پور سنبل پرگنہ میں ہے -

۳۱۸ - عبدالغنی فتح پوری

"الشیخ الفاضل" عبدالغنی بن حسام الدین صدیقی فتح پوری - فقہ و اصول و ادب میں ممتاز الاقران - مولد فتح پور (در نواح لکھنؤ) تحصیل علم کے لئے جون پور تشریف

سے گئے۔ شیخ معروف بن عبدالواسع اور دوسرے اساتذۂ علم وفن سے پڑھا۔ ان اسباق میں مولانا نظام الدین عثمانی امیٹھوی آپ کے ہم سبق تھے۔ آپ برسوں شیخ معروف کی خدمت میں باریاب رہے۔ ان سے طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ جس کے بعد فتح پور لوٹ آئے اور تدریس و افادہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ اور شیخ نظام الدین کے درمیان محبت راسخ تھی۔ آپ کے ۶ فرزند تھے۔ (۱) سلیمان (۲) حبیب اللہ (۳) محمد اشرف (۴) ابراہیم (۵) تاج محمود (۶) موسیٰ (تحقیق الانساب)

۳۱۹۔ شیخ عبدالغنی سنبھلی

"الشیخ الفاضل" عبدالغنی سنبھلی یکے از علمائے معروفین تلمیذ شاہ احمد شرعی چندیری جن سے طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ متعدد تصانیف بھی ہیں۔ (از نجر زخار)

۳۲۰۔ شیخ عبدالقادر گیلانی

م ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء بتاریخ ۱۸ ربیع الاوّل

"الشیخ الصالح" عبدالقادر بن جمال الدین الشریف الحسنی الگیلانی ثم لاہوری۔ یکے از مشائخ قادریہ جیلیہ۔ اپنے والد سے طریقت میں استفادہ کے بعد بغداد سے ہندوستان آکر لاہور کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ آپ کے ۳ فرزند تھے۔ اور تینوں صلاح و تقویٰ سے بہرہ مند تھے، یعنی (۱) السید الحاج (۲) السید سلطان (۳) السید غیاث الدین ماشاء اللہ ایک سے ایک بڑھ کر نیک اور صالح تھا۔ لاہور ہی میں انتقال فرمایا۔

۳۲۱۔ شیخ عبدالقادر مندوی

م ۸ شعبان ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء

"الشیخ الصالح" عبدالقادر ابن علی چشتی مندوی، یکے از عباد اللہ الصالحین۔ بعض درسیات اور تجوید پڑھیں۔ حتیٰ کہ قرأۃ اور تجوید فائق الاقران ہو گئے۔ ذریعہ معاش

کھیتی باڑی تھی۔ جن کی آمدنی اپنے عیال اور مہمان نوازی میں صرف کر دیتے (گلزار ابرار)

۳۲۲۔ شیخ عبد القادر حلبی

م ۱۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء

"الشیخ الصالح" عبد القادر ابن محمد غوث الشریف الحسنی حلبی الہندی الاُچی یکے از عالمانِ باعمل، سنِ ولادت ۸۶۲ھ / ۱۴۵۷ء اپنے والدہ سے استفادہ کے بعد شہر اُچ ہی میں مسندِ شیخو خیت پر ممتاز ہوئے۔ آپ کے ہاتھ پر بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور آپ سے استفادہ کیا۔ (خزینۃ الاصفیا م)

۳۲۳۔ مولانا عبد القادر سرہندی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" عبد القادر حنفی سرہندی۔ یکے از مشاہیر ارباب تدریس در ملکِ ہند۔ شیخ الٰہداد بن صالح سرہندی کی خدمت میں باریاب رہ کر پڑھا۔ بعد از فراغ خود مسندِ تدریس مزین فرمائی۔ تا زیست اس افادہ میں مصروف رہے۔ ریاستِ علم کے آپ ممتاز فرد تھے۔

آپ کے شاگردوں میں شیخ عبد اللہ بن شمس الدین بیجاپوری اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔

تصانیف — شیخ الٰہداد جونپوری کی شرح کافیہ پر حواشی۔ جس کی داد شیخ نظام الدین اسفرآئنی نے دی۔ اور اپنی کتاب المطول انہیں تحفۃً بھیجی۔ جب ہندوستان تشریف لائے تو ملاقات کے لئے سرہند کچھ عرصہ تک آپ کی خدمت و صحبت میں رہے اور ان کے علم و فضل کے پورے اعتراف کے ساتھ وہاں سے واپس لوٹے

(بختاور خان در مرآۃ عالم و در گلزار ابرار) صفحہ ۲۹۴

۳۳۴ - الشیخ عبدالقدوس گنگوہی

م ۱۸ / جمادی الاخری ۹۴۴ھ / ۱۵۳۸ء

"الشیخ الاجل عبدالقدوس ابن اسمٰعیل بن صفی بن نصیر الحنفی رودلوی ثم گنگوہی ہندوستان کے مشہور مشائخ طریقت سے تھے مولد و منشا ردولی ہے"

تعلیم ابتدائی صرف و نحو مُلا فتح اللہ المشہور بہ چکنہ سے پڑھی۔ مگر بہت جلدی بحث و مطالعہ چھوڑ کر ردولی ہی میں شیخ صالح احمد بن داؤد عمری کے مزار کی مجاورت اختیار کرلی۔ بعد میں احساس ہوا کہ علم کے بغیر تصوف طعام بے نمک کی مانند ہے۔ چنانچہ دوبارہ بحث و مطالعہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اور نہایت انہماک سے طویل عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ نے علم و معرفت کے تمام دروازے آپ کے لئے کھول دئے۔ شیخ مذکور کی روحانیت کے اثر سے بے حد مستفید ہوئے۔ ان کے پوتے محمد بن احمد (ردولوی) نے آپ کو خرقہ عنایت فرمایا۔ اب آپؒ نے شاہ آباد اور وہاں سے گنگوہ آکر مستقل سکونت اختیار فرمالی۔

آپ بہت بلند مرتبہ و صاحب کرامات علیہ و ذوق صحیح و وجدِ صادقہ کا مظہر اور سماع میں حدِ افراط تک منجذب تھے۔ عامۃ الناس پر توحید کے اسرار کھولتے۔ خود جذبات کے سمندر اور سکر کے اندر ڈوبے رہتے۔ بایں ہمہ مشاغل، اتباع سنت اور التزام عزیمت سے بھی غافل نہ ہوتے۔ ہر لمحہ خود کو منکسر المزاج اور راغب الی اللہ رکھتے۔ توکل سے بہرہ مند ہی تھے، عبادت میں متوغل۔ خشیت سے گریہ طاری ہوجاتا اور موت و فاتحہ کے ذکر سے بے حد آہ و بکا کرتے۔

مصنفات:

۱۔ تعلیقات علی شرح الصحائف (علم کلام)
۲۔ شرح مبسوط علی عوارف المعارف
۳۔ التعرف پر حاشیہ
۴۔ انوار العیون و اسرار المکنون۔ یہ سات فنون پر مشتمل ہے۔ مفصل کتاب ہے مقامات

۵۔ اپنے مریدوں کے نام خطوط (ان خطوط کو شیخ کے بعض متوسلین نے یک جا جمع کر دیا ہے)

وفات ۲۲ر جمادی الاخری ۹۴۴ھ/۱۵۳۸ء شہر گنگوہ میں ہوئی۔

۳۳۵۔ شیخ عبدالقدوس نظام آبادی

"الشیخ الکبیر" عبدالقدوس شطاری نظام آبادی المشہور بہ "قدن" "قطب صدیق" آپ نے طریقہ شطاریہ میں شیخ عبداللہ شطار کی بیعت کی۔ پھر حافظ شطاری "واسطہ کار" کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور ان سے بے شمار فیوض حاصل کئے۔ حافظ مذکور نے آپ کو اپنی خلافت تفویض فرمائی۔ آپ نے تلقین و ارشاد شروع کر دی۔ آپ سے شیخ علی بن قوام الدین جونپوری نے استفادہ کیا۔ یہ صاحب بلند پایہ عالم اور صاحب دعوت اور مجاہدہ و ریاضت کے خوگر تھے (حاشیہ شیخ عارف علی)

۳۳۶۔ مولانا عبدالکریم سہارن پوری

م ۹۰۹ھ بروز شنبہ ۱۲ ربیع الاوّل

"الشیخ الفاضل" عبدالکریم بن خواجہ سالار بن فرید الدین انصاری ہروی سہارن پوری یکے از عالمان با عمل و مردان صالح۔ مولد و منشا سہارن پور حفظ قرآن کے بعد تحصیل علم و طریقت دونوں کے لئے شیخ اسحاق حسینی بخاری کی خدمت میں برسوں باریابی سے مفتخر ہوئے۔ حتیٰ کہ کشف و شہود کے تمام دروازے آپ کے لئے کھل گئے۔

عوام و خواص دونوں طبقے آپ کے معتقد تھے۔ لذا ارح سہارن پور میں سلطان بہلول لودھی نے آپ کو بارہ مواضع جاگیر میں عطا فرمائے۔ وہ آپ کی بزرگی اور کمال کا بہت معتقد تھا۔

شیخ پیاری نے اللطائف القدسیہ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں دہلی کی پرانی جامع کبیر میں نماز جمعہ کے لئے گیا تو دیکھا کہ شیخ عبدالکریم نماز

نماز کے بعد منبر پر تشریف لائے۔ اس لمحہ میں ستر افراد صوفیا میں سے موجود تھے۔ شیخ نے وعظ شروع کر دیا۔ اور ان میں ہر فرد نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اخذ و استفادہ کیا۔

۳۳۷ - مولانا عبدالکریم شیرازی

"الشیخ العلامۃ" عبدالکریم بن عطاء اللہ شیرازی الہندی الگجراتی - علم تاریخ و رجال اور علوم حکمیہ کے اندر ممتاز الاقران تھے۔ سلطان محمود شاہ کبیر کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے

تصانیف | طبقات محمودیہ اس تاریخ میں تخلیق آدم سے لے کر ۹۱۵ھ / ۱۵۰۹ء تک کے واقعات کے ساتھ ہر دور کے اکابر علماء و شعراء اور ملوک و امراء کے حالات ہیں۔

۳۳۸ - مولانا عبدالکریم گجراتی

"الشیخ الفاضل الکبیر" عبدالکریم نہروانی گجراتی - یکے از علمائے ممتازین در علوم عربیہ قاضی عبدالعزیز بن عبدالکریم عینی اجینی ان ہی کے شاگرد ہیں (گلزار ابرار)

۳۳۹ - شیخ عبداللطیف قزوینی

م - بتاریخ ۵ ماہ رجب ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء

"الشیخ الفاضل" عبداللطیف بن یحییٰ المعصوم الحسینی السیفی القزوینی - خانوادۂ علم و فضیلت کے فرد - طہماسپ شاہ صفوی بادشاہ فارس اس بنا پر آپ کی ذات سے حسن ظن رکھتا کہ آپ چھپے ہوئے شیعہ ہیں - ایک مرتبہ کسی شیعہ سخن طراز نے شاہ سے کہہ دیا کہ وہ تو اہل سنت والجماعت ہیں - بادشاہ پھر گیا اور ایک دستہ متعین کر دیا کہ یحییٰ معصوم اور اس کے فرزندان کو گرفتار کر کے دار الملک میں لے آؤ - ان کے فرزند علاؤ الدولہ نے اپنے والد یحییٰ سے کہا - کہ آپ کبیر سنی کی وجہ سے وہاں جا تو سکتے ہی نہیں - اس دقعہ میں سرکاری آدمیوں نے انہیں گرفتار کر کے جیل خانے میں بھجوا دیا - جہاں ان کا انتقال ہو گیا - رہے صاحب ترجمہ عبداللطیف تو وہ بھاگ کر "گیلانات" کی طرف نکل آئے - سلطان ہمایوں نے یہ واقعہ

سُنا۔ تو آپ کو ہندوستان آنے کی دعوت بھجوا دی۔ مگر ہمایوں ان کے ہندوستان پہنچنے سے پہلے رحلت فرما گئے۔ تو سلطان اکبر نے شیخ عبداللطیف کو خوش آمدید کہا۔ انہیں عزت و آرام کے ساتھ فتح پور میں سکونت کی اجازت دی اور ان سے دیوان حافظ شیراز کا ایک معتدبہ حصہ پڑھا۔

شیخ موصوف فاضل مورخ اور متعدد علوم و فنون سے آگاہ تھے۔ ۵ رجب ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء کے روز فتح پور میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کا جسد اجمیر لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔ قاسم ارسلان نے آپ کی تاریخ وفات (فخر آلِ یٰسین سے) مستخرج کی۔ (بدایونی)

۳۴۰۔ قاضی عبداللہ سندھی

"الشیخ العالم الفقیہ" قاضی عبداللہ ابن ابراہیم عمری سندھی مہاجر مدنی۔ مولد در بیلہ صوبہ سندھ۔ تحصیل در سیات شیخ عبدالعزیز ابھری شارح مشکوٰۃ سے کی اور خود مدت تک تدریس فرمائی۔ مگر جب سلطان شاہی بیگ قندھاری سندھ پر قابض ہوا۔ تو آپ حرمین کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ ۹۴۲ھ/۱۵۴۰ء میں گجرات پہنچے۔ جہاں شیخ علی متقی برہان پوری سے ملاقات ہوئی۔ جن کی شہرت چار دانگ گجرات میں تھی۔ حتیٰ کہ بہادر شاہ بھی ان کا معتقد تھا۔ اور چاہتا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ لیکن شیخ متقی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے، قاضی عبداللطیف نے شیخ سے سفارش کی۔ کہ سلطان کو اپنے ہاں حاضر ہونے دیجئے۔ شیخ علی متقی نے فرمایا "میں اس شخص کو کیسے اپنے پاس آنے دوں۔ جو خود منکرات میں ملوث ہے۔ اور اسے گوارا نہیں کہ میں اُسے امر بالمعروف کر سکوں" سلطان نے یہ خبر سُن کر قاضی عبداللطیف ہی کے ذریعے کہلا بھیجا۔ کہ "شیخ صاحب بلا دانگ مجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمائیں" اس پر انہیں اجازت دی گئی۔ سلطان نے حاضری پر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور ایک لاکھ تنکہ بھجوایا۔ یہ رقم شیخ علی متقی نے قاضی عبداللطیف صاحب کو عنایت فرما دی۔ جس میں سے کچھ تو حرمین کا زادِ راہ بنا۔ اور باقی آپ اپنی گذر بسر کے کام میں لائے۔

۳۴۱- شیخ عبداللہ امروہی

م - ۱۵ / ماہ ذوالحجہ ۹۹۷ھ
۱۵۷۹ء

"الشیخ الکبیر" عبداللہ بن احمد بن طیفور بن شمس الدین بن محمد ابن محمود بن عبدالخالق بن محمد بن محمد ابن محمود بن الخیر بن علی رانیبنی امروہی - ابراہیم بن علی رضا علیہ السلام کی اولاد سے اور ہندوستان کے مشہور اولیاء میں سے تھے - علم و عمل اور ہوش و سکر و جذب و سلوک کا مرقع -
(بدایونی)

بدایونی نے آپ سے امروہہ میں ملاقات کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ "آپ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر ان کی تفسیر کرتے ہوئے سامعین کو رضا بالقضاء" کی تلقین کی اور اس اثناء میں روئے خطاب برابر میری طرف فرماتے رہے - جب میں امروہہ سے لوٹ کر اپنے گھر بدایوں میں پہنچا - تو میری عدم موجودگی میں میری بیٹی کا انتقال ہو چکا تھا تب میں سمجھا کہ شیخ موصوف نے رضا بالقضاء کا تذکرہ میری تسلی کے لئے کیا تھا -

سنبھلی نے اپنی تالیف "الاسرار یہ" میں لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ امروہی اپنی جوانی کے زمانے میں سفر حرمین کے لئے گھر سے نکلے - تو کنمبانت میں انہیں ایک مجذوب نے واپس لوٹ جانے کی طرف اشارہ کیا - چنانچہ آپ نے واپس لوٹ کر شیخ علاؤالدین چشتی دہلوی کی خدمت میں باریابی حاصل کی - اور جب شیخوخیت کے مرتبہ پر پہنچے - تو امروہہ آکر زہد و عبادت کو شعار و دثار بنا لیا -

۳۴۲- مولانا عبداللہ تلبنی

م ۹۲۲ھ
۱۵۱۶ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" عبداللہ بن الہداد العثمانی التلبنی ملتانی ثم دہلوی - یکے از مشاہیر اساتذہ علم و فن در ہند - مولد تلبنہ در نواح ملتان - املاء و حساب سیکھنے کے بعد کچھ مدت اپنے مولد میں رہے - پھر رخت سفر باندھا اور عراق عجم تشریف لے گئے منطق و فلسفہ

علامہ عبداللہ یزدی سے برسوں ان کی خدمت میں رہ کر پڑھا ۔عنفوانِ شباب ہی میں دولتِ علم سے مالامال ہو گئے ۔ اور فیصلہ کُن گفتگو کرنے لگے ۔ ذکاوت وحاضر جوابی و قوتِ حافظہ اور سوجھ بوجھ کا مرقع تھے ۔جب وطن واپس آئے تو اکابر علما میں سے تھے ۔ مسندِ تدریس مزیّن فرمائی ۔ برسوں یہ مشغلہ رہا ۔ آخر فتنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ تو گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ۔ اور چلتے چلاتے دہلی آپہنچے ۔ بہ زمانہ سلطان سکندر شاہ لودھی کا تھا ۔ اس نے سنا تو غنیمت جانا

مولانا مشکل کتب منطق وفلسفہ پڑھاتے ۔ اور ان ہی کی بدولت منطق و حکمت کی کتابیں نظامِ درس میں داخل ہوئیں ۔ چنانچہ بدایونی لکھتے ہیں :۔

" ان کے دہلی آنے سے پہلے ان شہروں میں شرح شمسیہ (در منطق) اور شرح صحائف (در کلام) مروّج تھے ۔ مگر آپ کی بدولت نظامِ درس میں فلسفہ ومنطق کی بعض مشکل کتابیں اور شامل ہو گئیں ۔

سلطان سکندر شاہ آپ کی بے حد تعظیم کرتا ۔ اگر وہ درس کے موقعہ پہ آتا ۔ تو کسی کونے میں چُپ چھپ کر بیٹھ جاتا ۔ تاکہ تدریس میں ہرج واقع نہ ہو ۔ مولانا کے تدریس سے فارغ ہونے پر سلام پیش کر کے گفتگو شروع کرتا ۔

بدایونی لکھتے ہیں ایک مرتبہ سکندر نے تمام ملک کے علما کو جمع کر کے مناظرہ کی بِنا ڈال دی ۔ شیخ عبداللہ ممدوح اور ان کے ساتھی عزیز اللہ ایک طرف ـــــ اور شیخ الہداد جونپوری اور ان کے بیٹے بھکاری دوسری طرف ۔ مناظرہ شروع ہوا ۔ تو سلطان پر یہ راز کھل گیا کہ فریق اوّل یعنی مولانا تلنبی تقریر میں اور مولانا الہداد تحریر میں فائق ہیں

مولانا تلنبی کے تلامذہ میں مفتی جمال الدین ، ان کے بھائی عبدالغفور ابن نصیرالدین دہلوی اور میاں شیخ گوالیری و میراں جلال الدین بدایونی وغیرہ ہیں ۔ جن میں سے ہر ایک آپ کی طفیل متبحّر اور اپنے وقت کے اساتذہ میں سے تھا ۔ ان کی تعداد چالیس ہے ۔

۳۴۳ - مولانا عبداللہ الہداد جون پوری

"الشیخ الفاضل" عبداللہ الہداد حنفی جون پوری علوم عربیہ کے اندر مشہور و ممتاز عالم، مولد شہر جون پور، اوائل جوانی میں پڑھنا شروع کیا۔ برسوں اپنے والد کی خدمت میں بار بار رہ کر تکمیل کی۔ اور حلم و عرفان دونوں کے اندر فائق اقران ہوئے۔

میرا گمان ہے کہ شیخ بھکاری یہی ہیں۔ جن کا تذکرہ بدایونی نے کیا ہے۔ کیونکہ ہندوستانیوں کی عادت ہے کہ اپنے بچوں کا نام اور رکھتے ہیں اور پکارتے ہیں انہیں ایسے نام سے جو مختصر اور زبان پہ ہلکا ہو۔

۳۴۴ - شیخ عبداللہ سندھی

"الشیخ العالم المحدث" عبداللہ ابن سعداللہ المتقی السندھی المہاجر مدینہ منورہ۔ ان کے معاصرین کے اندر حدیث و تفسیر میں کوئی ان کا ہم پلّہ نہ تھا۔ سرزمین سندھ میں تو ان کی اور بھی زیادہ تعظیم کی جاتی۔ آپ گجرات تشریف لے گئے تو قاضی عبداللہ ابن ابراہیم سندھی نے آپ کی صحبت اختیار کی۔ یہ واقعہ ۹۴۷ھ کا ہے ممدوح حرمین شریفین ان کے ہمراہ ہی گئے اور صاحب ترجمہ نے حجاز کے آئمہ حدیث اور شیخ علی متقی برہان پوری سے حدیث پڑھی۔ برسوں مدینہ منورہ کے اندر قیام کرنے کے بعد ہندوستان لوٹ آتے۔ اور یہاں شیخ رحمت اللہ ابن قاضی عبداللہ سندھی ۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء میں آپ سے اکتساب کیا۔ آپ نے برسوں گجرات میں قیام فرمایا۔ جب تک یہاں رہے علماء عوام دونوں طبقوں کو پڑھاتے رہے۔ آخر میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔

تصانیف
۱۔ جمع المناسک و نفع الناسک مصنفہ در ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء
۲۔ حاشیہ بر عوارف المعارف السہروردی

ماہ ذوالحجہ ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء میں انتقال فرمایا۔

(حضرمی در النور السافر)

۴۶۵۔ شیخ عبداللہ سلطان پوری مخدوم الملک

م ۹۹۰-۹۹۱ھ
۱۵۸۲-۸۳ء

"الشیخ العالم الکبیر" عبداللہ ابن شمس الدین انصاری سلطان پوری۔ المشہور بہ مخدوم الملک آبا کا وطن ٹھٹھ (صوبہ سندھ) ہے جہاں سے ان کے دادا نے ترکِ اقامت کے بعد جالندھر میں طرح اقامت ڈال دی۔ عبداللہ کا مولد سلطان پور صوبہ پنجاب ہے۔ اوائل عمر میں تعلیم شروع کر دی۔ سرہند گئے۔ اور درسیات شیخ عبداللہ (سرہندی) سے پڑھیں۔ دہلی پہنچے اور حدیث ابن شیخ ابراہیم ابن المعین ایرجی سے اکتساب فرمایا۔ آخر اپنے وطن لوٹے تو مشغلہ تدریس و تصنیف شروع کر دیا۔ جس سے قبول عام کی سند حاصل ہوئی۔

سلطان ہمایوں نے آپ کو شیخ الاسلام کی مسند پر فائز فرمایا۔ جس پر آپ ہمایوں کی رحلت کے بعد بھی متمکن رہے۔ حتیٰ کہ سلطان اکبر سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تو اس نے بھی آپ کے لئے یہ منصب برقرار رکھا۔ سلطنت کے ماتحت اراکین اور بادشاہ سب آپ کی بے حد تعظیم کرتے اور آپ کے اشاروں پر جان چھڑکتے۔ سلطان شیر شاہ نے آپ کو صدر الاسلام کا خطاب دیا اور ان کے فرزند سلیم شاہ تو آپ کو تخت پر اپنے برابر جگہ دیتے۔ گراں بہا نذرانے پیش کرتے۔ ہمایوں نے جب ایران سے لوٹ کر دوبارہ زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ تو آپ کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔ اور اکبر نے مخدوم الملک کا! آخر الذکر ایک لاکھ سالانہ وظیفہ پیش کرتا۔ کئی سال تک یہی سلسلہ رہا۔

پھر جب مبارک ابن خضر ناگوری نے اکبر کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ "آپ تو خود مجتہدین سے ہیں آپ کے لئے کسی صدر اور قاضی کی تقلید ضروری نہیں" تو اکبر نے مخدوم الملک کو روانہ کر دیا۔ مولانا جب مکہ مکرمہ کی سرائے میں داخل ہوئے۔ تو شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی آپ کی تعظیم کے لئے آگے بڑھے۔ آپ دو سال تک حرمین میں قیام کے بعد واپس لوٹے تو گجرات میں اکبر کے حکم سے آپ کو زہر دے کر ختم کر دیا گیا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ آپ فقہ، تاریخ و حدیث بلکہ جملہ علوم نقلیہ میں متبحر اور اہل بدعت خصوصاً

شیعت کے خلاف شدید متعصب تھے نیز کتاب روضۃ الاحباب کے بارے میں ان کا دعویٰ تھا کہ یہ امیر جمال الدین محدث کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اسی کتاب کی جلد ثالث میں امیر جمال الدین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں یہ مبالغہ آمیز شعر لکھا ہے ۔ کہ امیر جمال الدین محدث کی طرف منسوب ہے ۔ اس کے اندر مخدوم الملک کے قلم سے نکلے ہوئے یہ شعر حضرت علی کی منقبت میں اس کی تیسری جلد کے اندر ملتے ہیں ۔

ہمیں بس بود حق نمائی او
کہ کردند شک در خدائی او

بدایونی کہتے ہیں پھر میری طرف مخدوم الملک نے متوجہ ہو کر کہا کہ دیکھئے حضرت علی کی مدح میں انہوں نے ایسا مبالغہ کیا کہ رفض سے گزر کر حلول کے عقیدہ تک پہنچ گئے خدا ایسے عقائد سے ہمیں محفوظ رکھے ۔ بدایونی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ تخیل حضرت امام الشافعی کے ان اشعار سے ماخوذ ہے ۔

لو ان المرتضیٰ ابدی محلہ ٭ لصار الناس لحراسجد اً لہ
کفیٰ فی فضل مولانا علی ٭ وقوع الشک فیہ انہ اللہ !

بدایونی کہتے ہیں یہ اشعار سن کر مخدوم الملک نے بڑی غضب آلود نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور کہا یہ اشعار حضرت امام شافعی کے نہیں ہو سکتے ۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شعر میر حسن میبذی نے بھی تو حضرت علی کے دیوان الشعر کی شرح میں لکھے ہیں ، اس پر مخدوم الملک نے کہا کہ میبذی بھی تو رافضی ہی تھا ۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے بعض ثقات حضرات سے سنا ہے کہ روضۃ الاحباب کی تیسری جلد امیر جمال الدین محدث کے قلم سے نہیں ، بلکہ میرک شاہ نام کے ایک صاحب نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے ۔

مخدوم الملک نے کہا ۔ میں نے بھی روضۃ الاحباب کی دوسری جلد میں بعض لغویات پڑھ کر ان پر مناسب حواشی لکھوائے ہیں ۔

تصانیف | متعددہیں از اں جملہ
ا ۔ کشف الغمہ ہے

۲۔ منہاج الدین ہے

۳۔ عصمت الانبیاء ہے

۴۔ شرح عقیدۃ الحافظیہ ہے

۵۔ رسالہ فی تفضیل العقل علی العلم

گجرات میں وفات پائی بروایت خوانی۔ در ۹۹۰-۹۹۱ھ / ۸۳-۱۵۸۲ء۔

۳۴۶۔ مولانا عبد اللہ لاہوری

م ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء

"الشیخ العالم الفاضل" عبد اللہ بن عبد الخالق الشریف الحسینی الاہوری فقہ وحدیث و تفسیر کے معروف عالم، علوم معقول میں بھی دسترس تھی۔ مدتوں لاہور کے اندر مسند تدریس آراستہ رکھی۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء میں رحلت فرمائی۔ اور مقبرۂ شیخ خان محمد حضوری کے قریب سپرد خاک ہوئے (حدائق الحنفیہ)

۳۴۷۔ شیخ عبد اللہ سنبھلی

م ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء بتاریخ ۲۰ محرم

"الشیخ الاجل" عبد اللہ بن عثمان بن عطاء اللہ المودودی امروہی ثم سنبھلی ملقب بہ شمس الدین ـــــ و ـــــ کمال الدین (ہر دو) المعروف بہ شیخ پنجو۔ یہ تذکرہ بدایونی نے اپنی تاریخ کے اندر ان کے نام والقاب سب کے ساتھ کیا ہے۔ اس بنا پر کہ ان کے والد (عثمان) نے ان کے دادا (عطاء اللہ) کی زندگی میں رحلت کی۔ تو شیخ عطاء اللہ نے اپنی تربیت میں لیا اور اپنے چار بیٹوں کے ساتھ ان کے والد کی جگہ انہیں پانچواں وارث قرار دیا۔ جس سے آپ پنجو کے نام سے مشہور ہوگئے اس لئے کہ فارسی میں پنج بمعنی خمس کے ہے اور واؤ نسبت کے لئے ہے۔

سن ولادت ۸۶۶ھ / ۱۴۶۱ء مولد امروہہ۔ وہاں کے بیت العلم کی نشانی تھے سنبھل گئے اور برسوں مولانا عزیز اللہ تلبنی کی خدمت میں بارِیاب رہ کر پڑھا۔ پھر دہلی وارد ہوئے۔ تو شیخ

علاؤ الدین چشتی دہلوی کے حضور برسوں رہ کر طریقت میں فائز ہو کر امروہہ لوٹے۔ مگر تھوڑی سی مدت کے بعد وطن اور گھر دونوں چھوڑ کر صحرا میں بسیرا کر لیا۔ اور لوگوں سے دامن بالکل کھینچ لیا۔ دس سال اسی طرح گزارنے کے بعد سنبھل میں قیام فرما ہو گئے۔ ابتدا میں تو وجد و سماع کی کیفیت کو برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن آخر میں انہیں برداشت کرنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ ۱۷ محرم ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء کے روز دنیا سے دامن جھٹک کر عدم آباد کی راہ لی۔

۳۴۸۔ الشیخ عبد اللہ اچیؒ

م ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء

"الشیخ الصالح" عبد اللہ ابن غوث الشریف الحسینی الاچیؒ یکے از علمائے ربانیین علم و عمل اور زہد و قناعت کا مرقع تھے۔ تمام زندگی افادہ و عبادت میں صرف کر دی۔ امرا و سلاطین سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھا۔ ۹۷۸ھ / ۱۵۷۱ء میں رحلت فرمائی (خزینہ)

۳۴۹۔ مولانا عبد اللہ اکبر آبادی

م۔ ۶ر شوال ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء

"الشیخ الفاضل" عبد اللہ بن یعقوب بن نصیر الدین انصاری تمیمی ملتانی اکبر آبادی یکے از علمائے مشہورین۔ مولد و منشا آگرہ۔ تحصیل علم کے لئے متعدد شہروں میں گئے۔ اور اساتذہ وقت سے پڑھ کر اکبر آباد ہی واپس تشریف لے آئے۔ مدتوں مصروف افادہ رہے۔ بے شمار افراد نے ان سے پڑھا۔ ۶ر ماہ شوال ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء کے روز آگرہ میں وفات پائی (اخبار الاصفیاء)

۳۵۰۔ مولانا عبد اللہ ملتانی

م ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء

"الشیخ العالم الکبیر" عبد اللہ الحنفی یکے از علمائے کبار در علوم شرعیہ، مولد و منشا ملتان۔ یہیں تعلیم حاصل کر کے بھکر میں اقامت فرما ہوئے۔ اور مسند تدریس آراستہ فرما دی۔ نحو و فقہ و لغت و

اصول ہر ایک میں یکتا ز تھے ۔ اور معقولات میں بھی جید ! ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء میں آسودۂ لحد ہوئے (ماثر)

۳۵۱ - مولانا عبداللہ بدایونی

"الشیخ الصالح" عبداللہ سانوی ۔ یکے از علمائے مشہورین، مولد قصبۂ سانانہ، ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے ۔ املا و حساب و فارسی ایک مسلمان عالم سے پڑھے، جب سعدی شیرازی کی کتاب بوستاں کا یہ شعر پڑھا ۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا

تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

تو اپنے استاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا ۔ استاد نے اس انداز سے متاثر ہو کر آنحضرت کے اخلاق و مکارم بیان کئے ۔ کہ شاگرد نے جذبۂ ربانی سے متاثر ہو کر والدین اور وطن و دیار کو خیر باد کہا اور علوم عربی کی تحصیل کے لئے دہلی پہنچ کر مندرجہ ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا ۔

۱ - مولانا عبدالغفور بن نصیرالدین دہلوی

۲ - شیخ جلال الدین بدایونی ـــ وغیرہ

بعد ازاں بدایوں میں شیخ عبدالباقی سے طریقت حاصل کی ۔ وہاں سے خیر آباد کر شیخ صفی الدین عبدالصمد سائن پوری کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر اکتساب کیا ۔ یہاں تک کہ کشف و شہود کے تمام دروازے کھل گئے ۔ بدایوں لوٹ کر افادہ و عبادت میں ڈوب گئے علوم فقہ و اصول و نحو وغیرہ پر بھی حاوی تھے ۔ مذہب حنفیہ کے فروعات تک مستحضر تھے ۔ قوی الفہم ۔ زاہد ۔ کم خوراک و صابر اور شریف النفس تھے ۔ بازار جاتے اور کبر سنی کے باوجود گھر کا سامان خود اٹھا کر لاتے ۔ باوجود مجاز ہونے کے مشائخ کی مانند بیعت نہ لیتے ۔ ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی ۔

(بدایونی)

۳۵۲۔ شیخ عبداللہ سرہندی

م ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء

"الشیخ الکبیر" عبداللہ نیازی مہدوی سرہندی۔ یکے از داعیان مہدویت۔ امر و نہی کرنے میں کسی کا خوف دل میں نہ لاتے۔ جس وجہ سے بعض امرا و دول نے آپ کو تکلیفیں بھی دیں اور نیازی افغانوں کی ایک شاخ ہے۔ صاحب ترجمہ اس قوم میں سے اور ہندوستان کے مشاہیر سے تھے۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہوں نے طریقہ تصوف شیخ بہاؤالدین چشتی کی خدمت میں برسوں بار یاب رہ کر حاصل کیا۔ پھر گجرات اور وہاں سے حرمین گئے۔ حج و زیارت کے بعد متعدد شہروں کی سیاحت کی اور وہاں کے بسنے والے متقدر شیوخ سے مستفیض ہو کر گجرات واپس آئے جہاں شیخ محمد بن یوسف جون پوری کی صحبت نصیب ہوئی۔ دکن آئے۔ اور یہاں آکر ترک و تجرید وامر بالمعروف و نہی عن المنکر کا لطف حاصل ہوا۔ جس کے اثر سے خود کو مہدویت میں شامل کر لیا۔ اب بیانہ آئے۔ یہاں مدتوں قیام کیا۔ اور جب تک رہے بے ہمہ ہو کر گزارتے رہے حتیٰ کہ کسی طریق کا اظہار تک نہ تھا۔ سلطان الہند سلیم شاہ پسر شیر شاہ سوری سے بے حد ایذا پہنچتی رہی۔ جس سے گھبرا کر بیانہ کی اقامت چھوڑ دی۔ اور متعدد بستیوں میں گھومتے گھماتے سرہند میں طرح اقامت ڈال دی۔ یہیں پر مہدویت اور سید محمد بن یوسف مہدوی کی بیعت سے منحرف ہو گئے۔

بدایونی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب سلطان اکبر نے فتحپور میں عبادت خانہ تعمیر کروایا۔ تو آپ کو اکبر آباد طلب کیا۔ اور آپ کی مجلس سے بہت محظوظ ہوا۔ کچھ مدت بعد انہیں رخصت کر دیا۔ تو آپ پہلے کی مانند سرہند ہی میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے —— ایک موقعہ پر سلطان اکبر شاہ سرہند کی طرف آنکلا۔ تو آپ کو اراضی جاگیر میں پیش کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آخر بادشاہ کے اصرار پر قبول تو کر لیا مگر اس کی آمدنی میں سے خود پر کبھی کچھ صرف نہ کیا آپ پہلے ہی کی مانند فقر و قناعت کے ساتھ دن گزارتے رہے۔ ان کا عمل امام غزالی کی

کتاب احیاء العلوم پڑھا۔

سید الوالد نے اپنی کتاب مہر جہاں تاب میں لکھا ہے کہ آپ جب حرمین گئے تو حج و زیارت کے بعد ائمہ عصر سے حدیث پڑھی۔ کہا جاتا ہے کہ حدیث کے اثر سے آپ نے جونپوری کی مہدویت کے عقیدہ باطلہ سے توبہ کر لی۔

مصنفات
۱۔ القربۃ الی اللہ والی النبی صلعم
۲۔ مرآۃ الصفا
۳۔ الصراط المستقیم

۹۰ سال کی عمر میں سرہند ہی کے اندر آسودۂ لحد ہوئے (المنتخب)

۳۵۳۔ شیخ عبد اللہ الکوئلی (علی گڑھی)

"الشیخ الفاضل" عبد اللہ الحسینی الکوئلی یکے از مشہورین در زمانہ شیخ عبد القدوس گنگوہی جیسا کہ رکن الدین محمد بن عبد القدوس نے اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں ذکر کیا ہے۔

۳۵۴۔ شیخ عبد المجید گنگوہی

"الشیخ الفاضل" عبد المجید ابن عبد القدوس بن اسمٰعیل حنفی گنگوہی ملقب حمید الدین یکے از صوفیائے معروفین۔ مولد و منشا گنگوہ۔ تعلیم کے لئے سفر کیا۔ مولانا قطب الدین سرہندی و شیخ احمد حسینی ملتانی اور دوسرے اہل علم سے پڑھا۔ اپنے والد سے بھی اکتساب کیا اور ان کی زندگی تک انہی کی خدمت میں باریاب رہے۔ طریقت میں بھی انہی سے فیض حاصل کیا۔

تصانیف میں
وحدۃ الوجود کے اثبات پر ایک رسالہ ہے جیسا کہ رکن الدین محمد نے اپنی کتاب اللطائف القدسیہ میں لکھا ہے۔

۳۵۵۔ شیخ عبد المصطفیٰ باکثیر مکی

م۔ بروز شنبہ بوقت شب ۲۷ ذوالحجہ ۹۸۹ھ

"الشیخ العالم الکبیر المحدث" عبد المصطفیٰ بن الحسن بن عبد اللہ باکثیر ثم الہندی احمد آبادی

یکے از علمائے حدیث۔

عبدالقادر حضرمی النور السافر میں فرماتے ہیں کہ "وہ ۹۰۵ھ ۱۴۹۹ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ متعدد علمائے کبار سے پڑھا۔ منقول و معقول بلکہ جملہ فنون علمیہ حاصل کرنے کے بعد ہندوستان وارد ہوئے اور یہیں اقامت فرما ہو گئے۔ حاضر جواب گفتگو میں کمال حاصل۔ کلام میں حلاوت تاحیات صلاح و تقویٰ سے ملبوس رہے۔ سنا ہے کہ قاضی عیاض کی کتاب الشفا ایک عالم کو نماز فجر سے لے کر ظہر اوّل تک سنا دی۔ ان کے شیوخ میں شیخ الاسلام زکریا انصاری ہیں۔ جن کے درس میں آپ نے صحیح بخاری سُنی۔ یہ قرأت آپ کے والد کر رہے تھے۔ باکثیر شیخ زکریا سے بخاری کی روایت میں لفظ "سمعت" (میں نے سنا) بیان کرتے ہیں۔ اور خود شیخ زکریا امام ابن حجر عسقلانی سے روایت کرتے ہیں۔ اس بنا پر حضرت باکثیر کی سند عالی قرار پائی۔ جس سے حدیث کے قدر دان اٹڈ کر آ گئے۔ اور آپ سندیں لکھتے لکھتے عاجز آ گئے۔ میں نے اپنے بچپنے میں پہلے پہل لفظ "اجازہ" انہی کی مجلس میں سنا۔ میرے والد نے آپ سے درخواست کی کہ یہ اجازت نظم کر دیں تاکہ اپنے قصائد کے ساتھ اسے بھی لکھ لوں لیکن افسوس ہے کہ وہ اسے نظم نہ کر سکے۔

تصانیف کتاب اسماء رجال البخاری۔ جس کے اندر امام بخاری سے لے کر صحابی تک جملہ راویوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کتاب ان سے مکمل نہ ہو سکی۔ باوجود سے کہ بہت کچھ ایک ضخیم حصہ میں لکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی۔ تو اپنے موضوع میں نہایت مفید ہوتی ـــــ شعر بھی کہتے! از آں جملہ!

۱۔ ہلکی پھلکی گورے رنگ کی، پتلی کمر والی اور ایسے سیدھے قد کی کہ نیزے بھی اُس کے آگے شرمائیں۔

۲۔ جب وہ صبح کرتی ہے تو اس کی زبان کی دھار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ رات کی زرع کو چودھویں رات کے چاند سے پھاڑ دیتی ہے۔

۳۔ اس کی چمک اندھیرے کی نشانی کو مٹا دیتی ہے تو وہ اندھیرا ایسا دن بن جاتا ہے جس کی فجر روشن ہو،

۴۔ اس کی زبان ہے مگر بولتی نہیں اُس کے آنسو بہتے ہیں لیکن پلکوں سے نہیں۔

۵۔ اس کا جلباب سفید چاندی کی یاد تازہ کرتا ہے اور اس کی انتڑیاں شمعوں کو شرماتی ہیں۔

۶۔ وہ جب پختہ ارادہ کر لیتی ہے تو اپنے صحیفہ میں لکھ دیتی ہے کہ اب بھاگنے کا موقعہ نکل گیا ہے۔

۷۔ پس لازم پکڑ تو اس واضح جیستان کو جس کی میں نے تشریح کر دی ہے لیکن یک گونہ پڑے گے اندر اندر۔

۸۔ اسے ہم نشین! کھڑے ہو جاؤ۔ صبح ہو گی، اور صبح کے نور نے تاریکیٔ شب کو مٹا ڈالا۔

۹۔ صبح کی شراب قریب لے آ۔ موسم خوشگوار ہے اور ایسی شراب کا دور چلا جو رنگ شفق کے مشابہ ہو،

۱۰۔ ایسی شراب پلانے والی کھڑی ہوئی، جس کے سبزۂ رخ سے اگر میں چاہوں، کستوری اور کافور سے ممزوج کر دی۔

۱۱۔ گویا کہ لئے چاند ہے جس کے پیالوں کے اندر آفتاب گھوم رہا ہے اور اس کے منت پرانی شراب کے ہیں بلکہ اور زیادہ۔

۱۲۔ اس کا قد سمہری نیزے کے مشابہ ہے اور اس کی آنکھ تلوار کی مانند اور نگاہ تیر کے مانند ہے۔

۱۳۔ اس کے پلکوں کی کمانیں کھچی ہوئی ہیں ہمارے قتل کے لئے اور انہیں سے بچنے کے لئے عشاق کے دل ڈھال بنے ہوئے ہیں۔

۱۴۔ کمر میں پیٹی بندھی ہوئی ہے اس کی گھنگھریاں خاموش اور بازو بند گویا ہے۔

۱۵۔ اس کے عشاق کی آنکھیں اس وقت ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ اس کی بے التفاتی کی وجہ سے بیداری کے مرض میں مبتلا ہیں۔

۱۶۔ محبوب کے رخسار پر عاشق نے یہ صاف لکھا ہوا دیکھا کہ "اللہ نے اپنی تمام مخلوق میں اسے سب سے زیادہ حسین پیدا کیا"

۱۷۔ میں اس کے جمال کے حسن میں وہم کیا کرتا تھا۔ جب کہ میں اپنی تیز نگاہیں اس میں گاڑتا۔

۱۸۔ میں نے اپنے ان دنوں کو بے کاری میں پورا کیا۔ حالانکہ میرے لئے عشق کو چھوڑ دینا مناسب تھا۔

۱۹۔ وقت آگیا ہے کہ جس طرح مفرور غلام نہیں لوٹ سکتا اسی طرح میں عشق سے رجوع نہیں کر سکتا۔

۲۰۔ بوڑھاپا آگیا جو سب ڈرانے والوں سے زیادہ بلیغ ہے۔ جوانی چلی گئی گویا کہ وہ ایک خواب یا خیال تھا

(النور السافر)

۳۵۶۔ شیخ عبد الملک کالپوی

(م۔ در عہدِ صحابۂ کرام)

"الشیخ الفاضل" عبد الملک بن ابراہیم کالپوی۔ اپنے دور میں علمائے مشاہیر سے تھے۔ تمام زندگی درس و افادہ فرماتے رہے (گلزار ابرار) مع ایں الفاظ کہ "وفات کے روز بھی سبق پڑھاتے رہے۔ بعہد سلطان ہمایوں میں رحلت فرمائی۔ قبر آپ کی کالپی کے گورستان سے باہر ہے۔

۳۵۷۔ شیخ عبد الملک پانی پتی

م ۱۲ ربیع الثانی ۹۵۷ھ

"الشیخ الفاضل العلامۃ" عبد الملک بن عبد الغفور حنفی پانی پتی، المشہور بہ شیخ امان اللہ یکے از

علما و مشائخ کبار۔ درسیات کا کچھ حصہ اپنے والد شیخ عبدالغفور اور کچھ کتابیں شیخ محمد بن حسن عباسی جون پوری دہلوی سے معہ طریقت میں اجازہ پر استفادہ کیا۔ پھر خود مسند تدریس آراستہ فرمادی۔ اور توحید میں شیخ اکبر ابن عربی کے مسلک پر تھے۔

۱۔ رسالہ در اثبات احدیت" (۲) مرآۃ الحقیقت (۳) اللوائح المعادت جامی کی شرح۔

اثبات توحید میں فرماتے ہیں:۔

واجب تعالےٰ نے ممکنات سے مغائر تو ہے لیکن یہ مغائرت حقیقی نہیں بلکہ تعین اور تقید کے اعتبار سے ہے لہٰذا ناگزیر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے الگ تعین ہو۔ اور افراد عالم کے لئے (عام اس سے کہ وہ از قبیل جسمانیات ہوں یا روحانیات)

شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی اس نظریے میں اُن سے اختلاف رکھتے تھے کیونکہ وہ واجب تعالیٰ اور ممکنات کی عینیت کے قائل تھے چنانچہ اسی وجہ سے اُن کے مابین کئی مناظرے بھی ہوئے۔

۳۵۸۔ شیخ عبدالملک غزنوی

م ماہ رجب ۹۵۶ھ
۱۵۴۹ء

"الشیخ العالم المجود" عبدالملک ابن عبداللہ ابن صالح بن محمود الخالدی الغزنوی اپنے زمانے کے مشہور قاری تھے۔ مولد و منشاء غزنہ ہے اوائل عمر ہی میں تعلیم کی طرف مائل ہوگئے۔ ہرات داخل ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ شیخ محمود تاباد کانی سے قرأت اور تجوید دونوں پڑھے۔ درسیات عثمان ہردی سے پڑھیں۔ شیخ زین الدین خوانی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر طریقت حاصل کر کے ہرات ہی مقیم ہوگئے۔ مگر جب ان کی شہرت کا غلغلہ ہندوستان میں ہوا۔ تو سلطان سکندر شاہ لودھی نے آپ کو طلب کرلیا۔ آگرہ میں قیام فرما ہوئے۔ جہاں اکثر اہلِ ہند نے آپ سے استفادہ کیا۔ ایک سو تیس ۱۳۰ سال کی عمر میں آگرہ کے اندر رحلت فرمائی۔

۳۵۹۔ مفتی عبدالملک امروہی

م ۹۷۵ھ
۱۵۶۳ء

"الشیخ الفقیہہ المفتی" عبدالملک ابن محمود بن عطاء اللہ حسینی امروہوی۔ اپنے تمام بھائیوں

سے زیادہ پڑھے لکھے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ۹۱۷ھ (۱۵۱۱ء) میں بعہد سلطان سکندر شاہ لودھی امروہہ کے اندر مسندِ افتا کو رونق بخشی۔ برسوں یہی مشغلہ رہا۔ ۹۵۰ھ (۱۵۴۴ء) تقریباً میں رحلت فرمائی۔ یہی سن ان کے فرزند عبدالغفور کے مفتی مقرر ہونے کا ہے (نخبہ)

۳۶۰۔ شیخ عبدالملک گجراتی

"الشیخ العالم المحدث" عبدالملک بیا بانی عباسی احمد آبادی۔ از علمائے کبار مولد و منشا احمد آباد اپنے بھائی قطب الدین سے درسیات اور حدیث پڑھی۔ جو حدیث میں مؤلف الضوء اللامع سخاوی کے شاگرد تھے۔

صاحب ترجمہ نہایت طبّاع اور ذہین تھے۔ فقہ و حدیث و تفسیر اور ادب ہر ایک میں یکتا۔ حافظ القرآن اور بخاری کا ایک ایک لفظ مع معنیٰ ازبر تھا۔ ان کے معاصرین کے اندر توکل و تنہائی میں کوئی دوسرا ان کا ہم پلّہ نہ تھا۔ مولانا مفتی کمال الدین (اجینی) آپ کے شاگرد تھے۔ ۹۷۰ھ کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ (گلزار ابرار)

۳۶۱۔ شیخ عبدالملک سجاوندی

"الشیخ الفاضل" عبدالملک سجاوندی۔ یکے از داعیان مذہب مہدی۔ آپ نے اس سلسلہ میں شیخ دلاور مہدوی کی بیعت کی۔ برسوں ان کے ملازم خدمت رہے اور سید محمد ابن یوسف مہدوی پر الزامات کے رد میں کتاب لکھی۔ دوسری کتاب اثبات مہدویت پر لکھی۔ ان کی تصانیف میں یہ کتابیں ہیں۔

تصانیف

۱۔ سراج الابصار فی الرد علی الشیخ علی متقی برہان پوری۔ یہ کتاب شیخ محمد اسعد مکی کے ان اعتراضوں کے جواب میں ہے جو انہوں نے اپنی کتاب الشہب المحرقہ میں مہدویت کے سر تھوپے۔ اس کتاب کا دوسرا جواب شیخ شہاب الدین مہدوی نے کنز الدلائل نام کی کتاب میں دیا۔

(بروایت ابو رجاء محمد شاہجہان پوری در الہدایۃ المہدویہ)

۳۶۲۔ مولانا عبدالمومن اکبرآبادی

م در ماہِ شوال ۲ تاریخ ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء

"الشیخ العالم الصالح" عبدالمومن بن محمد بن خلیل چشتی اکبرآبادی یکے از مشائخ" (گلزار ابرار)
ممدوح نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے اکتساب کے بعد حج و زیارت کے لئے شدِ رحال
کیا۔ اور متعدد شہروں کی سیر کرتے ہوئے ۱۲ سال کے بعد ہندوستان لوٹے اور سکندر شاہ لودھی کے
عہد میں آگرہ کو وطن بنالیا۔

اخبار الاصفیاء میں نمیمی لکھتے ہیں کہ ان کے والد منڈو (مالوہ) سے دہلی منتقل ہو گئے۔ یہی شہر
عبدالمومن کا مولد ہے، اوائل بلوغ میں اپنے والد سے تعلیم و تربیت شروع کر دی۔ ان سے خرقہ
حاصل کیا۔ اور زمانہ ابراہیم شاہ لودھی میں دہلی سے آگرہ چلے آئے۔ ۲ شوال ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء میں آگرہ
ہی میں رحلت فرمائی۔

۳۶۳۔ شیخ عبدالنبی گنگوہی

م ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء

"الشیخ العالم المحدث" عبدالنبی بن احمد عبدالقدوس حنفی گنگوہی یکے از مشاہیر علمائے ہند ولد گنگوہ
قرآن مجید سے لے کر جملہ عربی علوم اپنے شہر گنگوہ میں پڑھنے کے بعد حرمین کا سفر کیا۔ وہاں حدیث ابن حجر
مکی ہیتمی اور دوسرے محدثین سے پڑھی۔ آپ کئی مرتبہ ہندوستان سے حجاز گئے اور برسوں وہاں کے
مشائخ کی صحبت سے مستفیض ہو کر محدثین کا مسلک اختیار کر لیا۔ ہندوستان آکر مسئلہ سماع و وجد
وحدت الوجود، اعراس اور صوفیہ کے بیشتر رسوم کی مخالفت اور سنت محضہ طریقہ سلف کی حمایت
شروع کر دی۔ جس پر براہین و مقدمات کے انبار لگا دیتے۔ اور تو اور ان کے والد اور چچاؤں نے بھی
مخالفت میں کمی نہ کی، مخالفین کی طرف سے آپ کو صفات اللہ اور نصرت سنت کے جرم میں خوب
ایذا دی گئی۔ اور بالآخر وطن سے باہر دھکیل دیئے گئے، مگر جب مشیت ایزدی نے ان کے لئے
تمام ہندوستان کی صدارت کا وقت قریب کر دیا۔ تو سلطان اکبر نے آپ کو ملک بھر کا صدر الصدور

متعین کیا۔ یہ واقعہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ء کا ہے۔ جس (منصب) پر آپ برسوں فائز رہے۔ سلطان نے جاگیر کے علاوہ اس قدر نقد اموال عطا کئے۔ جن کی مثال اُس دور میں نہ تھی۔ آپ کی طرف خاص و عام دونوں طبقوں کے اندر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ حدیث کے سماع کے لئے بادشاہ خود اُن کے گھر پہ جاتا اور جب یہ اٹھ کر کہیں جانے لگتے تو اپنے ہاتھ سے جوتے ان کے آگے رکھتا۔

بدایونی لکھتے ہیں۔ اس طور پہ دو سال گزر گئے کہ کہیں فیضی اور ابوالفضل آ پہنچے۔ انہوں نے اکبر کے قلب میں دین ہی کے متعلق وسوسے پیدا کر دئے۔ جن کے اثر سے وہ صلحا و مشائخ وقت سے منحرف ہوگیا۔

وہ دونوں بھائی صدر الصدور کی معزولی کی راہ ہی تک رہے تھے۔ کہ شہر متھرا میں ایک واقعہ رونما ہوگیا۔ وہاں کے قاضی عبدالرحیم متھرا میں مسجد تعمیر کرانا چاہتے تھے۔ اور جس جگہ کے لئے یہ منصوبہ بنایا گیا۔ اس مقام پر متھرا کے ایک برہمن نے ایک جسیم بُت گاڑ دیا۔ قاضی عبدالرحیم نے پنڈت صاحب کو بلا کر دریافت کیا۔ تو اُس نے چھوٹتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور اس کی مذمت بھی کی۔ یہ واقعہ علانیہ ہوا۔ قاضی نے قضیہ صدر الصدور کی عدالت میں پیش کر دیا۔ صدر الصدور نے اُسے بلا بھیجا تو نہ آیا آخر اکبر نے ابوالفضل اور بیربر کو متھرا بھیجا وہ پنڈت کو آگرہ لے آئے ابوالفضل نے بیان میں کہا کہ متھرا کے تمام باشندوں نے گواہی دی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سبّ کی ہے ـــــ مفتیوں کے دو گروہ ہو گئے۔

ایک گروہ نے برہمن کے قتل اور دوسرے نے تشہیر اور ضبط جائداد کا فتویٰ دیا۔

ملا عبدالنبی صاحب ترجمہ نے سلطان کو برہمن کے قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ تو اکبر نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ ملا صاحب نے دو مرتبہ اور یہی تجویز بیان کی۔ مگر اکبر نے ہر مرتبہ فرمایا کہ مجھے یہ مشورہ مت دو۔ کیونکہ شرعی سیاست آپ لوگوں پر موقوف ہے۔ ادھر اکبر کے حرم میں جو ہندو رانیاں تھیں وہ سلطان کے حضور برہمن کی سفارش کر رہی تھیں۔ لیکن اکبر اپنی بات دل میں رکھے ہوئے تھا۔

جب ملا عبدالنبی بادشاہ سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے پنڈت کے قتل کا حکم نافذ کر دیا۔ جس پہ اکبر نے طیش میں آ کر ملا مبارک کو معاملہ سونپ دیا۔ مبارک نے عرض کیا کہ "سلطان ائمہ دین سے زیادہ عدل پسند۔ زیادہ عقل مند اور زیادہ خدا شناس ہے اسے کسی کی تقلید نہ کرنا چاہیئے" اور اس

مضمون پر ایک محضر لکھ کر پیش کر دیا۔ اکبر نے یہ محضر ملا عبد النبی اور عبد اللہ مخدوم الملک دونوں کے پاس بھجوا دیا۔ جب یہ دونوں دربار میں آئے تو کسی نے ان کی تعظیم کے لئے زبان سے بھی کچھ نہ کہا۔ تب دونوں نے صفِ نعال میں بیٹھ کر محضر پر دستخط کئے۔

اس پر بھی بادشاہ نے دونوں کی جلاوطنی کا فرمان جاری کر دیا۔ عبد النبی حجاز میں کچھ مدت رہ کر واپس لوٹے۔ تو معافی کی درخواست پیش کرا دی۔ سلطان نے ٹوڈرمل کو بھیج کر ان کی دولت کا حساب لیا۔ اور اس پر قبضہ کر کے ملا صاحب سے پورا انتقام لیا۔ حتیٰ کہ وہ لقمۂ اجل ہو گئے۔

کتاب مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ سلطان نے انہیں محاسبہ کے لئے حبس میں بھجوا کر ابوالفضل کو بھیجا جس نے ان کا گلا دبا کر ختم کر دیا۔

ممدوح نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا عبد الحئی خلف عبد الحکیم لکھنوی نے طرب الاماثل میں فرمایا ہے۔ کہ میں نے ملا عبد النبی کی ایک کتاب پر یہ سطور پڑھی ہیں کہ مولانا عبد النبی کی ایک کتاب پر یہ سطور پڑھی ہیں کہ مولانا عبد النبی صدر سلطان اکبر جب مکہ میں پہنچے۔ یہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء کا سال تھا۔ ان کے پاس اکبر کی طرف سے شیخ الاسلام قاضی حسین علی ساکن حرمین کی معرفت دیئے گئے۔ اسناد تھے۔ وہ رجب ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں ہندوستان لوٹے۔ آپ سخی اور زاہد منش تھے۔

مصنفات

۱۔ وظائف النبی (مشتمل بر اوراد و وظائف)

۲۔ سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ

۳۔ رسالہ در حرمت سماع اپنے والد کے رسالہ کا جواب

۴۔ رسالہ در ردِ قفال مروزی علیٰ امام ابی حنیفہ

رحلت ان کی ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء میں ہوئی۔

۲۶۳۔ الشیخ عبد الوہاب اکبر آبادی

م ماہ شعبان ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء

"الشیخ العالم المحدث" عبد الوہاب بن ابو الفتح مکی اکبر آبادی اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند جن کا نام عرف میں بدا تھا۔ درسیات شیخ مبارک، ابن شہاب گوپامئوی اور دوسرے

اساتذہ سے پڑھیں بعدہٗ خود مسندِ تدریس مزین فرمائی۔

آپ نہایت باوقار، کریم النفس، مخیّر اور نورانی صورت کا مرقع تھے۔ حسن اخلاق میں معروف اور عوام و خواص دونوں طبقوں میں ہر دل عزیز تھے۔ ماہ شعبان ۹۷۰ھ میں شہر آگرہ کے اندر وفات پائی (گلزار ابرار)

۳۶۵۔ الشیخ عبدالوہاب سادھوروی

م ۹۶۵ھ
۱۵۵۷ء

"الشیخ العالم" عبدالوہاب سادھوروی۔ یکے از اساتذہ علم و فن، تا زیست تدریس فرمایا کئے اور بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔

۳۶۶۔ مولانا عبدالوہاب کشمیری

"الشیخ العالم الفقیہ عبدالوہاب بن مفتی فیروز الحنفی الکشمیری علم معقول میں ممتاز الافاضل مولد و منشا کشمیر، وہیں کے اساتذہ سے پڑھا۔

تصانیف
۱۔ حاشیہ شرح شمسیہ
۲۔ حاشیہ شرح مواقف (حدائق الحنفیہ)

۳۶۷۔ شیخ عبدالوہاب بخاری

م ۹۳۲ھ
۱۵۲۵ء

"الشیخ الصالح" عبدالوہاب بن محمد بن رفیع الدین الحسینی البخاری الاُچی السید الشریف مشہور بہ حاجی صاحب۔ نسب جلال حسین بن احمد الحسینی البخاری کے واسطہ سے جلال اعظم تک پہنچتا ہے۔ سن ولادت ۸۶۹ھ ہے از بطن فاطمہ بنت قطب الدین بن کبیر الدین ابن اسمٰعیل ابن محمود الحسینی البخاری الاُچیؒ۔ اُچ ہی میں پروان چڑھے۔ اپنے خسر صدر الدین ابن حسین بن کبیر الدین حسینی بخاری سے درسیات و طریقت میں اکتساب فرمایا۔ اور برسوں ان کی خدمت

میں باریاب رہے۔ اپنے شیخ صدر الدین ممدوح کی زندگی میں حج و زیارہ سے فائز ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائے۔ ملتان میں کچھ روز قیام کے بعد دہلی آئے۔ اور طریقت میں عبد اللہ بن یوسف قریشی ملتانی سے مزید استفادہ کے بعد دوسری مرتبہ حج و زیارت کے لئے شدِ رحال کر کے دہلی ہی واپس آئے جہاں تا بہ زیست مقیم رہے۔ یہ دور سلطان سکندر شاہ لودھی کا تھا۔ لودھی آپ کی تعظیم میں پیش پیش تھا۔

تصانیف

۱۔ تفسیر القران۔ ماہ ربیع الثانی ۹۱۵ھ/۱۵۰۹ء میں جس کی بسم اللہ کی اور اس سن کے ۷ ارشوال میں مکمل کر لی۔ یعنی ۶ ماہ۔ چند ایام کے اندر۔ اس تفسیر کا اکثر بلکہ تمام حصہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل آپ کی ذات سے محبت، وجد کے دقائق اور فوائد پر مشتمل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر غلبۂ حال میں لکھی ہے کیونکہ اس کے مندرجات اکثر صحیح نہیں ہیں۔

۲۔ رسالہ در شمائل نبویہ و فضائل مدحیہ در شان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

۹۳۲ھ/۱۵۲۵ء میں دہلی کے اندر اس روز رحلت فرمائی۔ جس روز سلطان بابر نے یہ شہر فتح کیا۔

۳۶۸۔ مولانا عثمان سنبھلی

م ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء

"الشیخ الفاضل" عثمان بن ابو عثمان حنفی بنگالی ثم سنبھلی۔ اپنے دور کے مشہور عالم۔ بنگالہ میں پیدا ہوئے۔ مگر علم کی طلب میں سنبھل آ پہنچے۔ اور شیخ حاتم سنبھلی سے پڑھ کر گجرات تشریف لے گئے۔ وہاں پر ہی سکونت اختیار کر لی۔ یہاں علامہ وجیہ الدین گجراتی سے اکتساب کے بعد سنبھل لوٹ کر طرح اقامت ڈال دی۔ (بروایت کمال محمد سنبھلی در "اسراریہ")

بدایونی لکھتے ہیں کہ پہلے شیخ حاتم مذکور نے آپ سے پڑھا۔ وہ ان کے پاس آکر آخر کتاب پڑھ کر سنا دیتے۔ بدایونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صغر سنی میں انہیں دیکھا۔ اور شیخ حاتم کے ساتھ ان کی مجلس میں باریاب ہوا۔ سنبھل ہی میں ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء کے اندر وفات پائی ایک صاحب نے ان کی تاریخ رحلت میں ہمہ گفتند رفت مردانہ۔

۳۶۹۔ شیخ عجائب سنبھلی

م ۹۳۰ھ
۱۵۲۳ء

"الشیخ الفاضل" عجائب ابن اسحاق اسرائیلی سنبھلی یکے از ارباب طریقت۔ شیخ سماؤالدین دہلوی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر استفادہ کیا۔ مگر شیخ ممدوح کی رحلت کے بعد دہلی آکر سکونت پذیر ہو گئے معارف الیہ سے آگاہ اور شاعر تھے تخلص ہلالی فرماتے ۹۳۰ھ/۱۵۲۳ء میں رحلت فرمائی (بحر زخار)

۳۷۰۔ شیخ عجائب دہلوی

"الشیخ الفاضل" نام عجائب ابن شیخ کمال الدین بن علاؤالدین دہلوی اپنے زمانے کے مشائخ کبار سے تھے۔ قتلغ اور دوسرے علماء سے استفادہ کیا۔ جن کی خدمت میں مدتوں باریاب رہ کر علمی منافع حاصل کئے ——— (گلزار ابرار)

۳۷۱۔ مولانا عزیز اللہ ردولوی

"الشیخ الفاضل" عزیز اللہ بن اسماعیل ابن صفی بن نصیر حنفی ردولوی فقہ واصول اور ادب میں ممتاز۔ مولد ومنشا ردولی۔ برسوں اپنے والد کے حضور باریابی کے بعد درسیات پڑھیں۔ یہاں تک کہ ممتاز علما کی صف میں آپہنچے۔ اور تدریس وافادہ کی طرح ڈال دی۔ بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔

۳۷۲۔ مولانا عزیز اللہ تلبنی

م ۹۳۲ھ
۱۵۲۵ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" عزیز اللہ حنفی تلبنی ملتانی ثم سنبھلی۔ یکے از علمائے عاملین وائمہ محققین سلطان سکندر شاہ لودھی کے عہد میں دہلی آئے۔ اور سنبھل پہنچ کر اقامت فرما ہو گئے

درس و افادہ میں محو ہو گئے۔ بے حد ذہین و طباع اور عبادت گزار اور قلیل الاختلاط ہونے کے ساتھ تقوے پسند اور عزلت گزین تھے۔ اصول و کلام اور منطق و فلسفہ و حکمت دیگر فنون نظریہ اور ادب پر حاوی تھے۔ شیخ نظام الدین خیر آبادی اور شیخ ابن ابو حاتم سنبھلی کے سوا دیگر بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ ۹۳۲ھ میں رحلت فرمائی (اسراریہ)

۳۷۳۔ مولانا عزیز اللہ ملتانیؒ

"الشیخ العلامۃ" مولانا عزیز اللہ حنفی ملتانی۔ اپنے عہد کے مشہور اساتذہ سے تھے۔ مولد و منشا ملتان۔ شیخ فتح اللہ ملتانی حنفی سے درسیات کی تحصیل کے زمانہ میں اُن کے صاحبزادے ابراہیم کے ہم درس تھے۔ اور مولانا عزیز اللہ سے ان کے فرزند عبدالرحمٰن بشمول دیگر افراد کثیر پڑھا۔ (ہندوی)

محمد قاسم فرشتہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے

آپ مشاہیر علما سے تھے اجام یزید عنے انہیں شہر شور بلایا اور شہر سے باہر ان کا استقبال کیا۔ آپ کو شاہی امارت خانہ میں اتارا۔ خدام سے کہا کہ مولانا کے ہاتھ دھلوا کر دھوون کا پانی عمارت کے چاروں کونوں میں برکت کے لئے چھڑک دو۔ مولانا مدت تک شہر شور میں اقامت کے بعد چپکے سے نکلے اور ملتان آ پہنچے۔ شور سے نکلنے کی وجہ وہاں کے وزیر جمال الدین سے عدم موافقت تھی۔

۳۷۴۔ شیخ عطا محمد گجراتیؒ

م ۹۸۶ھ
۱۵۷۸ء

"الشیخ العالم الصالح" عطا محمد علاؤ الدین الحسینی قادری گجراتی۔ احمد آباد کے ممتاز مشائخ سے تھے۔ ۹۴۱ھ میں جب سلطان ہمایوں احمد آباد میں داخل ہوا۔ تو آپ وہاں سے شہرہ میں سلطان بہادر شاہ گجراتی کے پاس روانہ ہوئے۔ مگر راستے میں پرتگالیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے حبس میں ڈال دیا۔ مگر جب ان سے نجات ملی تو حرمین کے ارادے سے

روانہ ہوگئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہوکر گجرات تشریف لے آئے اور یہاں تدریس وافادہ میں مصروف ہوگئے۔

آپ بہت بڑے شاعر تھے عربی کے دو دیوان عجوبۃ الزمان اور نادرۃ الدہر اپنی یادگار چھوڑے ان کے ابیات ابن الفارض مصری کے انداز پر ہیں۔

ان کے ۵ فرزند عبدالرزاق۔ ابوصالح النصر۔ محمد۔ احمد اور علی تھے سب عالم۔

اور ۳ خلفا (۱) شیخ بہاؤالدین (۲) شیخ محمد (۳) شیخ ابراہیم، اور یہ بھی سب عالم تھے۔

وفات ماہ ربیع الاوّل ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء میں احمدآباد میں پائی (گلزار ابرار)

۳۷۵۔ شیخ علاء بن الحسن بیانوی

م ۹۵۷ھ / ۱۵۵۰ء

"الشیخ الصالح" علاء بن حسن مہدوی بیانوی۔ یکے از داعیانِ مہدویت۔ معاصرین کے ذکاوت و ذہانت وقوتِ حفظ وضبط کے اندر منفرد۔ اصلاً بنگال کے رہنے والے۔ جہاں سے ان کے والد اور عم نصراللہ حج کے لئے نکلے اور بیانہ میں طرح اقامت ڈال دی۔ ان کے والد نے تلقین وارشاد و عم نے تدریس وتعلیم وافتا شروع کر دی۔ انہوں نے اپنے والد سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ان کی رحلت کے بعد ارشاد وتلقین پر برسوں متوجہ رہے اور جب عبداللہ نیازی سرہندی سفر حج سے لوٹ کر شہر بیانہ سے باہر فروکش ہوتے جو فرقہ مہدویہ کے بڑے رکن اور صدق واخلاص وقناعت وشرافت وزہد وجہاد کا مرقع تھے۔ کسی ایک جگہ رہائش فرماتے نہ کسی مجلس میں بلند جگہ پر بیٹھتے۔ وضو کے لئے پانی کا ڈول خود بھر کر لاتے۔ لوگوں کو نماز کی تلقین وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے۔ صاحب ترجمہ ابن الحسن ان کے اندر یہ اوصاف دیکھ کر مشیخیت پر لات مار دی۔ نہایت انکسار وعاجزی کے ساتھ رہنے لگے۔ اور شیخ عبداللہ مہدوی کی بیعت کر لی۔ انہیں کے ساتھ ذکر کی تلقین کی۔ ان سے قرآن مجید پڑھا۔ ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہوگئے۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ نے کشف وشہود کے تمام دروازے ان پر کھول دئے۔ یہ دیکھ کر لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے۔ چھ سات سو آدمی تو مستقل طور پر ان کے گرد وپیش رہنے

لگے۔ ان کے ہمراہ حضر و سفر میں صبر و توکل کے ساتھ گامزن ہو گئے۔ فقر و استغنا شعار و دثار بنا لیا۔ ابن الحسن کو جو کچھ ملتا وہ اپنے ہم سفروں کے حوالے کر دیتے۔

ابن الحسن سرتا پا اللہ سے لو لگائے ہوئے توکل سے رشتہ جوڑ کر اپنے معتقدین میں گھرے رہتے۔ اور جو شخص ان کا حلقہ بگوش ہوتا۔ فقر و مسکنت کے رنگ سے مزین ہو جاتا۔ خود ان کی ذات میں سبقت اور تلقین و تذکیر کا اس قدر وفور تھا کہ ہر لحظہ لوگوں کو لہو و لعب اور ریشم کا لباس پہننے سے منع کرتے رہتے۔ ان کی شہرت چار دانگ ملک کے اندر پھیل گئی جس سے علمائے سو حسد پر اتر آئے۔ سلطان سلیم شاہ سوری نے انہیں آگرہ میں طلب کیا۔ اور علما میں سے شیخ رفیع الدین محدّث و مفتی ابو الفتح و مولانا عبد اللہ مخدوم الملک اور شیخ مبارک وغیرہ کو بلا بھیجا۔

یہ سب حضرات جمع ہوئے اور شیخ نے بادشاہ کو سنت کے مطابق سلام کیا اور رسمی آداب کی کچھ پرواہ نہ کی۔ سلیم شاہ کو یہ بات حد درجہ ناگوار گزری۔ علمائے سو کی مذمت کی وجہ سے مخدوم الملک تو ان کا دشمن تھا ہی۔ اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور کہا یہ شخص آپ کے خلاف خروج کرنا چاہتا ہے اسے قتل کر دیجئے۔ مگر سلیم شاہ ابن الحسن کی تذکیر و موعظت سے متاثر ہو کر رو رہا تھا۔ اس نے علما سے فرمایا کہ مسئلہ خروج مہدی پر ابن الحسن سے مباحثہ کرو۔ مگر ان لوگوں سے بات بن نہ آئی۔ اور ابن الحسن کی گفتگو نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر سلیم شاہ نے ابن الحسن کو دکن کی طرف جلاوطن کر دیا۔ تاکہ علما سو بدگمان نہ ہو جائیں۔

ابن الحسن هنڈیہ (لبتی) میں فروکش ہوئے۔ جہاں ہمایوں اعظم شیروانی حاکم نے آپ کا استقبال کیا۔ اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس بطور مہمان رکھا۔ کچھ ہی مدت کے بعد سلیم شاہ نے انہیں طلب کر کے بہار میں شیخ محمد بن طیب حقانی سے مسئلہ مہدی میں مباحثہ کے لئے جانے کا حکم دیا۔ جس کی ترغیب سلطان کو مخدوم الملک ہی نے دی تھی۔ ابن الحسن بہار جا پہنچے۔ جب شیخ محمد اور وہ دونوں یک جا بیٹھے تو ایک طرف سے طنبورہ پر گانے کی آواز آئی۔ ابن الحسن نے اس بات پر شیخ پر محاسبہ شروع کر دیا۔ حقانی صاحب نے معذرت کی اور سلیم شاہ کی طرف لکھ دیا۔ کہ "خروج مہدی کا مسئلہ ایسا نہیں جس کی وجہ سے کافر کہا جائے۔ اور اس گرد و نواح میں وہ کتابیں بھی فراہم نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا میں تو اس قسم کے شبہات دور کر

نہیں سکتا۔"

اِدھر شیخ ممدوح حقانی کے بیٹوں نے سوچا کہ یہ خط کہیں سلطان کو ہمارے والد کے آگرہ بلانے کے لئے آمادہ نہ کر دے۔ اور ہمارے باپ بہت ضعیف ہوگئے ہیں۔ انہوں نے خط کا مضمون بدل دیا۔ کہ مخدوم الملک بہت بڑے عالم آپ کے پاس ہیں۔ یہ مسئلہ ان سے حل کرائیے۔" سلیم شاہ نے مخدوم الملک سے دریافت کیا اور حکم دیا کہ علاء حاضر ہو۔ ابن الحسن شدائد سفر اور خود پر طاعون کے حملے سے بہت کمزور اور لاغر ہو چکے تھے۔ تیسرے ہی کوڑے میں ابن الحسن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سلطان نے ان کی لاش دفن نہ ہونے دی۔ بلکہ ہاتھی کے پاؤں سے روند دی۔ یہ واقعہ ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء کا ہے جس کا ذکر بدایونی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور ان کی تاریخ وفات اس آیت سے: وسقاھم ربھم شرابا طھورا: لکھی ہے۔

۱۷۳۔ الشیخ علاؤ الدین ردولوی

م ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء

"الشیخ الصالح علاؤ الدین بن سلیمان ابن الحسن ردولوی المشہور بہ" علاول بلاول" مولد و منشار ردولی۔ ان کی والدہ ان کے بچپنے میں وفات پائی۔ یہ اپنے والد کے ہمراہ حرمین گئے۔ مدت تک قیام کر کے وہاں کے شیوخ سے پڑھا۔ حج و زیارت کی۔ اور ہندوستان واپس آکر دہلی میں قیام فرمایا۔ جہاں شیخ عبدالغفور ابن نصیر الدین دہلوی سے پڑھا۔ جن میں تفسیر بھی تھی۔ اور اس سے آگرہ آکر سکونت پذیر ہو گئے۔

مغلوب الحالت اور کشوفت و کرامات سے بہرہ مند تھے۔ ان کے یہ اوصاف ان کے بعد ۱۰۰۹ھ میں زین العابدین نے ایک کتاب کے اندر لکھ دئیے ہیں۔

ان کی وفات ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء میں ہوئی، جس پر ایک صاحب نے علاؤ الدین مجذوب سے تاریخ منتخرج کی۔

(گلزار ابرار)

۳۷۷۔ سلطان علاؤالدین عماد شاہ براری

م ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء

"الملک المویدؒ علاؤالدین ابن فتح اللہ عماد الملک براری عماد شاہ اصلاً بیجانگر کے رہنے والے تھے جن کے والد انہیں احمد آباد بیدر میں لے گئے۔ جہاں وہ اسلام کی گود میں پروان چڑھے۔ اور بتدریج امارت پہ فائز ہو گئے ۸۹۲ھ / ۱۴۹۶ء میں خطہ برار کی حکومت سنبھالی۔ اور جب ان کا انتقال ہوا تو علاؤالدین ان کے قائم مقام ہو گئے۔

وہ بہتر بادشاہوں میں سے تھے۔ صاحب علم۔ سخی۔ بہادر۔ دین دار اور مدبّر تھے۔ ان کی سلطنت وسیع ہی ہوتی گئی۔ کئی شہر اور قلعے فتح کئے۔ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرتے علما کو جمع کیا جن سے حسن سلوک فرماتے۔

۳۷۸۔ مولانا علاؤالدین لاہوری

"الشیخ الصالح" علاؤالدین ابن منصور لاہوری۔ یکے از علمائے مشہورین عہد العلم میں پروان چڑھے۔ معرفت کا دودھ نوش فرمایا۔ اور اپنے ہم عصروں کے اندر اکثر فنون میں فوقیت حاصل کی۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہوں نے شرح العقائد تفتازانی پہ حاشیہ لکھا۔ خانخاناں (مگر کون سے؟ مترجم) کی مصاحبت میں شامل ہوئے تو سلطان اکبر نے انہیں اپنے حلقۂ سیاست میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ جس سے انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ درس و افادہ فرماتے۔ اور جو کچھ جاگیر میں آمدنی ہوتی سب طلبا پہ خرچ کرتے۔ بدایونی فرماتے کہ میں نے ان کے برابر طلبا پہ خرچ کرنے والا استاد نہیں دیکھا۔ جو دینار و درہم ان کی مانند طلبا پہ بکھیرتا رہے۔ ماسوائے محمد شیروانی اور نورالدین سفید دکنی کے۔ حتیٰ کہ سخاوت اور طلبا کے لئے ایثار کرنے میں ان کی مثال دی جاتی۔ آپ آخر عمر میں حج و زیارت کے حجاز چلے گئے اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۳۷۹ - الشیخ علاؤالدین دہلوی

م ۹۴۸ھ
۱۵۴۱ء

"الشیخ الکبیر" علاؤالدین بن نورالدین عمری دہلوی حضرت پاک پٹنی شیخ فرید الدین کی اولاد سے تھے۔ اپنے جد تاج الدین محمد ابن عبدالصمد بن منور عمری اجودھنی سے طریقت حاصل کی۔ اور ان سے شیخ عبداللہ بن احمد امروہی فیض یاب ہوئے۔ ان کے علاوہ شیخ عبداللہ بن عثمان سنبھلی اور بے شمار مشائخ و مخلوق، ان کے کشف و کرامات اور وقائع عجیبہ کا عام چرچا تھا۔

سالِ ولادت ۸۶۲ھ۔ رحلت ۱۵ ربیع الثانی ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء کو ہوئی۔ اور مدفن دہلی کے پرانے قبرستان میں بنا۔

۳۸۰ - شیخ علاؤالدین اودھی ؒ

م ۹۹۸ھ یا ۹۷۷ھ
۱۵۸۹ء ۱۵۶۹ء

"الشیخ العالم الصالح" علاؤالدین حسینی اودھی۔ سید شریف احمد البغدادی المشہور بہ "ماہ رو" طریقت میں شیخ عبدالسلام بن سعدالدین بجنوری سے مستفیض اور سرود و نغمہ سے آگاہ۔ فارسی میں ان کے اشعار نہایت اثر انگیز تھے۔ ان سے ان کے بیٹے سید ماہ رو اور سید علی تلہری نے استفادہ کیا۔

بدایونی نے لکھا ہے کہ تلہری نہایت متواضع اور اللہ کی محبت سے جویا تھے۔ سدا اپنے زاویے میں پڑے رہتے۔ میری ملاقات ان سے کانٹ گولہ میں ہوئی۔ ایک مرتبہ ان کے ہاں خونخوار چور گھس آئے۔ انہوں نے میٹھا ان کے سامنے پیش کیا۔ مگر ایک چور نے انہیں زخمی کر دیا۔ نوے سال کی عمر میں اس معرکہ کے اندر شہید ہو گئے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے ؎

ندانم آن گل خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد!

سنہ ۹۶۸ھ / ۱۵۸۹ء یا سنہ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں رحلت فرمائی۔

۱۳۸۱- علی عادل شاہ بیجاپوری

م ۲۵ر صفر سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء

"الملک الفاضل" علی بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن یوسف شیعی بیجاپوری المشہور بہ عادل شاہ مولد شہر بیجاپور۔ بادشاہت کی گود میں پروان چڑھے۔ نحو و حکمت و منطق و کلام وغیرہ خواجہ عنایت اللہ شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی مشہور استاد سے پڑھے۔ خط نسخ و واقعہ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ انشاء و شعر اور فنون حربیہ و سیاسیہ میں درجۂ کمال تک پہنچے سنہ ۹۶۵ھ میں اپنے والد کے بعد زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ ہر طرف سے علما اُمنڈ کر آگئے جن سے بیجاپور مدینۃ العلم کہلایا چونکہ ان کے والد اہل سنت تھے اس لئے وہ تشیع کو برابر چھپاتے رہے۔ لیکن تخت نشین ہوتے ہی کھل گئے۔ اور منبروں پر علانیہ شیعوں کے ۱۲ اماموں کی مدح ہونے لگی۔ شیعہ افراد کے وظائف مقرر کر دئے۔ انہیں اپنا مقرب قرار دیا۔ فتوحات بڑھادیں اور بہت سے قلعے زیر نگیں کر لئے از آں جملہ رائے پور، مدکل و ورنگل و کلیانی و شولاپور و ادونی و دھارواڑ اور چندر کوٹی وغیرہ ہیں۔ مملکت وسیع ہوتی گئی۔ دکن کے امراء نے بھی اطاعت کا پٹہ پیش کر دیا۔

یہ بادشاہ فاضل و سخی اور کثیر الاحسان برائے سادات تھا۔ جن کے لئے اُس نے نان اور جائدادیں وقف کر دیں۔ وہ امردوں کو اپنی پیشی میں رکھنے کا بہت خواہاں رہتا۔ اس لئے ایک امرد ہی نے اسے قتل کر دیا۔

اُس کی یادگار میں شہر بیجاپور کے اندر سربلند جامع مسجد اور عمارات ہیں۔ اور شہر شاہ پور کے اندر ایک شاندار محل نیز اور ایک نہر جس کا نام کارنج تاحال جاری ہے۔

جمعرات کی رات کو جب ۲۰ر صفر تھی سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء کی وفات پائی۔ محمد رضا مشہدی نے "شاہ جہاں شہ شہید" سے مادہ تاریخ وفات نکالا۔

۳۸۲- شیخ علی بن ابراہیم حسینی رفاعی گجراتی

م - ۲۴، جمادی الاخری ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء

"الشیخ العالم الصالح" علی ابن ابراہیم الحسینی رفاعی گجراتی - از ذریت سید احمد کبیر قطب رفاعی - یکے از ارباب کشف و کرامات - مدفن احمد آباد (الیسد الوالہ در مہر جہاں تاب)

۳۸۳- شیخ علی بن جلال ٹھٹوی

م - ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ء

"الشیخ العالم الصالح" علی بن جلال ابن علی بن احمد بن محمد حسینی تتوی سندھی - یکے از مشائخ مشہورین حج و زیارت سے مشرف ہوئے - بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا - ازاں جملہ شیخ نوح (بہ نمبر ۳۶۴) ہیں - آپ کے کشف و کرامات مشہور تھے - سلوک میں آپ کی تصنیف لطیف اداب المریدین ہے (تحفۃ الکرام)

۳۸۴- شیخ علی المتقی برہان پوری

م - ۲، جمادی الاولی ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء

"الشیخ الامام العالم الکبیر المحدث" علی بن حسام الدین بن عبد الملک ابن قاضی خان المتقی الشاذلی الچشتی برہان پوری مہاجر و دفین مکہ مکرمہ۔

مولد شہر برہان پور سن ولادت ۸۸۵ھ عفت و عبادت کی گود میں پروان چڑھے؛ والد نے صغر سنی ہی میں انہیں شیخ بہاؤ الدین صوفی سے بیعت کروا دیا - جب بالغ ہوئے تو شیخ نے اپنا تقرب بخشا اور اپنی نیابت کے لئے منتخب فرمالیا - شیخ کی رحلت کے بعد ان کے بیٹے عبد الحکیم نے خرقۂ خلافت عنایت فرمایا - اور جس وقت آپ نے شیخ عبد الحکیم کی خدمت میں باریاب رہنے کی درخواست کی تو شیخ نے آپ کو اپنی صحبت سے اہم ترین طریق الحق پر گامزن ہونے کی ہدایت فرمائی - جس پر آپ سفر کے لئے کمربستہ ہوگئے اور ملتان آکر شیخ حسام الدین کے

سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے دو سال تک رہے ان سے تفسیر بیضاوی اور عین الحق دو کتابیں پڑھیں ۔ پھر حرمین کا سفر کیا ۔حدیث ابوالحسن شافعی بکری سے پڑھی اور ان کی طریقہ قادریہ میں بیعت کی ۔ ان دونوں طریقوں میں علامہ سخاوی مصری سے استفادہ کیا ۔حدیث ابن حجر مکی شافعی شاذلیہ سے بھی پڑھی ۔ اور بیت اللہ کے جوار میں طرح اقامت ڈال دی ۔

سلطان محمود شاہ صغیر گجراتی کے زمانہ میں دو مرتبہ ہندوستان آئے سلطان محمود ان کے مرید بھی تو تھے ۔

آصفی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ سے سلطان محمود شاہ کے پاس آئے اور اس نے آپ کے دل کی ہر آرزو کو پورا کیا ۔ پھر شیخ ایام حج میں واپس مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور سوق اللیل کے قریب رہائشی مکان تعمیر کرایا ۔ جس میں بہت بڑے برآمدہ نکلوائے ۔ جہاں سندھ کے نے جن کی وہ مالی اعانت کرتے ۔ اور سوال پر داد و دہش دیتے ۔ جس پر مکہ معظمہ کے اندر ان کی شہرت ہو گئی ۔ سلطان رومی نے ان کی طرف دعا کے لئے لکھا وہ ان کے ساتھ مدت سے حسن سلوک کرتے تھے ۔ پھر شیخ دوسری مرتبہ ہندوستان وارد ہوئے ۔ اور ملاقات کے موقعہ پر شیخ نے سلطان محمود سے فرمایا آپ جانتے ہیں مجھے کون سی ضرورت آپ کے پاس لائی ہے ؟ سلطان نے نہ جاننے کی معذرت کی ۔ شیخ نے فرمایا ۔ سنیئے گا اگر میں آپ کے احکام کا وزن شریعت کے ساتھ کروں تو وہ دونوں ہم وزن ثابت ہوں ! سلطان نے خلوص قلب سے شکریہ ادا کیا اور آپ کے مزید مشورہ کی درخواست کرتے ہوئے اپنے وزراء کو حکم دیا کہ تمام ملکی معاملات میں آپ سے دریافت کرتے رہو ! شیخ کچھ دنوں تک ملکی احوال و واقعات کا جائزہ لیتے رہے ۔ احکام کے بارے میں اجتہاد کیا ۔ جس کے بعد شرح کے جو احکام مناسب تھے ان کے مطابق اپنا مشورہ پیش کرتے رہے اور بعض احکام کے متعلق توقف سے کام لیا ۔ تجربہ پر بہت سے ایسے معاملات جن پر شرع کے مطابق عمل درآمد ہوا تھا ۔ موجب خلل ثابت ہوئے سیاست معطل ہو کر رہ گئی ۔ وزراء شاہی خزانہ خرچ کرنے پر مائل ہو گئے ۔ مگر شیخ نے سیرت شیخین پر عمل درآمد کا التزام کر رکھا تھا ۔ چنانچہ نہ یہ دقت شیخین کے وقت کی مانند تھا ۔ نہ یہ رعیت ان کی رعیت کی سی ۔ تھوڑے عرصہ

مرید اُن کی قائم کردہ حدود سے نکل گیا۔ جسے شیخ دنیا سے البتہ زاہد ترین منش سمجھتا۔ کہ گویا اس کے دل میں خواہش مال ہے ہی نہیں۔ یہ حالات سن کر شیخ اپنا ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور پھر کبھی اس کام کے لئے یہاں نہ آئے۔

آصفی لکھتے ہیں کہ جب انہوں نے سلطان کے نافذ کردہ قانون کو میزان شریعت پر تولا تو انہیں ایسے امور کی سرانجام دہی کے لئے دنیا پرستوں کا تقرر نامناسب معلوم ہوا۔ شیخ کے ہمراہ ایک ایسا معتمد شاگرد موجود تھا جن میں تقدس اور تقویٰ ہر ایک قسم کے دینی صفات تھے جن کے ہوتے ہوئے اس پر کوئی شبہ نہ کیا جا سکتا۔ اس شاگرد کا نام چیلہ تھا۔ شیخ نے چیلہ سے فرمایا۔ تم ان عمال میں بیٹھ کر ان کی گھسر پھسر مجھے بتایا کرو۔ شیخ اس کی باتیں سن کر اُسے ان کا جواب دے کر بھیجتے۔ جو وہ (جواب) ان کو دیتا۔ جیسا کہ متنبیؔ نے کہا ہے۔

والظلم من شیم النفوس فان تجد — اور ظلم انسانی نفوس کا ایک خاصہ ہے

ذا عفۃ فلعلۃ لا یظلم — اگر (اے مخاطب) تم کسی کو ظالم نہیں پاتے تو ضرور کسی خاص علت سے ظلم سے بچا ہوا ہے۔

پس اس چیلہ کا نفس اپنی عادت پر اتر آیا۔ اور ہم نفسوں جیسا ہو گیا۔ جس پر اُس کے صاحب نے اس کی لغزش پر محمول کیا۔ اس میں کوئی اختلاف رائے بھی نہیں کہ صحبت نہایت مؤثر اور غالب ہے امرائے (ایسے لوگوں کو مقرر کیا جو خاص طریقوں سے اُس تک رشوت پہنچا پائیں) کبھی راشی اور مرتشی دونوں کو پالیا —— کہاں تو وہ چاندی کے برتن میں پانی نہ پیتا اور کہاں اسے مباح کر لیا۔ بلکہ موقعہ پا کر چاندی چُرا بھی لیتا —— ایک مرتبہ مقام الحجاز کی ایک عورت ایک وزیر کے اشارے سے آئی جس نے ایک مرصع پیالہ رشوت میں دیا۔ اس عورت نے وزیر کے پاس جا کر سب کچھ بیان کر دیا۔ وزیر نے سلطان کے پاس آ کر یہ سب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ادھر تو قانون اور رسوم ملتوی کر دئے گئے۔ ادھر شریعت میں رشوت اور فریب جاری ہو گیا! شیخ صاحب برائے برکت تو ہیں مگر حکومت نہیں چلا سکتے اور پھر رشوت کا سارا قصہ سنا دیا۔ اس وقت سلطان تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور فرمایا عورت کو حاضر کرو۔ عورت نے تمام ماجرا من و عن بیان کر دیا۔ بادشاہ نے مرتشی کو بلایا تو وہ صاف مکر گیا۔

عورت نے کہا میں ابھی اس سے وہ چیز نکلواتی ہوں اور پھر واقع میں نکلوا بھی دی۔ سلطان یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ سارے امور مملکت پہلے وزیر کے حوالے کر دئے۔ شیخ (علی متقی) نے یہ واقعہ سنا تو سرکھیچ (نام مقام) چلے گئے۔ سلطان نے سنا تو کئی مرتبہ واپس بلا بھیجا۔ مگر آپ نہ مانے پھر بعض بڑے امرا کو سلطان نے بھیجا کہ شیخ اس کی طرف سے مطمئن رہیں تو شیخ نے ان کے سامنے کتاب و سنت کے احکام کھولنے شروع کر دئے۔ از اں جملہ یہ کہ انبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس خیرکم من ترک للدنیا الآخرۃ	تمہارے لئے ترک دنیا بہتر ہے آخرت کے لئے اور نہ ترک
ولا الآخرۃ للدنیا ولکن خیر	آخرت بہتر ہے دنیا کے لئے۔ البتہ تمہارے لئے بہتر ہے
کم من اخذ ھٰذہ وھٰذہ	کہ دونوں میں توازن رکھو۔

مصنف فرماتے ہیں اس حدیث کے مطابق رخصت ہے کہ مومن کفایت یعنی دنیا کے منافع جس قدر کافی ہو سکے۔ اس پر اکتفا کرے۔ جس میں اللہ سبحانہٗ برکت فرما دے گا۔

حضرت علیؓ کا یہ مقولہ ہے۔ کہ،

۱۔ دنیا صدق کا مقام ہے۔ جو شخص اس کی صداقت بحال رکھے اس کے لئے آخرت میں نجات ہے۔

۲۔ دنیا دار نجات ہے جو اُس کی حقیقت کو سمجھے۔

۳۔ دنیا مایۂ کفایت ہے اس کے لئے جو اس سے زادِ راہ حاصل کرے۔

۴۔ دنیا نزول وحی کا مقام ہے۔

۵۔ دنیا مصلّٰی ہے ملائکہ کا۔

۶۔ دنیا مسجد ہے نبیوں کی۔

۷۔ اور دنیا تجارت گاہ ہے اولیا اللہ کی جو اس میں رہ کر اللہ کی رحمت کا نفع حاصل کرتے اور جنت کماتے ہیں۔ ان کی مذمت کرنے والا کون ہے۔

پس اسے دنیا کی مذمت کرنے والے جو اس سے چمٹا ہوا ہے۔ وہ کب تک تجھے فریب میں رکھے گی۔

اور کب تک تو اپنے باپ کی لاش پر روتا رہے گا یا اپنی ماں کی لحد پر آنسو بہاتا رہے گا۔
جب کوئی اچھا دن میسر آئے تو اُس سے خوب فائدہ اٹھا
کیونکہ جب تک تم جیتے رہوگے بُرے دن کی مصیبت اٹھانے کے لئے تم تنہا رہوگے۔

حاصل کلام یہ کہ دنیا کی مذمت نہیں کرنی چاہیئے لیکن اس میں سے بہت کم قلیل پر قناعت کرنی چاہیئے۔ ہر وقت آخرت کی تیاری جاری رکھنی چاہیئے۔ اور کسی دم غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے حسنات کا صلہ دیتا ہوا اپنی طرف سے مزید انعامات عطا فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

اس موقعہ پر جب کہ امرا شیخ کی مجلس میں جمع تھے۔ سلطان بھی تشریف لے آئے۔ اور شیخ سے ملک میں برکت کے لئے قیام کی درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا کہ مکہ مشرفہ اجابت کا محل ہے۔ وہاں جاکر آپ کے لئے دعا نہایت مناسب ہے جس سے آپ کی دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی کی توقع ہے ــــ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دین اور دنیا دونوں کی یکجائی دو سوکنوں کا جمع کرنا ہے۔ تو میرے نزدیک یہ بات ہمیشہ باعث خلجان رہی، میں خیال کرتا تھا کہ ان دونوں کا جمع کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ اسی لئے میں مکہ مکرمہ سے آپ کی خاطر سفر کرکے یہاں آ پہنچا۔ مگر یہاں کے تجربہ نے ثابت کر دکھایا۔ کہ دونوں یکجا نہیں رہ سکتیں۔ پس میرے لئے مکہ مکرمہ لوٹ جانا اور اپنی بقیہ عمر وہاں بسر کرنا لازم ہوگیا ہے

مکہ معظمہ اور وہاں کے ہمسائے دونوں میرے لئے بہتر ہیں۔
جہاں اللہ کے ہمسائے میں رہنا نصیب ہوتا ہے یہ ہمسائیگی کتنی بہتر ہے۔

شیخ نے سلطان سے کہا۔ البتہ میرا نائب مرد صالح عبدالصمد آپ کے ہاں ہے جو دعا کے آداب سے باخبر ہے۔ یہ التماس اُس سے کرتے رہیئے گا۔ میں نے اس بارے میں عبدالصمد کو اجازت بھی دے رکھی ہے اور قبولِ دعا میں اجازت کا اثر بھی ہے۔

اے سلطان اور امرائے حکومت! میں سب کو اللہ کی جانب سے رجوع کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ آپ لوگ شریعت نافذ کرنے پر تلے رہیں۔ صالحین کی مجلس میں آتے رہیں فقرا کی تعظیم سے پہلو تہی نہ کریں۔ اور ان کے ساتھ پہلو تہی میں دریغ نہ برتیں۔ شیخ یہ کہنے کے بعد بندرگاہ کھوکہ کی طرف چل پڑے۔ اور مکہ معظمہ کے لئے شدِ رحال باندھ لیا۔

حضرمی نے النور السافر میں لکھا ہے کہ "شیخ علی متقی بہت بڑے پارسا و متقی اور بے حد عبادت گزار اور ماسوی اللہ سے بے نیاز تھے۔ متعدد تصانیف فرمائیں۔ ان کے کرامات کا تذکرہ عام ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا میں دیکھا۔ تو عرض کیا۔ کہ اس دور میں افضل الناس کون شخص ہے فرمایا۔ تم ہو! پھر عرض کیا دوسرا؟ فرمایا ہندمیں محمد بن طاہر ہے اسی شب ان کے شاگرد شیخ عبدالوہاب بعینہٖ یہی رؤیا دیکھ کر حضرت شیخ کے پاس اپنا خواب سنانے کے لئے آئے تو شیخ نے ان کے اظہار سے پہلے فرما دیا کہ جو رؤیا جس طرح تم نے دیکھا اسی طرح میں نے دیکھا۔ یہ رات ۲۷ ویں ماہِ رمضان کی تھی۔

شیخ علی متقی عبادت میں اس قدر ریاضت فرماتے کہ آخر عمر میں" کاش میں خود پر یہ کچھ بار نہ کرتا" یہ اس دور کی بات ہے جب کبر سنی نے انہیں کمزور کر دیا۔ فاکہی نے لکھا ہے کہ ان کا کھانا نہایت مختصر ہوتا۔ تاکہ رشتۂ حیات قائم رہے۔ مگر یہ کچھ مسلسل یکسانی حاصل ہوتا ہے۔ نوبت یہاں تک آپہنچی۔ کہ اگر کبھی اندازے سے زیادہ تناول فرمالیتے۔ اگرچہ مرچ سیاہ کی مقدار ہی کیوں نہ ہو۔ تو ہضم نہ کرسکتے۔ اسی طرح کا اختصار کلام میں تھا۔ یہی تقلیل نیند میں تھی۔ یہی احتیاط لوگوں کی ملاقات میں تھی۔ فاکہی نے ان کا مولد برہان پور اور سال ولادت ۸۸۵-۸۸۸ھ لکھا ہے ان کی تالیف سب بے شمار بتائی ہیں۔ یہ مضمون عبدالقادر بن احمد فاکہی نے اپنی کتاب" القول النقی فی مناقب المتقی" میں درج فرمایا ہے جس کے ساتھ ان کی سیرت، ریاضت عظیمہ و مجاہدات حیرت انگیز کا تذکرہ قلم بند کیا ہے جسے پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ اس کا یہ لکھنا کس قدر مناسب ہے کہ ان کا نام (علی) اور لقب (متقی) کسی حد تک ایک دوسرے کے موافق ہیں۔

اس نے یہ بھی حوالہ قلم کیا ہے کہ شیوخ عارفین اور علمائے عاملین میں سے کوئی ایک ان جیسا نہیں ہوا۔ مگر جس نے ان کے واردات سنے یا پڑھے۔ برملا ان کی تعریف میں رطب اللسان ہوا۔ جیسے ہمارے شیخ تاج العارفین ابوالحسن بکری اور ہمارے دوسرے شیوخ الفقیہ العارف الزاہد الوجیہ السمہودی اور تیسرے شیخ امام الحرمین ابن حجر ہیتمی مکی اور ہمارے صاحب فقیہ شہر شمس الدین رملی انصاری۔ اور فصیح دوراں شمس بکری ہیں۔ ان تمام حضرات کی تحریریں میرے

پاس ہیں۔ جو شیخ علی متقی کی جلالت منزلت اور استقامت فی الدین کی موید ہیں۔ ان کے متعلق ان حضرات کا قول ان کی برتری پر شہادت ہے۔

خدام جب کوئی بات کہے تو اس بات کی تصدیق لازم ہے۔
کیونکہ خدام جو بھی کہتا ہے سچ کہتا ہے۔

مؤلف ممدوح فرماتے ہیں کہ شیخ علی متقی نے اپنے انہی اوصاف کی بدولت مکہ مشرفہ میں انتہائی شہرت حاصل کی۔ اور جس طرح شعر الحرام اور صفا مروہ کی زیارت کے لئے باہر سے وفود آتے۔ اسی طرح ان کی زیارت کے لئے آتے۔ یہاں تک کہ ان کی شہرت کا غلغلہ سلطان مرحوم مقدس سلیمان تک پہنچا۔ اس واقعہ کے بعد کہ جب ہندوستان کے بادشاہ عظیم محمود شیخ کے ہاتھوں اور پاؤں پہ وضو کے وقت پانی ڈالتے ۔۔۔۔۔ کیا مرتبہ تھا ان کا۔ ہندوستان اور اس کے گردو نواح میں ان کی منزلت مکہ معظمہ میں ان کی شہرت سے کہیں فزوں تر تھی۔ جس کے ثبوت میں کسی دلیل کی احتیاج نہیں۔

ان کے مناقب میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ممدوح کے ایک مرید نے مکہ معظمہ کے اندر شیخ کے زمانہ حیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رویا میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کون سا عمل کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا "علی متقی کی پیروی کرو۔ جو وہ کرے تم بھی کرو۔" یہ رویا دلیل ہے اس امر کی کہ شیخ علی متقی اللہ ہمیں ان کے برکات سے نفع پہنچائے ان کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری متابعت پہ مشتمل تھا۔ اسی لئے تو آنحضرت نے ان کے اتباع کی تلقین فرمائی اور زبان مبارک سے انہیں شیخ کے نام سے پکارا ۔۔۔۔۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی (نفعنا اللہ بہ) فخر کرتے تھے رویا پر جس رویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نام کو دیکھتے۔

مصنف (سید عبد الحئی صاحب) فرماتے ہیں۔ میں نے شیخ (نفعنا اللہ) کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک رسالہ دیکھا۔ جس میں خود ان کے قلم سے لکھے ہوئے احوال کا ابتدائی خاکہ سا تھا۔ تو مناسب سمجھا کہ اس کو یہاں نقل کر دوں۔ فرماتے ہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ

واصحابہ اجمعین۔

امابعد! لکھتا ہے فقیر الی اللہ تعالےٰ علی بن حسام الدین المشہور بہ متقی کہ میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے اصحاب کے لئے شروع سے لے کر آخر تک اپنے احوال قلم بند کر دوں۔

پس! اے دوستان مخلص! اللہ آپ لوگوں پہ اپنی رحمت نازل فرمائے کہ جب میری عمر ۸ سال کی ہوئی۔ تو میرے والد رحمہ اللہ کے دل میں میری تربیت کا داعیہ پیدا ہوا۔ آپ نے مجھے شیخ باجن قدس اللہ سرہ کی بیعت کرا دی۔ جو سماع کے ذوق سے وابستہ تھے۔ انہوں نے مشائخ صوفیہ کے طریق پر میری بیعت لی اور میں بھی اسی راہ پہ گامزن ہوگیا۔ ان کے صاحبزادہ شیخ عبدالحکیم نے مجھے ذکر کی تلقین فرمائی۔

میں اوائل عمر میں اپنے اور اپنے عیال کے لئے کتابیں لکھتا رہتا۔ اس مقصد کے لئے مختلف شہروں میں ہوتا ہوا ملتان جا نکلا۔ جہاں شیخ حسام الدین کی صحبت نصیب ہوئی۔ جن کی ذات میں تقویٰ سمو دیا گیا تھا۔ ان کے حضور کچھ مدت تک رہنے کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا۔ تو یہاں شیخ ابوالحسن بکری صدیقی قدس سرہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ جن کے ہاں تربیت بھی تھی اور تعلیم بھی۔ وہ خود بھی عارف کامل تھے فقہ و تصوف میں۔ ان کی خدمت میں کچھ مدّت تک رہا۔ ممدوح نے بھی مجھے ذکر کی تلقین فرمائی۔ الغرض انہی دونوں شیوخ (حضرت ملتانی اور جناب بکری) رحمہا اللہ والغفران کے ان فوائد علمیہ و ذوقیہ کی دولت حاصل ہوئی جن کا تعلق علوم صوفیہ سے تھا۔ اس کے بعد میں نے تصنیف و تالیف کی طرح ڈال دی۔ پہلا رسالہ جو لکھا۔ تو اس کا

نام "تبیین الطریق الی اللہ تعالےٰ" ہے ـــــ اور دوسرے رسالہ کا

نام "غایت الکمال فی بیان افضل الاعمال" ہے۔

پس جس کسی کو ان دونوں میں سے ایک رسالہ ملے۔ وہ دوسرا رسالہ بھی حاصل

کرے۔ تاکہ مقصد تک جا پہنچے۔ (فقط)

حضرمی ممدوح الصدر فرماتے ہیں کہ "شیخ متقی نہ صرف زمانہ کے حسنات میں سے تھے بلکہ تقوے میں ہندوستان کا نکتہ عروج اور باعث شہرت تھے۔ ان کا تذکرہ تسویہ سے مستغنی اور ان کی مدحت بیان سے بالاتر ہے۔ کہ ان کی تعظیم تو دلوں میں سمائی ہوئی ہے۔"

اور شعرانی اپنی کتاب طبقات میں فرماتے ہیں۔

میں نے شیخ متقی سے ۹۴۷ھ میں مکہ معظمہ کے اندر ملاقات کی۔ بارہا ہم دونوں ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے آئے گئے۔ شیخ عالم و پارسا اور زاہد تھے، بدن کے دبلے پتلے بے ہمہ ایسے کہ دولت کدہ سے حرم میں نماز جمعہ ادا کرنے کے سوا باہر نہ آتے۔ تقلیل غذا نے ان کے بدن پہ ایک اوقیہ (چند ماشے) سے زیادہ گوشت نہ بڑھنے دیا۔ نماز جمعہ حرم کے اندر صف کے کنارے پہ ادا کر کے جلدی لوٹ جاتے۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے مکان میں لے گئے۔ تو برآمدے میں فقرائے صادقین کا مجمع بیٹھا ہوا اور ان میں ہر فقیر ذکر پہ جھکا ہوا تھا۔ بعض با آواز، بعض بہ خفا بعض مراقب اور بعض کسی کتاب کے مطالعہ میں مستغرق تھے مکہ مشرفہ کے اندر ان کا وجود نہایت مغتنم پایا گیا۔ شیخ کی متعدد تالیفات ہیں۔

۱۔ حافظ سیوطی کی الجامع الصغیر کی ترتیب۔

۲۔ مختصر النہایہ (لغت)

شیخ نے مجھے اپنے قلم سے لکھا ہوا ایک پرچہ دکھایا۔

اور چاندی کا ایک ٹکڑا عنایت کر کے فرمایا۔ جس کے بعد اللہ تعالٰے نے اس ٹکڑے کی برکت سے میری دولت میں ایسی فراوانی فرما دی۔ کہ میں مالا مال ہو گیا۔ اور یہ نہ سمجھ سکا۔ کہ اتنی دولت میرے پاس کون ذرائع سے آ رہی ہے۔

علامہ چلپی کشف الظنون میں لکھتے ہیں۔ کہ

سیوطی کی مؤلفہ کتاب جمع الجوامع کو شیخ علی متقی نے اُسی طرح مرتب کیا جس طرح اُن کی کتاب الجامع الصغیر کو اور نام کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال متعین فرمایا۔ انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے ائمہ حدیث

کی بیشتر مدونات دیکھیں۔ مگر جمع الجمع کے برابر جامع کتاب کوئی نظر سے نہیں گزری۔ سیوطی نے اس کے ایک فصل میں، اصول سنت کی حدیثیں بے شمار افادات کے ساتھ رکھ دی ہیں۔ پھر ان احادیث کی دو قسمیں کر دی گئی ہیں لیکن یہ فصل عمدہ فوائد سے معرّیٰ ہے۔ اس لئے کہ جب تک کسی حدیث کا پہلا لفظ ذہن میں نہ ہو۔ اس سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا اس (حدیث) کے راوی کا نام ذہن میں ہو۔ پہلی قسم میں حدیث قولی اور ثانی میں فعلی مقصود ہے مگر استخراج حدیث نہایت مشکل ہے۔

اس سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے شیخ متقی نے ایک قسم احادیث قولی کی مرتب کی اور اس کا عنوان منہج العمال فی سنن الاقوال مقرر کیا۔ پھر تمام قولی حدیث کو بعنوان غایت العمال فی سنن الاقوال مدون فرمایا۔

دوسرا حصہ قسم الافعال پر مشتمل ہے اور اس کا عنوان مستدرک الاقوال متعین کیا۔ پھر آپ نے جامع الاصول کے انداز پہ ان کو مرتب کر کے کنز العمال عنوان مقرر کیا۔ پھر اس کا انتخاب کیا۔ اب یہ کتاب چار مجلدات میں ہو گئی۔

علامہ چلپی موصوف الذکر کشف الظنون کے اندر در تذکرۂ کتاب الجامع الصغیر سیوطی فرماتے ہیں۔ کہ شیخ علی متقی المتوفی ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء نے اسے متعدد ابواب و فصول میں پلیٹ دیا۔ حروف تہجی کی شکل دے کر اس کا "منہج العمال فی سنن الاقوال والافعال نام مقرر کیا۔ آغاز کے الفاظ یہ ہیں" الحمد للہ الذی میز الانسان بقریحۃ مستقیمۃ الخ اور اس کی ترتیب الجامع الکبیر یعنی جمع الجوامع کے مطابق رکھی"

شیخ عبد الحق دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ "شیخ ابو الحسن بکری شافعی فرماتے کہ علامہ سیوطی کا یہ احسان (جمع الجوامع کی صورت میں) تمام عالم اسلام پر ہے۔ اور شیخ متقی کا احسان (کنز العمال کی شکل میں) سیوطی پر ہے۔

متذکرہ بالا تصانیف کے علاوہ شیخ علی متقی کے اور تصانیف یہ ہیں۔

(نمبر ۱ و ۲ کا ذکر پہلے آچکا ہے)

۳۔ البرہان فی علامات المہدی آخر الزمان (در عربی) جو سیوطی کی کتاب العرف الوردی فی اخبار المہدی کا ملخص ہے جسے شیخ نے تراجم (عنوان ہائے) و ابواب پر منقسم کرتے ہوئے جمع الجوامع کی بعض احادیث کا اضافہ فرمادیا۔ نیز اس پر بعض احادیث عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر بھی درج فرمادیں۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعہ"

۴۔ النہج الاتم فی ترتیب الحکم

۵۔ جوامع الکلم فی المواعظ والحکم

۶۔ الوسیلۃ الفاخرۃ فی سلطنۃ الدنیا والآخرۃ

۷۔ تلقین الطریق (در سلوک جو انہیں الہاماً حاصل ہوا)

۸۔ البرہان الجلی فی معرفت الولی (در فارسی)

۹۔ در ابطال دعوئے سید محمد ابن یوسف مہدی جون پوری

تاریخ وفات شب سہ شنبہ وقت سحر ۲ جمادی الاولی ۹۷۵ھ ۱۵۶۷ء در مکہ مکرمہ مدفن جنت المعلّٰی بر کنارہ جبل دقت دفین انتقال کی صبح۔ نزد تربت فضیل ابن عیاض ان دونوں کی قبر کے درمیان عام راستہ ہے ناظر الخیش نام کا۔ رحلت کے وقت سن شریف ۸۷ یا ۹۰ سال تھا۔

۳۸۵۔ شیخ علی بن قوام جون پوری

۶ ماہ صفر ۹۵۵ھ ۱۵۴۸ء

"الشیخ الکبیر الزاہد المجاہد" علی بن قوام الدین حسینی الجونپوری۔ المشہور بہ "علی عاشقان" سرائے میری یکے از صوفیائے معروفین در ہندوستان عالم شباب ہی میں نواح سنبھل میں رحلت فرمائی۔ جہاں کا وہ والی تھا۔ قریہ جوگی پور مدفن ہے جو شہر سنبھل سے ایک میل پر ہے

آپ اپنے عم بزرگوار محمد بن احمد کی گود میں پروان چڑھے۔ انہی کے ہمراہ دہلی گئے۔ وہاں برسوں قیام فرمایا۔ یہاں سے ان کی معیت میں جون پور آئے۔ اور شیخ شہاب الدین حسینی جون پوری سے مستفید ہوئے۔ ممدوح نے انہیں خرقہ خلافت بھی عنایت فرمایا۔ پھر نظام آباد تشریف لائے۔ تو شیخ عبدالقدوس سے طریقۂ شطاریہ اور اس کے اشغال سیکھے جس کے بعد ان پر کشوف و کرامات کے دروازے کھل گئے۔ جون پور لوٹ آئے۔ شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں باریابی نصیب ہوئی۔ ان سے طریقۂ چشتیہ میں فیض حاصل کیا اب خود مسند مشیخت پر متمکن ہوکر تبلیغ و ارشاد میں معروف ہو گئے۔ جون پور میں یہ دعوت عام کرنے کے بعد نظام آباد مراجعت فرما ہوئے قصبہ کھریوان میں برسوں قیام کیا۔ اور اسی نواح میں ایک قریہ مرتضیٰ آباد کے نام سے تعمیر کرایا۔

عارف علی نے تذکرہ "عاشقیہ" میں اور محمد ابن فضل اللہ محبّی نے خلاصۃ الاثر کے اندر شیخ تاج الدین سنبھلی کے حالات میں لکھا ہے "سیّد علی بن قوام الہندی اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔ ان سے عجیب و غریب تصرفات و قوی جذب ظہور پذیر ہوتے۔ بعض صلحا نے لکھا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جو خوارق وکرامات و تصرفات ظہور میں آتے۔ ان کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ علی بن قوام کا معمول یہ تھا کہ چاشت کے وقت تک جذب کی حالت میں رہتے اور اس اثناء میں کوئی بھی اُن کے قریب نہ پھٹکتا۔ ایک مرتبہ سیّد کے شیخ کا ایک صاحبزادہ اسی وقفہ میں ان کی ملاقات کے لئے آیا۔ جسے خادم نے منع کر دیا۔ مگر وہ اس پر بھی ان کے قریب جا پہنچا۔ شیخ نے ان کے قدموں کی چاپ سن کر پوچھا۔ تم کون ہو! اس نے اپنا نام اور پتہ بتایا تو فرمایا۔ بھاگ کر اس درخت کے پاس چلے جاؤ! وہ درخت کے پاس پہنچا تو شیخ کے اندر سے آگ کا ایک شعلہ نکلا جس نے تمام درخت کو جڑ کے سوا جلا کر بھسم کر دیا۔ مگر نو وارد پر ذرا آنچ نہ آئی۔ اس واقعہ سے ان کے تصرفات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ محبی نے یہ واقعہ شیخ محمود بن اشرف حسینی کی کتاب تحفۃ السالکین فی ذکر تاج العارفین سے نقل کیا ہے۔ وفات ان کی ۶ ماہ صفر ۹۵۵ھ کے روز ہوئی (عاشقیہ)

۱۵۴۸ء

۳۸۶۔ الشیخ علی ابن محمد حسینی ؒ

"الشیخ العالم الصالح" علی بن محمد جاکن العلوی المشہور بجنجھن السید جیو الحسینی۔ مرید شیخ محمد بن العلاء شطاری میری المشہور بہ قاضن۔ جن کے ملفوظات آپ نے اپنی کتاب مناہج الشطار میں یک جا کرکے اس کا نام معدن الاسرار فی مشرب الشطار رکھا۔ یہ کتاب ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے اور فارسی میں ہے۔ یہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے "حمد و ثناو مدح فراواں" ہے۔

۳۸۷ــــ الشیخ علی بن من اللہ الگلبرگوی

م ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء

"الشیخ الصالح" علی بن من اللہ بن ابی الحسن بن کلیم اللہ ابن ابی الفیض بن یوسف بن محمد بن یوسف الحسینی گلبرگوی از مشائخ کبار چشتیہ۔ وفات و مدفن احمد آباد بیدر میں ہوئی اور ان کی قبر پر پختہ عمارت ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء میں تعمیر کی گئی۔

۳۸۸۔ مولانا علی طارمی

"الشیخ العالم المحدث" علی بن ابی علی طارمی یکے از عالمانِ باعمل۔ عنفوانِ شباب میں ہندوستان آ گئے۔ اور برسوں قیام کے بعد حرمین جاکر زیارت و حج سے مستفیض ہوکر ۹ سال وہاں قیام کیا۔ وہاں کے اربابِ علم سے پڑھا۔ بعدہٗ زمانہ ہمایوں میں ہندوستان لوٹے۔ یہیں رحلت فرمائی۔ رازی نے ہفت اقلیم میں ان کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

تنِ خاکی چناں افسردہ شد از محنت ہجراں
رود بیروں چو گرد جامہ گر دامن برافشانم

یہ جسم خاکی ہجر و فراق کی وجہ سے ایسا افسردہ ہوگیا ہے کہ اگر دامن جھاڑوں تو لباس کے گرد کی طرح اڑ جائے۔

۳۸۹- مولانا علی شیر گجراتی

"الشیخ العالم الکبیر" علی شیر حنفی بنگالی ثم گجراتی از نسل شیخ نور الهدیٰ ابو البرکات جو شیخ جلال الدین چشتی کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشا سرزمین بنگال ہے۔ علم کے لئے اودھ کا سفر کیا برسوں وہاں رہے۔ پھر دہلی چلے آئے۔ شیخ محمد غوث گوالیری مصنف الجواہر الخمسہ کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ ان سے طریقت میں درس لیا۔ انہی کی شاہیعیت میں گجرات گئے اور احمد آباد کی مسجد عماد الملک میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ہیئت، ہندسہ، نجوم اور دعوت و تکسیر میں کمال مہارت رکھتے تھے، نزہتہ الارواح، جام جہاں نما اور سوانح غزالی کی شرح کے مصنف ہیں ۹۷۰ھ کے بعد احمد آباد میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۳۹۰- مولانا علی شیر سرہندی

م ۹۸۵ھ
۱۵۷۷ء

"الشیخ الصالح" علی شیر سرہندی یکے از عباد اللہ الصالحین۔ مولد و منشا سرہند۔ معاصر علماسے ان کی خدمت میں باریاب ہو کر پڑھا۔ اور شیوخ وقت سے مختلف طرق میں مستفیض ہوئے آخر عمر میں طریقۂ قادریہ کا رنگ ان پر غالب تھا۔ ۹۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔

(گلزار ابرار)

۳۹۱- علی قلی خاں شیبانی

م ۹۷۴ھ
۱۵۶۶ء

"الامیر الکبیر" علی قلی بن حیدر سلطان شیعی شیبانی یکے از امرائے مشہورین سلطان ہمایوں کے مراجعت ہند کے عہد میں ہندوستان آئے اور ان کی خدمت میں رہ کر فتح ہند میں اعانت کی۔ ہمایوں نے انہیں نواح سنبھل میں کئی شہر اور قلعے جاگیر میں عطا فرما دئے۔ انہوں نے ان شہروں پر قابض ہو کر وہاں کی رعیت سے اچھا برتاؤ کیا۔ اور جب سلطان

اکبر نے زمامِ حکومت ہاتھ میں لی۔ ہیمو بقال نے حملہ کر کے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ تو علی قلی خان اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر دہلی آیا۔ اور دہلی پر حملہ کے موقعہ پر اپنے ہمراہ دس ہزار بہادر سپاہی لے کر ہیموں کے مقابلے کے لئے نکلا۔ علی قلی خان نے ہیموں پر حملہ کر کے اُسے شکست دے دی۔ تب اکبر نے اُسے خانِ زمان کا خطاب دے کر منصب میں بھی اضافہ کر دیا۔ اور کچھ علاقہ جاگیر میں اور عطا فرما دیا۔ علی قلی صاحبِ سنبھل آکر فروکش ہو گئے۔ وہاں برسوں رہے جون پور اور اس کا نواح سر کر کے ان پر قابض ہو گئے۔ اور کئی دیگر فتوحات بھی کیں۔ اکبر علی قلی کی اور وہ سلطان کی ایک لغزش سے دونوں ایک دوسرے پر خفا ہو گئے۔ علی قلی اکبر کے ساتھ مقابلہ پر اتر آیا۔ مقام سکراول نواح الہ آباد میں اپنے مُربیؒ سے جنگ کی۔ جہاں علی قلی کو قتل کرا دیا۔ اکبر نے اس مقام پر ایک بستی آباد کر کے اس کا نام فتح پور رکھا۔

علی قلی بہت بہادر۔ شجاع اور جنگ میں پیش رو تھا۔ وہ خطرے میں کود پڑتا اور ناقابلِ تسخیر مقامات فتح کر لیتا ——— وہ علما کا قدر دان تھا۔ انہیں اپنے قریب رکھتا۔ اور بیش بہا عطیات سے سرفراز کرتا۔ یہی منزلت شعرا کی کرتا۔ وہ نہایت عمدہ شعر کہتا۔ شراب کا رسیا اور امردوں پر جان نثار کرتا۔ نمونۂ کلام

عیسیٰ نفسے کہ رمزِ او حیرانم کرد ۔۔۔ چوں طرۂ خویشتن پریشانم کرد
از کفرِ سرِ زلف خودم کافر ساخت ۔۔۔ وز مصحفِ روئے خود مسلمانم کرد

ترجمہ شعر:- محبوب جیسے نفس کہ جس کے راز نے مجھے حیران کر دیا اور جس نے اپنی زلفوں کی طرح مجھے پریشان کر دیا۔

اپنی کافر زلفوں کے سبب اُس نے مجھے کافر بنا دیا اور اپنے چہرے کے وصوف کے سبب مجھے مسلمان کر دیا۔

سنہ ۹۷۶ھ / ۱۵۶۶ء میں قتل کر دئیے گئے۔

(مآثر الامراء)

۳۹۲۔ مولانا علی گل استرآبادی

"الشیخ الفاضل" علی گل شیعی استرآبادی۔ اپنے شہروں میں صاحب الافاضل۔ اور سلطان برہان شاہ کے عہد میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور احمد نگر میں سکونت اختیار کی یہ واقعہ امین ابن احمد رازی نے اپنی کتاب "ہفت اقلیم" کے اندر بیان کیا ہے۔ اور محمد بن قاسم نے اپنی تالیف فرشتہ میں ! ــــــ بہت عمدہ شاعر بھی تھے۔ نمونہ اسے

اے شوخ ستم بر دل افگار بد است !

آزار دل سوختہ زار بد است

آہ دل عشاق گرفتار بد است

بسیار ستم مکن کہ بسیار بد است

(۱) اے شوخ ! دل مجروح پر ستم کرنا بُرا ہے دل سوختہ کو آزار پہنچانا برا ہے۔

(۲) عشاق گرفتار کے دل کی آہ بُری ہے زیادہ ستم نہ ڈھاؤ کیونکہ زیادہ ستم ڈھانا بُرا ہے۔

۳۹۳۔ مولانا عظیم الدین مندوی

"الشیخ العالم محدث" علیم الدین شطاری مندوی۔ یکے از علمائے عالمین وعباد اللہ الصالحین۔ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ حج و زیارت سے سرفراز ہوئے۔ وہاں حدیث پڑھی ہندوستان واپس آئے اور سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد حکومت میں شہر مندو کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ شیخ بہاؤ الدین بن عطا اللہ شطاری جنیدی کے حضور بار بار ہو کر فیض حاصل کیا۔ تدریس وافادہ مشغلہ تھا۔ شیخ ابراہیم بن معین حسینی ایرجی اور ان کے سوا دیگر افراد بے حساب آپ سے مستفیض ہوئے۔

تصنیف | فصوص الحکم پر حاشیہ (مندوی)

۹۴ ۳- مولانا عمر جاجموئیؒ

"الشیخ الفاضل" عمر بن ابو عمر حنفی جاجمئوئی، فقہ و اصول و عربی میں ممتاز الا فاضل تدریس و افادہ مشغلہ۔ آپ سے شیخ محمد بن ابو سعید حسینی حمدی کالپوی اور دوسرے بے شمار افراد نے پڑھا۔

۹۵ ۳- مولانا عنایت اللہ قائنی

م ۹۷۷ھ
۱۵۶۹ء

"الشیخ الفاضل الکبیر" عنایت اللہ شیعی دکن کے مشہور علما سے تھے۔ سلطان حسین نظام شاہ والی احمد نگر نے آپ کو سفارت کے لئے گولکنڈہ بھیجا۔ جہاں سے وہ کامیاب ہو کر لوٹا۔ جس سے حسین نظام شاہ کے نزدیک منزلت اور زیادہ ہو گئی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد سلطان ممدوح سے اس قدر خفا ہو کر احمد نگر سے گولکنڈہ میں سلطان قطب شاہ کے ہاں چلے گئے اور تھوڑی سی مدت کے بعد ہی احمد نگر میں سلطان حسین کے پاس لوٹ آئے۔ بادشاہ نے انہیں اپنا مقرب خاص بنا لیا۔ مگر جب سلطان حسین کی رحلت در ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ء کے بعد اس کے فرزند مرتضیٰ ابن حسین نے انہیں وکیل مطلق مقرر کر دیا۔ جس سے آپ تمام اراکین مملکت کا مرجع و مقصد ہو گئے۔ وہ مدت تک اس معزز و مقتدر انداز سے رہے۔ یہاں تک کہ سلطان ہمایوں کی خونرہ والدہ نے مرتضیٰ نظام شاہ نے انہیں قلعہ جوند میں حبس کے اندر ڈال دیا۔ اور ان کی جگہ حسین تبریزی کو وکالت مطلقہ پر تعینات کر دیا۔ مگر وہ ڈر گئے۔ مبادا مرتضیٰ مولانا عنایت قائنی کو رہا کر کے پھر اسی منصب پر فائز کر دے، تو اس نے مولانا کو ۹۷۷ھ ۱۵۶۹ء میں قلعہ جوند کے اندر ہی قتل کرا دیا۔ (محمد بن قاسم)

۹۶ ۳- مولانا عنایت اللہ شیرازی

م ۹۸۸ھ
۱۵۸۰ء

"الامیر الفاضل" عنایت شیعی شیرازی۔ نواب افضل خاں صاحب علم اور رموز

سیاست سے آگاہ تھے۔ مولد و منشاء شیراز۔ عنفوان جوانی میں شیخ فتح اللہ شیرازی دوسرے علمائے درس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر دئیے۔ شیراز سے ہندوستان آئے۔ اور سلطان عادل شاہ صغیر کے زمانہ میں بیجاپور پہنچے۔ تدریس شروع کر دی۔ طلبا چاروں طرف سے اُمنڈ کر آ گئے۔ سلطان ممدوح نے ان کی شہرت سنی، تو طلب فرما کر اپنا مقرب خاص مقرر کر دیا۔ بتدریج منصب بڑھا کر نیابت پر تقرر فرمایا۔ انہوں نے حسن تدبیر اور عوام کے ساتھ مراعات کر کے سب کے دل موہ لئے، مدارس اور مساجد تعمیر کیں اور کئی قلعے اور گڑھیاں فتح کیں۔ غرضیکہ بلاد دکن پر ان کا کامل تسلط ہو گیا۔ اور ہر طرف سے اہل علم و کمال آ آکر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ شیخ فتح اللہ شیرازی سید طرابلس اور میر عزیز اللہ عراق سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن آخر امرائے جیوش نے بوجہ حسد ۹۸۸ھ میں انہیں قتل کر دیا۔ (الباقین زبیری)

۳۹۷۔ شیخ علاؤ الدین عیسٰی دہلوی

"الشیخ العالم الصالح" علاؤ الدین عیسٰے بن ابی عیسٰی عمری دہلوی از ذریتہ شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی مدرسۂ شیخ سماؤ الدین بن فخر الدین ملتانی میں پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ ابو الفتح حنفی ہانسوی سے مستفیض ہوئے تفسیر القران میں بہت ملکہ تھا۔

(گلزار ابرار مندوی)

۳۹۸۔ مولانا علاؤ الدین عیسٰی گجراتی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" علاؤ الدین عیسٰے گجراتی یکے از اساتذہ مشہورین مد گجرات علامہ عماد الدین محمد طارمی سے طریقت میں فیض حاصل کیا۔ پھر تدریس کی مسند آراستہ کر دی۔ آپ کا علم وسیع اور افادہ عام تھا۔ آپ سے شیخ عبد القادر بن محمد احمینی نے درسیات میں کلام ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں پڑھیں اور بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ (مندوی)

۲۹۹۔ مولانا غیاث الدین ہروی

م ۹۴۲ھ / ۱۵۳۷ء

الشیخ الفاضل غیاث الدین بن ہمام الدین ہروی یکے از علمائے مشاہیر در تاریخ وسیرت، ہرات سے قندھار ۹۳۳ھ / ۱۵۲۶ء میں آئے۔ اور ۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء میں ہندوستان آپہنچے۔ ۹۳۵ھ میں آگرہ وارد ہوئے۔ تو بابر شاہ تیموری نے بہت سا مال ومنال عطا فرمایا۔ اور انہوں نے آگرہ ہی میں اقامت اختیار کر لی۔

تصانیف حبیب السیر فی اخبار افراد البشر (اپنے والد کی کتاب روضۃ الصفا کا خلاصہ) اور اور بعض جگہ اضافے کئے۔ یہ تلخیص وتہذیب ۹۲۷ھ / ۱۵۲۰ء میں خواجہ حبیب اللہ کے لئے کی گئی۔ اور اسے تین مجلدات میں منقسم کیا۔

جلد اول: انبیاء اور حکماء وشاہان دور اول اور سیرۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

جلد دوم: مشتمل ہے آئمہ اثنا عشر وبنی امیہ اور بنو عباس اور ان بادشاہوں پر جو ان کے زمانے میں برسر حکومت ہوئے۔

جلد سوم: ترک وچنگیز خواقین اور ان کی اولاد۔ اس دور کے طبقات الملوک وسلطان تیمور اور اس کی اولاد۔ ظہور سلاطین صفویہ وذکر آلِ عثمان اور خاتمہ میں عجائب اقالیم ونوادر الوقائع۔ یہ حصہ بجائے خود تین مجلدات مفید ونافع ہے۔ اِلّا یہ کہ مصنف نے مقتضائے عصر کے مطابق ابن حیدر کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس میں معذور بھی تھے۔ اللہ انہیں معاف کرے۔

۲۔ خلاصۃ الاخبار فی احوال الاخیار امیر علی شیر کے لئے لکھی گئی۔ جسے ایک مقدمہ اور دس مقالات اور خاتمہ ومقدمہ در بارۂ بدء الخلق ومقالات بر انبیاء، وحکماء وشاہان عجم وتاتار وخلفا بنو اُمیّہ وعباسیہ اور ان کے معاصرین وآلِ چنگیز وآل تیمور اور خاتمہ پہ ہرات کے اوصاف اور وہاں کے باشندوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

۳۔ دستور الوزراء

وفات ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء میں ہوئی۔ ان کا جسد آگرے سے لا کر دہلی میں حضرت سلطان الاولیاءؒ کے مزار میں سپرد خاک کیا گیا (التعلیقات السنیۃ)

۴۰۰۔ مولانا غیاث الدین بڑوچی

"الشیخ الصالح الکبیر" غیاث الدین بڑوچی گجراتی یکے از علمائے ربانی۔ لوگوں کے لئے نفع رسانی اور احسانِ نقود و خورد و نوش و لباس و کتب و ادویہ ہر ایک میں کرتے۔ بلکہ ہر وہ شے جو عوام کے آرام و راحت کے لئے ہو سکتی۔ شیخ علی متقی نے انہیں عبد الوہاب متقی برہان پوری کا خطاب دیا اور فرمایا میں نے رویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس زمانے کے اندر افضل الناس کون ہے؟ فرمایا "میاں غیاث الدین اور تمہارا شیخ اور محمد طاہر" اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیضان سے منتفع کرے (اخبار الاخیار)

۴۰۱۔ الامیر فتح اللہ شیرازی

م ۹۹۷ھ ۱۵۸۹ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" فتح اللہ ابن شکر اللہ شیعی الشیرازی۔ یکے از علمائے متبحرین در علوم حکمیہ، مولد و منشاء شیراز مندرجہ ذیل مدارس میں پڑھا:۔

۱۔ مدرسہ علامہ جمال الدین محمود

۲۔ مدرسہ مولانا کمال الدین شروانی

۳۔ مدرسہ مولانا کرد۔

۴۔ مدرسہ میر غیاث الدین منصور شیرازی

جن سب کے ہاں برسوں گزارے۔ یہاں تک کہ وحید العصر ہو گئے اور تمام اطراف و اکناف میں شہرت پائی۔

سلطان علی عادل شاہ بیجا پوری نے آپ کو ہندوستان میں طلب کیا۔ چنانچہ آپ یہاں تشریف لائے اور طویل مدت تک اقامت فرمائی۔

علی عادل شاہ کے قتل کے بعد جب اُس کا بیٹا ابراہیم عادل شاہ کو اس کی صغرسنی پہ بادشاہت سونپ دی گئی۔ تو وزراء نے اُسے اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنالیا۔ اور ایک وزیر نے فتح اللہ شیرازی کو بیجاپور سے جلاوطن کر دیا۔ تب وہ ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں آگرہ آگئے سلطان اکبر کا عہد تھا۔ اس نے فتح اللہ صاحب کی خوب آؤ بھگت کی۔ اکبر نے ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء میں آپ کو صدارت پہ فائز کر کے امین الملک اس کے بعد عضد الدولہ و بعد ازاں عضد الملک خطابات سے سرفراز فرمایا۔ بلکہ انہیں وزیروں میں شامل کر لیا۔ اور اکبر نے ٹوڈرمل سے کہلوایا کہ شیرازی بھی مملکت کی مہمات میں شامل ہو سکتے ہیں؟ لیکن موت نے انہیں مہلت نہ دی جس نے اکبر کو بہت غمگین کر دیا۔ اس نے فرمایا کہ اگر شیرازی صاحب کو فرنگی قید کر لیتے۔ تو میں اپنا تمام مال و خزانہ ان کے فدیہ میں دے دیتا۔ اور پھر بھی یہ سودا سودمند سمجھتا۔

ابن المبارک فرماتے کہ تمام دنیا میں ان کا مثل نہ تھا۔ تمام قدما کے اسفار کتب جو علوم حکمت پہ مشتمل ہیں یک قلم برباد کر دی جائیں تو مولانا فتح اللہ ان کے تمام علوم کو دوبارہ مرتب کر سکتے ہیں۔

عبدالرزاق نے مآثر الامراء میں لکھا ہے کہ وہ تمام علوم پر حاوی ہونے کے ساتھ مصنوعات (دست کاری) و طلسمات میں بھی ماہر تھے۔

ان کے مصنوعات میں

۱۔ چکی ہے جو خود بخود چلتی اور آٹا نکالتی تھی۔

۲۔ آئینہ ہے جس میں دور اور نزدیک سے مختلف اشکال نظر آتے ہیں۔

۳۔ بندوق ہے۔ جس میں سے بیک وقت بارہ راؤنڈ نکلتے تھے۔

۴۔ ایسا کیلنڈر بنایا۔ جو دورۂ شمسیہ پہ مبنی تھا۔

بلگرامی نے مآثر الکرام میں لکھا ہے "فتح اللہ شیرازی کی بدولت ہندوستان میں متاخرین کی تصانیف آئیں۔ ازاں جملہ محقق دوانی ہیں۔ صدر شیرازی میں غیاث الدین منصور اور مرزا جان ہیں۔ جن کے مصنفات درس کی جان ہو گئے اور علما نے ان کا آگے بڑھ کر استقبال کیا۔

تصانیف | ۱۔ منہج الصادقین (تفسیر القرآن در فارسی)
۲۔ حاشیہ دوانی علی تہذیب المنطق
۳۔ حاشیہ بر حاشیہ نمبر ۲۔

۹۹۷ھ میں کشمیر سے واپسی پر رحلت فرمائی اور کوہ سلیمان پر مدفون ہوئے۔

۴۰۲۔ الشیخ فتح اللہ دہلوی

"الشیخ الفاضل" فتح اللہ بن نصیر الدین بن سماؤ الدین ملتانی دہلوی۔ یکے از علمائے کبار مولد و منشا دہلی اپنے باپ اور جد سے پڑھنے کے بعد مسند درس آراستہ کر دی۔ ان کے تلامذہ میں دیگر بے شمار شیوخ و علما کے علاوہ شیخ رکن الدین محمد بن عبد القدوس گنگوہی بھی ہیں۔

۴۰۳۔ شیخ فخر الدین اکبر آباد

م ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء

"الشیخ الصالح" فخر الدین بن داؤد بن شیخ شاہ صدیق اکبر آبادی یکے از فقہائے زہاد۔ شیخ حسام الدین متقی ملتانی اور شیخ ہداد بن صالح سرہندی سے پڑھا۔ پھر بہار گئے اور وہاں شیخ ہداد بن ضیاؤ الدین چندہوسی بہاری کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اسی طرح سید جمن مداری ہلسوی کی خدمت میں باریاب ہو کر استفادہ کیا۔ اب آگرہ چلے آئے اور سید رفیع الدین محدّث کے جوار میں طرح اقامت ڈال دی ـــــ سماع کے بہت رسیا تھے۔ ایک سو سنتالیس برس کی عمر میں بروز جمعہ ۱۹ ر جمادی الاخری ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء کے روز آسودۂ لحد ہوئے (اخبار الاصفیا)

۴۰۴۔ شیخ فخر الدین بجنوری

م ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء بتاریخ ۱۹ ر جمادی الاخری

"الشیخ العالم الزاہد" فخر الدین ابن سعد اللہ بن فخر الدین بجنوری لکھنوی۔ یکے از مشائخ چشتیہ مولد و منشا لکھنو۔ تحصیل علم کے لئے جون پور میں شیخ ابو الفتح ابن عبد الحیٔ بن عبد المقتدر

کنذی دہلوی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیئے۔ پھر خود تدریس کے لئے وقف ہو گئے، شیخ محمد مینا لکھنوی کے ساتھ محبت صادقہ اور مودت واثقہ تھی۔

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۹۱۰ھ کے روز لکھنو میں رحلت فرمائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے ایک صاحب نے ان کی تاریخ رحلت لفظ شیخ سے مستخرج کی (تذکرۃ الاصفیاء)

۴۰۵۔ شیخ فخر الدین جون پوری سہروردی

م ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء بتاریخ ۲۲ر ماہ شعبان

"الشیخ الفقیہہ الزاہد" فخر الدین بن کبیر الدین جون پوری یکے از مشائخ سہروردیہ مولد و منشا جون پور۔ معاصر علما سے پڑھ کر مسندِ تدریس مزین فرمائی۔ دس سال تک پڑھانے کے بعد یہ شغل ترک کر کے زہد و عبادت کی طرف مائل ہو گئے اور کسی اور کام کے لئے نہ رہے یکے بعد دیگرے کئی چلّے کھینچے۔ حتےٰ کہ معرفت کے تمام دروازے کھل گئے اور مشائخ وقت نے اُن سے بے حد استفادہ کیا۔ ۲۲ر شعبان ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء کو رحلت فرمائی (گنج ارشدی)

۴۰۶۔ شیخ فرید الدین بنارسی

م ۹۰۶ھ / ۱۵۰۰ء۔ ۱۴ر شوال

"الشیخ العالم الصالح" فرید الدین بن قطب الدین بن خلیل الدین عمری بنارسی یکے از مشائخ چشتیہ اپنے نانا شیخ نور کے گھر میں قریہ خانقاہ کے اندر پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے اور علم کے لئے اپنے بھائی داؤد کے ہمراہ بنارس تشریف لے گئے۔ پہلے شیخ موسیٰ کی خانقاہ میں رہے۔ شیخ نے انہیں خواجہ مبارک کی خانقاہ کا راستہ بتایا۔ آپ نے بحث و تحقیق میں کوشش کی۔ یہاں تک کہ اس میں کامل ہو گئے۔ طریقت میں خواجہ مبارک سے مستفید ہوئے۔ خود پہ حفظ انفاس اور مجاہدہ نفس کو لازم قرار دیا۔ جب اس میں بھی کامل ہو گئے۔ تو شیخ مبارک نے آپ کو اپنا خلیفہ خاص مقرر کر لیا۔ جس کے بعد مسند شیخوخیت پر فائز اور قبولِ عام کے خلعت سے سرفراز ہوئے۔

تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ آپ سے بے شمار علما نے استفادہ کیا۔ (غلام رشید جون پوری در گنج ارشدی) انھوں نے لکھا ہے کہ آپ دریائے گنگا میں غرق ہو کر راہی عالم بقا ہوئے۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے فرزند محی الدین ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چنار گئے۔ ایک افغان کو یہ گھوڑا بھا گیا۔ پٹھان اس علاقہ کا رئیس تھا۔ اس نے زبردستی گھوڑا ان سے چھین لیا۔ محی الدین نے واپس آکر اپنے والد کو بھڑکایا کہ گھوڑا اس افغان سے دلوا دیجئے۔ فرید الدین اپنے بھائی داؤد کو ہمراہ لے کر افغان کے ہاں آئے اور سمجھا بجھا کر اس سے گھوڑا واپس لے لیا۔ اور گھوڑے سمیت بنارس کی ناؤ پر سوار ہو گئے۔ افغان نے ملاحوں سے سازش کر کے انہیں اس کے پیندے میں سوراخ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ شیخ فرید الدین اس کے بھائی گھوڑا اور تمام مسافر دریا میں ڈوب گئے۔ یہ واقعہ ۱۴ شوال ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء کے روز وقوع میں آیا۔

۴۰۷۔ شیخ فضل اللہ مندوی

م ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء

"الشیخ الصالح" فضل اللہ بن الحسین چشتی ملتانی۔ یکے از رجال علم و طریقت۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں ملازم رہ کر درسیات و طریقت دونوں میں استفادہ کیا۔ ان کی رحلت ۹۴۶ھ/۱۵۳۹ء کے بعد حرمین کا سفر کیا۔ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں ہندوستان آ گئے۔ اور لوگوں سے دامن جھٹک کر تدریس و افادہ میں مشغول ہو گئے ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء میں مندو میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

۴۰۸۔ شیخ فضل اللہ دہلوی

م ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء

"الشیخ الفاضل" فضل اللہ بن سعد اللہ بخاری دہلوی شاہ عبد الحق محدث دہلوی کے عم بزرگوار۔ آپ نے شیخ محمد ابن الحسن عباسی جون پوری کی خدمت میں برسوں رہ کر پڑھا

۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء میں دہلی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۴۰۹۔ الشیخ فضل اللہ بہاری

"الشیخ الصالح" فضل اللہ بن نصیر الدین بن حسن بن علی بن بڑا ابن قیام الدین بن صدر الدین بن قاضی رکن الدین شریف حسنی کڑوی ـــ بہاری۔ المشہور بہ سید گشتا ئین بمعنی اللہ سے واصل۔ داماد تھے شیخ قطب الدین عمری جون پوری قلندر کے۔ جن کی مصاحبت میں رہے ان سے طریقت میں استفادہ کیا۔ پھر بہار میں جاکر سکونت اختیار کی جہاں مرجع خاص وعام ہوئے۔

۴۱۰۔ قاضی فضل اللہ دیوبندی

"الشیخ العالم" قاضی فضل اللہ حنفی دیوبندی۔ اپنے دور کے مشہور فقیہہ اور شیخ عبد القدوس گنگوہی کے معاصر تھے یہ تذکرہ رکن الدین محمد بن عبد القدوس نے اللطائف القدوسیہ میں کیا ہے۔

۴۱۱۔ مولانا فضل اللہ سندھی

"الشیخ العالم الکبیر" فضل اللہ حنفی سندھی یکے از علمائے باعمل۔ سدا تدریس و افادہ میں مشغول رہتے۔ (نزہۃ الخواطر در مآثر)

۴۱۲۔ مولانا فضل اللہ رہتکی

نصف صدی دسویں

م ۱۵۴۰ء (تقریباً)

"الشیخ الفاضل" فضل اللہ حنفی رہتکی یکے از علمائے مشہورین در فقہ و اصول و عربیت مرد قانع و متوکل و بے سوال تھے۔ دسویں صدی کے نصف اول میں راہی جنت ہوئے۔

(مندری در گلزار ابرار)

۴۱۳۔ مولانا فیروز الدین لاہوری

م ۹۳۳ھ / ۱۵۲۶ء

"السید الشریف" فیروز ابن ابوفیروز حسنی لاہوری۔ یکے از رجال علم و طریقت۔ اپنے دادا شاہ عالم از شیخ نواز الدین از شیخ احمد از شیخ حامد بن عبدالرزاق اُچی سے مستفیض ہوئے۔ آپ علمائے مشاہیر سے تھے۔ تدریس و افادہ میں منہمک رہے۔ فقہ و حدیث و تفسیر شامل درس تھے۔ ۹۳۳ھ میں رحلت فرمائی (خزینۃ)

۴۱۴۔ مفتی فیروز کشمیری

م ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء

"الشیخ الفاضل الکبیر" مفتی فیروز بن لولی گنائی حنفی کشمیری یکے از علمائے مشہورین۔ صغرسنی میں سفر حجاز کیا اور واپس آکر بدایون میں سکونت اختیار کی۔ شہر کے مقتدر علما سے تحقیق و کوشش کے ساتھ پڑھ کر اکثر علوم میں فائق ہوئے۔ آپ کو سلطان اکبر تیموری نے طلب فرما کر کشمیر کا مفتی مقرر کر دیا۔ آپ نے وہاں درس و افادہ بھی شروع فرما دیا۔ جہلمی نے (حدائق الحنفیہ) میں لکھا ہے کہ وہ ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء میں قتل ہو گئے۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ ان کا قتل ۹۷۶ھ میں ہوا۔ بایں طور کہ

"قاضی حبیب حنفی جو خسر تھے شیخ کمال الدین سیالکوٹی کے۔ وہ جمعہ کے روز جامع مسجد سے نکل کر قبرستان کی طرف جا رہے تھے ۹۷۶ھ / ۱۵۶۸ء میں شہر سے باہر یوسف شیعہ سے سامنا ہوا جس نے تلوار سے ان کا سر لہولہان کر دیا۔ یوسف نے دوسری مرتبہ ضرب کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو قاضی حبیب اللہ نے وار بچانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ جس پر ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ یہ واقعہ کسی سابقہ دشمنی کے بغیر رونما ہوا۔ حسین شاہ نے قصہ سنا۔ تو یوسف کو جیل میں بند کرا دیا۔ اور ملا یوسف و مفتی فیروز سے فتوے لے پوچھا۔ انہوں نے

فتوےٰ دیا کہ ایسے افراد کو سیاست کی رو سے قتل کر دینا چاہیئے۔ اس مجلس میں قاضی حبیب (مضروب) بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب میں زندہ ہوں۔ تو حملہ آور کے قتل کا جواز کیا ہے؟ یہ سن کر حاضرین نے یوسف مذکور پر پتھر پھینکنا شروع کر دئیے۔ جن سے وہ مرگیا۔ سلطان اکبر نے سنا تو مرزا مقیم کو خط دے کر کشمیر میں اپنے نائب حسین شاہ کی طرف بھجوایا (معاملہ کی تفتیش پر) قاضی زین الدین شیعی نے کہا کہ واقعی علما نے اس افتا میں غلطی کی ہے مرزا مقیم بھی مجلس میں موجود تھے انہوں نے علما کی توہین بر سرِ مجلس کھلم کھلا کی اور ان پر سبّ و شتم کیا۔ ان علما کو فتح خاں کی تحویل میں دے دیا۔ جس نے انہیں قتل کرا کے ان کے پاؤں میں رسیاں بندھوا دیں اور بازاروں میں لاشوں کی تشہیر کی گئی۔ والئ کشمیر حسین شاہ بھی شیعہ تھا۔ وہ اس کرتوت پر بہت خوش ہوا۔ اور سلطان اکبر کی طرف ان کے خط کے جواب کے ساتھ اپنی دختر بھی سلطان کے ہاں بھجوا دی۔ اکبر نے یہ لڑکی واپس کر کے مرزا مقیم کو قصاص میں قتل کرا دیا۔ واقعہ ہذا ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں رونما ہوا۔ (فرشتہ)

۴۱۵۔ شیخ قاسم بن احمد مانکپوری

م ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء

"الشیخ الصالح" قاسم بن احمد بن نظام الدین عمری مانک پوری۔ یکے از مشائخ کبار فرقہ چشتیہ۔ مولد و منشا مانک پور۔ برسوں اپنے والد کے ملازم خدمت رہ کر مشیخیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

بارعب و بلند پایہ رفیع المنزلت اور کشوف و کرامات میں مشہور تھے۔ ۲۱ شوال ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء کے روز مانک پور میں رحلت فرمائی۔

(اشرف السیر)

۴۱۶- الشیخ قاسم بن یوسف سندھی

م ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء

"الشیخ العالم الصالح" قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن شہاب الدین شہابی المعروف بہ سندھی یکے از علمائے ممتازین در فقہ و حدیث۔ مولد و منشا سندھ۔ وہیں درسیات پڑھیں ۹۵۰ھ میں گجرات آئے۔ اور مختلف شہروں میں گھومتے رہے۔

افادہ و تدریس مشغلہ تھا۔ آپ کے صاحبزادہ عیسٰے اور دوسرے بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ آپ متعدد تصانیف کے مصنف ہیں لیکن مجھے اُن کے اسماء معلوم نہیں ہو سکے۔ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں رحلت فرمائی۔ (بحر زخار)

۴۱۷- الحکیم قاسم بیگ تبریزی

م ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء

"الوزیر الکبیر" قاسم بیگ تبریزی الحکیم مشہور در بلاد دکن۔ سلطان نظام شاہ والئ احمد نگر کے ندیم اور ان کی رحلت کے بعد ان کے ولی عہد حسین نظام شاہ نے انہیں سفیر کی حیثیت سے گولکنڈہ بھیجا۔ جہاں سے کامیاب ہو کر لوٹے تو ان کا مرتبہ اور بلند کر دیا گیا مگر اس سے کچھ عرصہ کے بعد حسین ان سے ناراض ہو کر حبس میں بھیج دیا۔ مگر تین مہینے کے بعد سلطان کا غصہ فرو ہو گیا۔ اور انہیں رہا کر کے اپنا مقرب خاص مقرر کر لیا۔ جب سلطان حسین کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے بعد ان کا بیٹا مرتضٰے جانشین ہوا۔ تو اس کی والدہ مملکت کے سیاہ سفید کی مختار ہو گئی۔ یہ سلطان ہمایوں کی سوتیلی والدہ بھی تھی جس نے صاحب ترجمہ کو وزراء کے حلقے میں شامل کر لیا۔ اب وہ تمام رعایا و برایا سب کا مرجع و مقصد بن گئے کئی سال تک ان کے یہی ٹھاٹھ باٹھ رہے۔ اب انہوں نے بادشاہ کی والدہ کی طرف سے ایک قسم کا تنفر اپنے خلاف محسوس کیا تو احمد نگر سے احمد آباد منتقل ہو گئے ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں انتقال فرمایا۔ (فرشتہ)

۴۱۸۔ مولانا قاسم دیوان سندھی

م ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء

"الشیخ العلامۃ" قاسم دیوان حنفی سندھی یکے از فضلائے مشاہیر۔ تلمیذ شیخ میراں سندھی۔ مطوّل تک پڑھنے کے بعد سفر فارس کا شوق چرایا۔ اور وہاں کے علما سے پڑھنے کے بعد اپنے شہر میں لوٹ آئے۔ اور ساری توجہ تدریس وافادہ کی طرف مبذول کر دی۔ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں رحلت فرمائی۔ (نہاوندی در مآثر)

۴۱۹۔ مولانا قاسم کاہی

م ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء بتاریخ ۲ ربیع الثانی

"الشیخ الفاضل" نجم الدین محمد ابو القاسم المشہور بہ کاہی۔ یکے از فضلائے معمرین۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کو ۹۱۵ھ میں دیکھا۔ سندھ کے علاقہ میں شیخ جہانگیر ہاشمی کی خدمت میں باریاب ہو کر مستفیض ہوئے۔ بہادر شاہ کے عہد میں برسوں قیام کے بعد آگرہ تشریف لے آئے اور وہیں سکونت اختیار فرمالی۔ فاضل بلند پایہ۔ صابر وقانع بڑے شاعر اور موسیقی میں ماہر تھے۔ ارتجالا قصائد کہتے۔ سلطان اکبر نے ایک مرتبہ ایک لاکھ تنکہ عطا فرما کر حکم دیا کہ آئندہ جب بھی مولانا تشریف لائیں تو ایک ہزار روپے بطور "پائی سزا" انہیں مرحمت ہوں لیکن مولانا اس کے بعد کبھی اس کے ہاں تشریف نہ لے گئے۔ اور نمونہ شعر ہے ؎

کارے نکنی کزاں پشیماں گردی!

حرفے نزنی عذر آں باید خواست

ترجمہ۔ ایسا کام کبھی نہ کرو جس سے پشیمان ہونا پڑے

ایسی بات کبھی نہ کہو جس کی معذرت خواہی کرنا پڑے۔

۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء ۲ ربیع الثانی کے روز آگرہ میں رحلت فرمائی۔

۴۲۰۔ مولانا قاسم علی ہمایونی

م ۹۴۶ھ
۱۵۳۹ء

"الشیخ الفاضل" قاسم علی ہمایونی یکے از کبار افاضل۔ عہد ہمایوں میں ہندوستان کے صدر مقرر ہوئے۔ سلطان ممدوح ان کے ہم مجلس تھے۔ چوسہ میں ۹۴۶ھ میں دریائے گنگا میں غرق ہوگئے۔ (اقبال نامہ)

۴۲۱۔ قاضی بیگ طہرانی

م ۹۸۶ھ
۱۵۷۸ء

"الوزیر" قاضی بیگ بن مسعود ابن عبداللہ حسینی طہرانی۔ یکے از افاضل کبار (امین بن احمد رازی کی کتاب "ہفت اقلیم" رازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ فضل وکمال میں اپنے سب بھائیوں پر فائق تھے۔ شاہ طہماسپ صفوی کے مقرب ہوگئے اور جب تک وہاں رہے ان کے الطاف و اکرام کا مورد رہے۔ پھر ہندوستان آ گئے تو شہر احمد نگر میں وکالت شاہی کا منصب تفویض ہوا۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ جب وہ احمد نگر آئے تو وکیل السلطنت نواب چنگیز خاں کے مقرب ہو گئے۔ اور جب چنگیز خان کو اپنے دنیا سے الوداع کا احساس ہوا تو اس نے اپنے صاحب مرتضیٰ نظام شاہ سلطان احمد نگر کو ان (قاضی بیگ) کے لئے منصب وکالت مطلقہ پر تقرری کی وصیت کی یہ واقعہ ۹۸۳ھ ۱۵۷۵ء کا ہے۔ جس کے بعد آپ جملہ مقاصد مملکت کے سیاہ وسفید میں مرجع و مقصد ہو گئے یہ حالت ان کی ۹۸۵ھ ۱۵۵۸ء تک رہی۔ کہ خیانت کی تہمت سے ملوث ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دو لاکھ دینار کی خیانت تھی۔ جس کے ساتھ ایک لاکھ دینار کے قیمتی جواہرات کا الزام بھی تھا۔ سلطان مرتضےٰ نظام شاہ نے انہیں معزول کر کے ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ مگر تین مہینے کے بعد رہا کر کے احمد نگر سے جلا وطنی کی سزا نامزد کی۔ رازی ممدوح نے لکھا ہے کہ جب بیگ شہر لار میں پہنچے۔ تو ان کی رحلت ہوگئی۔ یہ واقعہ ۹۸۶ھ کا ہے۔

۴۲۲۔ شیخ قاضی خان ظفر آبادی

"الشیخ العالم الصالح" جلال الحق قاضی خان بن یوسف ناصحی عمری ظفر آبادی۔ یکے از کبار

مشائخ چشتیہ ۸۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے نانا وزیر عماد الملک جون پوری کی گود میں پروان چڑھے۔ اور اپنی عمر کے ۱۰ ویں سال میں خاتمہ فراغ حاصل کیا۔ جس کے بعد شیخ حسن بن طاہر عباسی جون پوری کی خدمت میں مسلسل تین برس تک باریاب رہ کر طریقت حاصل کی۔ فرماتے ہیں تیس سال تک ریاضت شاقہ و مجاہدہ کے بعد بھی مکائد نفس سے اس قدر آگاہ ہو سکا کہ وہ سالک کو کس طرح راہِ راست سے دور رکھتا۔ اور اس کے گھات لگائے رکھنے میں کون کون سے گر ہیں۔

تجلّی نور کی روایت کے مطابق ۱۵ صفر ۹۴۴ھ اور وفیات الاعلام کی روایت کے مطابق ۹۵۰ھ میں انتقال کیا۔ واللہ اعلم

۴۲۳۔ شیخ قاضی خاں گجراتی

"الشیخ الکبیر قاضی خان چشتی فتنی گجراتی المشہور بہ شیخ قادن۔ طریقت میں اکابر چشتیہ کے نقشِ قدم پر تھے مولد و منشا گجرات ہے۔ ان کے شیوخ میں شیخ علم الدین شاطبی ہیں جن کی خدمت میں مدتوں تک باریاب رہے۔ اور دوسرے مشائخ سے بھی اخذ کیا۔ جس کے بعد خود بھی شہر فتن میں مشیخیت کی مسند آراستہ فرمائی اور آپ سے بے شمار افراد فیض یاب ہوئے۔ بروز سہ شنبہ ماہ صفر ۹۲۰ھ میں اپنے شہر فتن میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (مرآۃ احمدی)

۴۲۴۔ قاضی قاضن سندھی

"الشیخ العالم الفقیہ" قاضی قاضن بن ابو سعید بن زین الدین بھکری سندھی۔ یکے از علمائے ممتاز۔ مولد و منشا بھکر۔

تعلیم حفظ القرآن کے ساتھ قرأت اور تجوید پر عبور حاصل کیا۔ فقہ و حدیث و تفسیر و تصوف و عربیت و انشاء میں ملکہ حاصل کیا۔ سیر و سیاحت کے گرویدہ تھے۔ حج و زیارت کے بعد متعدد شہروں میں گئے۔ ہر مقام کے مشائخ کی خدمت میں باریاب ہوئے جن سے تحصیلِ علم کے بعد واپس بھکر تشریف لے آئے یہ سلطان حسین والی سندھ کا دور تھا۔

جس نے انہیں شہر بھکر کی قضاۃ تفویض فرما دی۔ برسوں اس پر فائز رہنے کے بعد جب سید محمد بن یوسف جون پوری (مھدی) کے پیروؤں میں شامل ہو گئے تو سلطان نے انہیں معزول کر دیا۔ یا یہ کہ انہوں نے اپنی کبرسنی کی وجہ سے خود استعفاد دے دیا۔ جس کے بعد ان کے بھائی نصر اللہ کو ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں یہ منصب سپرد کیا گیا۔ یہ واقعات معصوم من الصفائی الترمذی نے تاریخ سندھ میں بیان کئے ہیں۔

۴۲۵ - قراحسن رومی

"الامیر الکبیر" قراحسن رومی سلمانی المجلس المنصور چنگیز خان۔ اصلاً ترکی النسل تھے۔ ۹۳۷ھ میں اپنے افسر اعلیٰ مصطفیٰ بن بہرام رومی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی سے جاپانیر میں ملاقات ہوئی۔ سلطان نے انہیں گوناگوں انعامات سے سرفراز فرمایا۔ آپ برسوں اپنے ان قدر دان کی خدمت میں رہے مگر جب سلطان ممدوح کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد محمود شاہ اس کا جانشین ہوا تو صاحب ترجمہ کو اس کا تقرب بھی حاصل ہو گیا۔ اس کے ہمراہ فرنگیوں کے ساتھ مقابلے کے لئے شہر دیو تشریف لے گئے۔ اس لشکر کا سربراہ امیر خداوند خان خواجہ صفر رومی تھے۔ اور یہ واقعہ ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء میں رونما ہوا۔ قراحسن نے سبیل اللہ میں نہایت سخت مقابلہ کیا۔ اور جب خداوند خان لڑائی میں کام آگیا تو فوجی اس کے بیٹے رومی خان خرم کی سرکردگی میں سرگرم قتال ہو گئے۔ قراحسن بھی اس میں متفق الرائے ہی تھا رومی خان نے کوشش کی کہ وہ اپنے والد کے درجہ سے زیادہ بلندی حاصل کر سکے۔ اس حرص میں قراحسن نے دشمن کے قلعہ کی ایک دیوار میں بڑا سا گڑھا کر کے اس کے اندر بارود بھر دی۔ اور اس کی اطلاع رومی خان کو کر دی۔ دشمن کی فوج نے قلعہ کے اوپر جمع ہو کر لڑنے کا عزم کر لیا۔ جونہی دشمن قلعہ کی فصیل پر یک جا ہو گئے۔ قراحسن نے فلیتہ کو آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ چشم زدن قلعہ اور دشمن کے سپاہی فضا میں پرندوں کی مانند اڑتے ہوئے دکھائی دئے۔ قراحسن نے اپنے لشکریوں کو قلعہ میں در آنے کا حکم دیا۔ لیکن بعض امرا سوچنے لگے۔ اپنی کم ہمتی یا تقاضائے بشریت۔ جس سے افسوس و ضیاع مشقت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ادھر دشمن کی قلعہ بند فوج کو گوا کے فرنگی سربراہ کی طرف سے کمک پہنچ گئی، تیس ہزار فرنگی فوج قلعہ میں داخل ہوگئی۔ قراحسن نے جملہ آلاتِ حرب اور فوج سمیت قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور اپنی فوج سے مخاطب ہوکر فرمایا:۔

"تلواروں سے کام لینے کا یہی موقعہ ہے حدیث میں آیا ہے کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے رومی خان کو ایک مورچے پر تعینات کیا۔ پھر اپنی فوج طلب کی یہ سپاہی سات ہزار کے لگ بھگ تھے اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

"بہادرو! یہی دن بخشش کا ہے۔ یہی دن رضوانِ رحمان حاصل کرنے کا ہے۔ تمہارے لئے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں وہ دیکھو حوریں اور غلمان تمہاری طرف جھانک رہے ہیں۔

اے بندگانِ خدا! آج کے بعد پھر ملاقات قیامت سے پہلے نہ ہوگی۔ سنو! جماعت کے سر پہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ دیکھو ثابت قدم رہ کر جلدی سے آگے بڑھو۔ اور صبر کے ساتھ پروردگار کی اعانت طلب کرو۔ جس کے بعد آگے بڑھنے والوں کے لئے ثواب اور ان میں سے زندہ رہنے والوں کے لئے ناموری ہے ان کے رب کی طرف سے اجس کی ملاقات اخروی پہ وہ نہایت خوش ہوں گے ـــــ یہ فرمانے کے بعد قراحسن نے آیات جہاد پڑھنا شروع کیں اور فرمایا۔

اے بندگانِ پروردگار!

فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما۔ درجات منہ و مغفرۃ و رحمۃ وکان اللہ غفورا رحیما۔

اللہ نے برتری بخشی ہے مجاہدین کو ان افراد پر جو گھروں سے نکلتے ہی نہیں۔ اور ان کے لئے اجر عظیم اور درجات بلند ہیں۔ مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اور فرمایا:۔

اے دوستو! ہم سب صحیح الاعضا۔ تندرست اور قوی ہیں۔ ہمیں چاہیئے
کہ اس بلندی پر جائیں۔ اگرچہ اس راہ میں سیڑھیاں نہیں! کہ نامردی میں شکست
اور دلیری پر حفاظت ہے۔

اس کے بعد قراحسن نے انہیں حضرت خالد بن ولید کے کارناموں کے ساتھ تحریص کرتے ہوئے سورت فاتحہ اور تکبیر پڑھی۔ جس پر تمام فوجی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر دشمن کی طرف بڑھے۔ اسی موقع پر دولت خاں اور برہان الملک نے اپنے اپنے ماتحت لشکروں کی رفاقت کی۔

ادھر فرنگی حکمران گوا مسمی بیرزی نے جس کی ماتحتی میں تیس ہزار فوج تھی۔ قلعہ کے اندر آگ جلا رکھی تھی۔ فرنگی آگ دھکا رہے تھے، فضا میں دھواں پھیل رہا تھا۔ مطلع شمس پر بھی سیاہی مسلط ہو چکی تھی۔ اسی حالت میں حزب اللہ نے تکبیر بلند کی۔ وہ غبار میں سے نکل پڑے، گویا ایک غیبی صور نے انہیں ہوشیار کر دیا۔ انہوں نے تلواروں کی چمک سے تاریکی میں روشنی پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ دشمن کی فوج میں گھس کر ان کی گردنیں اڑانا شروع کر دیں۔ جیسے شیر ان میں در آیا۔ بدنوں اور روحوں میں مفارقت بڑھاتے گئے۔ اسی طرح دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے علم تک جا پہنچے۔ باوجودیکہ مسلمان تعداد میں کم تھے مگر تقدیر نے ان کی یاوری کی۔ اس معرکہ کے اندر بارہ سو مسلمان شہید ہوئے اور ۱۷ سو فرنگی کھیت رہے۔ ان کی تعداد گیارہ ہزار سے زیادہ تھی۔ اگر برہان الملک میدان میں ڈٹا رہتا تو مسلمانوں کی حالت اور بھی بہتر ہو جاتی۔ مگر وہ تو فرنگیوں کے قلعہ سے اترنے پر ان کی بندوقوں کی باڑھ کا رخ اپنی طرف دیکھ کر اس طرح سے میدان چھوڑ گیا۔ جیسے پرندے فضا میں اڑتے ہیں۔ فرنگی اس کے تعاقب میں دوڑ اٹھے۔ آخر اسے پل پہ جا کر گھیر لیا۔ پل برباد کر دیا۔ اس کا پٹاؤ لوہے کا تھا۔ برہان الملک کے سپاہی دریا میں ڈوبتے گئے۔ ان میں رومی خان بھی تھا۔ دولت خان معرکہ کے اندر کام آیا۔ رہا قراحسن؟ وہ ایک جانے بوجھے راستے سے خندق عبور کر کے نکل آیا اور اسلامی فوج کے اندر ہی آخر میں آنے والا تھا۔ ہمراہیوں میں سے جو اس کے پیچھے نکلا وہ سلامت

۵ا سو مسلمان شہید اور ایک ہزار مجروح ہوئے۔ قراحسن کے ساتھ جو سلامت نکل آئے وہ ساڑھے چار ہزار تھے۔ قراحسن نے نودن گڑھ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جو اس (قلعہ) سے قریب ہی تھا۔ زخمیوں کا معالجہ شروع کرا دیا۔ مگر فوج کے سپاہی خزانہ نہ ہونے کی وجہ سے تتر بتر ہو گئے۔ قراحسن اسلحہ جات اور باربرداری وغیرہ لدوا کر احمد آباد آ پہنچا۔ بادشاہ نے اُسے اپنے ہاں طلب کر کے حملہ کی حکایت سنی۔ تو دونوں رو دئیے۔ آخر سلطان نے انا للہ کر کے امرائے فوج کو طلب کیا۔ اور سب کے مناصب ضبط کر کے قراحسن کو سپہ سالار مقرر کیا۔ اور بر سر مجلس اُسے منصور چنگیز خان کا خطاب دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ جو سامان حرب وہ فتح دیر کے بعد لایا ہے۔ اُسے ایک طرف رکھ دے۔ اور اپنے ماتحت بندرگاہوں کے محافظوں کو حکم دیا کہ فرنگیوں کے مراکز گھیر لئے جائیں۔ پھر اس نے ساگوان کی لکڑی جمع کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ فرنگیوں کے مقبوضہ بحری مقامات تک جانے کے لئے پل بنائے جس کی ابتدا اسوات کی طرف سے کی۔ بعدہ بھروچ و کوکہ و دمن و کمنبایت کے راستے پر پل بنوائے۔ ادھر پانچ سو فرنگی زمانہ قریب میں بھاگ نکلے۔ اُن بندرگاہوں سے جو مذکورہ بندرگاہوں کے ماسوا تھے۔ اب چنگیز خاں (صاحب ترجمہ) نے اپنے مورچے مستحکم کرنے پر توجہ مبذول کی۔ اسی سال کے اندر اس نے ایک سو مورچوں کی مرمت کرا دی۔ ان میں سے ہر ایک مورچے پر کندہ تھا "چنگیز محمود شاہ" اور اس نے اعلان کر دیا کہ ہم فرنگیوں کے تحفظ اور ان کے اموالِ تجارت کی حفاظت کی ذمہ داری سے بری ہیں خواہ وہ دیو میں بستے ہوں، ان کی رعایا میں جو مسلمان یا کافر ہیں۔ وہ اگر دیو کی طرف بھی چلے گئے ہیں۔ تو ہم ان سے بھی بری الذمہ ہیں۔ اس وجہ سے شہر دیو برباد ہو گیا۔ اور نواں گر آباد ہو گیا۔ نواں گر ہی کو قراحسن نے اپنی چھاؤنی مقرر کر دیا۔ یہاں اس نے ایک سر بفلک اور مضبوط قلعہ تعمیر کرایا ——— اس کے سوا ہم نے قراحسن کے متعلق تاریخ کے اندر کچھ اور نہ پڑھا۔

۴۲۶ - شیخ قطب الدین منیری

"الشیخ العالم" قطب الدین بن محمد حسن ابن رکن الدین بلخی منیری۔ سلسلۂ فردوسیہ کے

ممتاز شیخ بدسوں اپنے والد کی خدمت میں باریاب رہ کر مستفید ہوئے۔ اور ان کے انتقال کے بعد مسندِ مشیخیت کو زینت بخشی۔ ان سے شیخ الوبیہ یدبن عبد الملک میری اور دوسرے حضرات نے استفاضہ کیا۔

۴۲۷۔ قاضی قطب الدین کالپوی

م ۹۷۰ھ
۱۵۶۲ء

"الشیخ الصالح" القاضی قطب الدین ابن کدن بن قاضی سعد اللہ اشرف جہانی قرشی کالپوی المشہور بہ مجذوب۔ مولد و منشا چندیری جس کی بربادی کے بعد کالپی منتقل ہو گئے۔ اور یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ سکر و جذب غالب رہتا۔ مگر نماز میں غفلت نہ تھی۔ نہ یہ جانتے کہ کتنی رکعت ہو چکی ہیں۔ لوگوں پر سخت نکتہ چینی کرتے ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء میں رحلت فرمائی۔

۴۲۸۔ شیخ قطب الدین جون پوری

"الشیخ الکبیر" قطب الدین بن من اللہ ابن بہاؤ الدین عمری جون پوری یکے از مشائخ کبار چشتیہ۔ مولد و منشا جون پور اپنے والد کے حضور باریابی سے علم و عرفان کی دولت بے حساب حاصل ہوئی۔ اور اجازہ ملا۔ شیخ عبد القادر از پدرش شیخ مبارک بن امجد علوی الحسینی اور ان کے بھائی سید اجمل ابن امجد ولد شیخ صدر الدین محمد الحسینی البخاری الاُچی۔ اور جب مرتبہ اور کمال پر فائز ہوئے تو اپنے والد کی مسند آراستہ فرمائی۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔

وفات ۲۰ ر ماہ رمضان المبارک کو رحلت فرمائی۔ قبر جون پور میں اپنے والد کی تربت کے جوار میں بنائی گئی۔ (گنج ارشدی)

۴۲۹۔ مولانا قطب الدین سرہندی

"الشیخ الفاضل العلامۃ" قطب الدین حنفی سرہندی ہندوستان کے علمائے مشہورین سے تھے۔ تدریس و افادہ عمر بھر فرمایا۔ جس سے بے شمار افراد منتفع ہوئے۔ ازاں جملہ دریبات

میں شیخ حمید الدین عبد الحمید بن عبد القدوس گنگوہی ہیں۔ سرہند ہی میں انتقال ہوا اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۴۳۰۔ شیخ قطب الدین گجراتی

"الشیخ الصالح" قطب الدین الذاکر نہروالی گجراتی المشہور بہ قطب جہاں یکے از مشائخ کبار علاقۂ گجرات۔ ان کے ابتدائی تلامذہ میں شیخ ولی محمد اور شیخ لشکر محمد ہیں۔

ان کے مکتوبات میں حقائق و معارف کا ایک دریا بند ہے۔

۴۳۱۔ الشیخ قطب الدین جون پوری

م ۹۲۵ھ / ۱۵۱۹ء

"الشیخ الکبیر المعمر" قطب الدین بن شیخ ابن العلاء العمری سرہرپی۔ جون پوری۔ طریقۂ قلندریہ کے امام۔ سن ولادت ۸۷۶ھ / ۱۴۸۸ء۔ بچپن ہی میں نگاہ کھو بیٹھے۔ جس کے بعد ان کا لقب "بیناول" پڑ گیا۔

شیوخ نجم الدین ابن نظام الدین بن نور الدین المبارک الدہلوی المعمر بہ دو صد سال، از شیخ خضر رومی المعمر بہ سہ صد سال و پنجاہ سال و از شیخ عبد اللہ علمبردار الصالحی الملی المعمر بہ شش صد سال۔ یہ (عبد اللہ) اصحاب صفہ میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امام علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔

مندرجہ ذیل شیوخ سے ان کے اجازے منقول ہیں۔

۱۔ قادریہ میں شیخ نجم الدین سے

۲۔ سہروردیہ میں شیخ شمس الدین ظفر آبادی سے

۳۔ فردوسیہ میں شیخ حسین بن معز بلخی

حتیٰ کہ وہ خود سالکین مرتاضین کی صف میں آ پہنچے۔

مرید ان کے ان کے بیٹے محمد م ۹۳۰ھ اور داماد فضل اللہ بن نصیر الدین قطبی حسنی بہاری

اور دوسرے حضرات ہیں۔

وفات | ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء ۔ (الانتصاح)

۴۳۲۔ شیخ قمیص القادری سادھوروی

م ۹۳۲ھ/۱۵۲۵ء ۲۷ ذی القعدہ

"السید الشریف" قمیص بن ابی الحیات بن محمود بن محمد بن احمد بن داؤد بن علی بن ابی صالح نصر بن عبدالرزاق بن عبدالقادر جیلانی سرزمین ہند کے مشہور مشائخ سے تھے۔ بنگال سے آکر محصر آباد دہلی میں پہنچے۔ شیخ عالم نصراللہ دہلوی نے اپنی صاحبزادی ان کے حبالۂ عقد میں دے دی۔ اور انہوں نے یہیں سکونت اختیار کرلی۔

ان کے مرید | شیخ عبدالرزاق دہلوی المعروف بہ بہلول اور دیگر بے شمار علماء و شیوخ۔

وفات | ۳ ذی القعدہ ۹۹۲ھ بنگال میں پائی۔ مگر جسد خضر آباد لاکر سپرد لحد کیا گیا (اخبار الاخیار)

۴۳۳۔ القاضی کاشانی سندھی

"الشیخ الفاضل" یکے از علمائے کبار۔ جن کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ ان کا ذکر نہاوندی نے مآثر میں کرتے ہوئے فرمایا ہے "وہ کاشان سے سندھ آئے۔ اور یہاں کے اُمرا و ملوک نے بڑی آؤ بھگت کی۔ جس سے یہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ درس و افادہ عام تھا۔ کئی علما نے آپ سے استفادہ کیا۔"

۴۳۴۔ شیخ کبیرالدین جون پوری

م ۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء ۸ شعبان

"الشیخ الصالح" کبیرالدین ابن جہانگیر جون پوری یکے از مشائخ مشاہیر در معرفت فقہ و تصوف۔ زہد و قناعت و توکل و ایثار کا مجسمہ تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد جب عمر

۱۷سال کی تھی پڑھنا شروع کیا۔ اور بحث و مناظرہ کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ ہر ایک کے اندر مرتبہ کمال پہ آپہنچے۔ جون پور میں مسندِ مشیخت پر فائز ہوئے۔ کئی علما نے آپ سے استفادہ فرمایا۔

وفات ۲۸ ماہ شعبان ۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء بعمر ۶۳ سال۔ مدفن جون پور (گنج ارشدی)

۴۳۵۔ شیخ کبیر الدین قنوجی ؒ

م ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء

"الشیخ الصالح" کبیر الدین بن قاسم سلیمانی پشاوری ثم قنوجی۔ یکے از مشائخ کبار۔ مولد و منشا قریہ مدلی از مضافات پشاور تحصیل علم کے لئے سفر کیا۔ اور اُس دور کے اساتذہ و شیوخ سے علوم ظاہر و طریقت دونوں میں استفادہ کرنے کے بعد قنوج میں سکونت اختیار کر لی وہیں جمعرات کے روز ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (مہر جہاں تاب)

۴۳۶۔ شیخ کبیر الدین ملتانی

م ۹۹۵ھ/۱۵۸۶ء

"الشیخ العالم الصالح" کبیر الدین القرشی الملتانی از اولاد شیخ کبیر ابو محمد بہاؤ الدین زکریا قرشی سہروردی۔ آپ صاحب سجادہ تھے۔ تمام لوگ ان کی ولایت و منزلت پر متفق تھے (بدایونی) دلاوری کا یہ عالم کہ ایک ہزار گھڑ سوار دشمنوں کا ایک دن میں مقابلہ کر سکتے تھے۔ ان کی آنکھیں شب بیداری اور اشتغال قلبی کی وجہ سے ہر لحظہ سُرخ رہتیں۔ گویا کوئی نشہ آور شے پی رکھی ہے۔ شیخ موسےٰ ابن حامد اُچی ان کی اس حالت کو ان کی شراب نوشی کا اثر قرار دیتے۔ الٰہی شیخ موسیٰ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے انہیں فتح پور میں امیر حسین خان کے ہاں دیکھا تو ظاہر میں ان کے بشرے سے واقعی ہیبت ٹپکتی تھی۔

۹۹۴ھ یا ۹۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ اور ملتان میں اپنے اسلاف کے مقبرہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۴۳۷۔ مولانا کریم الدین سندھی

م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء

"الشیخ الفاضل" کریم الدین سندھی۔ نحو و لغت و فقہ و اصول و منطق و حکمت میں ممتاز المعاصرین۔ مرزا باقی والی سندھ کا زمانہ پایا۔ مشغلہ تدریس تھا۔ لباس تقوے سے ملبوس تھے (نہاوندی در مآثر)

۴۳۸۔ مولانا کمال الدین کالپوی

م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء

"الشیخ الصالح" کمال الدین بن سلیمان قرشی کالپوی۔ ثم المندوی۔ یکے از مشائخ طریقت مولد و منشا کالپی۔ مرید شیخ ارغون مداری از شیخ رکن الدین ابن ہدایت اللہ منیری۔ شیخ ارغون ہی سے اجازہ حاصل ہوا۔ مندو میں سکونت پذیر ہو گئے اور درس و افادہ شغل فرمالیا۔ ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء میں مندو ہی میں سپرد خاک ہوئے (گلزار ابرار)

۴۳۹۔ مولانا کمال الدین جہرمی

"الشیخ الفاضل الکبیر" کمال الدین ابن فخر الدین جہرمی بیجاپوری۔ یکے از علمائے مشہورین ان کی تصانیف میں البراہین القاطعہ ترجمہ الصواعق المحرقۃ (فارسی) ہے۔ یہ ترجمہ انہوں نے ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء میں دلاور خاں بیجاپوری وزیر کے حکم سے کیا۔

۴۴۰۔ مولانا کمال الدین ملیباری

م ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء ماہ رجب ۲۷ تاریخ

"الشیخ العالم الصالح" کمال الدین ابن محمد بن علی الحسینی الہمدانی المشہور بہ ملیباری مولد قصبہ خوشاب۔ وہیں کے علما سے پڑھا۔ حجاز جاتے ہوئے ملیبار میں پہنچے تو وہاں کا بادشاہ ان کے

ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ بعدہ آپ نے سفرِ حرمین کیا۔ اور حج و زیارت سے فارغ ہو کر بلیبار میں کچھ عرصہ قیام کے بعد سوات کو اپنا مسکن بنالیا۔

آپ صالح و باوقار اور صاحب مقامات قدسیہ تھے۔ بے شمار مخلوق نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۲۷ رجب ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء کے روز سوات میں سپردِ خاک ہوئے (الحدیقہ)

۴۱۳۔ شیخ کمال الدین خیر آبادی

م ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء

"الشیخ الصالح" کمال الدین بن محمود قدوائی خیر آبادی یکے از مشائخ چشتیہ۔ اپنے والد از شیخ سعد الدین خیر آبادی سے مستفیض اپنے والد کی رحلت کے بعد مسندِ ارشاد مزین فرمائی۔

وفات ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء بعمر ۵۳ سال (در البیدالوالہ فی مہر جہاں تاب)

۴۱۴۔ شیخ کمال الدین بلگرامی ؒ

"الشیخ الفاضل" کمال الدین بن اکرم صدیقی بلگرامی یکے از مدرسین باکمال۔ یہ تذکرہ علامہ غلام علی حسینی بلگرامی نے مآثر الکرام میں ان کی مدح اور علم میں متبحر کے سلسلہ میں کیا ہے مع ایں الفاظ کہ "وہ علوم عربیہ و معارف حکمیہ میں ممتاز الاقران تھے۔ نسخ میں متداول کتابیں نہایت دلآویز انداز میں نقل اور ان پر اپنی طرف سے مفید حواشی لکھنے۔ یہ ان کے احسانات بعد والوں پر ہیں۔ جو ان کے مکتوب پڑھتے ہیں اور یہ سلسلۂ احسان میرے زمانے تک ممتد ہے"۔

کثیر العبادت اور محسنِ خاص و عام تھے ماورا ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء تک تو زندہ تھے مگر اس کے بعد ان کا انتقال کب ہوا افسوس ہے کہ مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔

۳۴۳۔ شیخ کمال الدین کیتھلی

م ۹۷۱ھ
۱۵۶۳ء

"الشیخ الاجل" کمال الدین کیتھلی، یکے از مشائخ کبار طریقہ قادریہ۔ ان کے شیوخ سیّد فضیل از سیّد گدا رحمان از سیّد شمس الدین العارف از سیّد گدائے رحمان بن ابوالحسن از شمس الدین صحرائی از سیّد عقیل از سیّد بہاؤالدین از سیّد عبدالوہاب از سیّد شرف الدین قتال از سیّد عبدالرزاق از والدش امام طریقہ ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی سے روحانی طور پر بے حد فیوض حاصل کئے۔

ان کے مرید | شیخ عبدالاحد سرہندی و شیخ سکندر بن عماد کیتھلی نبیرہ شیخ کمال ہیں۔ شیخ عبدالاحد سرہندی نے انہیں اپنی صغرسنی میں دیکھا۔ اور شیخ سرہندی نے انہیں بشارت دی۔

وفات | ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں پائی (الیدالوالہ در مہر جہاں تاب)

۳۴۴۔ شیخ لشکر محمد برہان پوری

م ۹۹۳ھ
۱۵۸۵ء

"الشیخ الاجل" لشکر محمد بن راجن بن پیر بن رکن الدین قریشی بجاپانیری گجراتی ثم برہان پوری یکے از مشائخ عشقیہ شطاریہ۔ مولد مہلاسہ در سرزمین گجرات۔ ۹۰۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ عمر کا کچھ حصہ فنون حربیہ حاصل کرنے میں گزارا۔ اور لشکر میں ملازم ہو گئے جس میں سلاطین و امرا کی خدمت کی۔ پھر یک طرف ہو کر قاضی محمود بیر لپوری کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان سے

سلہ ۲ے یہ دونوں دو نفوس ہیں۔

کچھ پڑھنے کے بعد قطب الدین ذاکر سے پڑھا۔ اب سید محمد غوث گوالیری مؤلف کتاب "الجواہر الخمسہ" کے ہاں گجرات میں ۹۵۱ھ کے اندر باریاب ہوئے۔ اور کتاب ہدایۃ الفقہ قاضی محمود موربی سے پڑھی۔ جس کے بعد گجرات میں ارشاد و تلقین کی مسند آراستہ فرما دی۔ تیس سال تک یہاں مصروف رہنے کے بعد برہان پور میں ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں چلے آئے جہاں ان سے شیخ عیسےٰ بن قاسم سندھی برہان پوری کے سوا بے شمار افراد نے پڑھا۔

وفات ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں پائی۔ ایک صاحب نے لشکر محمد عارف سے تاریخ وفات متخرج فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۵۹۴۔ شیخ مبارک بنارسی

م ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء

"الشیخ العالم المحدث" مبارک بن ارزانی العمرانی البنارسی۔ یکے از علمائے کبار در علوم حدیث۔ شیر شاہ سوری اور ان کے فرزند سلیم شاہ کے عہد میں وزارت پر مامور تھے اور برسوں اس منصب پر فائز رہے۔ اصل وطن رہتک تھا۔ جہاں سے ان کے اسلاف منتقل ہو کر بنارس کی جنوبی جانب قریہ بکھرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان کے والد ارزانی کی قبر اسی مقام میں ہے وہ سید نا عمر بن الخطاب کی ذریت سے تھے۔ مبارک نے ۹۸۰ھ میں رحلت فرمائی۔

تصنیف مدارج الاخبار در حدیث۔ امام صغانی کی مشارق الانوار کو المصابیح کے نہج پر فصلاً فصلاً مرتب فرمایا۔ یہ کتاب ماہ رجب ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء میں مرتب فرمائی (گنج ارشدی)

۵۹۶۔ شیخ مبارک جائسی

"السید الشریف" مبارک بن بلال بن الحاج القتال بن احمد ابن عبد الرزاق حسنی الاشرفی الجائسی۔ یکے از کبار چشتیہ، مولد و منشا جائس در صوبہ اودھ۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے

والد اور دوسرے علما سے پڑھا۔ والد کی زندگی ہی میں درس وافادہ پر معروف ہو گئے۔ اور ان کی زندگی ہی میں درس وافادہ پر معروف ہو گئے۔ اور ان کی رحلت کے بعد جب مسند تلقین آراستہ فرمائی۔ تو بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ ان کے ہاتھ پر اودھ کے لاتعداد کسان مسلمان ہوئے۔ ملک محمد جائسی مؤلف پدماوت ان کے شاگرد تھے۔

۴۴۷۔ شیخ مبارک جون پوری

م ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء —— ۱۴ر شوال

"الشیخ الفاضل" مبارک بن خیر الدین محمدی ماہلی جون پوری۔ از ذریت شیخ صدر الدین قریشی ظفر آبادی۔ جہاں سے ان کے والد قریہ ماہل نزد جون پور میں منتقل ہو گئے اور یہاں آپ خیر الدین پور کے نام سے ایک موضع بنوا کر اس میں بس گئے۔

شیخ مبارک نے کچھ درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ بعد ازاں جون پور آکر وہاں کے اساتذہ سے اکتساب کیا۔ طریقت میں پہلے پہل اپنے والد سے مستفیض ہوئے۔ پھر شیخ علی بن قوام الدین شطاری جون پوری کی خدمت میں برسوں باریابی کے بعد استفادہ فرمایا۔ انہی شیخ نے انہیں محمدی لقب سے نوازا۔ آپ نے مسند مشیخت آراستہ فرمائی۔ خود کو زہد و تقوے سے مزین فرمایا۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۴ر شوال ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء میں جون پور میں وفات پائی ایک صاحب نے تاریخ وفات "فخر زمانہ" سے مستخرج کی (تجلی نور)

۴۴۸۔ قاضی مبارک گوپامئوی ؒ

"الشیخ العالم الفقیہہ" قاضی مبارک ابن شہاب الدین بن العلاء عمری گوپامئوی۔ از ذریت شیخ مبارک اولیاء ناصحی بلخی۔ مولد گوپامئو۔ گہوارہ علم و طریقت میں پروان چڑھے۔ شیخ نظام الدین امبیٹھوی سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں مدت تک باریاب رہے۔ شیخ ان سے بے حد محبت

کرتے (از قاضی مصطفےٰ علی خاں در تذکرۃ الانساب)

اور قاضی عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ "قاضی مبارک صاحب "حالاتِ سنیہ ومقامات قدسیہ" پر فائز ہونے کے ساتھ درس وافادہ میں مصروف رہتے - شیخ عبدالوہاب بن ابوالفتح اکبرآبادی و شیخ محی الدین حسینی کے علاوہ بے شمار انفاس آپ سے مستفیض ہوئے گویا منصو کی قضاۃ بھی آپ کے سپرد تھی۔

۴۴۹- شیخ مُبارک جھنجھانوی

"الشیخ الفقیہہ الزاہد" مبارک بن عبدالمقتدر بن فاضل علوی جھنجھانوی ثم جون پوری المشہور بہ بالادست - شیخ عبدالرزاق کے چچا اور رضاعی بھائی تھے، طریقت میں شیخ علی بن قوام الدین شطاری جون پوری کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر کامیاب ہوئے - فقر کے بلند مقامات تک دسترس حاصل کر لینے کے بعد آپ کا لقب "بالادست" پڑ گیا۔

۴۵۰- شیخ مُبارک سندیلوی

م ۹۷۰ھ
۱۵۶۲ء

"الشیخ العالم الصالح" مبارک بن الحسین بن عین الدین ابن علیم الدین بن علاؤ الدین بن محمد بن نور بن احمد بن محمود الحسنی نقوی شیورانی سندیلوی - یکے از مشاہیر علم و معرفت، تلمیذ و مرید شیخ سعدالدین خیرآبادی - مدتوں ان کی خدمت میں باریاب رہے - بعد ازاں شیخ سالار بن بہاء الدین کوروی کے حضور پہنچے - خرقۂ خلافت عطا ہوا - شیخ نظام الدین امیٹھوی اور دوسرے اکابر کی صحبت سے بہرہ مند ہوئے - عالم کبیر تھے، فتوے میں حرفِ آخر ان کا ہوتا - سندیلہ میں مسندِ تدریس آراستہ فرمائی اور مندرجہ ذیل حضرات نے آپ سے پڑھا۔

سید صفی الدین حسینی - شیخ بدر الدین سرہندی - شیخ اللہ داد بلگرامی اور دوسرے علماء و مشائخ۔

وفات | قصبہ سندیلہ کے اندر ۹۷۰ھ میں ہوئی (بحر زخار)

۴۵۱۔ شیخ مبارک گوالیری

"الشیخ الفاضل العلامۃ" مبارک بن ابی المبارک شطاری اودھی ثم الگوالیری المشہور بالفاضل۔ قدیم وطن بانگرمئو در صوبۂ اودھ۔ یہی مولد و منشا تھا۔ اساتذہ عصر سے پڑھ کر شیخ محمد غوث گوالیری سے طریقۂ عشقیہ شطاریہ میں بیعت ہوئے۔ اور گوالیار ہی میں اقامت اختیار کر لی۔ معقول و منقول دونوں میں متبحر تھے۔ شیخ محمد غوث کے زاویہ میں چالیس سال تک درس و افادہ میں مصروف رہے۔ شیخ عبدالواحد مندسوری، شیخ عبداللہ بن بہلول سندیلوی ثم الگجراتی اور دیگر بے شمار حضرات آپ سے مستفیض ہوئے۔

۴۵۲۔ مولانا مبارک سندھی

م ۹۷۸ھ
۱۵۷۰ء

"الشیخ العالم الفقیہ" مبارک ابن ابو المبارک باتری سندھی۔ درس و افادہ میں مہرۃ الفن مولد و منشا سندھ۔ شیخ عباس ابن جلال سندھی سے پڑھا۔ جن کے حضور مدت تک باریاب رہ کر فقہ و اصول و کلام و عربیت میں باکمال ہوئے۔ مسلسل سفر نے انہیں احمد آباد پہنچا دیا۔ یہاں مسجد ناصر الملک کے اندر برسوں درس و افادہ فرمایا۔ پھر برہان پور تشریف لے آئے۔ اور جیوپڑہ موضع میں ایک مدت تک درس دیا۔ یہاں سے ان کی شہرت برار تک پہنچی۔ ایلچ پور کے وزیر تفال خاں نے تدریس پر تعینات کر دیا۔ ایک مدت کے بعد گجرات لوٹے۔ اور شیخ لشکر محمد عارف سے درس طریقت حاصل کر کے پھر برہان پور تشریف لائے۔ شیخ طاہر بن یوسف سندھی سے رسم مروت جو تھی تو انہوں نے آپ کے برہان پور میں ورود پر آپ کی ثقاہت تلف فرمائی۔

تلامذہ | شیخ عیسٰے بن قاسم سندھی نے جملہ علوم برہان پور کے اندر اقامت کے دور میں پڑھے

وفات برہان پور ہی میں ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء میں فرمائی۔ اور شیخ ابراہیم بن عمر سندھی کے مقبرہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۴۵۳۔ شیخ مبارک اموری

م ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء تقریباً

"الشیخ الفقیہہ" المعمر مبارک بن ابو المبارک حنفی الاموری۔ یکے از زہاد۔ اپنے ہاشمی النسل ہونے کا دعوےٰ کرتے۔ جس کی وجہ سے انہیں پٹھانوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوگئی۔ سلطان سلیم شاہ سوری ان کی مجلس میں حاضر ہوکر برکت کا خواہاں رہتا۔ اور ان کے نعلین اٹھاکر ان کے آگے رکھتا۔ شیخ عبدالقادر بدایونی نے ان کا زمانہ دیکھا ہے۔ اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور بدایونی نے لکھا ہے کہ جب شیخ سلیم بن بہاؤالدین چشتی سیکروی۔ پٹھانوں کے ہاتھ اسیر ہوکر قلعہ رنتھبور میں محبوس ہوئے۔ تو شیخ مبارک کی سفارش پہ انہیں رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد شیخ سلیم دوسری مرتبہ مکہ مبارکہ چلے گئے۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ میں نے انہیں ۹۸۷ھ میں دیکھا اور اسی سن سے قریب ان کی رحلت ہوئی۔ عمر انہوں نے نوے سال پائی۔

۴۵۴۔ شیخ محب اللہ سدھوری

"الشیخ العالم الصالح" محب اللہ بن خواجگی بن علی بن خیر الدین بن نظام الدین انصاری ہروی ثم الہندی السدھوری (یہ قصبہ اودھ میں ہے) جو مولد و منشا ہے شیخ کا۔ برسوں اپنے والد کے ملازم خدمت رہ کر علم و طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور ان کی وفات کے بعد مسند ارشاد و تلقین آراستہ فرمائی۔ اپنے گرد و نواح میں فقہائے معتبرین میں شمار ہوتے تھے اور بے شمار افراد آپ سے مستفیض ہوئے۔

۴۵۵۔ شیخ محبّ اللہ مانک پوری

م ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء

"الشیخ العالم الصالح" محبّ اللہ حنفی مانک پوری یکے از مشائخ علم و طریقت۔

ان کے شیوخ
۱۔ شیخ فضل اللہ جن کی خدمت میں برسوں رہے۔
۲۔ شیخ احمد بن عبد الاحد عمری سرہندی امام طریقہ مجددیہ۔ برسوں ملازم حضور رہ کر حاصل کیا۔

یہاں سے اپنے وطن مراجعت فرما ہوئے۔ کچھ مدت مانک پور رہ کر اپنے شیخ کے حکم سے الٰہ آباد آئے اور یہیں طرح اقامت ڈال دی۔

آپ علمائے عاملین اور عباد اللہ الصالحین سے تھے ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں رحلت فرمائی (السید الوالد در مہر جہاں تاب)

۴۵۶۔ شیخ محمدّ بن ابراہیم بہاری

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن ابراہیم بن احمد بن الحسن بن الحسین عمری۔ بلخی بہاری المشہور بہ درویش از مشائخ فردوسیہ۔ مولد و منشا قصبہ بہار۔ اپنے والد اور عم بزرگوار دونوں سے برسوں میں اکتساب فرمایا بعد ازاں خود ارشاد و تلقین پر راغب ہوگئے، شیخ بدن اور دوسرے علما و صلحا آپ سے مستفیض تھے

۴۵۷۔ شیخ محمدّ بن ابراہیم ملتانی ؒ

م ۹۳۵ھ / ۱۵۲۸ء یوم العید الشوال۔

"الشیخ العالم" ابو الفتح شمس الدین محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ الربیعی الاسماعیلی الملتانی ثم احمد آبادی یکے از مشائخ کبار۔ مولد احمد آباد بیدر بزمانۂ ہمایوں شاہ "ظالم بہمنی"

یشخ حسن جمیلی اور دوسرے مشائخ وقت سے مستفیض ہوئے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی روحانی طور پر اکتساب فرمایا۔ خرقہ آپ نے شیخ بہاؤ الدین عطاء اللہ شطاری جنیدی سے حاصل کیا اور بعد ازاں احمد آباد ہی میں ارشاد و تلقین پر مائل ہو گئے۔ آپ آپ مقامات علیہ اور کرامات جلیہ سے فائز تھے۔ اور لوگوں کو راہ راست پر لاتے یہ دستور تیس سال تک رہا۔ اولاد کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ ۷۰ سال کی عمر میں بروز عید الفطر ۹۳۵ھ/۱۵۴۸ء میں رحلت فرمائی۔ بیدر میں اب تک ان کا مزار بہت شہرت رکھتا ہے۔ (السید الوالہ)

۴۵۸۔ شیخ محمدؒ بن احمد الفاکہی

م ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" محمد بن احمد علی الحنبلی الفاکہی المکی۔ ابو السعادت گجراتی یکے از علمائے کبار (حضرمی در النور السافر) فرماتے ہیں کہ "آپ ۹۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تمام علوم پر دسترس تھی۔ آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ پڑھی۔

ان کے شیوخ

۱۔ شیخ الکبیر المحقق العلامہ ابوالحسن بکری۔
۲۔ شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی۔
۳۔ شیخ محمد ابن الحطاب از متاخرین مکہ معظمہ (حضرموت و زبید اور دوسرے بے شمار اساتذۂ وقت۔

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جن حضرات سے اکتساب کیا اور انہیں ان سے اجازہ بھی ملا۔ ان کی تعداد نوّے ہے۔ اور جو کتابیں سبقاً پڑھیں ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کتابیں تو انہیں زبانی یاد تھیں۔ یعنی اربعین[۱] نوویہ، عقائد[۲] نسفیہ، المقنع[۳] در فقہ حنابلہ۔ جمع الجوامع[۴] در اصول فقہ، الفیہ[۵] ابن مالک (در نحو) تلخیص[۶] المفتاح (در معانی و بیان) شاطبیہ[۷] در قرآت۔

نور العیون (در سیر مولفہ ابن سیّد الناس) آپ قرآن حکیم کے جیّد حافظ تھے اور قرأت سبعہ سے اُسے پڑھ سکتے تھے۔

تصانیف نظم ونثر دونوں میں کئی مفید رسالے لکھے۔ از اں جملہ
۱۔ تفسیر آیۃ الکرسی
۲۔ شرح مختصر الانوار المسمی بہ نور الابصار (فقہ شافعیہ)
۳۔ رسالہ (لغت)
۴۔ باب السلاطین۔ ضخیم مجلد۔
۵۔ اپنے زمانہ میں شہرت وعزت کے اوج کمال کو پہنچے۔ حضرمی کہتے ہیں میں نے ان سے سُنا۔ کہ

"اللہ کے ساتھ اُنس گویا ایک نور ہے پھیلا ہوا۔ اور لوگوں کے ساتھ اُنس جیسے زہر قاتل ہو"

ان کے عجائب واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں" میں ایک وزیر کی مجلس میں پہنچا۔ تو استفہام انکاری پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک عالم نے فرمایا اس کی مثال آیۂ قرآن۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ہے۔ جس کے ساتھ ممدوح نے مجھے تعریضاً اس کا مصداق گردان دیا۔ میں نے اصل مدعا پالیا۔ اور معترض کی طرف مخاطب ہو کر کہا:۔ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون:۔ یہ سن کر وہ صاحب شرمندہ ہو گئے۔ حضرمی فرماتے ہیں کہ میرے والد انہیں (فاکہی کو) شیخ الاسلام کہتے۔ وہ بڑے فیاض تھے۔ بعضوں نے تو یہاں تک کہا کہ ان سے زیادہ سخی ہم نے دیکھا ہی نہیں۔ (ایک صاحب نے فرمایا کہ اشراف اور ـــــ عرب میں سے جو کوئی ہندوستان وارد ہوا۔ ان کے احسان سے محروم نہ رہا۔ وہ

اپنے پاس حبّہ بھی نہ رکھتے۔ اسی عادت کی وجہ سے بہت زیادہ قرض دار رہتے۔ ان کا مزاج تیز تھا لیکن عوام کے ساتھ متواضع رہنے کی شدّت پر لوگ انہیں خوشامدی تک کہہ دیتے۔
آلِ علی کے متعلق ان کا حسنِ اعتقاد مبالغہ کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ اس بنا پہ وہ ان کو دیکھنے کے لئے حضرموت گئے۔ جہاں اس قبیلہ کے کچھ لوگوں سے ملاقات پہ ان کی مالی مدد کر کے ہندوستان آئے۔ اور کچھ مدت یہاں قیام کے بعد پھر اپنے وطن مکہ مشرفہ گئے۔ (۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء) حج و زیارت کے بعد اگلے سال کا حج کرنے کے بعد ۹۶۱ھ ۱۵۵۴ء میں واپس ہندوستان آگئے اور کچھ مدت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی رحلت پہ ان کے دوست شیخ عبداللطیف الدبیر نے یہ قصیدہ کہا ؎

اے علامۂ دہر اور عالم فردا! تیرے علو کے سامنے چاند بھی فروتر ہے تو وہ ہے جس کا رتبہ صبح کی مانند چمک رہا ہے۔ اور اس روش سے تمام ربع مسکون منوّر ہوا۔ اور دنیا نے اس پہ فخر کیا۔
اور اے علم کے بحرِ بے پایاں! تیرے حسنِ سلوک سے ہر مانگنے والا تیری نیکی کا مداح ہے اور دنیا جہان کے وہ میوے تجھے حاصل ہیں جو اہلِ ثروت کو نہیں مل سکتے۔ تمام دنیا کے علوم تیری خوشبو سے پھیل گئے ہیں۔
اے ابو السعادات اور خوبیوں کی اصل! ان دونوں کے ماں باپ سے اس قسم کی خوشحال اولاد پیدا ہوئی جو زمانے کو میسّر ہے۔
گجرات اُس سے مفتخر ہوا۔ جب اُس نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اب اگر تو بھی اس پہ فخر کرنا چاہیئے۔ تو تجھے یہ حق حاصل ہے۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۹۹۲ھ ۱۵۸۴ء کے روز داعی اجل کو لبیک کہا اور احمد آباد ہی میں آسودۂ لحد ہوئے (النور السافر)

۵۹۸۔ شیخ محمدؒ بن احمد نہروالی

"الشیخ العالم المحدّث" محمد بن احمد بن محمد بن محمود حنفی نہروالی مفتی قطب الدین بن علاء مکّی مولف کتاب "الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام" حدیث و فقہ میں ممتاز تھے۔ اور الشائ شعر میں فرد تھے۔

وہ ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء میں لاہور پیدا ہوئے اور اپنے والد سے پڑھ کر مکہ مشرفہ روانہ ہو گئے۔ جہاں ان حضرات سے اکتساب کیا۔

۱۔ خطیب المعمّر احمد بن محب الدین بن ابوالقاسم محمد النویری مکّی۔

۲۔ محدّث یمن وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی الربیع شیبانی الزبیدی

۳۔ شیخ شہاب الدین احمد بن موسےٰ بن عبدالغفار مغربی الاصل ثم المصری

نزیل حرمین از والدش و از شیخ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن الحطاب المالکی اور اُن کے والد ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن سے۔

اب وہ ۹۴۳ھ/۱۵۳۶ء کے اندر مصر چلے گئے اور وہاں ان حضرات سے مستفید ہوئے۔

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب عباسی المتوکل علی اللہ متوفی ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء۔ یہ واقعہ خود صاحب ترجمہ نے تاریخ مکہ میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سفر مصر میں ان سے پڑھنے کے لئے ۹۴۳ھ کے اندر ملاقات کی۔ چہ جائے کہ اس وقفہ میں مصر کے اندر علمائے اعلام سے ہر طرف ایسی برکت پھیل رہی تھی۔ گویا یہ شہر چاند اور سورج کا گہوارہ بنا ہوا ہے ۔

اور جب یہ دور گزر گیا تو یہ شہر صرف ایسے خوابوں کا گہوارہ ہو کر رہ گیا

اور تاریخ مکہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے طریقہ تصوف علاؤ الدین کرمانی نقشبندی م ۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء سے حاصل کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے قبل وہ ان سے مستفید ہوئے

ہوں گے۔

صحیح بخاری کی سند و اجازہ میں انہیں جو علوِ سند حاصل ہے۔ میرے اندازے میں وہ علو کسی اور کو حاصل نہیں۔ بایں وجہ کہ

وہ اپنے والد شیخ علاؤ الدین احمد بن محمد نہروالی سے روایت کرتے ہیں اور وہ روایت کرتے ہیں حافظ نور الدین ابو الفتوح احمد بن عبداللہ طاؤسی شیرازی سے۔

اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ معمّر بابا یوسف ہروی سے۔

اور وہ روایت کرتے ہیں محمد بن شادبخت فارسی فرغانی سے۔

اور انہوں نے سماع کیا ہے شیخ ابو لقمان یحیٰی بن عمار بن مقبل بن شاہان ختلانی سے۔

اور انہوں نے سماع کیا ہے محمد بن یوسف فربری سے اور انہوں نے سماع کیا ہے امام بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ سے۔

ختلانی قطعف الثمر میں لکھتے ہیں۔

بعض فہرست نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ قطب الدین نہروالی (یعنی صاحب ترجمہ) نے اگر صحیح بخاری کی روایت

۱۔ حافظ نور الدین ابو الفتوح طاؤسی سے اپنے والد کے واسطہ کے بغیر بھی کی تو اس سے ان کے اور بخاری کے درمیان آٹھ واسطے رہ گئے۔

پس امام بخاری کی ثلاثیات بارہ واسطوں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حافظ ابن حجر سے بطریق اجازہ یہ ثلاثیات سنیں۔ اس سند میں حافظ ابن حجر اعلیٰ ہیں باعتبار اجازہ کے۔ جن کے بعد امام بخاری تک ۶ واسطے اور رہ جاتے ہیں ــــــ

پس میں نہیں جانتا اس سند سے اعلیٰ کوئی اور سند ہو۔ لیکن ہمارے شیخ عبدالخالق زجاجی اپنی کتاب نزہتہ ریاض الاجازہ میں لکھتے ہیں کہ:-

اس سند تک حافظ ابن حجر عسقلانی اور سیوطی کی رسائی بھی نہیں ہوئی، کیونکہ وہ دونوں تو مصر میں رہتے تھے۔ اور حافظ ابوالفتوح ـــــ مذکور الصدر ۸ ویں صدی کے ہیں جو خراسان عجم کے شہر بارفوۃ میں رہتے۔ اور زہد و صلاحیت میں بہت ممتاز تھے۔ انہوں نے صحیح بخاری محمد بن شادبخت فرغانی سے سنی۔ مگر یہ سلسلہ سند حرمین کے شیوخ سے ہمارے شیوخ الاشیاخ تک پہنچتا ہے یعنی شیخ المعمر عبداللہ بن سعد لاہوری نزیل مدینہ منورہ۔ انتہیٰ
میں کہتا ہوں کہ شیخ قطب الدین کا ترجمہ قاضی شوکانی (محمد بن علی) نے اپنی کتاب البدر الطالع میں کیا ہے بایں الفاظ کہ "آپ اشراف کے لئے خطوط لکھ دیتے۔ وہ نہایت فصیح عربی جانتے۔ جس کا اندازہ ان کی کتاب البرق الیمانی فی فتح العثمانی سے ہوسکتا ہے۔ ان کی تالیفات میں الاعلام فی اخبار بیت اللہ الحرام بھی ہے۔
نیز وہ ترکوں کے نزدیک عالی منزلت رکھتے۔ ان کے اجداد میں سے جو بھی مکہ معظمہ آتا شیخ قطب الدین ادائے مناسک میں نہ صرف اس کی معیت میں رہتے بلکہ کسی اور کا ان کے ساتھ رہنا پسند نہ کرتے۔ اور ان کے یہ بزرگ ان کو اپنی طرف سے عطایا بھی پیش کرتے جو وہ ضرورت مند ان کو عنایت کرتے یا عمدہ کتابیں خرید لیتے۔ ان کے پاس ایسی کتابیں جمع ہوگئیں جو ہر ایک کے ہاں نہ تھیں۔ وہ باغات کی تزئین کے دلدادہ بھی تھے۔ اپنے ساتھ کئی دوستوں کو لے کر طائف بھی جاتے۔ یہ مصاحب عالم اور ادیب ہوتے۔ جو انہی کے مصارف پر سیر و سیاحت کرتے "مفتی قطب الدین نے (صاحب ترجمہ نے) اپنی تالیف تاریخ مکہ کے اندر لکھا ہے کہ "سلطان احمد شاہ گجراتی کا جو مدرسہ مکہ معظمہ کے اندر حرم محترم میں ہے۔ اور اس کا انتظام میرے ہاتھ میں ہے۔" میرا گمان یہ ہے کہ ان کے والد علاؤالدین احمد ابن محمد نہروالی حجاز گئے۔ تو اس مدرسہ (مذکورہ) کی تولیت انہیں سپرد کی گئی۔ اور ان کی وفات کے بعد بحسب دستور صاحب ترجمہ مفتی قطب الدین کو یہ منصب وراثتہً مل گیا۔ وہ دو مرتبہ قسطنطنیہ گئے اور دوسری مرتبہ ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء میں گئے تب سلطان سلیمان ابن سلیم عثمانی سلطان روم

نے انہیں خلعت عطا فرمایا۔ یہ تذکرہ ان کی کتاب تاریخ مکہ کے اندر درج ہے۔ اس کتاب کے اندر انہوں نے لکھا ہے کہ سلطان مذکور نے مکہ مکرمہ کے اندر چار مدرسے قائم کئے (۱) سلیمانیہ جس میں مدرسین اور طلبا سب کے وظائف معین تھے۔ اور بقیہ تین مدرسے شام میں تھے۔ ہر ایک مدرسہ کے ذمے پندرہ طلبا کی تعلیم تھی۔ اور ہر ایک کو یومیہ پندرہ عثمانی سکے اور طالب علم کو دو عثمانی سکے ملتے۔ مفید کے لئے چار عثمانی سکے تھے۔ فراش (صفائی کرنے والے) کو بھی چار سکے ملتے۔ اور دربان کو دو عثمانی سکے ملتے۔ مدرسہ حنفیہ سلیمانیہ کو پچاس عثمانی سکے (یہ واقعہ ۹۷۵ھ کا ہے۔ میں نے مدرسہ حنفیہ مذکورہ میں کشاف کا کچھ حصہ اور تفسیر ابوالسعود عمادی کا ایک ٹکڑا پڑھا۔ اور خود وہاں طب اور حدیث و اصول کا درس دیتا رہا۔ ان دنوں وہاں پر ابن ہمام کی شرح ہدایہ کا آخری حصہ جسے مولانا شمس الدین احمد قاضی زادہ نے ملحق کیا ہے پڑھاتا ہوں۔

انہوں نے تاریخ مکہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان سلیم بن سلیمان عثمانی نے میرے زمانہ تدریس مجھے گوناگوں انعامات سے سرفراز فرمایا۔ یہ زمانہ ان کی ولی عہدی کا زمانہ تھا۔ وہ ہر سال مجھے پوشاک اور دوسرے عطایا سے مستمند فرماتے۔ یہی دستور ان کے بادشاہ ہونے پر بھی تھا۔

اور یہی حسن سلوک ان کے صاحبزادہ سلطان مراد کا میرے ساتھ رہا۔ جو تخت پر بیٹھنے سے پہلے بھی اور بادشاہت کی باگ ہاتھ میں لینے کے وقت بھی مجھ پر ایسے ہی انعامات کی بارش کرتے اب مدرسہ سلیمانیہ نے اور بھی ترقی کی۔ مفتی صاحب کے موجب میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور روزانہ ساٹھ عثمانی سکے علاوہ انعامات کے ملنا شروع ہو گئے۔ ان کی اولاد میں سے بھی بعض کو تدریس پر لگا دیا گیا۔ مکہ مبارکہ کا محکمہ افتا بھی ان کے سپرد ہوا۔ جس سے پہلے کوئی مفتی بانتخواہ نہ تھا مگر ان کے لئے روزانہ پچاس عثمانی مقرر ہو گئے۔ اسی طرح حرم میں خطابت کا منصب عطا ہوا۔ اور اس کا وظیفہ روزانہ چالیس عثمانی سکے تجویز ہوئے۔ ۹۹۷ھ میں ان کی طرف دو شاہی صوفے اور ایک سو دینار بھجوائے گئے۔ جو سالانہ متعین طور پر ہمیشہ کے لئے جاری کر دئے گئے۔

انہوں نے صفا کے قریب ایک اور مدرسہ بنوایا اور اس کی تدریس کے بھی حامل ہو گئے۔

جس پر پچاس عثمانی سکے روزینہ مقرر ہوا۔ وہ اس مدرسہ میں قاضی شمس الدین قاضی المعسکر ولایت اناطولیہ کی خواہش پر فقہ وحدیث پڑھاتے۔ سلطان مراد ان کی ہر بات تسلیم کرتے (از طرف صاحب ترجمہ در تاریخ خود)

تصانیف ۱۔ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام جو ۹۸۵ھ ۱۵۷۷ء میں لکھی جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے حرف اول ہے الحمد للہ الذی جعل المسجد الحرام حرمًا آمنًا ومثابۃ للنّاس۔

۲۔ البرق الیمانی فی فتح العثمانی ——— یہ تاریخ یمن ہے۔ جس کی ابتدا ۹۰۰ھ سے ہوتی ہے جب عثمانی وزیر سلیمان پاشا نے سب سے پہلے عثمانی فتح کی صورت میں یہاں کامیابی حاصل کی۔ انتہا اس کتاب کی زمانۂ مؤلف ہے۔ یہ تاریخ انہوں نے وزیر سنان پاشا کے لئے لکھی اور اس کا نام "الفتوحات العثمانیہ الاقطار الیمنیہ" رکھا۔

۳۔ منتخب التاریخ (در تراجم)

۴۔ تمثال الامثال النادرہ والتمثیل والمحاضرہ بالابیات المفردۃ النادرۃ۔

۵۔ الکنز الاسمی فی فن المعمّٰی۔

ان کے عربی اشعار بہت ہیں۔ ازاں جملہ سلطان مراد بن سلیم عثمانی بادشاہ دولت عثمانیہ کے متعلق یہ اشعار ہیں۔

۱۔ ہمارا شاہ مراد زمین میں خدا کا سایہ ہے اور اس کی حکومت نہایت تابناک ہے۔

۲۔ زمین کے دوسرے سلاطین بمنزلۂ الفاظ اور شاہ مراد بمنزلۂ معانی ہے

۳۔ بظاہر وہ بادشاہ اور حقیقت میں فرشتہ ہے جو انسانیت کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔

۴۔ وہ عادل بادشاہ ہے جس کے سامنے کمزور اور طاقتور دونوں برابر ہیں۔

۵۔ اس کی تلوار اور موت گھڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں۔ جو دشمنوں کی گردنیں اڑانے کے لئے لپکتے ہیں۔

(۶) اُس کی توجہ سے مسجد ایسی مکمل ہوئی۔ کہ اس کی بلندی تمام عمارتوں سے بالا ہوگئی۔

(۷) تیرا یہی وصف ہے۔ اگر تو ایسا نہ ہوتا تو بادشاہت بنو عثمان میں ہوتی۔

۴۶۰۔ شیخ محمدؐ بن اسحاق سندھی

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن اسحاق سندھی یکے از علمائے عاملین مولد و منشا مالا کندہ در نواح سیوستان سندھ۔ شیخ عبد الرشید سندھی سے تحصیل کی اور فقہ و اصول و عربی میں فائق الاقران ہوئے۔

صالح اور پارسا تھے۔ لوگوں کی سفارش کے لئے امرا کے ہاں بار بار جانے میں انکار نہ تھا۔ اس میں مشقت سے دوچار بھی ہو جاتے۔

وہ جام نظام الدین کے دور میں تھے (تحفۃ الکرام) میں ان کی تاریخ وفات پر مطلع نہیں ہو سکا۔

۴۶۱۔ مولانا محمدؐ بن تاج گجراتی

م ۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" محمد بن تاج الدین عمری حنفی گجراتی۔ یکے از محققین عصر و آئمۂ عہد، حضرت شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی کی اولاد سے تھے۔ سلطان مظفر شاہ الحلیم نے آپ کو تاج العلما کا خطاب دیا۔ کثیر الدرس و افادہ تھے۔ بے شمار علما آپ سے مستفیض ہوئے۔ ۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء میں شہر احمد آباد کے اندر آسودۂ لحد ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۴۶۲۔ شیخ محمدؐ بن الحسن جون پوری

"الشیخ العالم الکبیر" محمد بن الحسن بن ظافر عباسی حنفی جون پوری یکے از مشائخ کبار،

مولد و منشاء جون پور۔ ان علمائے عصر سے پڑھا جو جون پور میں تھے پھر دہلی آئے۔ اور شیخ ابراہیم بن معین حسینی ابرجی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیئے۔ برسوں کی باریابی کے بعد حرمین گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر یمن کے ایک شیخ سے طریقہ جبلیہ میں بیعت ہوئے۔ اور مدینہ منورہ میں بس گئے۔ شیخ عبد الوہاب حسینی بخاری نے انہیں وطن واپس آنے کی تحریک کی تب آکر دہلی میں طرح سکونت ڈال دی۔

۴۶۳۔ شیخ محمد بن الحسن گجراتی

م ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء ۲۹ ربیع الاول

"الشیخ الفاضل" محمد بن حسن عمری چشتی ملقب شیخ شمس الدین (احمد آبادی) یکے از مشائخ کبار فرقہ چشتیہ ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ برسوں کی باریابی سے طریقت بھی ممدوح سے حاصل کی۔ اور ان کے بعد ان کی مسند ارشاد پر تمکن نصیب ہوا۔ مقبول شیوخ سے تھے۔ مشائخ کے عرسوں میں جاتے اور مزامیر کے بغیر سماع سے حظ اندوز ہوتے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی پرو دیتے اور عجیب و غریب کیفیات کا اظہار ہوتا۔ وفات بروز دو شنبہ ۲۹ ماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ (مرآۃ احمدی)

۴۶۴۔ مولانا محمد بن الحسن علیمی احمد نگری

"الشیخ الفاضل الکبیر" محمد بن الحسن احمد نگری علوم حکمیہ میں فرد روزگار سلطان حسین نظام شاہ والیٔ احمد نگر کے عہد میں میبذی پر حاشیہ لکھا۔

۴۶۵۔ مولانا محمد بن الحسین لاری

"الشیخ الفاضل العلامۃ" محمد بن الحسین اللاری اور لقب علاؤ الدین بن کمال الدین سنبھلی

علوم حکمیہ میں نامور۔ مولد و منشا عراق۔ جلال الدین دوانی (محمد بن اسعد صدیقی) سے پڑھا۔ ہندوستان آگئے اور علی قلی خان شیبانی نے ان کا وجود مسعود غنیمت سمجھا اور انہیں مقرب بارگاہ بنا لیا۔ اور ان سے بعض علوم متعارفہ بھی پڑھے۔ علی قلی خان کے قتل پر سلطان اکبر نے آپ کو آگرہ میں طلب فرما لیا۔ دربار میں آئے تو سلطان کے دائیں اور بلند جگہ پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ جو خان اعظم کی نشست سے بھی بالاتر تھا۔ اس پر میر تواک نے منع کرتے ہوئے علما کی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جس پر آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ تمہارے ملک میں علم کی غالباً کوئی عزت نہیں۔ یہ کہہ کر دربار سے ایسے نکلے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کیا۔ مگر ابھی تک اکبر چونکہ علما کا شیفتہ تھا۔ اس لئے انہیں چار ہزار ایکڑ ارض خراجی کا وثیقہ دے کر سنبھل کی طرف رخصت فرمایا جہاں آپ نے اپنی بقیہ عمر درس و افادہ میں بسر فرما دی۔ اور اسی جگہ رہائش اختیار کئے رہے (بختاور خان در مرآۃ العالم)

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہوں نے آگرہ کے زمانہ قیام میں اپنے مدرسہ کے لئے چھپر کا مکان تعمیر کرایا۔ جس کی تاریخ ایک صاحب نے مدرسۂ خس لکھی۔ یہ واقعہ ۹۶۹ھ / ۱۵۶۹ء کا ہے۔ شاید یہ مدرسہ آپ نے علی قلی خان شیبانی کے پاس جون پور میں منتقل ہونے سے قبل تعمیر کرایا ہوگا۔

ان کے متعلق ایک غلطی یہ بھی ہے کہ انہوں نے ۹۶۹ھ / ۱۵۶۹ء میں رحلت کی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سن میں وہ آگرہ میں مقیم تھے۔ پھر جون پور چلے گئے۔ اور ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء تک جب علی قلی خان قتل ہوئے وہیں رہے۔ پھر آگرہ آئے۔ اور تھوڑی مدت بعد وہاں سے سنبھل منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

۲۶۶۔ الشیخ محمد غوث گوالیری

م ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء۔ ۱۷ رمضان

"الشیخ الکبیر" نام محمد بن خطیر الدین بن عبد اللطیف بن معین الدین بن خطیر الدین بن ابو یزید

بن شیخ فرید الدین عطار شطاری گوالیری المشہور بہ شیخ محمد غوث۔ فرقۂ شطاریہ کے کبار شیوخ سے تھے۔ مولد و منشاء شہر گوالیار۔ اپنے بھائی فرید الدین احمد شطاری سے علم و عرفان اور طریق ریاضت میں اکتساب فرمایا۔ ۱۲ سال تک چنار گڑھ کے غاروں میں چلے کھینچے اور سوائے درختوں کے پتوں کے اور کچھ تناول نہ فرمایا۔

طریقۂ شطاریہ میں حاجی معمر حمید بن ظہیر شطاری کی خدمت میں برسوں باریابی سے تربیت حاصل کی۔ اور منصب شیخ پر فائز ہوئے۔ سلطان ہمایوں کے مصاحبوں میں منسلک تھے جو ان سے علم ارشاد و دعوت حاصل کرتے۔ مگر جب ہمایوں ایران چلے گئے اور شیر شاہ سوری نے حکومت کی باگ ہاتھ میں لی۔ تو شیخ نے سوری سے اپنے متعلق شرم محسوس کیا تب آپ گجرات چلے گئے۔ مگر یہاں لوگ ان کی جان کے لاگو ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنی ذات کے بارے میں دعوٰے کیا کہ مجھے معراج ہوئی ہے۔ یہ بے چارے وہاں ہی شہر بہ شہر گھومتے پھرے۔ حتیٰ کہ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی نے ان کی حمایت کی۔ اور اس طرح یہ شور و غل ختم ہوا۔ آپ نے صوبہ دبستی میں سکونت فرمائی۔ اور گرد و نواح کے لوگ ان کے طابع فرمان ہو گئے۔ کئی سال اسی طرح گزارے۔ جب ہمایوں نے ایران سے لوٹ کر ملک پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ تب آپ گجرات سے ۹۶۳ھ میں گوالیار چلے آئے۔ اور ہمایوں تو ان کے گوالیار آنے سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ آپ ایک مدت تک گوالیار میں قیام کے بعد آگرہ وارد ہوئے۔ تو اکبر نے آپ کی تعظیم کی۔ مگر علما یہاں بھی مخالفت پر آمادہ تھے۔ شیخ عبد الصمد بن جلال دہلوی کے اس دور میں صدر تھے۔ مناظرہ پر آمادہ ہو گئے جس پر ان کو اکبر کی ذات سے جو امیدیں وابستہ تھیں۔ سب خواب و خیال ہو گئیں اور آپ گوالیار لوٹ کر اپنی جاگیر پر قناعت کر کے بیٹھ گئے۔ اسی اراضی کی آمدنی ۹ ہزار روپیہ تھی۔ چالیس ہاتھی آپ کے فیل خانے میں جھوم رہے تھے۔ اور خدم و حشم کا حد سے فزوں تھا۔ شیخ موصوف نہایت بارعب و پرہیبت و سخی و ایثار پیشہ و متواضع تھے۔ سلام میں

خود سبقت فرماتے۔ اور آنے والوں کے لئے سرو قد کھڑے ہو جاتے۔ انہیں سلام کے وقت جھکنے میں بھی تامل نہ تھا۔ جس کی وجہ سے علما ان پر طعن کرتے۔ وہ گفتگو میں انا کی بجائے خود کو فقیر کہتے۔ (بدایونی)

تصانیف ۱۔ الجواہر الخمسہ جو چنار گڑھ کے جنگل میں ۹۲۹ھ کے اندر لکھا۔ اپنی عمر کے ۲۲ ویں سال میں۔ پھر اُسے دوبارہ ۹۳۶ھ / ۱۵۲۹ء میں لکھا۔ تو یہ نسخہ پہلے سے بہتر تھا۔

۲۔ کلید مخازن۔ در مضمون مبدا، و معاد۔

۳۔ الضمائر والبصائر۔ در علم تصوّف مشتمل بر مبادی و مقاصد تصوّف۔

۴۔ بحر الحیاۃ در معمولات جوگیانہ و سناسیانہ۔ جو کہ ہندوؤں کے رہبان سے ہیں۔

۵۔ رسالہ المعراجیہ جس کے اندر اپنے معراج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۶۔ کنز الوحدت فی اسرار التوحید۔

اسرار التوحید میں فرماتے ہیں کہ اہل ذوق کے نزدیک ایمان کی پانچ قسمیں ہیں۔

اوّل۔ تکلیفی :۔ یہ سب قسموں سے عام ہے اور کافر و مومن سب کو شامل ہے۔

دوم۔ تقلیدی۔ جو عام ہے اور ہر ایک مومن وہ مقلّد ہو یا محقق سب میں پائی جائے گی۔

سوم۔ قسم ایمان استدلالی۔ یہ قسم خاص ہے جو علمائے مومنین میں پائی جائے گی۔

چہارم۔ قسم ایمان حقیقی :۔ یہ اخص ہے یہ قسم صرف اولیاء میں ہے۔

پنجم۔ " عینی الذاتی :۔ یہ قسم اس میں ملے گی۔ جو ولایت محمدیہ کے لئے مخصوص ہو۔ اور تخت خلافت پر جلوہ فرما ہو۔ اور اپنی اپنی آنکھوں سے احدیت مطلقہ کو دیکھتا ہو۔ اور انہی آنکھوں سے کثرت کے اندر وحدانیت مختفیہ کو ٹٹول لیتا ہو۔

وفات یوم دوشنبہ ۷ ار ماہ رمضان ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں آگرہ کے اندر ہوئی جہاں سے جسد

گوالیار لے جایا گیا۔

۴۶۷۔ شیخ محمدؐ بن خواجگی سدھوری

"الشیخ الصالح" محمد بن خواجگی بن علی بن خیر الدین انصاری سدھوری۔ یکے از رجال علم و معرفت مولد و منشا سدھور برسوں اپنے والد کے حضور باریابی سے طریقت حاصل کی۔ پھر شیخ خاصہ بن خضر صالحی امیٹھوی کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا۔ آپ علمائے صالحین سے تھے۔

۴۶۸۔ الجمال محمدؐ بن زین عُرفی

م ۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء ــــ مدفن نجف

"الفاضل" جمال الدین محمد بن زین الدین بن جمال الدین شیبہ شیرازی۔ مشہور شاعر المتخلص بہ عرفی مولد و منشا شیراز اپنے شہر کے اساتذہ سے اکتساب فرمایا۔ اور خود کو شعر گوئی کے لئے وقف کر دیا۔ حتیٰ کہ فائز الاقران کے درجے پر آپہنچے۔ ہندوستان آئے اور علامہ فیضی بن مبارک ناگوری کے ہاں باریابی نصیب ہوئی۔ جن سے مالی منفعت سے سرفراز ہوئے۔ پھر حکیم ابو الفتح گیلانی سے تقرب ہوا۔ ان کی مدح میں قصیدہ کہا تو انہوں نے عبد الرحیم خان خاناں تک رسائی کرا دی۔ ان کی مدح میں قصیدہ پر بھی گراں بہا انعام ملے۔ اکبر بادشاہ اور ان کے صاحبزادہ کی مدح میں بھی قصیدہ کہا مگر بیچ میں ابو الفضل حائل ہو گئے اور آپ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

تصانیف

۱۔ نفس ناطقہ پر ایک رسالہ ہے۔
۲۔ نظامی گنجوی کی مخزن الاسرار کے نہج پر بھی ایک رسالہ ہے۔
۳۔ نظامی راہی کی شیریں فرہاد پر ــــ ہے

ایک دیوان بھی ہے۔ جس کا نمونہ شعر ہے

گر کام دل بگریہ میسّر شود ز دوست
صد سال ہے تواں بہ تمنّا گریستن

ترجمہ شعر:۔ اگر رونے دھونے سے محبوب سے کام نکل سکتا تو سو سال تک اس آرزو میں رو یا جا سکتا
تھا ــــ

بعمر ۳۶ ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء میں لاہور انتقال فرمایا اور استخواں نجف لے جا کر دفن ہوئیں۔

۴۶۹۔ شیخ محمد شاہ میر حلبی

م ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء

"السیّد الشریف" محمد بن شاہ میر بن علی بن مسعود بن احمد بن صفی الدین بن عبد الوہاب بن شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی حلبی یکے از مشائخ حلبیہ۔ مولد و منشا حلب۔ عرب و عراق و بلاد ترک و خراسان اور ہند میں سیر و سیاحت کے دوران کئی بار حج و زیارت سے سرفراز ہوئے آخر لاہور آئے۔ مگر مدت تک قیام کے بعد ناگور میں چلے گئے جہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ پھر سفر کی طرح ڈالی اور حلب جا پہنچے۔ کچھ مدت مقیم رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے والد نے رحلت کی۔ تب ہندوستان آکر قصبہ اُچ میں در ۹۲۳ھ/ ۱۳۸۵ء سکونت پذیر ہوگئے ۳۶ سال تک ارشاد و دعوت میں مصروف رہے اور ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ (اخبار الاخیار)

۴۷۰۔ شیخ محمد بن شمس گجراتی

"الشیخ الصالح" محمد بن شمس شطاری جاپانیری۔ گجراتی۔ معروف بہ شیخ صدر الدین ذاکر بروددی مولد و منشا جاپانیر۔ شیخ محمد غوث گوالیری کے زمانہ وارد گجرات میں بہ ۹۵۲ھ جب کہ ان کی عمرہ ۱۴ سال کی تھی۔ شیخ گوالیار کے ملازم ہوگئے اور ان کے ہمراہ گوالیار آ گئے۔ ان سے طریقت حاصل کی۔ ان کی مصنفہ الجواہر الخمسہ کے اوراد معمول کر لیا۔ اور جب اس مرتبہ پہ آ پہنچے۔ تو شیخ نے آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرما کر بگجرات میں مامور کر دیا۔

ان سے امان اللہ بن کمال الدین کالپوی۔ اور عثمان بن لادن قرشی امداد شیخ مکنہ مجرد و شیخ

جمال بن بھکاری ساکنین شہر مندو اور شیخ محمود بن جلال اور ان کے بھائی احمد و دیگر افراد نے بیعت کی۔ چاپانیر کی بربادی پر بڑودہ آ گئے۔ اور ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء میں یہیں وفات پائی۔

۱۷۴۔ محمد بن طاہر فتنی

م ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء

"الشیخ العالم الکبیر المحدث اللغوی العلامۃ" مجد الدین محمد بن طاہر بن علی الحنفی فتنی گجراتی۔ مؤلف مجمع بحار الانوار فی غریب الحدیث۔ جن کی تصانیف حد درجہ مقبول تھیں اور جن کے علم و تبحر کا سب نے اعتراف کیا۔

سال ولادت ۹۱۳ھ / ۱۵۰۷ء، مولد شہر فتن صوبہ گجرات۔ وہیں پروان چڑھے۔ بلوغت سے پہلے قرآن حفظ کیا۔ اور مندرجہ ذیل اساتذہ سے اکتساب فرمایا۔

۱۔ ملا مھنہ (۲) شیخ ناگوری (۳) شیخ برہان الدین سھنسوی (۴) مولانا عبد اللہ سوہی وغیرہ۔ پندرہ سال مسلسل اس شغل میں رہے حتی کہ کمال کے درجہ تک آپ پہنچے۔ ۹۴۴ھ میں حرمین کا سفر کیا۔ اور یہاں پر ان شیوخ سے پڑھا۔

(۵) شیخ ابو الحسن بکری (۶) ابن حجر مکی (۷) علی بن عراق (۸) جار اللہ بن فہد (۹) شیخ عبید اللہ سرہندی (۱۰) شیخ عبد اللہ عیدا دس (۱۱) شیخ برخوردار سندھی (۱۲) مگر شیخ علی متقی برہان پوری کی خدمت میں زیادہ مدت بسر کی۔ جس کا اعتراف اپنی کتاب مجمع بحار الانوار میں فرمایا ہے اس کے بعد ہندوستان چلے آئے اور تدریس و تصنیف پر کاربند ہو گئے۔ ان کا معمول عام طلبہ علم کے لئے روشنائی تیار کرنا تھا۔

حضرمی لکھتے ہیں النور السافر میں کہ "صلاح و ورع اور تبحر آپ کے خصائص تھے۔ متعدد علوم میں ادراک سے فائق الاقران ہوئے۔ یہاں تک کہ گجرات کے اہل علم میں سے فن حدیث میں کوئی ان کے درجے تک نہ پہنچ سکا۔ یہ بات ہمارے ایک شیخ نے کہی ہے

وہ اپنے والد کی دولتِ بے کراں کے وارث قرار پائے۔ یہ دولت پا تو انہوں نے طلبا پر بکھیر دی اساتذۂ علم کو کہلا بھیجا کہ ذہین اور جیّد الفہم لڑکے میرے ہاں بھیجوا دیا کرو۔ جن سے سوال کرتے اگر وہ متمول گھر کا ہوتا تو اسے پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ غریب گھر کے لڑکے سے کہتے کہ پڑھو بھی اور وجہ معاش کی پرواہ نہ کرو، میں تمہارے اور تمہارے اہل و عیال کے اخراجات کی کفالت کروں گا۔ لہٰذا پوری جمعیّت خاطر سے علم کی تحصیل میں لگ جاؤ۔ ان کا یہ مشورہ ہر محتاج اور فقیر طالب علم کے لئے تھا۔ ایسے طلبا کی جماعت کثیر کو وظیفے دیتے۔ حتیٰ کہ وہ تحصیل علم جاری رکھ کر اکثر علوم میں ممتاز ہو جاتے۔ انہوں نے اسی طرح تمام دولت لٹا دی۔

کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانہ طالب علمی میں ان کے ہم درس طلبا اور دوسرے لوگ ان پر بہت سختی کرتے۔ اسی حال کے اندر انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ نے انہیں علم کی دولت عطا فرمائی۔ تو وہ اپنے علم کو رضائے الٰہی میں صرف کریں گے۔ اور جب وہ فارغ ہو گئے تو انہوں نے یہی عمل کیا۔ وہ لوگوں پر محاسبہ بھی کرتے، تدریس بھی فرماتے۔ ان گنت طلبا ان کے حلقۂ درس میں آئے۔ اور ان کی بدولت عوام بے شمار برکات سے مستفیض ہوئے۔ شیخ بوہرہ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کے اسلاف آج سے سات سو سال قبل شیخ حیدری مدفون کھنبایت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے عوام تجارت یا اس قسم کے چھوٹے موٹے کاموں سے روزی حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ لفظ بوہرہ سے ثابت ہے کہ یہ لفظ بیوہار سے مشتق ہے بمعنی تجارت در ہندی۔ یہ لوگ مذہبًا شیعہ اسماعیلیہ ہیں اور کمتر ان میں سے سنّی ہو جعفر بن جعفر گجراتی کے اثر سے سنّی ہوئے۔ یہ جعفر بھی اسماعیلی ہی تھے۔ مگر اللہ نے انہیں ادائے سنّت کے لئے ہدایت بخش دی۔ صاحب ترجمہ محمد بن طاہر بھی اہلِ سنت والجماعت ہی تھے۔

قنوجی نے اتحاف النبلاء میں بعض علما کی روایت پر لکھا ہے کہ محمد بن طاہر صدیقی الاصل تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شیخ عبد القادر بن ابو بکر م ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء مفتی مکہ مکرمہ جو شیخ محمد بن طاہر

کے احفاد سے ہیں اور علم میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان کی متعدد مصنفات بھی ہیں۔ ازاں جملہ فتاوی ہیں چار جلدوں میں۔ شیخ طرفہ الفصاری کی شافعی نے اپنے ان شاگرد کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے تو اس قصیدہ میں انہیں صدیقی لکھا ہے ؎

تیرے جد کہ اللہ ان کی لحد ٹھنڈی رکھے۔ علم و فضیلت میں یکتا تھے یعنی
محمد بن طاہر کہ بلاشبہ حضرت صدیقؓ کی نسل سے تھے۔

اس بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ شیخ محمد بن طاہر ہندی الاصل تھے یہ بات خود انہوں نے اپنی تصنیف تذکرۃ الموضوعات میں لکھی ہے۔

شیخ مرحوم مہدویت کے مٹانے پر تلے رہتے۔ انہوں نے یہ تہیہ کر کے سر سے عمامہ اتار دیا تھا کہ جب تک مہدویت کی بدعت گجرات سے دفان نہ ہو جائے عمامہ سر پہ نہیں رکھیں گے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ یہ فتنہ کہیں عام نہ ہو جائے ـــــ مگر جب سلطان اکبر نے ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں گجرات فتح کیا۔ تو اس نے اپنے ہاتھوں سے شیخ کے سر پہ عمامہ بندھوا کر فرمایا کہ ہمیں دین کی نصرت کا ذمہ دار ہوں۔ اکبر نے اپنے رضاعی برادر مرزا عزیز الدین کو یہ فتنہ فرو کرنے پہ مامور کیا۔ جس نے شیخ کی اعانت میں حد امکان تک مہدویت کی بدعات کا ازالہ کیا ـــــ مگر اتفاق سے مرزا معزول ہو گئے تو ان کی جگہ عبدالرحیم خان خاناں آئے اور مہدویت کو پر لگ گئے۔ اور مہدوی زاویوں سے نکل کر ہر طرف پھیل گئے۔ چنانچہ اس پہ شیخ نے پھر عمامہ سر سے اتار دیا اور آگرہ کا سفر اختیار کیا لیکن مہدوی ان کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے چنانچہ اجین کے قریب ان پہ حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

تصانیف ان کی سب کی سب تصانیف بلند پایہ ہیں خصوصاً
۱۔ مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل۔

۲۔ لطائف الاخبار۔ دو دو مجلدات کبیر جس کے اندر حدیث کے الفاظ کی لغت ہے۔ گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح ہی ہے اس کتاب کی جامعیت پہ تمام اہل علم

متفق ہیں۔ اور یہ کتاب شیخ کا ہم پر سب سے بڑا احسان ہے۔

۳۔ تذکرۃ الموضوعات در یک جلد۔

۴۔ المغنی فی اسماء الرجال۔

شہادت سنہ ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء میں اجین میں ہوئی۔ جہاں سے ان کا جسد فتن میں لا کر ان کے اسلاف کے مقبرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

۴۷۲۔ محمد بن عادل برہان پوری

"الملک الفاضل" محمد بن عادل بن نصیر فاروقی برہان پوری میراں محمد شاہ، شہر برہان پور سنہ ۹۲۶ھ / ۱۵۱۹ء میں اپنے والد کے بعد زمام حکومت سنبھالی۔ وہ سلطان مظفر شاہ حلیم گجراتی کے نواسے تھے۔ بدیں وجہ انہیں اپنے ماموں سلطان بہادر شاہ سے ان کے زمانہ حکومت در گجرات میں ایک قسم کی خصوصیت تھی۔ بہادر شاہ انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا۔ عماد الملک کا دہلی کے حادثہ میں ان کی منزلت میں اور اضافہ ہو گیا اور بہادر شاہ نے انہیں چھتر اور محمد شاہ کے خطاب سے نوازا۔ بہادر شاہ کے بعد تمام ملوک گجرات نے ان ہی کی سلطنت پر اتفاق کیا۔ اس وقت یہ برہان پور میں تھے چنانچہ شاہی چھتر اور مرصع تاج بھیج کر انہیں یہاں بلایا گیا لیکن مقدر غالب آگیا اور یہ راستے ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کی نعش واپس لی جائی گئی۔ اور قبہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

فرشتہ نے جو لکھا ہے کہ ان کی رحلت سنہ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء میں ہوئی۔ تو یہ بعید از صواب ہے کیونکہ بہادر شاہ کی وفات رمضان سنہ ۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء میں ہوئی۔ تو ان کی رحلت سنہ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ بہادر شاہ کے بعد فوت ہوئے۔

۴۷۳۔ شیخ محمد بن عاشق چڑیا کوٹی

"الشیخ الفاضل" محمد بن عاشق محی الدین المتوفی سنہ ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء چڑیا کوٹی۔ یکے از فقہائے حنفیہ مولد و منشا

چڑیا کوٹ ۔ اپنی بستی کے اساتذہ علم و فن سے اکتساب کے بعد مسند تدریس آراستہ کی اور چڑیا کوٹ میں ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا۔

تصانیف | ۱۔ التفسیر المحمدی
۲۔ الجواہر العربیہ (فنون ادبیہ)
۳۔ حاشیہ تلویح (اصول فقہ)
۴۔ الکوکب الدری (حدیث)

وفات | ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء میں ہوئی (تاریخ احمد المکرم چڑیا کوٹی)

۴۷۴۔ الشیخ محمد بن عبد الرحیم عمودی

م ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء ۱۲ رجب۔

"الشیخ العلامة" جمال الدین محمد بن عبد الرحیم بن محمد عمودی المتوفی در احمد آباد۔ ان کے بارے میں عبد القادر حضرمی النور السافر میں لکھتے ہیں کہ ان کے دادا محمد بھائی تھے شیخ العلامہ احمد عمودی کے۔ اور یہ دونوں فرزند تھے شیخ کبیر علامہ شہیر فقیہہ عثمان بن محمد عمودی کے جن سے مستفیض تھے حضرمی۔

وہ کریم النفس با اخلاق۔ کثیر التواضع۔ عوام کے محبوب اور انہیں مقبول تھے۔

وفات | شب شنبہ ۱۲ ماہ رجب ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء مدفن احمد آباد۔

۴۷۵۔ شیخ فاضل "محمد بن عبد العزیز کلیکوٹی ملیباری"

"الشیخ الفاضل" محمد بن عبد العزیز کلیکوٹی ملیباری اپنے علاقہ کے مشہور عالم تھے۔

تصنیف | الفتح المبین السامری الذی یحب المسلمین۔ یہ قصیدہ ہے ۔۔۵۱ اشعار کا۔ در واقعہ ذا اموری فیما بین اہل پرتگال و ہنود در ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء۔ اس قصیدہ کا ایک نسخہ انڈین لائبریری

لندن میں محفوظ ہے (در آداب اللغۃ العربیۃ)

۷۷۶ - شیخ محمدؒ بن عبد القدوس گنگوہی

م ۹۷۲-۳ھ
۱۵۶۴-۵ء

"الشیخ العالم الکبیر" محمد بن عبد القدوس بن اسماعیل بن صفی بن نصیر حنفی رد ولوی ملقب بہ رکن الدین محمد گنگوہی۔ فرقہ چشتیہ کے مشہور شیخ تھے۔ علم پڑھا شیخ فتح الدین بن نصیر الدین دہلوی اور سید احمد الحسینی ملتانی اور شیخ ابراہیم بن معین حسینی ایرجی سے۔ اور اپنے والد کی خدمت میں باریابی سے طریقہ چشتیہ و دیگر طرق مشہورہ میں تربیعت حاصل کی۔ کیونکہ ان کے والد اکثر سلسلوں کے مجاز تھے۔ مگر طریقۂ قادریہ میں شیخ ابراہیم ایرجی ممدوح الذکر سے اکتساب فرمایا۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی نیابت میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ان کے مریدوں میں شیخ عبد الاحد بن زین العابدین عمری سرہندی کے ساتھ دوسرے بے حساب الفاس ہیں۔

تصانیف
۱۔ مرج البحرین
۲۔ اللطائف القدوسیہ
۳۔ مکتوبات

وفات در ۹۷۲-۳ھ ۱۵۶۴-۵ء مدفن گنگوہ۔ اور قبر ان کی اب تک موجود ہے لوگ برابر اس کی زیارت کرتے اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

۷۷۷ - شیخ محمدؒ بن عبد الملک خالدی

م ۹۸۴ھ ماہ رجب
۱۵۷۶ء

"الشیخ المجوّد الفقیہ" محمد بن عبد الملک خالدی۔ اپنے دور کے مشہور قاری تھے۔ درسیات تجوید و قرأت اپنے والد سے پڑھے۔ بعد میں خود مشق کرتے رہے۔ ذکر کی تلقین بھی والد

نے کی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی روحانیت سے فیض حاصل کیا۔ اپنی عمر درس و افادہ میں مع حفظ النفس و توکل و عفاف و صبر صرف کر دی۔ کبھی امرا و ملوک کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء ۱۸ رجب کے روز آگرہ میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۴۷۸ - شیخ محمد بن عبدالوہاب دہلوی

م ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء ۲۷ شعبان

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن عبدالوہاب بن محمد بن رفیع الدین الحسنی البخاری دہلوی۔ ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں۔

اساتذہ اپنے والد اور شیخ عبداللہ قریشی ملتانی سے علوم کی تحصیل کی۔

تلامذہ شیخ عبدالعزیز بن حسن عباسی دہلوی۔ اور دیگر انفاس۔

آپ کثیر الدرس و افادہ۔ کریم النفس، اخلاق ستودہ سے مرصع، متواضع۔ عابد و خشیۃ الٰہی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

وفات بروز یک شنبہ ۲۷ شعبان ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء سال وفات اور تاریخ "شیخ ہادی بود" ہے (سہارن پوری)

۴۷۹ - شیخ محمد بن علی الخشتری

م ۱۰۰۰ھ ۱۵۹۱ء ۱۷ ربیع الثانی

"الشیخ الکبیر" جمال الدین محمد بن علی الخشتری الگجراتی۔ مشہور مشائخ میں سے ہیں شیخ عبدالقادر النور السافر میں لکھتے ہیں کہ ان کے طور طریقے مقبول عام و خاص تھے۔ ان کی کرامات بھی بہت منقول ہیں۔ اور یہ جو بعض علماء نے بغیر ان کی خصوصیات کی جانب نگاہ کئے ان کی مذمت کی ہے اس کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیئے کیوں کہ مشہور ہے کہ معاصر معاصر کو کبھی اچھا نہیں کہتا

اگلے وقتوں سے برابر ہی چلا آرہا ہے تحریفات و شطحیات سے ہر دور میں کام لیتے رہے ہیں
اور انہیں بُرا کہنے والے برابر بُرا کہتے رہے ہیں۔ لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے اقوال
کو بہتر محامل پر حمل کیا جائے۔ اور ہر حال میں ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے اور
بنو حشیر صلاح و ولایت کا مرجع ہیں۔ ان کا نسب بنی ذہّل ابن عامر سے ملتا ہے جو بطن ہے
عک بن عدنان کا۔ اور لفظ ذہل بہ فتح ہا و تشدید لام سے ہے (بقول جندی)
رہا ان کا خرقہ؟ تو یہ ولی کبیر عالم شہیر قطب الزمن و بہجۃ الیمن شمس الشموس ابو الغیث
بن جمیل یمنی سے چلتا ہے۔ حضرمی فرماتے ہیں کہ ان کی رحلت شب یک شنبہ ۲۷ ربیع الثانی
۹۰۰ھ / ۱۴۹۱ء کو ہوئی۔

۴۸۰۔ شیخ محمّد بن علی سمرقندی

"الشیخ الفاضل" محمد بن علی بن محمد مسکینی قاضی سمرقندی المشہور بہ فاضل عہد سلطان ہمایوں
میں ہندوستان آئے اور ان کے لئے جواہر العلوم نام کی کتاب ایک سو صفحات میں لکھی۔ جو عاملی
کی کتاب نفائس الفنون کی مثل ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "فاضل ترین منظومات
جواہر العلوم"

۴۸۱۔ الشیخ محمّد بن بحرق حضرمی

۲۰ ماہ شعبان ۹۳۰ھ / ۱۵۲۴ء

"الشیخ العلامۃ المحدّث" جمال الدین محمد بن عمر بن مبارک بن عبد اللہ بن علی حمیری حضرمی
شافعی المشہور بہ بحرق۔ یکے از علمائے محققین و فضلائے مدققین (بحسب تحریر محمّد بن عمر
آصفی در ظفر الوالہ) ولادت ہوئی نصف ماہ شعبان در ۸۶۹ھ / ۱۴۶۴ء کے روز۔ مولد و منشا حضرموت
ہے۔ وہاں کے اساتذہ سے اکتساب کے بعد زبید گئے۔ اور یہاں کے شیوخ یعنی زین الدین محمّد

بن عبداللطیف شرجی سے حدیث و اصول فقہ فقیہہ جمال الدین محمد بن ابو بکر صائغ سے پڑھے۔ اور سید حسین عادل سے خرقہ حاصل کیا۔ اور قطب دوراں فخر الدین شمس الشموس ابو بکر بن عفیف عیدروس قدس اللہ سرہما کی مصاحبت سے مستفیض ہوئے۔ دونوں سے گوناگوں فائدے حاصل کئے۔ ۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء میں حج کیا اور مکہ معظمہ میں امام سخاوی (شمس الدین الحافظ) سے حدیث میں مستفید ہوئے۔ اب طریق تصوف پر گامزن ہوئے۔ ان سے یہ واقعہ بھی مروی ہے کہ جب میں نے زبید میں چلہ کھینچنا شروع کیا تو ابھی چلہ پورا نہیں کیا تھا کہ ہر ہر عضو سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی۔

وہ طلبا پر احسان کرتے۔ اہلِ خیر ان کے بہت قدر دان تھے۔ ان کا رجحان حق تعالیٰ کی طرف رہتا۔ مقام شحر میں منصب قضا ملا۔ مگر آپ نے استعفا دے دیا۔ اب عدن پہنچے تو وہاں کے رئیس مرجان عامری خود آپ کے پاس چل کر آئے۔ عوام میں تو قبولیت تھی ——— عدن سے ہندوستان کا رخ کیا۔ تو سلطان مظفر بن محمود بیگرہ کے پاس پہنچے۔ جس نے آپ کی تعظیم میں سبقت کی۔ وہاں رہنے لگے تو سلطان نے انعامات سے مالا مال کر دیا۔ وہ ان کا قدر دان ہو گیا۔ آپ نے سلطان ممدوح کے لئے یہ کتابیں لکھیں۔

۱۔ تذکرۃ الحضرۃ الشاہینۃ الاحمدیہ لبیرۃ الحضرت النبویۃ الاحمدیہ۔

۲۔ الحسام المسلول علی مبغضی اصحاب الرسول

۳۔ ترتیب السلوک الی ملک الملوک

۴۔ متعتہ الاسماع باحکام السماع (جو کتاب الامتاع کا مختصر ہے)

۵۔ مواھب القدوس فی مناقب العیدروس

۶۔ صفدی کی کتاب لامیۃ العجم کا اختصار

حضر موت کے زمانۂ قیام میں ان سے فقیہہ محمد بن احمد باجرفیل نے اور عدن میں عبداللہ بن احمد مخرمہ نے پڑھا وہ شعر بھی کہتے۔ ازاں جملہ

دوست خواہ دور ہو خواہ قریب دونوں حالتوں میں میں مطمئن رہتا ہوں، اگر محبوب

کا وصال میسر آجائے تو غنیمت سمجھتا ہوں اور جب وصال میسر نہ رہے تو اُمیدوں سے جی بہلاتا ہوں - نیز جار اللہ بن فہد نے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں :-

اے وہ! جو اپنی فصیح و بلیغ اور عمدہ گفتگو سے زمین تک کو سیراب کر دیتا ہے، یعنی تو اپنے احسان وفضل سے اُس زمین کو مستفیض کرتا ہے

اگر تو میرا امتحان لینا چاہتا ہے تو مبارزت کے وقت دیکھے گا کہ میں مقابل سے مرعوب ہونے والا نہ ہوں گا -

اور جب گھوڑے میدان میں دوڑیں تو تو دیکھے گا کہ میرا گھوڑا سب سے اوّل آئے گا -

میں قسم کھا کر کہتا ہوں قدرت کی بدیہی نشانیوں اور اس کی صناعی کی -

جو آراستہ ہے - کہ اگر میں کوئی قصیدہ کہنے پر فخر کرتا تو میں اپنا گھر کہکشاں میں بنوا لیتا -

اور ایسا قصیدہ کہتا جس کا ایک قافیہ پسندیدہ تر ہوتا اور فصاحت کے سحبان کو باقل میں تبدیل کر دیتا -

تم ہر شاعر کو دیکھتے کہ میرا قصیدہ سُن کر اس کا ذہن کند ہو گیا ہے اور اور فرزدق اخطل (یعنی بیہودہ گو) ہو گیا ہے

اور پھر یہ شاعر میرے اشعار غرور کی چادر کھینچتے اور مہلیل کا تار پود ڈھیلا کر دیتے -

اگر ابو الحسن نے نبوت کا دعویٰ کیا تو میں عنقریب اس فن میں رسول ہو جاؤں گا -

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اشعار کا کہنا میرے لئے مشکل ہے حالانکہ یہ میرے لئے ایک پامال بات ہے -

اگر میں کسی قوم کے مدحیہ قصائد کہوں یا غزل میں طبع آزمائی کروں تو عجب عجیب معانی میں ظہور میں لاؤں۔

لیکن میں تو ایسا فرد ہوں جو اپنی بضاعت بچا رکھتا ہوں اس شخص سے جو مجھے سست ہی ڈال دیتا ہے اپنی پونجی کو فضول خرچی کرتے ہوئے۔

پھر دیکھتا ہوں کہ اگر حسین کنیز کسی بخیل کو دے دی جائے۔ تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔

میں یہ خیال نہ کر سکتا تھا کہ بچھو سانپ کا مقابلہ کر سکے گا۔

یا دو سالہ اونٹ پنج سالہ اونٹ کا مقابلہ کر سکے گا۔

میں مسافر ہوں اور تو یہ کچھ ہے۔ مگر ہم دونوں میں رحم کا رشتہ ہے جو ہم جیسوں کی صلہ رحمی کا مستحق ہے۔

اور علامہ سخاوی نے اپنی کتاب الضوء اللامع میں لکھا ہے کہ صاحب ترجمہ کو حمزہ ناشری کی مصاہرت نصیب ہوئی جن (خاتون) سے اولاد پیدا ہوئی۔ پھر جب عامر بن عبد الوہاب نے زبید میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تو انہوں نے یہ مدرسہ دیکھا۔ اور اس دیکھتے ہی مجھے اپنے یہ اشعار سنائے۔ یہ موقعہ تھا جب وہ عامر ممدوح سے جاندے دور صعود میں ملاقی ہوا، اس نے حج اسلام بھی کیا اور کچھ روز مکہ معظمہ کے اندر قیام بھی فرما پھر واپس لوٹا۔ اللہ اسے اپنی حفاظت میں رکھے ـــــــ وہ شعر یہ ہیں! ترجمہ:-

اللہ انکار کرتا ہے ماسوائے ازیں کہ تو مفاخر کی بلندیوں پہ جا پہنچے۔

اس لئے تو اس نے تیرا نام عامر رکھا۔

تو نے دین کی بنیادیں ان کے مٹ جانے کے بعد از سر نو تعمیر کرائیں

اور زندہ کر دیا تو نے اللہ کے ان نشانات کو جو مٹنے کے قریب تھے۔

تو اس بارے میں بلاشبہ دین کا مصلح ہے اور تیرے اس وصف

کے علامات ظاہر و باہر ہیں۔
اور حضرمی نے النور السافر میں بضمن تذکرہ سلطان محمود بن محمد گجراتی ان کے
بھی کچھ حالات ہیں اور آصفی نے ان کے چند اور مصنفات کا ذکر بھی کیا ہے، مثلاً

۱۔ الاسرار النبوۃ فی اختصار الاذکار النواویۃ
۲۔ ذخیرۃ الاخوان المختصر من کتاب الاستغناء بالقرآن
۳۔ النبذۃ المنتخبۃ فی کتاب الاوائل للعسکری
۴۔ المتعۃ المختصرۃ فی الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمۃ والموخرۃ
۵۔ الحدیقۃ الانیقۃ لشرح العروۃ الوثیقۃ
۶۔ الحواشی المفیدۃ علی ابیات الیافعی فی العقیدۃ
۷۔ ابیات شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی پر تین شرحیں
۸۔ ا۔ مفصل
۹۔ ب۔ متوسط
۱۰۔ ج۔ مختصر
۱۱۔ مختصر المقاصد الحسنہ
۱۲/۱۳۔ لامیۃ العجم کی دو شرحیں
۱۴۔ شرح علی الملحۃ
۱۵۔ رسالہ فی الحساب
۱۶۔ رسالہ فی الفلک وغیرہ

حضرمی نے ان کے چند کرامات بھی لکھے ہیں۔ جن کا اعادہ طول کلامی ہے۔
یہ بھی لکھا ہے کہ انہیں زہر پلا کر ختم کر دیا گیا۔ اس لئے کہ وہ سلطان کے بے حد
معتمد تھے۔ بدیں وجہ یاروں حسد بردند و زہر در طعامش کردند ـــــ یہ کارستانی سلطان

کے ورزا ہی سنے کی اس طرح ان کی موت شہادت کے درجہ پہ ہے۔ یہ حادثہ ۱۷ شعبان ۹۳۰ھ/۱۵۲۴ء کے روز گجرات میں ہوا۔ (ظفر الوالہ)

۴۸۲۔ شیخ محمدؒ بن فخر رہتاسیؒ

"الشیخ الفاضل الکبیر" محمد بن فخر الدین جون پوری، یکے از علمائے کبار۔ تدریس مشغلہ تھا اور متعدد تصانیف کے مالک ہیں۔ یعنی

۱۔ توضیح الحواشی شرح المصباح

۲۔ شروح بر حواشی قاضی شہاب الدین دولت آبادی جو کافیہ بن حاجب پر ہیں۔

شیخ عبد القدوس بن اسمٰعیل گنگوہی نے اپنے رسائل کے اندر انہیں علامہ عصر لکھا ہے اور خواجہ محمد ہاشم الکشمی نے زبدۃ المقامات بضمن ترجمۂ شیخ عبد الاحد السرہندی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ درس و افادہ کی مسند پہ جلوہ گر تھے اور کئی کتب کے مصنف۔ شیخ عبد الاحد نے ان سے رہتاس میں ملاقات کی۔ ان کی مجلس میں باریاب ہوئے اس لمحہ کے اندر وہ کتاب المصباح مؤلفہ شہاب الدین دولت آبادی کا درس دے رہے تھے اور حاضرین (طلبا) تو اس پہ اپنے اعتراضات لکھوا رہے تھے جو "غیر واردۃ" (غلط) تھے۔ جس پہ شیخ ممدوح عبد الاحد نے جواب دینے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ اس کے بغیر ہی مجلس سے اٹھ آئے۔ کیونکہ ان کا ارادہ تو سیاحت کا تھا نہ کہ مباحث میں دخل انداز ہونے کا۔

ادھر جب محمد بن فخر درس سے فارغ ہوئے۔ اور انہیں یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے طلبا سے کہا۔ کہ میں نے تو قاضی کا کلام ظاہر عبارات پر محمول کیا۔ جیسا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کرتا رہا۔ مگر حقیقت یہ نہ تھی (یعنی! "ولیس الامر کذلک")

بعد ازاں انہوں نے معترض علیہ عبارات کا صحیح محل بیان کیا۔ خواجہ سلیم کشمی ممدوح

فرماتے ہیں کہ میں ان کے اس انصاف پر حیران رہ گیا۔ پھر خواجہ سلیم صاحب نے لکھا ہے کہ یہی مولانا محمد بن فخر ایک روز علما کے ایک جم غفیر کی معیت میں ایک باغ میں داخل ہوئے جو شہر سے باہر تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے ہمراہیوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ انہوں نے بہت تلاش کیا مگر کہیں ان کا پتہ نہ پایا۔

۴۸۳۔ الشیخ محمدؒ بن المبارک جون پوری

"الشیخ العالم الفقیہہ محمد بن المبارک الحنفی الجون پوری، کلام، اصول اور علوم عربیہ میں متبحر عالم تھے رکن الدین محمد الگنگوہی نے اللطائف القدوسیہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں "یہ نہایت عالم، صالح، متدین اور سلیم الفطرت شخصیت کے مالک تھے، طبیعت ایسی شائستہ پائی تھی کہ اگر کسی سے مباحثہ کے دوران معلوم ہوتا کہ میرا موقف درست نہیں ہے تو اپنے قول سے فوراً رجوع کر لیتے۔" آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہر شاہ آباد میں مولانا عبد القدوس سے ان کا مباحثہ کلامی مسائل پہ ہو گیا۔ یعنی کسی کے بارے میں وثوق سے یہ کہنا کہ فلاں شخص جنتی ہے یا دوزخی ہے۔ اور یہ بات تو میرے اور خدا کے درمیان یا میرے اور لوگوں کے درمیان ہے۔ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل کفر سے اسلام پہ آنے کے وقت طہارت سے لیتے ہیں۔ یعنی جنت میں جانے کی شرط ایمان ہے جیسے کہ نماز میں آنے کی شرط غسل ہے۔ پس جب کسی کے ایمان کا تیقن نہ ہو اور اس کے ایمان میں شک ہو۔ تو اس کے اہل جنت ہونے پہ یقین چہ معنی؟ باوجود کہ نماز کے لئے غسل میں شک ہونے پہ اس کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی ـــ پس نماز اور جنت دونوں کی مذکورہ شرطیں لازم ہیں۔

شیخ عبد القدوس کا جواب:۔ جس طرح نماز کے لئے جواز کا مدار عدم شک پہ ہے طہارت میں۔ اسی طرح دخول جنت کا انحصار ایمان میں عدم شک ہے ـــ مگر جس طرح ظاہر میں اہل اسلام میں سے کسی کے ایمان پہ شک کرنا جائز نہیں! اسی طرح ایسے شخص کے جنت کے

اندر داخل ہونے میں بھی ظاہر الحکم کے مطابق شک نہیں۔ رہا یہ امر کہ عند اللہ اس کی اصلیت کیا ہے تو ہم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمیں اللہ کی بات کا علم ہی نہیں! نہ اس عقیدہ پہ ہمارے لئے ضرر ہے کیونکہ یہ معاملہ غیب سے متعلق ہے۔ جس پہ صاحب شرع کے سوا کوئی قطعی حکم نہیں لگا سکتا۔ یہی بات ہے کلمہ "یہ شخص انشاء اللہ مومن" ہے کے اندر۔ کیونکہ اس کی حقیقت ہماری نظر سے غائب ہے پس اسے صحیح تسلیم کرنا مقام خوف ہے اللہ رب جلیل صاحب کبریا و مالک عظمت کے نزدیک جس کے سامنے ایمان کے اندر شک کی کوئی اہمیت نہیں۔ (اللہ تعالٰے اس امر سے پناہ میں رکھے) اسی لئے تو (امام ابو حنیفہ ایمان کے ذکر میں انشاء اللہ کہنا پسند نہ فرماتے۔ ان کے نزدیک "میں سچا مومن ہوں" کہنا تحقق الایمان ہے اس حال میں اور حسن ظن ہے ذات الکریم الغفور الرحیم کے ساتھ مآل میں۔ جو انجام کار مبہم نہیں (انشاء اللہ کے مطابق) رہا ایمان کے بارے میں نماز کا تطابق۔ تو یہ دونوں علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔

جواب ابن المبارک :۔ یہ عقیدہ کہ ایمان خوف اور رجا کے درمیان ہے ایمان کی شرط ہے بخلاف اس قطعیت کے کہ "میں با ایمان قطعی طور پہ ہوں" تو ان دونوں میں منافات ہے۔ اس سے شرط مفقود ہو جاتی ہے اور جب شرط نہ ہو تو مشروط کیسی؟ کیونکہ لوگوں کے نزدیک قطعیت بھی خوف کو دور نہیں کر پاتی کہ اس سے نجات و فلاح کا علم حاصل ہو سکے یوں بھی ایمان کی قطعیت کا یہ علم اللہ کو ہے۔ جو غیر مقطوع ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک اس کی قطعیت لازم ہے صحت ایمان پہ، کیونکہ خوف و رجا کے درمیان شرط ایمان ہے۔ اور قطعیت کے ساتھ رجا بالکل ختم ہو جاتی ہے اور اس میں شرط کے ساتھ مشروط بھی غائب ہی رہ جاتا ہے۔

اسی طرح نماز اور طہارت کا معاملہ ہے تو ظاہر میں ان دونوں کی مطابقت بلاشبہ درست ہے۔ بخلاف ایمان تو اس کا ظاہر و باطن دو حیثیتیں ہیں۔ اور دونوں باہم شرط و مشروط سے وابستہ۔ پس دخول جنت کے لئے محض ظاہر کافی نہیں۔ کہ ظاہر کا علاقہ باطن کے ساتھ

ہے۔ عند اللہ دخول جنت کا انحصار ظاہر کے ساتھ باطن سے بھی ہے۔ اس لئے ایمان اور نماز دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہوئے۔

رکن الدین محمد فرماتے کہ جب ان کے عم بزرگوار عزیز بن اسماعیل ردولوی نے یہ بات سنی تو ان کی طرف لکھا کہ جنت اور دوزخ دونوں اسلام اور کفر کا ثمرہ ہیں جب ہم نے کسی پہ اسلام یا کفر کا مشاہدہ کیا تو ہم نے حس سے معلوم کر لیا کہ فلاں شخص مسلمان رہ کر مرا ہے اور فلاں کفر پیں۔ وہ اسلام کا کلمہ آخر وقت میں کہتا رہا۔ اور یہ کفر کی تکرار کرتا رہا۔ اور ان دونو سے اپنے اپنے کلام کا نقیض صادر نہ ہوا۔ تو ہم نے لوگوں کی عام روایت کے مطابق پہلے کو جنتی اور دوسرے کو دوزخی کہا۔ اور کتابوں کے اندر بھی ان میں سے کسی کا انجام مبہم مرقوم نہیں۔ اس لئے ہم بہ تحقیق کسی کو اہلِ جنت یا اہلِ نار نہیں کہہ سکتے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے متعلق از روئے الہام انجام کا مدار اللہ کے علم میں ہے۔ اور اس کی حکمت نے ازل ہی میں اس کے حق کا فیصلہ کر دیا ہے۔ پس ہم دونوں میں سے کوئی بات کسی کی بابت نہیں کہہ سکتے واللہ اعلم۔

۴۸۴۔ الشیخ محمد بن محمد ایجی

"الشیخ العلامۃ المحدث" مجد الدین محمد بن محمد ایجی گجراتی المسند العالی خداوند خاں، یکے از علمائے مشہورین در علم حدیث، سلطان محمود شاہ کبیر کے عہد میں گجرات تشریف لائے سلطان نے بڑی تعظیم کی۔ جب آپ یہاں مقیم ہو گئے تو سلطان نے مالا مال کر کے اپنے ولی عہد مظفر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اور خطاب رشید الملک عطا فرمایا۔

اور جب مظفر شاہ نے عنان حکومت سنبھالی۔ تو آپ کی منزلت میں اور اضافہ ہو گیا۔ آپ کو تمام امراء پہ فوقیت بخشی۔ اور خداوند خاں کے لقب سے نوازا حتیٰ کہ مسلسل چودہ سال تک وزیر مملکت کے منصب پر متمکن رہے پھر جب بہادر شاہ بن

مظفر شاہ نے تخت سلطنت کو زینت بخشی تو آپ کو نیابت مطلقہ پر فائز کر دیا۔ آپ نے ۱۵ سال تک یہ عہدہ سنبھالے رکھا۔ جب بہادر شاہ دیو کی طرف گیا۔ اور ہمایوں تیموری نے گجرات فتح کر لیا، تو آپ کو مزید عطایا سے نوازا۔ اور جب ہمایوں کے سامنے پیش کیے گئے۔ تو اس نے نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ حتیٰ کہ اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ اور انہیں اپنے ہمراہ آگرہ لے آیا گیا۔ مگر جب ہمایوں ایران کی طرف بھاگا اور شیر شاہ سوری نے ملک کی باگ سنبھالی۔ تو سوری نے آپ کو گجرات کی طرف چلتا کر دیا۔ یہ دور شاہ محمد صغیر کا تھا۔ ایجی صاحب نے احمد آباد میں سکونت اختیار فرمائی اور یہیں فوت ہوئے ـــــ وہ علمائے کبار سے تھے اور حدیث و رجال میں بڑا ادرک حاصل تھا۔

۴۸۵۔ شمس الدین محمدؒ بن محمد گجراتی

م ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء یکم صفر

"الشیخ العلامہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن شاہو بن تکو در بن جام نندہ قرشی سندھی مفتی الحجۃ العلامہ حمید الملک شمس الدین بن رکن الدین بن تاج الدین فقہ و اصول و ادب میں فائق۔ مولد گجرات، تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء اپنے دور کے اساتذہ سے پڑھا۔ مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ تلامذہ میں آپ کے فرزند عبد العزیز اور دوسرے بے شمار النفاس ہیں۔ وفات یکم صفر ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء کے روز گجرات میں ہوئی۔ (بحوالہ رسالہ ابن حجر مکی)

۴۸۶۔ شیخ محمدؒ بن محمد مالکی مصری

م ۹۲۸ھ / ۱۵۲۱ء

"الشیخ العلامہ" محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن بن حسن مالکی مصری۔ شیخ جلال الدین بن وجیہ الدین

مدفون احمد آباد - اپنے اسلاف کی طرح یہ بھی ابن سوید کے نام سے مشہور تھے - شیخ عبد القادر نے النور السافر میں لکھا ہے کہ وہ ۱۶ / ماہ شعبان ۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء کے روز پیدا ہوئے - ان کی والدہ کنیز تھیں - اپنے والد کی گود میں پروان چڑھے - قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد کافیہ بن حاجب الفیہ وغیرہ پڑھے - اور تدریس شروع فرما دی - اپنے والد سے اکتساب کیا جن کا ترکہ بہت کچھ ملا - مگر بہت جلد ہی تلف کر دیا - تنگ دست ہو جانے پر صعید (خطۂ در مصر) چلے گئے اور وہاں سے مکہ معظمہ باریاب ہوئے - جہاں حافظ شمس الدین سخاوی سے موطا مالک، مسند امام شافعی، ترمذی، ابن ماجہ اور الفیہ وغیرہ پڑھے -

ان کے سوا جو ان کی تصانیف تھیں - ان کی سماعت کی - مدتوں امام سخاوی کی خدمت میں باریاب رہے جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی تاریخ میں کیا ہے -

سخاوی نے لکھا ہے کہ وہ بے حد ذکی اور جملہ علوم میں فائق تھے - حافظہ اچھا اور بات میں بھی سلجھاؤ تھا - لیکن اخلاق زیادہ اچھے نہ تھے -

یمن تشریف لے گئے اور زبیع (دبستی)، کے اندر تدریس حدیث فرمائی - یہاں سے ہندوستان کا رخ کیا اور کھمبایت میں آکر رئیس شہر کی مصاحبت سے سرفرازی حاصل کی -

شیخ جار اللہ ابن فہد فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں انہیں بہت تعظیم ہوئی - سلطان محمود شاہ بیگھرو نے معرفت حدیث اور فصاحت کی وجہ سے ان کا لقب ملک المحدثین رکھا -

وہ سب سے پہلے فرد ہیں جن کو اتنا بڑا لقب ملا جس سے تمام ممالک میں ان کا ڈنکا بڑھ گیا - رؤسا اور امرا سب ان کے آگے جھک گئے - وہ بہت سے لوگوں تک کا مادی سہارا تھے - لوگوں کی ضرورتوں کے کفیل بن گئے ان کے عطیات حرمین تک پہنچتے تھے - مگر جب سلطان محمود کے بیٹے مظفر شاہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی - تو ان کے بعض وظائف ضبط کر لئے - اس بنا پر کہ وہ امراء سے بھی دبے سے عطیات کی تمنا کرنے لگے - جس سے آپ نے مظفر شاہ کی خدمت سے خود کو الگ کر لیا اور اسی حالت میں عدم آباد کی راہ پکڑی -

انہوں نے اولاد نرینہ نہ چھوڑی۔ بلکہ زندگی میں ایک لڑکے کو متبنی بنا لیا۔ جو ان کا وارث قرار پایا۔ اور ان کی اہلیہ کا بھی وارث ہوا۔ مگر ان کے قاہرہ سے غائب رہنے کی وجہ سے ان کی صاحبزادی جو وہاں تھی۔ اس کے لئے کوئی نہ ترکہ تھا۔ کیونکہ وہاں ان کی جائیداد نہ تھی۔ (بروایت سخاری)

اور آصفی نے ظفر الوالہ میں لکھا ہے کہ میں نے ان کے لئے بیس شیوخ مرویات پر اربعین مدون کی۔ جس کا نام الفتح المبین الہانی رکھا۔ جس سے مقصد ملک المحدثین قاضی جلال الدین کنعانی سے سند کا علو تھا۔ اور جن مشائخ حدیث کو اس سند سے شغف تھا انہوں نے اس کو نظم و نثر میں منتقل کیا۔ اور اپنا اپنا نسخہ مصنف کی خدمت میں بھیجا۔ جسے آپ نے پسند کیا۔ اور اُسے پڑھ کر دوسروں کو سنایا اور مجھے بھی اس پہ مرحبا کہا۔ (یعنی سخاوی کو)

آپ کی عظمت بدستور مسلّم رہی۔ سلطان محمود کی رحلت کے بعد جب اس کا وزیر سربرآرائے حکومت ہوا تو وزیر محمد مجد الدین المسند العالی خداوند خاں ایجی کی سفارش سے سلطان کے مقرب ہوئے۔ سلطان نے ان کے بعض وظائف ختم کر دئے ـــــ محمود شاہ نے اپنی ولایت میں سے ارض جزیہ (جو کفار سے جزیہ کے طور پہ لی جائے) آپ کے وثیقے میں شامل کر رکھا تھا ـــــ آپ نے منظفر شاہ کی خدمت ترک کر دی۔

آصفی نے آپ کی وفات ۹۲۹ھ لکھا ہے۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

۴۸۷۔ العلامۃ محمد بن محمود طارمی

م ۹۴۱ھ
۱۵۳۲ء

الشیخ الفاضل العلامۃ محمد بن محمود طارمی شیخ عماد الدین محمد طارمی یکے از افاضل مشہورین در ہند۔ مولد و منشاء طارم از مواضع خراسان۔ جوان ہونے کے بعد مختلف اطراف میں گئے اور ائمہ علم و فن سے علوم کی تحصیل کی، ان میں سب سے اہم شخصیت جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوّانی صاحب کی تھی۔ پھر اپنے کتب خانہ سمیت نہروالہ گجرات

یں وارد ہوئے۔ اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔ ان کا مدرسہ نہروالہ میں بہت سودمند ثابت ہوا۔ ان کی شہرت پر مولانا وجیہہ الدین علوی گجراتی اور قاضی علاؤالدین عینی اور دوسرے بے شمار انفاس ان سے مستفید ہوئے۔ گجرات میں ان کی مسندِ تدریس کا مرتبہ بہت بڑا تھا۔

ان کے والد محمود تاجر تھے۔ انہوں نے بصرف زر کثیر ایک بہت بڑا خیمہ تیار کروایا۔ لیکن روم میں اس کا کوئی خریدار نہ بنا۔ تب وہ اسے گجرات لے آئے۔ اور سلطان محمود بیگرہ کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے اس کی قیمت زیادہ سمجھ کر نہ خریدا۔ بات ہے کہ یہ نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ کبیر محمد بن عبداللہ الحسینی البخاری بھی مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ کبیر محمد بن عبداللہ الحسینی البخاری بھی مسجد میں تشریف لائے۔ نماز کے بعد جب مسجد سے باہر نکلنے لگے تو محمود نے ان کے (مولانا محمود) کے ہاتھ کو بوسہ دیا دعا کی درخواست کی۔ تاکہ ان کا خیمہ جو بازار میں قیمت حاصل نہیں کر سکا۔ اچھے داموں پر بک جائے۔ شیخ نے اشارہ کیا کہ یہ خیمہ میرے گھر میں پہنچا دیا جائے۔ وہاں پر خیمہ نصب کرا دیا۔ آخر وہ اتنی قیمت میں خرید لیا گیا۔ جس پر اور کوئی اس کا خریدار نہ بن سکا۔ اور مولانا سے قیمت کی ادائیگی کے لئے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔

اتفاق سے ایک صاحب نے مولانا سے کہا۔ کہ اتنی رقم خطیر وہ شخص کہاں سے لائے گا۔ جس نے کبھی اس قدر رقم حاصل نہ کی ہو؟ اور ایسے فتوح غیبی روزانہ کہاں حاصل ہوتے ہیں؟ اور کب ان کا وعدہ پورا ہوگا؛ صاحب ترجمہ اجنبی تھے ان پر اس شخص کی باتوں کا بہت اثر ہوا۔ وہ شیخ کی منزل کی طرف گئے تو دیکھا کہ بے شمار لوگ خیمہ میں زینت کی لگی ہوئی چیزوں کو لوٹ رہے ہیں۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب شیخ خیمہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اس میں عجب عجب قیمتی چیزیں ٹنگی ہوئی ہیں چنانچہ حکم دیا کہ جسے جو چیز اچھی لگے اتار لے جائے اس حکم کے ملتے ہی قریب اور دور کے لوگ اُمنڈ آئے۔ سلطان محمود بھی قریب کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے اور ندامت سے اپنے ہاتھ کاٹتے رہے۔ شیخ نے مولانا کی طرف توجہ کر کے فرمایا۔ ادھر آئیے، اور جو فرش پر سے بیٹھنے کے لئے بچھایا گیا ہے اُسے اٹھائیے

چنانچہ جب انہوں نے اُلٹایا تو دیکھا کہ جتنی قیمت کا خیمہ تھا اُتنی ہی پوری قیمت اُس کے نیچے پڑی ہوئی ہے چنانچہ مولانا محمود نے اس قیمت کو اٹھایا اور شیخ کی بساط کو بوسہ دے کر معذرت چاہی اور درخواست کی کہ میں بے اولاد ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے فرزند مرحمت فرمائے چنانچہ شیخ نے دعا کی اور آگے چل کر صاحب ترجمہ محمد اُن کے ہاں طاریہ میں تولد ہوئے۔

بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں حادثہ نہروالہ سے قبل ۹۴۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(آصفی در ظفر الوالہ)

۴۸۸۔ شیخ محمد بن محمود سندھی

م ۹۷۷ھ
۱۵۶۹ء

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن محمود بن طیب الواعظ قطب الدین سندھی یکے از علمائے عاملین۔ وطن اصلی خراسان۔ جہاں سے منتقل ہو کر بھکر میں طرح اقامت ڈال دی۔ وہ ہر جمعہ کے روز وعظ کہتے۔ بہت پارسا و مقبول عام و خاص اور صالح تھے۔ رحلت ان کی ۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء میں ہوئی (معصوم صفائی حسینی سندھی در تاریخ سندھ)

۴۸۹۔ شیخ محمد بن محمود تتوی

م ۹۷۰ھ
۱۵۶۲ء

"الشیخ العالم الکبیر" محمد بن محمود بن ابو سعید تتوی سندھی۔ یکے از علمائے حنفیہ۔

(نہاوندی در مآثر)

۴۹۰۔ شیخ محمد بن معظم کالپوی

"الشیخ العالم الصالح" محمد بن معظم الحسینی الکالپوی یکے از برگزیدگان علوم ظاہری و باطنی۔ درسیات میں ان کے اُستاد قاضی محمد بن کدن اور طریقت میں ان کے والد ہیں۔ آپ نہایت

حسین، نورانی شکل۔ با اخلاق، شیریں کلام۔ خوش خط خصوصاً جلی قلم میں، اور ان جملہ علوم میں فائق تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء میں رحلت فرمائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے (گلزار ابرار)

۴۹۱ شیخ محمد بن منتخب امروہی

م ۹۸۶ھ

"الشیخ العالم الکبیر" محمد بن منتخب بن کبیر بن چاند بن منتخب حسینی امروہی المشہور بہ میر عدل از نسل سید شرف الدین حسینی النقوی۔ مولد و منشا امروہہ۔ تحصیل علم کے لئے سنبھل گئے، شیخ حاتم بن ابو حاتم کے برسوں ملازم خدمت رہ کر درسیات پڑھیں، حدیث اور دوسر علوم سید جلال الدین بدایونی کی خدمت میں باریاب رہ کر حاصل کئے۔ یہاں تک کہ فائق اقران ہو گئے، اور فتوے نویسی اور تدریس پہ حاوی ہو گئے۔ سلطان اکبر تیموری نے آپ کو دار العدل کی امارت پر متعین کر دیا۔ جس پر آپ برسوں فائز رہے۔

آپ متقی و پارسا اور حدود اللہ کے سختی سے پابند تھے۔ اوامر و نواہی دونوں کی تلقین فرماتے۔ دین کے بارے میں سخت متعصب تھے۔ بارعب تھے اور منکرات پہ لوگوں پہ بہت سختی کرتے۔ کسی ملحد کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی۔ حتیٰ کہ قاضی القضاۃ بھی مقدمات کے اندر اپنا "خبث" ظاہر کرنے میں تامل کرتا۔

بدایونی فرماتے ہیں" ایک مرتبہ حاجی ابراہیم سرہندی نے مردوں کے لئے سرخ اور زرد کے لباس کے جواز پر سلطان کے روبرو فتوے دیا۔ جس پر آپ بے حد خفا ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں برملا صلواتیں سنائیں، بدایونی کا بیان ہے کہ خود سلطان ان سے خائف رہتا اور اسی وجہ سے انہیں دار الخلافہ سے دور سندھ میں قاضی متعین کیا۔ یہ ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء کا واقعہ ہے۔ جہاں آپ نے تھوڑی سی مدت کے بعد ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء میں انتقال کیا۔

۹۴۔ الشیخ محمدؒ بن منکن ملانوی

م ۲ یکم ماہ رجب ۹۳۷ھ
۱۵۳۰ء

"الشیخ الصالح المعمر" محمد بن منکن بن داؤد بن شہاب الدین رومی بکری ملانوی المشہور بہ شیخ مصباح العاشقین یکے از مشائخ کبار چشتیہ۔ مولد شہر پانی پت۔ سالِ ولادت ۱۹ محرم ۸۱۰ھ/۱۴۰۷ء۔

اساتذہ ملا محمد سعید سے فارسی اور صرف و نحو اور فقہ کی کچھ مختصرات پڑھیں۔ اس کے بعد ابتدائی رسائل اور فقہ پڑھی۔ لاہور تشریف لائے اور پھر ملتان جاکر شیخ بہاؤ الدین ابو محمد زکریا ملتانی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ملتان ہی میں مولانا حسین سے جملہ درسیات پڑھیں۔ حدیث بھی ان ہی سے پڑھی۔ بعد ازاں نو دن حجاز گئے اور مشائخ مکہ معظمہ سے حدیث پڑھی۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۹ ماہ تک قیام کے بعد ہندوستان واپس آ گئے۔ اور پانی پت میں شادی کر لی۔ کچھ عرصہ بعد لکھنؤ میں شیخ محمد اعظم حسینی کرمانی اور ان کے ہر دو رفقا شیخ محمدؒ مینا و شیخ سعدؒ الدین کی خدمت میں رہے ـــــ لکھنؤ سے اجودھیا آ گئے۔ اور شیخ احمد صوفی رادتی کی بیعت کی۔ سات سال مسلسل ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ یہاں چلہ کشی شروع کی۔ حتیٰ کہ جذب و سلوک کی منزل تک آ پہنچے۔ جس پر شیخ احمد صوفی نے آپ کو شیخ جلال الدین پنڈوی کے پاس بھجوا دیا۔ اور بنگال جانے کی ترغیب دی۔ آپ اس سفر میں ابھی بنارس ہی پہنچے تھے کہ ایک ہندو عورت پر فریفتہ ہو گئے۔ کئی سال بنارس میں گزار دئیے۔ مگر جب شیخ احمد مذکور نے سُنا تو خط میں اس حصول مقصد کے لئے تحریک فرمائی ـــ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ بنارس سے پنڈوہ آ کر شیخ جلال الدین کی خدمت میں باریاب ہو گئے ـــ اور ان کے معمولات پر عمل کرنے لگے۔ حتیٰ کہ درجہ مشیخیت پر آ پہنچے۔ شیخ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ مصباح العاشقین لقب ارزانی فرمایا۔ اور تزویج کے لئے حکم دیا۔ آپ نے تعمیل فرمائی اور اس اہلیہ سے بھی اولاد حاصل ہوئی۔ اتنے میں شیخ جلال الدین شہید ہو گئے۔ تو آپ بنگال سے ہجرت کر کے جون پور آ گئے اور پھر وہاں سے قنوج کے ارادہ سے نکلے، لیکن ابھی قنوج سے بیس میل ادھر ہی تھے کہ ملاّوہ نامی مقام

پسند آگیا اور وہیں اقامت اختیار کرلی یہ واقعہ ۸۸۶ھ کا ہے۔ اور کچھ عرصہ بعد حضرت بختیار روشی (یعنی شیخ قطب الدین) دہلوی کے مزار پر سالانہ مجلس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ تو سلطان ابراہیم بن سکندر شاہ لودی نے اپنے والد کے حکم سے آپ کا استقبال فرمایا۔ جس سے دوسرے روز خود سکندر شاہ ممدوح بھی آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اور آپ کی ضیافت کی۔ دہلی کے اکثر لوگوں نے آپ کی بیعت سے استفادہ کیا۔

آپ کثیر المشاغل والفکر الذکر ہونے کے ساتھ شدید العبادت تھے۔ اللہ نے آپ کو ایک سو سال سے زیادہ عمر دی۔ اس عمر میں بھی چھ ماہ کا ایک چلّہ کھینچا اور افطار میں بھی سوائے ایک یا دو کھجوروں کے اور کچھ تناول نہ فرماتے۔ چھ مہینے کے بعد جب زاویہ سے نکلے۔ تو قوتے تقریباً جواب دے چکے تھے اور چلنا پھرنا اور گفتگو کرنا حد درجہ دشوار تھا صرف آنکھ کے اشارہ سے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے۔ چلّہ سے نکلنے کے بعد گوشت کا شوربہ تھوڑا تھوڑا استعمال کرنا شروع کیا تھا آنکہ پھر قوت عود کر آئی۔ ایک روز دیکھا کہ ان کی اہلیہ نے ان کی قبر کی خاطر بہت بڑی عمارت تعمیر کروائی ہے۔ دیکھ کر فرمایا کہ اس نے اپنے بیٹے جلال کی خاطر دکان تعمیر کروائی ہے ورنہ میری قبر کے لئے ایسی پختہ عمارت کی کیا ضرورت تھی میرے لئے تو آسمان کی کھلی چھت کافی تھی۔ اس سے چند روز بعد بخار میں گھر گئے۔ اور اسی حالت میں واصل بحق ہوئے۔ یہ واقعہ پنجم ماہ رجب ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء کے روز ظہور پذیر ہوا۔ (چندواردی نے یہ تذکرہ اپنی کتاب مصابح العاشقین میں لکھا ہے۔

۳۹۴۔ شیخ محمد بن ہبۃ اللہ شیرازی

"الشیخ الفاضل" محمد بن ہبۃ اللہ بن عطا اللہ حسینی شیرازی سید کمال الدین گجراتی۔ علوم حکمیہ میں فرد روزگار۔ م ۸۹۸ھ کے اندر سلطان محمود شاہ کبیر کے زمانے میں ان کے والد شیراز سے ہندوستان آگئے۔

آپ نے اپنے والد ہی کی خدمت میں مدتوں بار یابی سے پڑھا حتیٰ کہ اکثر فنون میں جید العصر ہو گئے۔ درس و افادہ مشغلہ تھا۔ بے شمار النفاس (از علماء) نے آپ سے

اکتساب کیا وفات ۲۵ ربیع الثانی کو بائساول بستی میں ہوئی لیکن صحیح سنۂ وفات معلوم نہ ہوسکا۔

۴۹۴۔ شمس الدین محمدؒ بن یار محمدؒ غزنوی

م ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء

"الامیر الکبیر" محمد بن یار محمد حسینی الغزنوی نواب شمس الدین محمد اتکہ خاں دہلوی "الخان الاعظم" یکے از علمائے کبار در دولت تیموریہ۔ مولد و منشا غزنہ، سلطان بابر شاہ تیموری کے صاحبزادہ مرزا کامران کے مدت تک مصاحب رہے۔ اور جب ۹۴۷ھ میں قنوج کے مقام پر سلطان ہمایوں کو شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں شکست ہو جانے پر فوج بھی جان بچانے کے لئے جمنا میں کود پڑی۔ جس سے اکثر سپاہی دریا میں ڈوب مرے۔ اور ان کے ساتھ ہمایوں نے اپنی سواری کا ہاتھی دریا میں ڈال دیا۔ مگر جب ہاتھی دریا کے دوسرے کنارے پر ساحل سے لگا۔ تو یہاں بلند تودہ تھا۔ جس سے ہاتھ خشکی پر نہ پہنچ سکا۔ اور ہمایوں نے فکر و غم کی لہروں میں پیچ و تاب کھانے لگا تو دفعتہً ایک شخص نے سلطان کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساحل پر پہنچا دیا۔ ہمایوں کی جان میں جان آگئی۔ اپنے نجات دہندہ کا نام دریافت کیا۔ یہ شمس الدین محمد غزنوی تھا۔ ہمایوں اس سے بڑا اچھا وعدہ کر کے پنجاب کی طرف بڑھا۔ اور جب ہمایوں کی بیگم نے اکبر کو جنم دیا تو ہمایوں نے شمس الدین کی زوجہ کو بچے کی رضاعت سپرد کی۔ وہ اکبر کو اس کے پاس چھوڑ کر خود ایران چلا گیا۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر دوبارہ اس ملک پر قابض ہو گیا تو شمس الدین محمد مذکور کو پنجاب کے اندر جاگیر عطا فرما دی۔

جب اکبر نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ اور امیر مشہور بیرم خان کو معزول کیا۔ تو امیر مذکور کے جملہ اعزازات از قسم علم و نقارہ وغیرہ شمس الدین محمد کو عنایت فرما دئے۔

صاحب ترجمہ مرد فاضل و صالح العقیدہ و پارسا اور دیانت دار ہونے کے ساتھ کثیر العبادت اور اکبر کے نزدیک بھی عالی منزلت تھے۔ جس کی وجہ سے امراء ان کا اس قدر حسد کرتے کہ آخر ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء میں ادہم بن ماہم انگہ نے انہیں قتل کر دیا جس کی پاداش میں

قاتل کو قصاص کے طور پر جلاد کے حوالے کر دیا گیا ــــ ان کی تاریخ وفات خان شہید ایک صاحب نے کہی۔ (عبد الرزاق در مآثر الامراء)

۹۵۴۔ مہدی جون پوری

م پنج شنبہ ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء

("الشیخ الکبیر" محمد ابن یوسف حسینی جون پوری مدعی مہدویت از مشاہیر ہند) سال ولادت ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء۔ مولد شہر جون پور۔ حفظ قرآن کے بعد شیخ دانیال ابن الحسن عمری بلخی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ۱۵ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر جرأت کے ساتھ بحث و تدقیق کے حلقہ میں در آئے۔ جس کی وجہ سے ان کا لقب اسرار العلماء مشہور ہو گیا۔ تدریس کی مسند آراستہ کی اور طریقت میں بھی اپنے شیخ العلوم دانیال سے مستفید ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ میں مدتوں منسلک رہے۔ بعد ازاں گھر بار اور وطن چھوڑ کر اہل و عیال کو ہمراہ لیا اور طویل عرصہ تک پہاڑوں اور جنگلوں میں گھومتے پھرے، اس سفر میں خود کو مہدی سے ملقب کیا۔ پھر چندیری چلے گئے۔ یہ شہر علاقہ مالوہ کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں وعظ و تلقین شروع کر دی۔ عوام کا میلان آپ کی طرف ہو گیا۔ جس پر مشائخ حسد پر اتر آئے۔ اور اپنے انصار کو ان کے شہر بدر کرنے پر آمادہ کر دیا۔ سید صاحب وہاں سے شہر مندو چلے گئے۔ سلطان غیاث الدین خلجی اور مولانا الشیخ ہداد معتقد ہو کر بیعت ہو گئے۔ جس سے آپ کی عظمت بڑھ گئی۔ پھر صوبہ گجرات کے شہر جاپانیر میں وارد ہوئے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر شروع کر دیا۔ لوگوں کو زہد و یکسوئی کی تلقین کے ساتھ شریعت پر قائم رہنے کی ہدایت فرماتے۔ یہ رنگ دیکھ کر سلطان محمود شاہ الکبیر راغب ہو گئے۔ اور آپ کی مجلس میں حاضری پر آمادہ ہو گئے مگر علمائے وقت نے سلطان کا یہ رنگ دیکھ کر منع کیا۔ آپ برہان پور اور دولت آباد ہوتے ہوئے احمد نگر چلے گئے۔ یہاں کے رئیس امیر نظام شاہ بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ پھر آپ شہر احمد آباد بیدر آئے جس کا نام اورنگ زیب عالمگیر نے محمود آباد رکھا۔ یہاں شیخ ممن، ملا ضیاء، اور قاضی علاء الدین وغیرہ نے آپ کی بیعت کی۔ پھر آپ گلبرگہ آئے اور حرمین شریفین کا سفر فرمایا۔

اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر دوسری مرتبہ اپنے مہدی ہونے کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ

مَن تبعنی فھو مومنٌ (جو شخص میری پیروی کرے وہ مومن ہے)

مکہ معظمہ میں شیخ نظام و قاضی علاؤ الدین نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔
یہ ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء کا واقعہ ہے۔ حج کے بعد آپ احمد آباد گجرات تشریف لاکر ذکر میں مصروف ہو گئے۔ لاتعداد افراد نے آپ کی بیعت کی۔ یہاں آپ نے تیسری مرتبہ اپنی مہدویت کا اظہار فرمایا۔ جو ۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء کا ماجرا ہے۔ علمائے شہر آپ کے شہر بدر کرنے پر تل گئے سلطان محمود شاہ الکبیر نے آپ کو احمد آباد سے شہر بدر کر دیا۔ آپ قریہ سولہ سانپج میں کچھ روز قیام کے بعد شہر فتن اور وہاں سے قریہ برلی (جو فتن سے ۳۰ میل پر واقع ہے) اب چوتھی مرتبہ آپ نے مہدی ہونے کا اظہار فرمایا۔ بایں وصف کہ

من انکرہ فقد کفر (جو شخص ان کی مہدویت کا انکار کرے وہ کافر ہے)

جس پر علما نے آپ سے بحث کی۔ تو آپ سندھ کے ارادے سے چل پڑے۔ یہاں کے علما بھی آپ کے خلاف ہو گئے، اور بحث و نقد کے بعد آپ کو سندھ سے نکال دیا۔ لیکن یہاں کے باشندے جوق در جوق آپ پر ایمان لے آئے — آپ نے سندھ سے خراسان کا قصد فرمایا۔ اس سفر میں آٹھ سو افراد آپ کے ہمرکاب تھے۔ حتیٰ کہ شہر قندھار میں وارد ہوئے۔

قندھار کے رئیس مرزا شاہ بیگ نے آپ کو وہاں جامع مسجد میں علمائے شہر کے سامنے اپنا دعوےٰ پیش کرنے کے لئے کہا۔ آپ مسجد میں حاضر ہوئے۔ وعظ کیا۔ خود روئے لوگوں کو رلایا۔ تو مرزا شاہ بیگ یہ حالت دیکھ کر آپ پر مائل ہو گیا۔ اور آپ کا راستہ کھول دیا۔ جب آپ فراہ نامی مقام میں پہنچے تو امیر ذوالنون نے آپ کا راستہ روکا اور شاہ خراسان حسین مرزا کو لکھا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے، اس خط پہ نو ماہ گذر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ تا آنکہ اسی مدت میں سید محمد کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد ان کے اصحاب ادھر ادھر بکھر گئے۔ اور وہ جہاں گئے اپنی دعوت پیش کرتے گئے۔ جن میں سے صوبہ گجرات دکن میں ہمارے عہد تک اس فرقہ کے ماننے والے موجود ہیں۔

بعد ازاں ان کے پیروؤں میں ان کے دعاوی کے متعلق اختلاف ہو گیا۔

۱۔ ایک گروہ نے انہیں صرف صاحب کشف و کرامت بتایا۔

۲۔ دوسرے گروہ نے انہیں صاحب کشف و کرامت ہونے کے ساتھ اپنے کشف کی تعبیر میں خطا کار بتایا۔

۳۔ تیسرے گروہ نے انہیں ان کے مسلک جدید میں مبتدع بتایا۔

۴۔ بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

انہ کان صاحب مقامات عالیۃ ذا صدق و اخلاص فی الطریقۃ، رفیع المنزلۃ فی الفقر اخترع اصحابہ طریقاً جدیداً۔

(وہ صاحب مقامات عالی تھے صاحب صدق و اخلاص تھے اپنے طریقہ اور فقر میں بھی ان کا مرتبہ بلند تھا۔ ان کے اصحاب نے یہ جدید طریقہ ایجاد کر لیا)

۵۔ عبدالرحمٰن امیٹھوی نے مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ

انہ کان عارفاً اخطا فی کشفہ

(وہ عارف تو تھے مگر انہوں نے اپنے مکشوفات کی تعبیر میں غلطی کی ہے)

۶۔ ابن مبارک فرماتے

انہ ادعی المھدیۃ فی غلبۃ الحال وصدر منہ الخوارق الکثیرہ فی جمع علیہ الناس وصدقوہ فی ادعائہ

(انہوں نے غلبۃ الحال یعنی بے اختیاری کی حالت میں مہدویت کا دعوےٰ کیا۔ ان سے خوارق کا صدور ہوا۔ لوگ ان پر جمع ہو گئے اور ان کے دعوےٰ مہدویت کی تصدیق کی)

لاہوری نے اپنی تالیف خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے۔

انہ قال انا مھدیٌ فی غلبۃ الحال و السکر کما قال بعضھم،

"انا اللہ! وسبحانی ما اعظم شانی وامثال ذالک من الاقوال"

(انہوں نے کہا میں مہدی ہوں یہ کہنا ان کا غلبہ حال و بے اختیاری اور سکر

کی وجہ سے تھا۔ جیساکہ بعض اہل اللہ نے خود کے متعلق فرمایا "میں اللہ ہوں اور منزہ ہوں لغزش سے وارہی میری شان! یہ اور اس قسم کے اقوال اور صوفیا کے بھی ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ سید محمد نے دوسرے صوفیا کی مانند ہوش میں آنے کے بعد اپنے ایسے اقوال سے رجوع فرمالیا تھا۔ مگر ان کے جاہل پیرووں نے ان (سید مہدی) کے رجوع کو معتبر نہ ٹھہرایا بلکہ وہ اس پہ مصر رہے کہ سید صاحب مہدی موعود تھے۔ جس سے وہ خود بھی راہ راست سے دور رہ گئے اور بے شمار مخلوق کو بھی گمراہ کیا۔ یعنی ایک نیا مذہب ایجاد کرلیا اور اس مذہب کا نام فرقہ مہدویہ رکھ لیا۔

۷۔ ابو رجاء محمد شاہجہان پوری نے اپنی کتاب "الهداية المهدويہ" میں لکھا ہے کہ

ا۔ ان الجون پوری لم یمنع اصحابہ عن ذلک وبدّل اسم ابیہ بعبد اللہ واسم امہ بآمنہ واشاعھا فی الناس۔

(جون پوری نے اپنے اصحاب کو اپنے مہدی ماننے سے نہیں روکا۔ اور اس نے اپنے باپ اور والدہ کا نام بدل کر عبداللہ اور آمنہ رکھ دیا اور لوگوں میں یہی نام مشہور کر دیئے۔

وصنف کتاباً فی اصول ذلک المذھب ثم نقل رجاء اصول ذلک المذھب فی کتابہ،

(اور مہدی صاحب نے اپنے مذہب (بلکہ مسلک مترجم) پہ ایک کتاب لکھی جس میں سے ابو رجا نے اپنی کتاب میں ان کے کچھ اصول نقل کئے۔

ب ۔ مثلاً یہ کہ "انہ مھدی موعود وانہ افضل من ابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنھم"

ج ۔ بل انہ افضل من آدم ونوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ علی نبینا و علیھم السلام،

د ۔ وانہ کان مساویاً بسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی المنزلۃ وان کان

تابعًا لہ فی الدین ،

ھ - ومنہا ان ماخالف من الکتاب والسنۃ قولہ و فعلہ فہو غیر صحیح ،

و - ومنہا ان تاویل کلامہ حرام وان کان مخالفًا للعقل ،

ز - ومنہا ان الجون پوری وسیدنا محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلاھما مسلمان کاملان

وسائر الانبیاء ناقصو الاسلام ،

ح - ومنہا ان الانسان ان لم یشاھد الانوار الالہیۃ بالعین او بالقلب فی الیقظۃ

او فی المنام فلیس بمومن -

ط - ومنہا ان الواجب علی کل مسلم ان یہجر وطنہ ویختار صحبۃ الصادقین

بعد الہجرۃ ،

ی - ومنہا ان الجون پوری شریک فی بعض الصفات الالہیۃ بعد فوزہ بمنصب

الرسالۃ والنبوۃ انتہی بقدر الحاجۃ -

(ب) وہ مہدی موعود ہیں اور حضرت ابوبکر وعمر عثمان وعلی رضی اللّٰہ عنہم سے افضل ہیں،

(ج) بلکہ وہ افضل ہیں حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسٰے علی نبینا وعلیہم السلام سے۔

(د) وہ مرتبہ میں حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے برابر ہیں مگر شریعت میں ان کے پیرو ہیں۔

(ھ) ان کا جو قول یا فعل کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ وہ قول صحیح نہیں۔

(و) ان کے کلام کی تاویل حرام ہے۔ اگرچہ وہ (کلام) عقل کے خلاف ہو۔

(ز) جون پوری اور سیدنا محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم دونوں کامل مسلمان تھے اور بقیہ انبیاء ناقص الاسلام تھے۔

(ح) اگر انسان اپنی ان آنکھوں اور دل سے بیداری یا نوم کے اندر انوار الٰہی نہ دیکھ پائے تو وہ مومن نہیں ہے۔

(ط) ہر ایک مسلمان پر اپنے وطن سے ہجرت کرنا واجب ہے۔ جس کے ساتھ ہی وہ

صالحین کی مجلس اختیار کرے۔

(ی) جونپوری رسالت پر فائز ہونے کے بعد بقدر ضرورت خدائی پر فائز ہو گئے تھے، بعض صفات الٰہی میں بھی خدا کا شریک ہے۔

تاریخ پالن پور مؤلفہ گلاب بن عبد اللہ المہدوی میں مذکور ہے کہ فرقہ مہدویہ باقاعدہ کچھ اصول ہیں اور کچھ فروع اصول یہ ہیں کہ سب سے پہلے اس حسن قصد و اخلاص سے توبہ کی جائے کہ اس میں ریاء کا شائبہ تک نہ رہے۔

دوم۔ ایسے اعمال صالح کئے جائیں جن سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔

سوم۔ حفظ انفاس کے طریق پر ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔

فروع میں ان کا طور طریق بالکل اہل سنت کی طرح ہے ذرا برابر فرق نہیں۔ اُن کا قول ہے کہ جو کوئی ہمارے طریقہ پر آنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ دنیا و علائق دنیا کو خیرباد کہے، دوم لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرے، سوم وطن و دیار کو خیرباد کہے، چہارم صدیقین کی صحبت اختیار کرے۔ پنجم۔ دوام ذکر۔ اس توضیح سے غالباً آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ اہل سنت والجماعت اور ان کے مابین سوائے مہدی جونپوری کے دعوئے مہدویت کے اور کوئی فرق نہیں۔

ان کی وفات بروز پنجشنبہ ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء کو ہوئی۔

۲۹۳۔ شیخ محمد بن یوسف برہان پوری المشہور بہ شیخ بھکاری

"الشیخ العالم الفقیہ" محمد بن یوسف بن کمال القرشی الماندوی الشیخ تاج الدین بن کمال الدین برہان پوری المشہور بہ شیخ بھکاری۔ یکے از مشائخ کبار۔ ان کے جد کمال الدین ہندوستان تشریف لائے، اور تھنیور میں سکونت اختیار فرمالی۔ یہاں انہوں نے شادی کی۔ اور اولاد کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔ جن میں ایک تاج الدین یوسف ہیں جو ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے، انہوں نے مندو میں شادی کی اس خاتون کے بطن سے قطب الدین محمد "صاحب ترجمہ" ۹۰۲ھ میں متولد ہوئے۔ جو شیخ بھکاری سے ملقب ہوئے ان کے

شیوخ میں شیخ ابراہیم بن المعین الحسینی ایرجی ہیں - اور ان سے قاضی ضیاءُالدین عثمانی نبوتنی اور دوسرے بے شمار انفاس از طبقہ علماء وصوفیا نے استفادہ کیا۔

تصنیف | (۱) جواہر الاسرار در حقائق و معارف

وفات | ۱۲ ربیع الاول ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء در شہر برہان پور (از مجمع الابرار)

۴۹۷ شیخ محمدؐ اُچی سندھی

م ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء

"الشیخ العالم الفقیہ" محمد بن محمد اُچی یکے از علمائے مشہورین در عصر خویش، آل جعفر سے منسوب - انہوں نے سیدؐ محمد جون پوری پر عائد کردہ الزامات کی تردید کی جو جام نظام الدین صاحب سندھ کے عہدِ حکومت میں ان پر عائد کئے گئے تھے - آپ اُچ سے اُس دور میں نکل آئے جب وہاں علما کا ظہور ختم ہو چکا تھا - اور بھکر میں قیام فرمایا جس کے بعد ٹھٹھ کو اپنے ورود مسعود سے مفتخر فرمایا - جہاں کے سربراہ حکومت مرزا شاہ حسین نے آپ کو قاضی شکر اللہ کی جگہ قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔ (مآثر)

۴۹۸ - ملک محمدؐ جائسی

"الشیخ الفاضل" محمد بن ابو محمد حنفی جائسی المشہور بہ ملک محمد یکے از شعرائے بھاشا - شاگرد شیخ مبارک بن جلال اشرفی جائسی جن کے آپ برسوں ملازم خدمت رہے۔

ان کے متعدد مصنفات ہیں۔

پدماوت بھاکھا (جس کے اندر ایسے نو اطوار اور سات ایسے اطوار کا ذکر کیا گیا ہے، جو طریقت اشرفیہ میں مذکور ہیں - اور ان کے اندر سات دیپ نو کھنڈ یعنی ہفت ارضین اور نو افلاک کا ذکر ہے - ازاں جملہ اکھراوت ہے - چیتاوت ہے، چترا دت ہے اور ایک ان میں عورتوں کے حیلوں اور مکاریوں سے متعلق ہے - اور ایک "آخری کلام" یعنی آثار قیامت سے متعلق ہے - کہروا نامہ و سوری نامہ و کہرا نامہ و مہرا نامہ وغیرہ جیدہ قسم کے

نمونہ جات۔ یہ ذکر عبدالقادر جائسی نے اپنی کتاب جائس نامہ میں کیا ہے۔

۴۹۹۔ مولانا محمد لاہوری

"الشیخ العالم الکبیر المحدث" مولانا محمد مفتی لاہوری۔ مرجع انام اور لاہور میں منصب مفتی پر فائز تھے۔ درس وافادہ مشغلہ تھا۔ جب صحیح بخاری یا مشکوٰۃ المصابیح ختم کرتے۔ تو علماء و مشائخ کی دعوت کرتے۔ اور ان کو نمکین اور شیریں ہر قسم کے کھانے کھلاتے۔ مگر جب نوے سال کی عمر تک آپہنچے تو بڑھاپے کی وجہ سے تدریس بند کر دی۔ (بدایونی در تاریخ خود)

۵۰۰۔ مولانا مجدالدین محمد سرہندی

"الشیخ العالم الکبیر" مجدالدین محمد الحنفی السرہندی یکے از مشاہیر عصر، در کثرت تدریس وافادہ شاگرد تھے شیخ ہداد بن صالح سرہندی کے اور ان سے مستفیض تھے شیخ سلیم بن بہاؤالدین چشتی و دیگر الفاس و اعلام،

شیخ یعقوب بن حسن کشمیری نے ان کو دیکھا اور اپنی کتاب مغازی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا ذکر کیا اور لکھا ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے بڑے عالم تھے،

محمد بن الحسن مندوی نے اپنی کتاب گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ جب بابر تیموری نے ہندوستان فتح کیا تو اس وقت مولانا مجد حیات تھے، اور اس نے سرہند جا کر ان سے ملاقات کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔ افسوس ہے کہ ان کے سنۂ وفات پر مطلع نہ ہو سکا۔

۵۰۱۔ الفقیہ محمد نائطی

"الشیخ العالم الفقیہ" محمد بن ابو محمد شافعی نائطی مدفون بہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولد و منشا ہندوستان۔ سفر حجاز میں شیخ علی متقی برہان پوری سے علوم کا استفادہ کیا، معمول یہ تھا کہ چھ ماہ مکہ مکرمہ میں اور چھ ماہ مدینہ منورہ میں بسر کرتے، شیخ عبدالحق بن سیف الدین ان سے ملے اور زاد المتقین میں ان کا ذکر کیا۔

۵۰۲۔ مولانا محمد نارنولی

"الشیخ الفاضل" محمود بن ابو محمد حنفی نارنولی یکے از علمائے ممتازین در تاریخ۔
طریقت میں اپنے شباب ہی میں شیخ احمد بن مجد شیبانی سے مستفیض ہوئے اور درسیات
شیخ عبد المقتدر تلمیذ شیخ احمد سے پڑھیں (عبد الحق در اخبار الاخیار)

۵۰۳۔ الشیخ الفاضل القاضی محمد بن ابیہ شیعی یزدی المعروف بہ یزیدی

م ۹۹۸ھ / ۱۵۲۱ء

"الشیخ الفاضل" قاضی محمد بن ابیہ شیعہ از ساکنین یزد۔ یکے از علمائے منطق و فلسفہ۔
یزد از بلاد فارس مولد و منشا ہے۔ علم کے لئے سفر کیا اور فاضل مرزا جان شیرازی
سے پڑھ کر ۹۸۴-۳ھ / ۹۷-۱۵۴۸ء میں ہندوستان تشریف لے آئے۔ اکبر شاہ تیموری کے تقرب سے
فیض حاصل کیا۔ اور اس کی طرف سے جون پور کے قاضی مقرر ہوئے۔ یہ واقعہ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء یا
اس سے قریب کا ہے۔ وہ اہل تسنن کے خلاف بے حد متعصب اور خلفائے ثلاثہ پر طعن
و تشنیع میں بہت زبان دراز تھے۔ صحابہ و تابعین بھی ان کے ہدف سے نہ بچتے۔ ان کی ایسی
ہی بیہودگیوں کی وجہ سے ان کا لقب یزیدی پڑ گیا۔ (بدایونی)

اور جب محمد معصوم کابلی نے بنگال میں اکبر تیموری کے خلاف خروج کیا۔ تو معز الملک
جون پوری نے اوّل الذکر کی مساعدت کا ارادہ کیا۔ جس پر قاضی محمد (صاحب ترجمہ) نے
بھی محمد معصوم کو شہ دی۔ مگر جب حکیم ابو الفتح بن عبد الرزاق گیلانی بنگال سے لوٹ کر
جون پور آیا۔ تو ان دونوں کے ارادے سے سلطان اکبر کو مطلع کیا۔ سلطان نے دونوں
کو طلب کر لیا۔ دونوں کو مشکیں باندھ کر دریائے جمنا میں کشتی میں سوار کیا گیا۔ کشتی جب
اٹاوہ کے قریب پہنچی تو پانی میں ڈوب گئی اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ اکبر شاہ کے
حکم سے اس کشتی کو غرق کیا گیا۔ یہ واقعہ ۹۹۸ھ / ۱۵۲۱ء کا ہے۔

۵۰۴۔ قاضی محمدؒ تھانیسری

"الشیخ العالم الفقیہ" محمدؒ بن محمدؒ حنفی تھانیسری یکے از علمائے کبار۔
یہ ذکر رکن الدین محمد بن عبد القدوس گنگوہی نے اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں کیا ہے۔

۵۰۵۔ السیدؒ محمدؒ مکی سنبھلی

الشیخ المجود محمد بن ابو محمد حسینی مکیؒ سنبھلی یکے از علمائے قرآۃ و تجوید۔ مشہور در عصر خویش۔ ہر سات قرآت میں قرآن شریف پڑھ سکتے تھے عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی نے ۹۵۹ھ/۱۵۵۱ء میں ان سے شہر سنبھل میں پڑھا۔ جس کا ذکر ممدوح ہی نے اپنی تاریخ میں کیا۔

۵۰۶۔ مولانا شمس الدین محمد شیرازی المشہور بہ زیرک

"الشیخ الفاضل العلّامہ" شمس الدین محمد شیرازی المشہور بہ زیرک، ہندوستان میں سلطان محمود شاہ گجراتی کے عہد میں وارد ہوئے اور احمد آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ نے سلطان ممدوح کے لئے مآثر محمود شاہی لکھی (گلزار ابرار)

۵۰۷۔ شیخ محمد الجفّار دکنی

م ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء

"الشیخ الفاضل محمد بن ابو محمد الجفّار دکنی۔ علم جعفر، دفق اعداد اور دوسرے علوم غریبہ میں یکتائے روزگار تھے۔ قرآن مجید ایسے دل پذیر لحن سے پڑھتے کہ دل میں اتر جاتا بڑے کریم النفس سخی، خوش کلام اور دل موہ لینے کے پیرائے میں بات کرتے ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۵۰۸۔ مولانا محمدؒ حسین یزدی

م ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء

"الشیخ العالم الکبیر" محمد حسین الیزدی یکے از علمائے کبار۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد قرأت و تفسیر اور حدیث میں فرد روزگار ہوئے۔ ہندوستان آگئے اور دہلی میں طرح اقامت ڈال دی۔

تصانیف
(۱) شرح شمائل ترمذی۔ (نہایت مفصل)
(۲) منظومہ در شمائل نبوی ایضاً

۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں دہلی کے اندر رحلت فرمائی (وقائع در تحفۃ الکرام)

۵۰۹۔ مولانا محمدؒ درویش جون پوری

م۔ ۱۷ ماہ ذوالحجہ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء

"الشیخ الفاضل" محمد درویش حسینی واسطی جون پوری، یکے از علمائے صالحین جن کا نسب سولہ واسطوں سے امام زید بن علی ابن الحسین ابن علی رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے۔ مولد و منشا قریہ نونہرہ از اعمال غازی پور۔ علم کے لئے جون پور آئے۔ اور شیخ مبارک ابن خیرالدین کے زاویہ میں قیام کیا اور تحصیل علوم میں اس قدر منہمک ہوئے۔ معاصرین میں ممتاز درجہ حاصل کیا اور فتویٰ و تدریس کو اپنا مشغلہ قرار دیا۔ شیخ مبارک ممدوح نے اپنی صاحبزادی آپ کے حبالۂ عقد میں منسلک کر دی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے مستقل قیام کر لیا۔ اور مدت تک وہاں درس دیا۔ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء بتاریخ ۱۷ ماہ ذی الحجہ رحلت فرمائی (تجلئ نور)

۵۱۰۔ مولانا محمدؒ سعید خراسانی "میر کلاں"

م ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء

"الشیخ العالم المحدث" محمد سعید بن مولانا خواجہ حنفی الخراسانی المشہور بہ میر کلاں یکے از

علمائے کبار۔ بلوغ کے بعد عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائینی اور دوسرے اساتذہ سے پڑھا۔ مگر حدیث سید میرک شاہ بن جمال الدین حسینی ہروی سے پڑھی جن کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ پھر حرمین گئے اور حج و زیارت کے بعد مکہ مکرمہ کے اندر برسوں قیام فرمایا۔

تلامذہ ملا علی قاری ہروی مصنف مرقاۃ و سید غضنفر بن جعفر حسینی نہروالی۔ اور بے شمار علما۔

وہ بہت بڑے عالم محدث و محقق تھے ان کا علم نافع اور معلومات کا خزانہ تھا۔ حدیث میں ید طولے اور درس و افادہ میں طریقہ ظاہریہ کے ساتھ آخر عمر تک واسطہ رہے آگرہ میں انتقال فرمایا۔ سال وفات ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء ہے (بدایونی)

۵۱۱۔ مولانا محمد حسین ترکمانی

م ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء

"الشیخ العلامۃ" محمد سعید حنفی ترکمانی۔ منطق و فلسفہ میں معبد الدہر تھے۔ اساتذہ میں شیخ احمد جند و علی محمد سرخ۔ اور عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائینی ہیں۔ حتے کہ جملہ علوم و فنون میں ممتاز ہو گئے ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء میں ہندوستان تشریف لے آئے یہ سلطان اکبر تیموری کا دور تھا۔ ان سے مالی منفعت حاصل ہوئی۔ اور یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ بے شمار انفاس آپ کے علم سے مستفیض ہوئے۔

علوم عقلی و نقلی دونوں میں ماہر تھے۔ کثیر الفوائد اور گفتگو میں نہایت تیز شیریں کلام ستودہ خصائل و دین دار و متواضع اور طالب علموں پر مہربان۔ شہر کابل کے اندر ۹۷۰ھ / ۱۵۸۶ء میں رحلت فرمائی۔ (بدایونی)

۵۱۲۔ قاضی محمد معین لاہوری

م ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء

"شیخ فاضل" محمد معین لاہوری یکے از فقہائے مشہورین در عہد خویش، و از نسل شیخ

معین مؤلف معارف النبوۃ۔ لاہور میں منصب قضا پر اپنی کبرسنی تک فائز رہے۔ ان کے فیصلے قابل تحسین تھے۔ اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھ کر طلبا کو عنایت فرما دیتے۔ اور اس کے لئے بے حد مال خرچ کرتے ۹۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (بدایونی)

۵۱۳۔ میرک محمود بن ابو سعید سندھی مشہور بہ میرک محمود

م ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء

"الشیخ العالم الکبیر" محمود بن ابو سعید حنفی تتوی سندھی۔ المشہور بہ میرک محمود۔ یکے از فقہائے احناف۔ نقل احکام میں ماہر اور اپنے دور کے اندر فتوے نویسی میں فرد، املا بہت اعلیٰ تھا۔ نستعلیق میں معروف تھے۔ اس وصف کے ساتھ جملہ اخلاق و آداب میں بہت مرغوب، مزاج نرم اور زہد و سخاوت شعار و دثار، آپ کو مرزا شاہ حسین نے صوبۂ سندھ کا شیخ الاسلام مقرر کر دیا جس منصب پر مدت العمر فائز رہے ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں رحلت فرمائی۔ ایک صاحب نے مادہ تاریخ "گرفت میرک آہ! آہ!" سے مستخرج کیا (نہاوندی در مآثر رحیمی)۔ (از تاریخ سندھ)

۵۱۴۔ قاضی محمود بن احمد نائطی

م ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء (تقریباً)

"الشیخ الفقیہ" قاضی محمود بن احمد بن ابو محمد نائطی بیجاپوری۔ یکے از رجال علم و طریقت۔ منصب قضاۃ پر فائز ہوئے اور برسوں انصاف فرماتے رہے۔ پھر سفر حجاز کیا اور حج و زیارت سے متمتع ہونے کے ساتھ علم کا عطیہ اپنے ہمراہ لائے۔ یہاں آکر بیجاپور میں بس گئے اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادہ رضی الدین مرتضیٰ ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء میں اس منصب پر متمکن ہوئے۔ اور اس سن میں یا اس کے قریب ان کے والد نے رحلت کی۔

۵۱۵۔ شیخ محمود بن الہداد رنتھبوری

"الشیخ الصالح" محمود بن الہداد بن سدوہ چشتی رنتھبوری۔ یکے از رجال طریقہ چشتیہ۔ اپنے والد سے استفادہ کے بعد شہر مندو (مالوہ) کے جوار میں قریہ کچھاون میں اقامت فرمائی۔ اور زہد و تقویٰ پر راغب ہوگئے۔ آپ سے آپ کے صاحبزادوں اور اکثر الناس نے فائدہ حاصل کیا۔ ۹۶۰ھ/۱۵۸۲ء کے لگ بھگ کچھاون میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۵۱۶۔ شیخ محمد بن بالو گجراتی

م ۱۰ رجمادی الاخریٰ ۹۳۴ھ/۱۵۲۷ء

"الشیخ العالم الفقیہ" محمود بن بالو بن صدر الدین بن جلال الدین بن الیاس عمری الشیخ قطب الدین محمود الگجراتی (یعنی قطب الدین لقب اور محمود نام ہے) یکے از علمائے صالحین ۸۵۶ھ/۱۴۵۲ء میں گجرات کے اندر پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ اساتذہ میں سید محمد بن عبد اللہ بن محمود حسینی بخاری گجراتی ہیں، اپنے مسکن ہی میں مشیخیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور جمادی الاخریٰ ۹۴۳ھ/۱۵۲۷ء میں رحلت فرمائی اور رجان پور میں آسودۂ لحد ہوئے (المرآۃ)

۵۱۷۔ ملک محمود بن پیارو گجراتی

م ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء

"الشیخ الفاضل" محمود بن پیارو حنفی گجراتی المشہور بہ ملک محمود۔ یکے از فضلائے مشہورین در گجرات، ان کے والد ملک پیارو برہان پور میں وزیر تھے۔ وہ جب ۹۴۴ھ میں قتل ہوگئے، تو ملک محمود برہان پور سے کسی حادثہ کے بغیر گجرات آگئے۔ انہوں نے طریقت میں سید عرب شاہ حسینی بخاری گجراتی کا دامن پکڑا۔ بعدہٗ حرمین شریفین کے سفر میں حج و زیارت سے مستفیض ہوکر آگرہ میں قیام فرما ہوئے۔ یہ دور سلطان اکبر تیموری کا تھا۔ جس نے آپ کا

بڑی قدر کی۔ اپنا ہم جلیس مقرر کر لیا۔ اور الطاف گوناگوں سے بہرہ مند کرتے رہے کچھ عرصہ بعد شیخ معین الدین حسن سنجری اجمیری کے مقبرہ کی تولیت سپرد کر دی۔ مگر کچھ مدت کے بعد (۹۸۵ھ میں) آپ گجرات تشریف لے گئے، اگرچہ سلطان مذکور کو یہ گوارا نہ تھا۔ مگر جب اُس نے صاحب ترجمہ کی نیت صادق کا اندازہ کیا۔ تو ان کی علیحدگی منظور کر لی۔ (بدایونی)

آپ فقہ و حدیث دونوں میں ماہر اور شعر گوئی میں ملکہ تام رکھتے۔ حسن کلام، شیوہ سخن اور ستودہ اخلاق سے متصف تھے۔ آصفی نے اُن سے گجرات میں ملاقات کی۔ اور لکھا کہ جب بھی ان کی خدمت میں باریاب ہوا۔ انہیں جامع الصفات و افضل پایا۔ ہر علم کے اندر طاق اور ہر ایک معزز کے نزدیک محترم و مقبول الکلام و خوش نصیب تھے۔ وفات ۱۰۰۰ھ میں احمد آباد میں پائی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے (گلزار ابرار)

۵۱۸۔ شیخ محمود بن جلال مندوی

م ۱۸ر شعبان ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء

"الشیخ الصالح" محمود بن جلال گجراتی۔ الشیخ ظہور الدین یکے از مشائخ مشہورین مولد و منشا گجرات طریقت میں صدر الدین محمد بزدودی سے مستفیض جن کے برسوں ملازم خدمت رہے۔ اب مندو میں اقامت گزیں ہو گئے۔ اور محمد بن حسن مندوی و شیخ داؤد کے ساتھ بیشمار اہل مندو نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۸ر شعبان ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء میں مندو ہی میں انتقال فرمایا۔ (گلزار ابرار)

۵۱۹۔ قاضی محمود بن حامد الگجراتی

م ۱۳ر ربیع الثانی ۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء

"الشیخ الفقیہ" الزاہد القاضی محمود بن حامد بن محمد علوی سیرپوری گجراتی۔ عارف، ان کا نسب حضرت علی کی دختر فاطمہ بنت امام علما کے فرزند حمزہ سے ملتا ہے۔ بہن کی اہلیہ کا نام سعیدہ (بنت عروہ) تھا۔ اور جو قاضی محمود کی والدہ دختر عبد الملک عباسی (از نسل معتصم بن ہارون

خلیفہ عباسی) ہیں۔

قاضی محمود کا عرفی نام قاضی جاال گڑھ اور ان کے والد قاضی جاملاہ کے لقب سے مشہور تھے۔

تعلیم | از والدِ خویش یا از عم خویش اور یہ دونوں شیخ عبداللطیف بن جمیل نہروالی کے شاگرد تھے جو تلمیذ تھے۔ شیخ محمد بن عبداللہ حسینی کے کہا جاتا ہے۔ کہ ان کے والد بھی انہی شیخ محمد کے شاگرد تھے۔

طریقت میں متعدد اسناد سے ان کا تلمذ ہے سیّد احمد کبیر رفاعی اور بعض اصحاب روایت کے نزدیک منتہی ہے، شیخ شہاب الدین عمر سہروردی پہ۔

مگر وہ خود مشائخ کبار سے تھے۔ جن سے بے شمار انفاس نے اکتساب کیا۔ اور وہ صاحب کشف و کرامات عجیبہ تھے — ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء میں احمد آباد سے پیرپور منتقل ہو گئے۔ جو شہر مذکور کے جوار ہی میں ہے اور یہاں آ کر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار فرمالی۔ ۳۰ ربیع الثانی ۹۶۷ھ/۱۵۵۹ء میں رحلت فرمائی۔ اس لحہ سن شریف ۷۰ سال کا تھا۔ (المرآۃ)

۵۲۰۔ شیخ محمود بن حسام مانک پوری

۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء

"الشیخ الصالح" محمود بن حسام عمری مانک پوری یکے از مشائخ چشتیہ۔ کہ بیعت علم و طریقت دونوں نعمتوں کی گود میں پروان چڑھے تھے۔ ۸۵۳ھ میں غازی پور تشریف لے آئے۔ وہاں کے ناظم نصیر خان لوہانی نے آپ کا ورود غنیمت سمجھ کر سلطان سے آپ کے بہر عدل پہ تقرری کی درخواست کی۔ جسے بادشاہ نے منظور کر لیا اور آپ تازیست اس منصب پہ فائز رہے آپ علمائے صالحین سے تھے اور ۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء میں غازی پور ہی کے اندر وفات پائی (تاریخ العلما)

۵۲۱۔ شیخ محمود بن خوندمیر گجراتی

"الشیخ الفاضل" محمود بن خوندمیر حسینی مہدوی گجراتی۔ پسر سیّد محمد بن یوسف حسینی جونپوری

(مہدی) والد کے مسلک کے داعی تھے۔ ان کا لقب حسین الولایۃ وخاتم المرشد ہے۔
تصنیف | انصاف نامہ۔ ان کے مسلک پر از روئے علم کلام!

۵۲۲۔ مفتی محمود بن عطا امروہی "اعلم العلما و ملک العلماء"

م ۹۱۷ھ / ۱۵۱۱ء

"الشیخ العالم الفقیہ" المفتی محمود بن عطاء اللہ بن میراں بن خطیر بن محمود بن عثمان بن محمود بن خطیر حسینی مودودی امروہی، یکے از علمائے عاملین، سلطان بہلول لودھی نے آپ کو امروہہ میں مفتی مقرر کرتے ہوئے ۸۷۰ھ/۱۴۶۵ء میں اعلم العلماء و ملک العلماء کا لقب عطا فرمایا۔
۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء میں رحلت فرمائی۔

۵۲۳۔ مفتی محمود بن علیم الدین گجراتی

م۔ ۲۲ ماہ صفر ۹۰۰ھ / ۱۴۹۴ء

"الشیخ العالم الصالح" محمود بن علیم الدین عمری گجراتی یکے از مشائخ چشتیہ۔ مولد و منشا احمد آباد
علمائے عصر سے درسیات پڑھیں اور مندرجہ ذیل طریقوں میں منسلک ہوئے۔

۱۔ طریقہ چشتیہ : اپنے والد ادر شیخ عزیز اللہ متوکل سے
۲۔ طریقہ سہروردیہ : شیخ قادری سے
۳۔ طریقہ مغربی : شیخ احمد مغربی سرکھیجی سے

آپ شدید العبادت اور کثیر التواضع تھے۔

۵۲۴۔ سلطان محمود بن لطیف گجراتی

م ۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء

"السلطان الشہید السعید محمود بن لطیف بن المظفر بن محمود گجراتی۔ کنیت ابوالفتوحات لقب سعد الدین نام محمود شاہ الصغیر، اتنی کم سنی میں تخت پر بیٹھے جس عمر میں صلح و فساد میں

تمیز نہ کر سکتے تھے۔ اور یہ ۹۴۴ھ ۱۵۳۷ء کا زمانہ تھا۔ بہر حال انہوں نے مناصب اس طور سے تقسیم کئے۔

۱۔ وکالت : افضل خان

۲۔ نیابت مطلقہ : اختیار خان

۳۔ وزارت : صدر خان

۴۔ امیر جیوش : عماد الملک

ان میں سے اختیار خان تو حد درجہ تجربہ کار اور صاحب عقل و فہم تھا۔
عماد الملک نرا سپاہی اور عقل و بصیرت سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا تھا۔
افضل خان اپنے منصب سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اختیار خان کو بھی یہی مشورہ دیا کہ وہ بھی اپنے منصب سے علیحدگی اختیار کر لے۔ کچھ عرصہ بعد عماد الملک نے اختیار خان کو قتل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد بادشاہ محمود قیدی ہو کر رہ گیا۔

آخر ایک روز سلطان (محمود شاہ الصغیر) شکار کے بہانے سے نکلا اور جب شہر سے دور پہنچ گیا۔ تو اس نے عماد الملک کی طرف لکھا کہ میں اپنی ولایت میں جانا چاہتا ہوں۔ عماد الملک نے یہ سنا تو سمجھ گیا کہ یہ کارستانی دریا خاں کی ہے اور دریا خاں بھی اسی حکومت کا ایک ندیم تھا۔ پھر دریا خاں نے سلطان (محمود صغیر) کو عماد الملک کے خلاف جنگ پہ آمادہ کر لیا۔ دونوں نے مل کر حملہ کیا۔ اور مخالف کو برہان پور کی طرف بھگا دیا۔ دریا خاں اور سلطان دونوں دار الملک میں وارد ہو گئے۔ سلطنت کی باگ دریا خاں کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ مالک بن بیٹھا اور ظلم و تشدد شروع کر دیا۔
سلطان نے عالم خاں سے مدد چاہی اور چھپ کر اس کی ریاست میں چلا آیا۔ اور سلطان اس عالم خان کے ہمراہ دار الملک میں لوٹ آیا۔ اب دریا خان مندو (مالوہ) میں چلا گیا اور اب عالم خان سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔ اور بادشاہ کو نظر بند کر دیا۔ بادشاہ نے اُس کے غلاموں سے ساز باز کر کے قید سے مخلصی حاصل کی اور

عالم خان کو اپنی مملکت سے بھگا دیا اور وہ دریا خان سے جا ملا اب کچھ عرصہ کے لیئے
برہان الملک محمد عباسی اور اُس کے بعد افضل خان وزیر ہوئے اور نیابت کا فرض
مجاہد خان کے سپرد ہوا۔

ادھر سلطان نے ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء میں فرنگیوں کے خلاف خواجہ صفر رومی کو لشکر دے
کر بھجوا دیا۔ جس میں اپنے بے شمار لشکریوں کے ساتھ خواجہ صفر شہید ہوگئے۔ جس کا
ذکر خواجہ صفر اور قراحسن رومی کے تراجم میں ہم نے مفصل بیان کر دیا ہے۔ اسی پر
سلطان محمود شاہ نے ۹۵۴ھ/۱۵۴۷ء میں اپنے وزیر افضل خان کو اس کی کوتاہی پر معزول کر
کے اس کی جگہ عبدالحلیم بن حمید الملک کو وزیر اور ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں نیابت مطلقہ پر
المسند العالی عبدالعزیز بن حمید الملک کو (جو آصف خان کے لقب سے مشہور تھے)
فائز کر دیا۔ اور ممدوح کی نیابت میں حکومت کو کچھ دوام اور پختگی میسر آئی اور اس طرح
سلطان کے تفکرات میں قدرے کمی آگئی۔ اور اس نے ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں قلعہ ایدر فتح کر لیا۔

محمود شاہ کے ندما میں ایک شرابی (پانی پلانے والا) برہان الملک کے نام کا
تھا۔ جس پر سلطان کا بڑا بھروسہ تھا۔ اور جب امام موجود نہ ہوتا تو سلطان اس کی
اقتداء میں نماز بھی پڑھ لیتا۔ اور اُسے اپنی رضا کا مورد بنا لیتا۔ مگر اس پر خفگی کے عالم
میں اس کی توہین و تحقیر اور اس پر استہزا بھی کرتا۔ بہر حال بادشاہ اُسے کسی حال میں
اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔

اتفاق کی بات کہ اس (شرابی) کی ایک لغزش پر سلطان نے اُسے سزا دینے کے
لیئے قسم کھالی۔ شرابی کو آپ اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا اور اس نے سلطان کو زہر دے
دیا۔ بادشاہ کو زہر کی تلخی محسوس ہوئی۔ تو اس نے صندل سے محلول پانی طلب کیا۔
شرابی نے اس پانی کے اندر بھی زہر محلول کر کے پلا دیا۔ سلطان بے قرار ہو کر خلوت میں
اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ جب شرابی نے دیکھا کہ اس کا جسم حرارت سے محروم ہوگیا۔
تو آرام گاہ کے پردے کھلوا کر اُسے ذبح کر دیا۔ اور باہر آکر تخت شاہی پہ بیٹھتے ہی
تمام وزرا کو قتل کرا دیا۔ جیسا کہ آصف خان و افضل خان کے ترجمہ میں مفصل ذکر کیا جا

چکا ہے۔

سلطان محمود شاہ سلاطین گجرات کا تتمہ تھا۔ جس کے بعد مغل گجرات میں در آئے۔ اور صوبہ کی تمام چھوٹی بڑی بستیوں کو اپنے زیرنگیں کر لیا۔

سلطان محمود کے کارنامے

اُس نے کیمبایت کے ملحقہ مواضع کی آمدنی حرمین شریفین کے لئے وقف کر دی۔ جن میں سے یہ مقام قابل ذکر ہیں۔

قندھار، بندر صغیر بر ساحل سمندر۔ جس کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ (وزن کا ذکر نہیں مترجم) سونا جس کے عوض میں نیل اور دوسرا سامان خرید کر سرکاری بندرگاہ کھوکھر پر پہنچایا جاتا۔ اور اس باربرداری و نگہداشت کے جملہ مصارف شاہی خزانہ میں سے ادا ہوتے اور جدہ میں اس مال پہ کوئی محصول وصول نہ کیا جاتا۔ جو شخص اس خرید و فروخت کے مصالح پر غور کرے گا اُسے معلوم ہو جائے گا کہ اس میں اہل حرمین کے لئے کس قدر منافع تھے۔ یہ سامان کسی قسم کے لین دین میں انھیں کبھی نہ رکھا جا سکتا۔ اس کے مقابلے میں سلطنت عثمانیہ کے اوقات تھے۔ جن کی آمدنی مصر کے حاجیوں کے امیر لے کر حرمین میں آتے۔ یہ مال یا تو حاجیوں پر خرچ ہوتا۔ یا اس سال کے اندر حرمین کی بعض ضرورتوں پر۔ بخلاف اس کے "اوقاف محمودیہ" کی آمدنی اہلِ حرمین کو ان کے قرض سے سبکدوش کر دیتی۔

سلطان محمود گجراتی نے مکہ مکرمہ میں یہ غیر منقولہ مقامات تعمیر کرائے۔

۱۔ رباط۔ سوق اللیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار مولد میں۔

۲۔ پانی کی وہ نہر قدیمہ۔ جو مدرسہ[۲] و سبیل[۳] و مکتب[۴] ایتام و ناہموار اراضی[۵] شہر و باب عمرہ اور شاہراہ[۶] جدہ کے لئے پانی فراہم کرتی۔

۳۔ سلطان کی یہ بڑی خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ اسے شیخ اجل حسام الدین المتقی سے گہری عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ اس سے ملاقات کے لئے شیخ موصوف دو مرتبہ بنفس نفیس ہندوستان تشریف لائے۔

مراثی بر وفاتِ اُو شعرانے سلطان محمود کی رحلت میں جو مراثی لکھے۔ ان میں ایک مرثیہ یہ ہے

سلطانِ وقت خسرِ دِ محمود عاقبت (ترجمہ) سلطان وقت اور خسرو دہر جس کا انجام قابل
رضواں بروضۂ نخل گلے چوں قدش نشاند تعریف ہے جب رضواں نے اُس کے قد کی طرح باغ میں پھولوں کا پودا لگایا۔

ناگاہ بہ تیغِ حادثہ چوں لالہ شد شہید (ترجمہ) تو اچانک تیغ حادثہ سے لالہ کی طرح شہید ہو
رخشِ مراد جانبِ باغِ بہشت راند کر بہشت کی جانب اپنے مقصود کا گھوڑا دوڑاتے ہوئے چلا گیا۔

باغ از بنفشہ گشت بسوگش کبود پوش (ترجمہ) اُس کے سوگ میں باغ بنفشہ کی وجہ سے
ورنہ برگ گل بماتم آں سرو خوں نشاند سُرخ رنگ کا ہو گیا اور سرو نے پھولوں کی پتی سے خون فشانی شروع کی۔

تاریخِ او چو خاستم از عندلیب گفت (ترجمہ) جب میں نے بلبل سے اُس کی تاریخ وفات
باصد ہزار نالہ کہ در روضہ گل نماند پوچھی تو لاکھ نالہ و شیون کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ کہ در روضہ گل نماند (یعنی باغ میں پھول نہ رہا)

سلطان محمود کی وفات پر عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جس سال میں اُس نے رحلت کی۔ اسی سال میں سلیم شاہ سوری اور برہان نظام شاہ بحری نے وفات پائی۔ اس توافق مولانا غلام علی استرآبادی والد محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ نے یہ اشعار کہے۔

سہ خسرو را زوال آمد بیک بار (ترجمہ) تین سلاطین پر یکبارگی زوال آگیا کہ جن کے
کہ ہند از عدلِ شاں دارالاماں بود عدل و انصاف کی وجہ سے ہندوستان دارالامان تھا

یکے محمود شاہنشاہ گجرات (ترجمہ) ایک تو محمود شہنشاہ گجرات کہ جو اپنی حکومت
کہ ہمچو دولتِ خود نوجواں بود و سلطنت کی طرح جوان تھا۔

دوم اسلیم شہ سلطان دہلی (ترجمہ) دوم سلطان دہلی یعنی سلیم شاہ کہ ہندوستان
کہ در ہندوستاں صاحبقراں بود میں صاحب قران تھا۔

سوم آمد نظام آں شاہ بحری
کہ در ملک دکن خسرو نشاں بود
(ترجمہ) سوم نظام شاہ بحری کہ جو ملک دکن میں خسرو نشان تھا۔

زمن تاریخ فوت از ایں سہ خسرو
چو مے پرسی زوالِ خسرواں بود
(ترجمہ) ان ہرسہ سلاطین کی تاریخ وفات جب مجھے پوچھتے ہو تو وہ ہے "روان خسروان"

سلطان محمود کی شہادت اوائل ماہ ربیع الاوّل ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء محمود آباد میں ہوئی۔ جہاں سے اس کا جسد لاکر سرکھیج میں اس کے خاندانی قبرستان کے اندر دفن کیا گیا۔

۵۲۵۔ سلطان محمودؒ بن محمدؒ گجراتی (بیگرہ)

م۔ ۱۴ر رمضان ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء بعمر ۶۹

"السلطان العادل المجاہد" ابو الفتح سیف الدین محمود بن محمد بن احمد بن محمد بن مظفر گجراتی المشہور بہ محمود بیگرہ۔ یکے از سلاطین ناموران، تاریخ ولادت ۱۰ر ماہ رمضان ۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء۔ مولد گجرات۔ ۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء میں سلطان داؤد شاہ کی رحلت کے علی الاعلان عنان سلطنت سنبھالی۔ تخت نشینی کے دن بہت بڑا جشن منایا گیا۔ جس میں اشخاص کو دولت وحکومت کے مختلف خطابات اور درجات سے نوازا گیا مثلاً:-

(۱) اس دور میں عماد الملک شعبان السلطان ان کے اس طرح وزیر مملکت رہے جس طرح مذکوران (سلطان محمود بیگرہ) کے بھائی قطب الدین احمد شاہ کے دور میں چنانچہ کامل پچپن سال تک، وہ اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

(۲) (سلطان بیگرہ) نے ۸۶۹ھ میں قلعہ بار دو فتح کیا۔ جو بندرگاہ دمن کے قریبی پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔

(۳) ۸۷۵ھ/۱۴۷۰ء میں ہندوستان کے نہایت مستحکم قلعوں میں کرنال (بکسر کاف) فتح کیا۔

(۴) دامنِ کوہ میں ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام مصطفےٰ آباد رکھا۔ اور اسے اپنا دار السلطنت قرار دیا۔

(۵) قلعہ بیت فتح کیا۔

(۶) قلعہ دوارکا۔ فتح کیا۔

قلعہ دوارکا میں جو مندر تھا۔ اس مندر میں ہندوؤں کا سب سے بڑا بت نصب تھا۔ جس کی زیارت کے لئے ہنود دور دراز سے اس طرح آتے کہ یہ (زائر) ہر ہر قدم پر ہاتھ پھیلا کر منہ کے بل لیٹ جاتے پھر اٹھتے اور جہاں تک ہاتھ پھیلائے تھے وہاں قدم رکھتے پھر اسی طرح لیٹ جاتے اور پھر اٹھ کر یہی عمل کرتے چنانچہ اس طرح کئی مہینوں دوارکا جا کر پہنچے۔ سلطان بیگرہ دوارکا کے اس قلعہ پر ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء میں قابض ہوا۔

(۷) ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں قلعہ جاپانیر فتح کیا۔ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ یہ قلعہ بے حد مستحکم تھا بڑی تکلیف اٹھا کر اس کا محاصرہ جاری رکھا۔

(۸) اس فتح کے بعد اس کے دامن میں ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام محمد آباد رکھا۔ اور اسے اپنا دارالمملکت قرار دیا۔ بیگرہ مرحوم ایک سال یہاں قیام فرماتے اور ایک سال مصطفےٰ آباد میں۔ اس لئے بھی کہ مصطفےٰ آباد کے مقابلے میں محمد آباد سندھ سے قریب تھا۔ جس (جاپانیر) پر قبضہ کی وجہ سے سلطان محمود مندو (مالوہ) سے لے کر سندھ تک قابض ہو گیا۔ اور اسی قبضہ میں جوناگڑھ و سوالک و جاموں و ناگور تا بہ ناسک از بگلانہ۔ اور یہ ہاں پور تا بہ برار و ملکاپور (دردکن) و کرکون و دریائے نربدا متصل برہان پور و ایدر کی طرف سے تا بہ جاپانیر و کونپل نیر اور ساحل سمندر کی طرف حدود چیول ——— واللہ یؤتی مُلکَ مَنْ یشاء۔

(۹) سلطان بیگرہ عدل و انصاف اور شریعت سیاسی کے اجرا میں پیش پیش تھا جس کی ایک نظیر یہ ہے کہ اس کے عہد میں سلطنت کے ایک رکن بہاء الملک بن علاء الملک الفخان کے ہاتھ سے سلاح دار قتل ہو گیا۔ تو اس اطلاع پر سلطان نے قاتل کو طلب کر لیا۔ جس نے سلطنت کے دو اراکین عماد الملک اور عضد الملک کی حمایت حاصل کر لی۔ تو انہوں نے دو غیر متعلق اشخاص کو اقبال جرم پر آمادہ کر لیا۔ جس کے بعد دیت کا معاملہ سامنے لایا گیا۔ اور یہ دونوں اقبالی مجرم بھی اس

پر رضامند ہو گئے۔ مگر سلطان نے دیت قبول کرنے سے انکار کر کے ان دونوں کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ اسی اثنا میں سلطان اصل حقیقت سے آگاہ ہو کر ایک الجھن میں پڑ گیا۔ آخر اس نے دونوں کے خلاف حکم قصاص جاری کر دیا۔ اور اس بات کی مطلقاً کوئی پروانہ کی کہ اتنی بڑی دو شخصیتوں کے قتل سے ملک و حکومت کو کتنا نقصان پہنچے گا بلکہ شرع کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھی۔

وہ مسلسل ۵۵ سال تک برسر حکومت رہا۔ اس مدت میں اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں پوری کوشش جاری رکھی۔ اس کی حدود ریاست مالوہ سے گزر کر سندھ تک ممتد ہو گئے۔ جیسا کہ قارئین پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اس نے کسی مسلمان کی چھوٹی موٹی ریاست پر نگہ حرص نہیں ڈالی بلکہ اگر ان میں سے کوئی ریاست والا خود سے کم زور پر آمادۂ ظلم ہوتا۔ تو سلطان محمود کمزور کی طرف داری پر کمربستہ ہو جاتا۔ جیسا کہ ۸۶۶ھ/۱۴۶۱ء کا یہ واقعہ ہے اس کے پاس سلطان نظام شاہ بہمنی فرماں روائے دکن کا سفیر پہنچا۔ کہ سلطان محمود شاہ خلجی والی مالوہ نے اس پر لشکر کشی کر دی ہے۔ اس وقت بیگڑہ شکار کے لئے نکلا ہوا تھا۔ یہ سن کر بیگڑہ نے شکار کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی توجہ سلطان پور کی طرف کر دی۔ اور اپنے وزیر کو حکم دیا کہ تم لشکر لے کر میرے پاس آجاؤ مگر جب وہ سلطان پور پہنچا تو بہمنی کا دوسرا قاصد یہ پیغام لایا کہ لڑائی ٹھن گئی ہے اور خلجی نے اس کے دارالحکومت بیدر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ جس پر محمود شاہ نے سلطانپور سے موقعہ پر جانے کا قصد کر لیا۔ چونکہ یہ مقام تھانیسر سے ملحق تھا۔ چلتے چلاتے راستے میں اسے بہمنی کا تیسرا سفیر ملا۔ جس نے خلجی کے واپس لوٹ جانے کی اطلاع دی۔ کیونکہ اس خلجی نے بیگڑہ کے آنے کی خبر سن لی تھی۔ جس سے وہ بیدر کا محاصرہ چھوڑ کر مندو لوٹ گیا۔

مگر ۸۶۷ھ/۱۴۶۲ء میں پھر بہمنی کا قاصد حاضر ہوا۔ جس نے یہ اطلاع گزاری کہ اب تو خلجی نوے ہزار تعداد میں فوج لے کر آرہا ہے — بیگڑہ فوراً اس کی امداد کے لئے چل کھڑا ہوا۔ خلجی کو فتح آباد میں بیگڑہ کی لشکر کشی کی اطلاع ملی تو بے نیل و مرام واپس لوٹ گیا۔

اس مرتبہ سلطان محمود شاہ نے خلجی کی طرف لکھا کہ

"مروت سے بعید ہے کہ آپ اس کمسن لڑکے کے تعاقب میں ہیں۔ جو ابھی بلوغ کو بھی نہیں پہنچا۔ جب تک یہ بالغ نہیں ہو جاتا میں نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔ اگر آئندہ تم نے اس کے علاقہ میں قدم رکھا تو میں تمہارے حدود مملکت میں داخل ہو جاؤں گا۔ تمہارے ہمسائے میں کفار کے علاقے موجود ہیں ان سے لڑو اور جہاد کے درجات حاصل کرو۔"

۱۲۔ اسی طرح جب سلطان محمود شاہ بیگڑہ نے ۸۷۷ھ/۱۴۷۲ء میں سمندری قزاقوں کے سلطان سندھ پر حملہ آور ہونے کی خبر سنی۔ یہ گروہ ساحل سمندر پہ آباد اور اس قدر سرکش تھا، کہ اس نے اب تک کسی حکمران کی اطاعت نہ کی تھی۔ بیگڑہ مصطفےٰ آباد سے نکلا اور روزانہ ساٹھ ساٹھ فرسخ سفر کرتا ہوا سندھ آ پہنچا۔ تو یہ قزاق ان کے آنے کی خبر سن کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ سلطان محمود نے وہیں پڑاؤ رکھا۔ حتیٰ کہ سلطان سندھ کا قاصد اس کے پاس شکریہ کا خط لے کر حاضر ہوا۔ جس کے بعد وہ اپنے دارالمملکت میں واپس لوٹ گیا۔

۱۳۔ اسی طرح جب اس نے یہ سنا کہ امرا کی ایک جماعت خاندیس پہ قابض ہو گئی۔ جس کی وجہ سے سلطان نظام الملک بہمنی بھاگ کر اپنے لشکر سمیت برہان پور چلا گیا ہے تو بیگڑہ نے خاندیس پر اپنی طرف سے عالم خان بن احسن خان فاروقی کو تعینات کر دیا۔ (جو معناً ورثہ کے مملکت سے بھی تھے) اور بیگڑہ نے عادل خان کو اعظم ہمایوں عادل خان کا خطاب مرحمت فرمایا۔ عادل خان سلطان بیگڑہ کا ہمشیر زادہ بھی تھا۔ یہ واقعہ ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء کا ہے۔

۱۴۔ ازاں جملہ! جب محمود شاہ خلجی نے ۸۹۳ھ/۱۴۸۷ء میں رحلت کی۔ تو اس نے یہ خبر سن کر اناللہ کہا۔ اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اور کئی ندما نے مشورہ دیا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر مندو پر قبضہ کر لیا جائے۔ جس پہ بیگڑہ نے کہا۔

"مرحوم کے اہلِ بیت پہ ایک وقت میں دو مصیبتیں جمع کر دینا ہماری

شرافت کے خلاف ہے۔ یعنی ایک تو ان کا سربراہ طعمۂ اجل ہو جائے اور دوسری مصیبت اس کا ملک دبوچ لیا جائے۔"

۱۵۔ ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء میں جب اُس نے سنا کہ ناصر الدین شاہ خلجی نے اپنے باپ غیاث الدین خلجی کو زہر دے کر ختم کر دیا ہے تو بیگڑہ مندو کی طرف آیا۔ تاکہ ناصر الدین کو اس جرم کی سزا دے۔ تو دوران سفر میں ناصر الدین کی طرف سے پے بہ پے قاصد آئے۔ کہ میں اس جرم سے بَری ہوں۔ تو بیگڑہ نے اسے سزا دینے سے درگزر کر دی۔

یہ تمام امور اس کی نیک نفسی اور شرافت کے مؤید ہیں۔!

۱۶۔ اس نے نئے نئے شہر آباد کئے۔ مسجدیں بنوائیں۔ مدارس قائم کئے، خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ زراعت کو ترقی دی۔ پھل دار درخت اور باغات لگوائے۔ اور رعیت کو ان اصلاحات پر متوجہ کیا۔ نہریں اور چشمے کھودنے میں رعیت کی امداد کی۔ جن کی وجہ سے عوام اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مہندس اور معمار اور دوسری قسموں کے صنعت کار اہل حرفہ نواحی ملکوں سے اُمنڈ آئے۔ گجرات جنت ارضی کا ٹکڑا بن گیا۔ جا بجا حوض، کنوئیں، باغات، سرسبز و شاداب کھیتیاں میوہ دار درخت اور قسم قسم کے کپڑا، جن کی مانگ بیرونی ملک سے ہونے لگی۔ اور یہ سب سلطان محمود شاہ بیگڑہ کی توجہ کا ثمرہ تھا۔ کہ گجرات نے اپنی ترقی کے تمام منازل اس طرح طے کر لئے۔

اس کے یادگار زمانہ کارناموں میں سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ، فطرۃً چونکہ علم و اہل علم کا دلدادہ تھا اس لئے خوب جی کھول کر علم و اہل علم کی سرپرستی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب و عجم کے مشاہیر علما اس کے پاس جمع ہو گئے۔ حتیٰ کہ بلاد عرب کے محدثین بھی یہاں آئے اور گجرات رشک بلاد یمن ہو گیا اور یہاں حدیث کا خوب چرچا ہوا۔

علامہ جلال الدین محمد بن محمد مالکی مصری تشریف لائے۔ اور سلطان نے اسے اپنا مقرب خاص گردان کر تمام مقبوضہ شہروں کی ارض جزیہ کا انہیں نگران مقرر

کرتے ہوئے ملک المحدثین کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ہندوستان کے شہروں میں یہ خطاب سب سے پہلے ممدوح کا حصہ قرار پایا۔

پھر علامہ مجد الدین محمد بن محمد ایجی تشریف لائے۔ تو انہیں اپنے ولی عہد مظفر شاہ کا اتالیق مقرر کر کے رشید الملک کے خطاب سے نوازا۔

ابو القاسم بن احمد بن محمد شافعی المعروف بہ ابن فہد کا ورود ہوا۔ ان کے پاس فتح الباری کا نسخہ ان کے والد اور دو چچاوں کے حکم سے لکھا ہوا تھا۔

علامہ معبۃ اللہ بن عطاء اللہ شیرازی کے قدوم میمنت لزوم سے برکت حاصل ہوئی اور دوسرے علمائے کثیر بھی وارد ہوئے۔

نیز عبد الکریم بن عطاء اللہ شیرازی نے سلطان کے لئے طبقات محمود شاہی اور شمس الدین محمد شیرازی نے "مآثر محمود شاہی" لکھی۔ اس طرح شیخ یوسف بن احمد بن محمد بن عثمان حسینی نے ابن خلکان کی کتاب "وفیات الاعیان" کا فارسی میں منظر الانسان کے نام سے ترجمہ کیا۔

عادات وخصائل

سلطان محمود مرحوم نہایت پاک دامن، حیا پرور، ستودہ اخلاق باہمت۔ بلند پایہ۔ شریف، کثیر الاحسان والکرم تھے۔ ان کے یہ اوصاف گجراتی نے مرآۃ سکندری میں، حضرمی نے النور السافر میں اور آصفی نے ظفر الوالہ میں لکھے ہیں۔ ہر ایک نے ان کے مناقب وفضائل کا مفصل ذکر کیا ہے۔

آصفی فرماتے ہیں کہ محمود بیگڑہ ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء میں نہر والہ پٹن تشریف لے گئے۔ وہاں کے زندہ علما کی زیارت کی۔ متوفیین کی قبروں پر دعا پڑھی۔ اور تفسیر حدیث کے لئے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی۔ علما کے لئے عطایا ووظائف میں اضافہ کیا۔ ان سے اپنے اور وطن کے لئے دعا کی التماس کی۔ پٹن سے سرکھیج تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ مدت قیام فرمایا۔ شیخ شہاب الدین (مولانا) احمد قدس سرہ کی قبر پر بار بار دعا کے لئے گئے۔ اور وہاں دل کھول کر خیرات کی۔

اپنے اسلاف کے قبرستان میں ان کے قدموں میں اپنے لئے قبر کھدوائی۔ کبھی

کبھی اُسے دیکھنے کے لئے جاتے۔ ایک روز قبر کا دہانہ کھلوا کر دیکھا۔ اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر یہ فرمایا۔

اللھم اِنّ ھذا اوّلُ مَنَازِلِ الآخِرَۃِ فسھلہ وَاجعلہ مِنْ رِیَاضِ الجَنّۃِ۔

(یا اللہ یہ قبر) آخرت کی منزلوں میں پہلی منزل ہے۔ اسے میرے لئے آسان فرما دے اور جنت کا باغیچہ بنا دے۔)

ایک مرتبہ قبر کا گڑھا چاندی سے پر کرکے تمام مال خیرات کر دیا۔

آصفی فرماتے ہیں سلطان ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء میں صاحب فراش ہو گئے۔ تو بڑودہ سے ان کے صاحبزادہ مظفر حاضر ہوئے۔ باپ نے انہیں وصیّت نامہ سپرد کیا۔ سلطان کو افاقہ ہو گیا تو صاحبزادہ واپس بڑودہ لوٹ گیا۔ سلطان پھر بیمار پڑ گیا۔ اس وقفہ میں سلطان العجم شاہ اسماعیل صفوی کی آمد کی اطلاع آئی۔ تو سلطان محمود نے سرحد کے عامل کو لکھا۔ کہ شہ فارس کی مشایعت میں دار الملک تک رہے۔ پھر اُس نے مظفر (اپنے صاحبزادہ) کو طلب کیا۔ مگر اس کے باریاب ہونے سے ایک گھنٹہ قبل سلطان دنیا سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ مظفر مذکور سہ شنبہ کی رات کو پہنچا۔ سلطان کا تابوت فجر کے وقت لے جایا گیا۔

وفات بوقت عصر بروز دوشنبہ ۲ ماہ رمضان ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء بعمر ۶۹ سال اور مدت بادشاہت ۵۵ برس رہے۔ جس پر تمام مورخ متفق ہیں۔

۵۲۶۔ سیّد محمود بن محمّد جون پوری

م۔ ۱۴ ماہ رمضان ۹۱۷ھ

"الشیخ الفاضل" محمود بن محمد بن یوسف حسینی جون پوری گجراتی۔ اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند۔ اور اُن کے مذہب کے داعی تھے۔ جس کی وجہ سے ان کا لقب خلیفۃ الاوّل اور ثانی مہدی قرار پایا۔ مولد جون پور اور وہیں پروان چڑھے۔ اپنے والد کے حضور باریاب رہے۔ اور ان کے سفر و حضر کسی حالت میں کبھی ان

سے علیحدہ نہ ہوئے۔ انہی سے پڑھا۔ اور ان کی رحلت کے بعد دعوت شروع کر دی۔ تارک الدنیا زاہد و مجرد و قانع مرد تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ایک سال ہرات میں قیام فرمایا۔ بعدہٗ گجرات تشریف لے آئے۔ اور رادھن پور کے قریب موضع بھیلوٹ میں سکونت اختیار کی۔ بہ ماہ رمضان ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء میں رحلت فرمائی اور پچاس سال کی عمر پائی (تاریخ پالن پور)

۵۲۷۔ شیخ محمود بن محمود گجراتی

م ۹۹۴ھ/۱۵۸۴ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" حکیم محمود بن محمود قاضی شہاب الدین بن شمس الدین سندھی ثم گجراتی۔ یکے از علمائے کبار (بحسب روایت حضرمی در النور السافر) حضرمی فرماتے ہیں کہ وہ طب و معالجات میں کمال درجہ مہارت رکھتے تھے۔ ان کی فراست و طبابت کا یہ واقعہ قابل بیان ہے کہ ایک بادشاہ نے سلطان محمود بیگرہ والئ گجرات کے حضور چند نفیس تحائف میں کنیز بھی پیش کی۔ جسے سلطان نے ایک وزیر کو عطا فرما دیا۔ اتفاق کی بات مقاربت سے قبل حکیم صاحب نے کنیز کی نبض دیکھ کر وزیر سے کہا۔ کہ آپ اس کی مقاربت سے پرہیز ہی رکھیئے ورنہ آپ مر جائیں گے۔ وزیر نے اس تجربہ کے لئے کنیز کو اپنے ایک غلام کے سپرد کیا۔ خلوت صحیحہ کے بعد غلام واقعی مرگیا۔ اس پر وزیر نے حکیم محمود صاحب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا اس کنیز کی والدہ کو حالت حمل میں ایسی چیزیں کھلائی گئیں جن کا اثر کنیز کو ورثہ میں ملا۔ اور ہدیہ بھیجنے والے نے بادشاہ کو اس طریق سے قتل کرنا چاہا تھا۔ حضرمی فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس حکیم کو اپنے فن میں کس قدر مہارت تھی۔
احمد آباد میں حکیم صاحب کی وفات ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں ہوئی۔

۵۲۸۔ قاضی محمود گجراتی

"الشیخ العالم الفقیہ" قاضی محمود بن ابو محمود موربی گجراتی یکے از افراد علم ظاہر

وباطن۔ مولد ومنشا قریہ مورپ در اعمال گجرات۔ اپنے گھر ہی میں تحصیلِ علوم فرمائی اور بعد از تکمیل مدت تک مسند تدریس مزیّن رکھی۔ اب شیخ لشکر محمد عارف سے طریقت میں درس لیا۔ اور ان سے نقد النصوص اور مرآۃ العارفین وغیرہ پڑھے۔ خود شیخ نے آپ سے ہدایۃ الفقہ پڑھی ـــــ مولانا موسیٰ و حکیم عثمان سندیان نے آپ سے نحو وادب عربی پڑھے۔ (گلزار ابرار ابوالحسن مندوی)

۵۲۹۔ خواجہ امین الدّین محمود الهروی (خواجۂ جہاں)

م۔ ماہ شعبان ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء

"الوزیر الکبیر" امین الدین محمود ہروی نواب خواجۂ جہاں یکے از علمائے مشاہیر سلطان ہمایوں کی فارس سے واپسی پر ان کے مقرب ہوئے۔ بتدریج ترقی کرتے ہوئے سلطان اکبر کے عہد میں ہند کی وزارت جلیلہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور تا زیست اسی منصب پر فائز رہے۔ وفات ماہ شعبان ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں سرزمین اودھ میں ہوئی۔ (مآثر الامراء)

۵۳۰۔ شیخ محمود قلندر لکھنوی

م ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء

"الشیخ الصالح" محمود بن محمد قلندر لکھنوی یکے از مشائخ کبار۔ درسیات شیخ عبدالرحمٰن عباسی لاہرپوری سے پڑھیں۔ اور طریقہ قلندریہ میں بھی انہی سے مستفیض ہوئے۔ پھر جون پور تشریف لائے اور شیخ عبدالسلام قلندر سے استفادہ فرمایا۔ مسلسل تیس سال تک ریاضت شدید میں مشغول رہے۔ ۱۲ر شعبان ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء میں لکھنؤ میں رحلت فرمائی اور وہیں بنگالی باغ میں سپرد خاک ہوئے۔

۵۳۱۔ شیخ مخدوم اشرف لساوری (فاضل جہاں)

م ۱۰ ماہ رمضان ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء

"الشیخ الفاضل" مخدوم اشرف حنفی لساوری (بفتح با) یکے از علمائے صالحین شیخ عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی کے نانا تھے۔ ۱۰ ماہ رمضان ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں انتقال فرمایا۔ اور ایک صاحب نے آپ کی تاریخ وفات فاضلِ جہاں لکھی۔

۵۳۲۔ میر مرتضیٰ شریفی

م ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء

"الشیخ الفاضل السید" مرتضیٰ شریفی شیرازی از احفاد سید شریف زین الدین علی جرجانی صاحب مصنفات مشہورہ۔ متعدد علوم میں یکے از نوادرِ زمانہ تھے۔ خصوصاً منطق و فلسفہ علوم ریاضیہ، انشاء اور قرض الشعر میں فرد۔ یہ علوم اوروں کو بھی پڑھاتے۔ آگرہ میں ان کے بہت شاگرد تھے۔

ان کے اساتذہ | منطق و حکمت میں (۱) شیخ عبد الصمد بغدادی۔
(۲) حدیث میں سید میرک شاہ

(۳) سند حدیث ابن حجر مکیؒ سے حاصل کی۔

صاحب ترجمہ سلطان اسماعیل صفوی کے دور میں صدر خراسان مقرر ہوئے۔ اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔ برسوں کی اقامت کے بعد حج و زیارت کے لئے شدّ رحال کیا۔ تو یہاں شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرکے اجازہ و سند حدیث حاصل کی۔ حجاز سے واپسی پر ہندوستان وارد ہوئے۔ کچھ مدت دکن اور بعدہٗ (۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء) میں آگرہ میں اقامت فرمائی۔

تصانیف | کافیہ ابن حاجب نظم کیا اور ایک فارسی دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔
۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء میں دہلی کے اندر رحلت فرمائی (مرآۃ العالم مولفہ بختاور خاں)

۵۳۳۔ مولانا مرشد الدین صفوی

"الشیخ العالم الصالح" مرشد الدین بن رفیع الدین محدث حسینی صفوی شیرازی —— ہندی اکبر آبادی۔ از خانوادہ علم و طریقت۔ اپنے والد سے اکتساب کے بعد مسند تدریس آراستہ فرمائی (محمد بن حسن در گلزار ابرار)

۵۳۴۔ مصطفٰے ابن بہرام رومی

"الامیر الکبیر" مصطفٰے خان بن بہرام رومی المشہور بہ رومی خان۔ مولد و منشا روم۔ اپنے ماموں امیر سلمان کے ساتھ یمن پر دھاوا بولنے چڑھے۔ اور انہی کی معیت میں یمن آکر قلعہ کمران میں طرح اقامت ڈال دی اور چچا نے ساحل صلیف پر۔ اور ان دونوں مقام کے درمیان دریا بہتا ہے اور مسافت اتنی ہے کہ ایک گھنٹہ میں بآسانی دریا عبور کرکے ایک مقام سے دوسرے مقام میں پہنچا جا سکتا ہے۔ اس سفر میں ان کے ہمراہ خواجہ صفر و قرا حسن و مصطفٰے و اسماعیلی وغیرہ بے شمار ترک افراد بھی تھے۔ اتفاق سے خیر الدین امیر بھی یمن کی جانب آنکلا۔ اور چاہا کہ اس علاقے پر اپنی عمارت قائم کرے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے سلمان کو دھوکے سے قتل کر دیا، اس کا بھائی مصطفٰے اپنے ماموں کا انتقام لینے کے لئے اٹھا۔ اور خیر الدین کو قتل کر دیا۔ (یہ واقعہ ۹۳۵ھ/۱۵۲۸ء کا ہے) اور بعد ازاں قلعہ کمران میں قیام پذیر ہوگیا۔

اسی دوران میں اس کے والد بہرام نے اس کی طرف استنبول سے لکھا کہ مجھے معزول کر دیا گیا ہے۔ اور تم یمن کے نئے متولی کی آمد سے قبل ہندوستان چلے جاؤ۔ رومی خان اپنے رفقاء کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اور بندر دیو گجرات میں ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء میں آپہنچا۔ اس وقت دیو کا امیر طوغان بن ایاز سلطانی تھا۔ اس نے یہ سنا تو رومی خان کے استقبال کی غرض سے آگے پہنچا۔ اور ملاقات پر اسے مرحبا کہا۔ اور اپنے بادشاہ بہادر شاہ کو رومی خان کے آنے کی خبر روانہ کی۔ جس پر سلطان ممدوح نے رومی کو بلا بھیجا۔ جب

رومی خان نے جاپانیر میں بہادر شاہ سے ملاقات کی۔ تو اس نے رومی کو بہت سا مال دے
کر رومی خان کا لقب بھی بخشا۔ اور بارود خانہ کا محافظ مقرر کر دیا۔ رومی خان نے جو ہدایا
بہادر شاہ کی خدمت میں پیش کئے۔ ان میں ایک توپ بھی تھی۔ جو سلیمان نے سلطان روم
کے لئے بنائی تھی اور اس کا نام لیلے رکھا تھا۔ اب رومی خان نے ایک اور توپ تیار
کی۔ اور اس کا نام مجنوں رکھا۔ بادشاہ نے اسے راندیر، سوات اور اس کے نواحی علاقوں
کا گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد رومی خان نے بادشاہ سے دیو کا علاقہ بھی طلب کر لیا۔
بادشاہ نے اپنے نائب طوغان خان کو معزول کر کے یہ علاقہ بھی رومی کی تحویل میں دے
دیا۔ طوغان خان معزول ہونے کے بعد جاپانیر آیا تو اس دور میں طوغان کے برابر قوی
الہیکل اور شجاع کوئی نہ تھا۔ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ رومی خان اس سے ڈر گیا۔ مگر بہادر شاہ
نے طوغان کو حراست میں لے کر قتل کرا دیا۔ رومی خان اس کے بعد کافی عرصہ تک
بہادر شاہ کا مقرب رہا۔ اور اسی کی حسن تدبیر کی بدولت قلعہ رنتھنبور فتح ہوا۔ بہادر شاہ
نے اس قلعہ کی فتح پر رومی خان کو یہ علاقہ بھی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر فتح ہونے کے
بعد سلطان مکر گیا۔ اور اس نے ازراہ مصلحت رومی خان سے قلعہ چتوڑ فتح کرنے کے
بعد اُسے رومی خان کے سپرد کرنے کا چکمہ دیا۔ بہادر شاہ رومی خان کو لے کر قلعہ چتوڑ
پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ کی ہندو فوج ان کی توپوں کی تاب نہ لا سکی اور بالآخر قلعہ فتح ہو
گیا۔ مگر اس مرتبہ بھی بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ جس سے رومی خان نے بھی
بہادر شاہ کے متعلق دل میں گرہ لگا لی۔ بہادر شاہ ادھر سے فارغ ہوا تو دوسری طرف
سلطان ہمایوں تیموری حکمران دہلی چتوڑ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت ہمایوں
اجین میں مقیم تھا۔ بہادر شاہ اور ہمایوں دونوں کا مندسور میں آمنا سامنا ہو گیا۔
رومی خان جو بہادر شاہ کی معیت ہی میں تھا جانتا تھا کہ بہادر شاہ جو ارادہ کرتا ہے
اسے سرانجام کئے بغیر نہیں رہتا۔ رومی خان کے دل میں یہ خرخشہ پیدا ہو گیا، مبادا
میں بہادر شاہ سے اپنا بدلہ نہ لے سکوں! اس نے بہادر شاہ سے کہا کہ میرے ماتحت
جو توپیں اور بارود ہے۔ اگر ایسے موقعہ پہ کام نہ آیا تو پھر اسے کس جگہ استعمال کیا جائے

گا۔ میری رائے ہے کہ تمام لشکر کو ایک دائرہ میں محیط کر کے اس دائرہ کو خندق سے گھیر لیا جائے۔ تب ہمارا لشکر دشمن کے شب خوں تک سے محفوظ رہے گا۔ مگر دشمن ہماری زد سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ اس ترکیب کے عمل میں آ جانے کے بعد ہمارے فوجی دستے دشمن پر یلغار شروع کر دیں گے۔ اور کامیاب و صحیح سلامت واپس لوٹ آئیں گے۔ ہم ایسی وادی میں ہیں جہاں رسد کی کمی نہیں۔ گو ہمارا دشمن اس سہولت سے محروم ہے جس سے اُسے خود بخود شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لڑائی کا یہ طریق روم کے سلاطین میں مروّج ہے۔" بہادر شاہ نے یہ سن کر صدر خان سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ مشورہ شہد سے زیادہ میٹھا اور انجام کے لحاظ سے نیزوں کی نوکوں سے زیادہ تلخ ہے۔ اس توپ تفنگ کے قصے کو رہنے دیجئے گھوڑوں کی پشتوں سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں اور جب دشمن سے دوبدو ٹکر ہو جائے تو تلوار سے زیادہ کوئی چیز موثر نہیں۔ لیکن بہادر شاہ کو ابھی تک چونکہ رومی خان پر بھروسہ تھا اس لئے اس کی بات کو نہ ٹال سکا۔ اُدھر رومی خان نے ہمایوں کی طرف خفیہ خط لکھا کہ رسد فلاں راستے سے پہنچ رہی ہے اُس پر قبضہ کیجئے اور پھر سب توپوں کو توڑ دیا۔ جس سے بڑا دھماکہ پیدا ہوا، بہادر شاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بھیس بدل کر مندو چلا گیا۔ تب رومی خان ہمایوں کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور اس کی حسن تدبیر سے ہمایوں نے گجرات اور مالوہ کا علاقہ فتح کیا۔

ان خبروں میں ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب ہمایوں فتح مندو کے بعد پہلے دن تخت شاہی پر بیٹھا۔ اور تخت کی چاروں طرف امرائے سلطنت اور ماتحت بادشاہ اپنے اپنے درجہ کے مطابق بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس اثنا میں بہادر شاہ کا ایک طوطا لایا گیا جو کئی زبانیں بولتا تھا۔ جب رومی خان آیا تو ہمایوں نے اس کا نام لے کر خوش آمدید کہا۔ جب طوطے نے اس کا نام سُنا تو بے ساختہ کہنے لگا۔ پھٹ رومی خان حرام خور پھٹ رومی خان حرام خور اور کئی دفعہ یہ الفاظ کہے، رومی خان نے طوطے کے یہ الفاظ سن کر حیا سے سر جھکا لیا۔ اس پر ہمایوں نے اُس کی تسلی کی خاطر فرمایا کہ اگر طوطے کے علاوہ

کسی آدمی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہوتے تو اُس کی زبان کھچوا دیتا لیکن کیا کیا جائے
یہ آدمی نہیں پرندہ ہے، آصفی کا بیان ہے کہ غالباً واقعہ یہ ہوا کہ جب بہادر شاہ بھاگ
کر چلا گیا تو پیچھے اُس کے کچھ سپاہیوں نے یہ الفاظ کہے جو طوطے نے رٹ لئے اور پھر
جس طرح رٹے ہوئے تھے اُسی طرح بول دئیے۔

رہا اس معاملہ میں رومی خاں کا معاملہ! تو سلطان ہمایوں نے اُسے اپنا معتمد قرار
دے کر قلعہ چنار کی تسخیر اس کے سپرد کی۔ چنانچہ ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء میں اس نے یہ قلعہ فتح کر لیا۔ قلعہ
نہایت مستحکم اور سربلند تھا۔ ہمایوں نے رومی خاں کو گوناگوں انعامات عطا فرمائے۔
جس پر وہ ہر کہ ومہ کے محسود ہو گئے۔ آخر میں انہیں زہر دے کر ختم کر دیا۔ ان کی موت
قلعہ چنار گڑھ میں ان کے عامل ہونے سے قریبی زمانہ میں ہوئی۔ (معتمد خان در اقبال نامہ)

۵۳۵۔ شیخ مصطفیٰ بن عبدالستار سہارنپوری

م - ۱۴ر شعبان ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء

"الشیخ الفقیہ الزاہد مصطفیٰ بن عبدالستار بن عبدالکریم انصاری سہارنپوری از علمائے
کبار۔ برسوں مسند تدریس آراستہ رکھی۔ طریقت میں شیخ رکن الدین پسر شیخ عبدالقدوس
گنگوہی سے فیض حاصل کیا۔ ان کے کرامات اور کشوف کا چرچا عام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ
شہر کے عامل نے انہیں فوج میں بھرتی ہونے کے لئے مجبور کیا تو آپ نے آگرہ کا رخ کر
لیا۔ والئ شہر بھی آپ کے پیچھے تھا۔ مگر وہ دریا میں ڈوب کر راہی ملک عدم ہوا اور
جب شیخ آگرہ پہنچے تو سلطان نے ان کی تعظیم کے ساتھ واپس ہونے کی اجازت بھی
فرما دی۔ ۱۴ر ماہ شعبان ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں رحلت فرمائی۔ (سہارنپوری در المرآۃ)

۵۳۶۔ مولانا مصلح الدین لاری

"الشیخ الفاضل العلامۃ" مصلح الدین لاری۔ علوم عربیہ و معارف حکمیہ میں یگانۂ روزگار
تھے۔ برسوں مسندِ تدریس مزین کئے رہے۔ ان سے سلطان سندھ مرزا شاہ حسین اور

دوسرے اہل علم میں سے بے شمار افراد نے پڑھا۔ ۹۶۰ھ میں مکہ مکرّمہ تشریف لے گئے، اور واپس نہ لوٹے۔[1]

تصانیف شرح شمائل ترمذی۔ تعلیقات[2] علی تفسیر بیضاوی۔ شرح المنطق درفارسی۔ (نہاوندی درمآثر)

۵۳۷۔ سلطان مظفر الحلیم گجراتی

م۔ ۲ رجمادی الاولی ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء

"السلطان الفاضل، العادل المحدث الفقیہ" مظفر بن محمود بن احمد بن محمد بن المظفر الگجراتی کنیت ابو نصر لقب شمس الدین نام مظفر شاہ الحلیم صاحب ریاستین[1] تاریخ ولادت پنجشنبہ ۲۰ رشوال ۸۷۵ھ / ۱۴۷۰ء۔ مولد سرزمین گجرات۔ بادشاہت کے جھولے میں پروان چڑھے۔ علم کی ریاضت سے مستفیض ہوئے۔ اور والد کی زندگی ہی میں جوانی کی منزل تک پہنچے۔ ان کے اساتذہ میں علامہ مجد الدین محمد بن محمد ایجی اور دوسرے علمائے نامدار ہیں۔ حدیث شیخ مجد الدین اور الشیخ المحدث جمال الدین محمد بن عمر بن مبارک حمیری حضرمی المشہور بہ بحرق سے پڑھی۔ فنون حرب میں مہارت تامہ حاصل کی۔ حتیٰ کہ اپنے اسلاف تک سے جملہ انواع علم و ادب اور اخلاق حمیدہ میں سبقت لے گئے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد بروز سہ شنبہ ۳ ر ماہ رمضان ۹۱۷ھ / ۱۵۱۱ء میں عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اور آغاز کیا عدل و سخاوت و شجاعت و جہاد اور سرحدوں کی حفاظت اور علماء کے ساتھ حسن سلوک سے۔

نہایت پارسا، دلیر، نرم دل اور رعیت سے حسن سلوک سے کام لینے والے تھے۔ اور اسی وجہ سے "حلیم" ان کا لقب پڑ گیا۔ نہایت ذہین سلیم الطبع اور حاضر جواب تھے۔ موسیقی پر بھی حاوی تھے۔ اور علوم دین سے بھی پوری طرح آگاہ۔ فنون حرب میں تیر اندازی۔ شمشیر زنی۔ نیزہ بازی، گھڑ سواری اور پہلوانی کے ساتھ خطاطی میں نسخ، ثلث،

---

(۱) علم کی ریاست اور (۲) سلطانی کی ریاست۔

اور رقاع میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھ کر حرمین بھجوا دیتے۔ قرآن مجید جوانی ہی میں اپنے والد کی زندگی میں حفظ کر لیا تھا۔ ہر قول و فعل میں حضور علیہ السلام کا اتباع کرتے اور نصوصِ حدیث نبویہ پر عمل پیرا ہوتے۔ جب موت یاد آتی تو زار زار روتے۔ علما کی تعظیم میں مبالغہ فرماتے۔ ابتدا میں مشائخ طریقت پر حسنِ ظن تھا لیکن آخر میں اس کی طرف بھی مائل ہو گئے۔

ہمیشہ باوضو رہتے، نماز باجماعت ادا کرتے اور رمضان کے روزے پابندی سے رکھتے۔ شراب کے قریب بھی نہ جاتے اور کبھی کسی کی اہانت نہ کرتے۔ خطا کاروں سے ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیتے۔ بے جا اخراجات سے بچتے لیکن جائز امور میں بے دریغ دولت لٹاتے۔ تمام رعیت کے حالات کی خبر پر گوش بر آواز رہتے۔ بعض اوقات لباس بدل کر کبھی دن اور کبھی رات میں محل سے نکلتے اور رعایا کے حالات معلوم کرتے۔

آصفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جاپانیر کے قاضی نے انہیں عدالت میں طلب کیا کیونکہ گھوڑوں کے ایک تاجر نے اُن کے خلاف دعوےٰ دائر کیا تھا۔ چنانچہ جس حال اور جس کیفیت میں تھے پیادہ پا عدالت کی طرف چل دئے۔ اور وہاں پہنچ کر مدعی کے پہلو بہ پہلو قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔ سوداگر نے دعوےٰ کیا کہ اُسے گھوڑے کی قیمت نہیں ملی۔ اور اپنا دعوےٰ ثابت کر دیا۔ تاجر نے عدالت سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور کہا جب تک کہ اُسے اپنی رقم وصول نہ ہو۔ وہ عدالت سے باہر قدم نہیں رکھے گا۔ سلطان ممدوح بھی مدعی کے ساتھ عدالت میں کھڑا رہا حتیٰ کہ اُسے رقم مل گئی۔ قاضی کا اس تمام اثناء میں بادشاہ سے یہ سلوک رہا کہ جب وہ عدالت میں پیش ہوا تو اُس کے استقبال کے لئے کھڑے نہ ہوئے بلکہ یہ بھی گوارا نہ کیا کہ بادشاہ کو مدعی پر کسی طرح کی کوئی فوقیت حاصل ہو۔ سلطان کچھ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ اور جب تاجر نے اپنی رقم بھر پائی۔ تو قاضی نے اس سے پوچھا کہ آپ کا کچھ بقایا تو نہیں رہا۔ تاجر نے کہا۔ نہیں رہا۔ قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ معمول کے مطابق سلطان کو سلام کیا۔ اور سر جھکا لیا۔ سلطان بھی مدعی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور قاضی کو ہاتھ سے پکڑ کر عدالت کی نشست ہی پر بٹھا کر خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور

قاضی کے اس بلا رُو رعایت فیصلہ پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا اگر آپ آج میرے ساتھ کوئی رعایت برتتے تو میں آپ سے منصب عدالت چھین لیتا تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو لیکن اس کے فیصلہ پر اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ قاضی ہوں تو آپ جیسے ہوں۔ قاضی نے کہا بادشاہ بھی ہوں تو آپ جیسے ہوں۔

آصفی فرماتے ہیں، سلطان مظفر الحلیم کے اوصاف میں یہ امور یادگار ہیں۔

(۱) اس نے ایک کشتی قیمتی اشیاء سے پر کر کے بندر گاہ حجاز جدہ روانہ کی۔ یہ تمام سامان اہلِ حجاز کے لئے تھا۔

(۲) مکہ مشرفہ میں اس کا ایک رباط مندرجہ ذیل عمارات پر مشتمل تھا۔

ا۔ مدرسہ

ب۔ سبیل

ج۔ حویلیاں

د۔ پانی کا چشمہ

یہ سب چیزیں وقف تھیں۔ اور ان کی آمدنی مکہ مشرفہ کے مدرسین، طلبہ، معتکفین اور اور سبیل کے خادموں میں تقسیم ہوتی تھی۔

اس نے حرمین میں اپنے قلم سے لکھ کر دو قرآن مجید بھجوایا۔ جن کا خط جلی تھا، اور آبِ زر سے لکھے گئے تھے۔ اور حکم تھا کہ صرف حنفی امام ان میں تلاوت کرے۔ نیز دو ربعے بھی اسی خط میں لکھ کر بھیجے اور ان قرآنوں کے تلاوت کرنے والے الشیخ الربعیہ کے لئے ایک وقف کی مخصوص آمدنی تھی۔

سلطان مظفر حلیم کے عجیب واقعات میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب مدنی رائے مالوہ کے علاقہ پر قابض ہوگیا اور وہاں کے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا اور محمود شاہ خلجی حاکم مالوہ اپنے وطن سے بھاگ کر گجرات چلا گیا۔ تو سلطان مظفر مالوہ سے ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء میں اپنا لشکر لے کر نکلا۔ پہلے وہ دھار (مالوہ) میں اور بعد ازاں مندو میں آیا اور قلعہ کا سخت محاصرہ کر لیا۔

ادھر جب مدنی رائے کو معلوم ہوا کہ سلطان دیولہ پہنچ گیا۔ تو اُس نے اپنے رفقاء سے کہا کہ سلطان منظفر آ گیا ہے، اس لئے ہمیں خود کو جنگ میں مبتلا نہ کرنا چاہیئے۔ جب تک رانا سانگا آئیں۔ تب تک تم قلعہ کی حفاظت کرو۔ اور میں رانا کے پاس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی فوج کے پاس سے رخصت ہو گیا۔

ادھر جب سلطان منظفر حلیم قلعہ پہ آ پہنچا۔ تو قلعہ کے محصور ہندو فوجی مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے نکل آئے۔ اور مسلمانوں نے ان میں سے بہتوں کو قتل کر دیا۔ بقیۃ السیف اپنے اسلحہ تک چھوڑ کر بھاگ اٹھے۔ آخر انہوں نے فریب سے قلعہ حوالے کرنے کے بہانے امان طلب کی۔

مگر کئی روز تک ٹال مٹول کرتے رہے۔ اور شرطیں کرنے لگے۔ پہلی شرط تھی "ہمارے اموال پہ قبضہ نہ کیا جائے"۔ دوسری "ہمارے سب آدمی یک جا ہو جائیں" تیسری "سلطان اپنی فوج قلعہ سے دُور لے جائیں تاکہ ہمارے سپاہی ڈریں نہیں" سلطان نے سب شرائط منظور کر لئے ـــــ اتنے میں انہیں رانا سانگا کے اجین آنے کی خبر مل گئی، جس پہ ہندو تن گئے۔

سلطان یہ رنگ دیکھ کر قلعہ کے سامنے ایک اونچی پہاڑی پہ جا بیٹھا اور اس کے امرا مسلح ہو کر اس کے علم کے نیچے حکم کے منتظر کھڑے ہو گئے۔ سلطان نے عادل خان فاروقی سربراہ برہان پور کو رانا سانگا سے عہدہ برآ ہونے پہ تعینات کرتے ہوئے اُسے خلعت بخشا اور اور تلوار حمائل کی۔ ایک ڈھال دی۔ نو گھوڑے اور ہاتھیوں کی ایک ٹکڑی عنایت کی اور چند نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔

پھر رادھن پور کے حکمران فتح خاں کو طلب فرما کر وہی کچھ انہیں عطا فرمایا جو عادل خان کو بخشا تھا۔ اب قوام خاں کو طلب فرما کر ان دونوں کا ساز و سامان اور ہدایات سے سرفراز فرما کر دونوں کو عادل خان کی ماتحتی کی تاکید فرمائی۔

ان سرداروں کو رخصت کر کے سپاہیوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ تمہارے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا جائے گا پھر انہیں فوج کے نشان عنایت فرمائے۔ اور حکم دیا کہ ہندوؤں کے انداز پہ تم بھی ان سے وہی سلوک کرنا۔ یہ فرما کر منظفر شاہ اپنی پہلی نشست پہ

آگیا۔ اور قلعہ فتح کرنے کی تدبیر سوچی۔ حتےٰ کہ دوسرے ہی روز قلعہ میں فاتحانہ داخل ہوگیا۔ تلوار نیام سے نکالی۔ مفتوحین کا آخری کام مکانات میں گھس کر دروازے بند کرنا تھا سلطان نے ان کے بند گھروں کو سپرد آگ کرنے کا حکم دیا۔ جس سے وہ جل کر مر گئے۔ خود سلطان اس لمحہ کے اندر ایک سائے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اور سلطان محمود خلجی والی مالوہ بھی ــــــ اب وہ دونوں آہستہ آہستہ چل رہے تھے، قلعہ کے اندر مقتولوں کا خون نالیوں میں بہ رہا تھا جن کی تعداد انیس (۱۹) ہزار تھی۔ اور جو لوگ اپنے گھروں میں جل کر راکھ ہوگئے وہ ان کے ماسوا تھے کچھ اور لوگ بھی تھے جو ادھر ادھر قتل ہوئے۔ سلطان مظفر حلیم سلطان محمود خلجی کے دارالسلطنت (منڈو) میں داخل ہوا۔ اُسے فتح مندی کی مبارک کے ساتھ دعا دی۔ اور ہاتھ کے اشارے سے دروازہ کھولنے کے لئے فرما کر زبان سے :۔ اُدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ :۔ (سلامتی اور امن کے ساتھ اس کے اندر داخل ہو جاؤ) کہا۔ اس کے بعد مظفر شاہ لوٹ کر اپنے خیمہ میں اور خلجی اپنے محل میں آگیا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو بلا کر ان کے سامنے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔

اس عرصہ میں مدن رائے دہاڑیں مار کر رو رہا تھا۔ آخر اس پہ غشی طاری ہوگئی۔
اُدھر جب رانا سانگا نے اجین کے نواح میں عادل خان کے آنے کی خبر سن پائی تو اس نے بے قرار ہو کر مدن رائے کو بلایا۔ اور کہا اب یہ کیا غوغا ہے۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اگر تم اپنی فوج سے ملنا چاہتے ہو۔ تو سر پہ عادل خان کھڑا ہے۔ اگر اس سے مقابلہ نہیں کر سکتے تو بھاگ کر اپنی فوج کے پاس چلے جاؤ۔ مدن رائے ایک ہاتھی پہ سوار ہو کر اجین سے نکل پڑا۔ تو جدھر رخ ہوگیا چلتا گیا۔ عادل خان بھی اس کے تعاقب میں تھا۔ جس نے اسے دیپال پور میں آکر دبوچ لیا۔ ذرا وقفہ کے بعد سلطان محمود خلجی نے اُسے طلب کر لیا۔ تو اس کے تمام ذخیرے مفقود تھے۔ ادھر خلجی نے ضیافت کا اہتمام کیا۔ اور سلطان مظفر شاہ کو دعوت دینے کے لئے حاضر ہوا۔ وہ خلجی کے ہمراہ چل آیا، ضیافت سے فارغ ہونے کے بعد خلجی نے سلطان مظفر کو اپنے والد کے متر کات کی سیر کرائی۔ مظفر شاہ ایک ایک شے دیکھ کر مرحوم پہ رحمت کی دعا کرتا رہا۔ پھر دونوں ایک تخت پہ

آ بیٹھے۔ خلجی نے مظفر شاہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

الحمد للہ الذی بھمتک ورایت بعینی ماکنت اتمناہ ولم یبق الی الآن ارب فی شی فی الدنیا ؎۱

خلجی نے کہا، جناب اس ملک کی حکمرانی کے لئے مجھ سے بہتر ہیں اس لئے جو کچھ آپ مجھے عطا فرمانا چاہتے ہیں وہ آپ کے لئے ہے۔ آپ کو اختیار ہے کہ اپنے اراکین خود منظور فرمائیں۔ سلطان مظفر نے جواب میں فرمایا کہ میں نے آپ کی نصرت کے لئے جو قدم اٹھایا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھا۔ اور یہ دوسرا مقصد تھا آپ کی حمایت کرنا جس میں مجھے کامیابی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اس میں آپ کے لئے برکت کرے۔ خلجی نے عرض کیا۔ یہ ملک مردوں سے خالی ہوگیا ہے۔ اس لئے مجھے اس کے ہاتھ سے جانے کا خطرہ ہے۔ مظفر شاہ نے فرمایا۔ آپ کا یہ خطرہ صحیح ہے۔ میرے ندما میں سے آصف خان آپ کے ہاں رہے گا۔ اس کے ماتحت بارہ ہزار سوار ہوں گے۔ یہاں تک کہ آپ کی سلطنت مستحکم ہوجائے۔ خلجی نے استدعا کی کہ آپ کا صاحبزادہ تاج خان بھی میری نصرت کے لئے میرے ہاں رہے ؛ اور اس پر بہت منت کی۔ یہ درخواست بھی مظفر شاہ نے منظور کرلی۔ اور خلجی کی ہر مشکل پر اس کی اعانت کا وعدہ کیا۔ پھر اس نے آصف خان کو طلب کرکے فرمایا۔ کہ میرے ہاں تمہارے اور تمہارے رفقاء کی جو جائدادیں ہیں۔ وہ تمہاری واپسی تک تمہاری ہی ہیں اور سلطان خلجی جو کچھ تمہیں عنایت کریں وہ مستزاد ہے۔ آخر میں مظفر شاہ نے خلجی کو نقد مال دے کر رخصت کرکے خود روانہ ہوا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب مظفر شاہ مذکورہ قلعہ فتح کرکے اس میں داخل ہوا تو ندمائے سلطنت نے عرض کیا کہ قلعہ اپنی سلطنت میں داخل کرلینا چاہیئے۔ یہ سُن کر اس نے سلطان خلجی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ آپ اس پہ قبضہ کیجئے۔ اور اس کے دروازے

؎۱۔ شکر ہے اللہ پاک کا کہ میں نے آپ کی کوشش سے اپنی آنکھوں سے اپنی تمنا پوری ہوتی دیکھ لی۔ اور دنیا کی کسی شے کی حرص دل میں نہ رہی۔

پر ایسے بہادر تعینات کئے ہیں۔ جو میرے چلے جانے کے بعد کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ بجز ان لوگوں کے جن کو میں بھجواؤں۔

خلجی نے سلطان مظفر کو پھر وہیں قیام رکھنے کے لئے عرض کیا مگر مظفر شاہ نے انکار کر دیا البتہ وہ تین روز تک وہاں رہا۔ خلجی نے سلطان کی ضیافت کی۔ اور اسے ان تمام عمارات میں لے گیا۔ جن کی مثال ہندوستان بھر میں نہ تھی۔ اس گشت میں ایک بند دروازہ آیا خلجی نے خواجہ سراؤں کو اس کے کھولنے کا حکم دیا اور اس دروازہ کے اندر رہنے والی عورتوں کے لئے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دیکھا کہ یہ ایسے حسین زیوریں لدی ہوئی جن کی مثل آنکھوں نے کبھی نہ دیکھی۔ ان کے ہاتھوں میں قسم قسم کے جواہرات تھے۔ سلطان مظفر کو دیکھتے ہی انہوں نے یہ سب جواہر اس کے قدموں پہ نچھاور کر دئے۔ جب سلطان مظفر نے ان عورتوں کو دیکھا تو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہ سب پردے میں چلی جائیں۔ کیونکہ عورت کو دیکھنا حرام ہے۔ خلجی نے عرض کیا میں ان کنیزوں اور غلاموں سب کا مالک ہوں۔ اور مالک کو اختیار ہے۔ مظفر شاہ خلجی کو اپنے قبضہ میں لے گیا ـــــ حاصل کلام یہ ہے کہ جب مظفر شاہ واپس لوٹا۔ تو خلجی کے پاس تاج خاں اور آصف خاں بمعہ اپنے اپنے ہمراہیوں کے موجود تھے۔ سب نے مظفر شاہ سے دعا کے لئے التجا کی۔ سلطان نے عادل خان کو برہان پور لوٹنے کا حکم دیا۔ خود سلطان فتح و دعا کے ساتھ جاپانیر کی طرف چل دیا۔ اور جس روز شہر میں داخل ہوا۔ تمام لواحقین کے لئے دعا کرتا ہوا داخل ہوا۔ فتح مندو ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء ۲ ماہ صفر میں ہوئی۔ ایک شاعر نے اس پر یہ شعر کہے ؎

مظفر شاہ سلطان جہاں گیر	(ترجمہ) اے مظفر شاہ سلطان جہاں گیر!
اساسِ شرع دین از نو نہادے	آپ نے دین و مذہب کی از سر نو بنیاد رکھی۔
گرفتہ قلعۂ مندو بشش روز	(ترجمہ) چھ دنوں میں قلعہ مندو پہ قبضہ کر لیا ایسے پختہ طلسم
طلسم ایں چنیں محکم کشادے	کو آپ نے کھول دیا۔
ہمیں بس بہر تاریخش کہ گویم	(ترجمہ) اس کی تاریخ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں
گرفتہ ملک مندو باز دادے	کہوں کہ مندو کی حکومت جو ہاتھ سے چلی گئی تھی آپ نے وہ پھر واپس دلادی۔

وایضاً ؎

مظفر شاہ سلطانِ جہانگیر آں کہ تیغِ او بنائے کفر راویراں و دین و شرع را نو کرد	(ترجمہ) مظفر شاہ سلطان جہانگیر جس کی تلوار نے کفر کی بنیادوں کو ویران اور مذہب کو نیا کر دیا ہے۔
چو از بخت ہمایوں کرد فتح قلعۂ مندو بود تاریخ سال آں ہمایوں فتح مندو کرد	(ترجمہ) جب اپنے بخت مبارک کی وجہ سے قلعہ مندو فتح کیا تو تاریخ سال یہ تھی کہ ہمایوں نے مندو فتح کر لیا۔

ایک صاحب نے قلعۂ مندو کی تاریخ فتح "فدا المندو سلطانہا" سے مستخرج کی۔
سلطان مظفر شاہ کے یہ واقعات ایسے عجائبات سے ہیں۔ جن کی مثال ہندوستان بلکہ دنیا جہان کے بادشاہوں میں نہیں پائی جاتی۔

ان تمام واقعات میں یہ واقعہ عجیب ترین ہے کہ سلطان محمود شاہ خلجی اور اس کے اجداد سلطان مظفر شاہ گجراتی کے اسلاف کے بدترین دشمن تھے۔ انہی خلجی کے دادا سلطان محمود شاہ خلجی کبیر نے پے در پے ان پر حملے کئے۔ مگر ہر حملہ پہ ناکام ہو کر لوٹا ــــ اسی محمود صغیر خلجی والئ مندو کا باپ غیاث الدین سلطان محمود شاہ الکبیر گجراتی کے خلاف ہنود کی حمایت کے لئے نکلا۔ جیسا کہ اس کے دادا کا ماجرا ہے۔ ایک شاعر سلطان محمود الکبیر گجراتی کی مدح میں کہا تھا ؎

محال ہے کہ زمانہ ان جیسا کوئی اور شخص پیدا کرے۔ وہ زمانہ، تو اس بارے میں بہت ہی بخیل ہے۔

آصفی فرماتے ہیں :-

۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء میں سلطان مظفر حلیم ممدوح دعائے استسقا کے لئے نکلے۔ فقرا اور مساکین میں خوب جی بھر کر خیرات کی اور ان سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ خود مصلیٰ پہ آکر نماز پڑھائی۔ اس کی دعاؤں کا آخری حصّہ یہ تھا۔

اللھم انی عبدک ولا املک لنفسی شیئاً یا اللہ! میں تیرا غلام ہوں۔ اور کسی شے کا

فان تك ذنوبي حبست القطر عن خلقك فهاناحيتي بيدك فاغثنا يا ارحم الراحمين۔ ! مالک نہیں! اگر میرے گناہ بارش کے مانع ہیں تیری مخلوق سے تو اے میرے پروردگار! یہ میری پیشانی تیرے قبضے میں ہے جس طرح تو چاہے مجھے ذلیل کر۔ پس اے ارحم الراحمین ہماری فریادرسی فرما۔

یہ کلمات آواز سے کہنے کے ساتھ اُس نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر بار بار یا ارحم الراحمین! پکارنا شروع کیا۔ ابھی اس نے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ بارانی ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں۔ سمندر میں جوش پیدا ہوا۔ بجلی کوندی، بادل گرجا اور مینہ برسنا شروع ہو گیا۔ اُس نے اسی سجدہ کے اندر رب العالمین کے حضور خراج تشکر پیش کیا۔ تب وہ مخلوقات کی بہبود کے لئے زبان سے دعا کرتا ہوا اور دونوں ہاتھوں سے دولت کی جھڑی لگاتا ہوا واپس لوٹا۔

علالت نماز استسقاء سے کچھ عرصہ بعد اس کے وجود میں کسلان پیدا ہوگیا۔ جس کے بعد ضعف معدہ نمودار ہوا۔ بدن کمزور پڑ گیا۔ اسی دوران میں اس نے ایک مجلس منعقد کی جس مجلس میں حکومت کے سربرآوردہ افراد کے ساتھ علمائے دین و صوفیائے یقین بھی تشریف فرما تھے۔ اور ان سے آخرت پر گفتگو کرنے کی استدعا کی۔ یہ گفتگو للہ رب العالمین کی رحمت اور احسان تک آ پہنچی۔ یعنی مسلمان میں تمام اوصاف حسنہ سہی مگر اس کی رحمت اور احسان کے بغیر یہ اوصاف بھی بخشش کا وسیلہ نہ ہوسکیں گے۔ سلطان نے اس گفتگو میں خود اللہ کے احسانات اور نعمتوں اور اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اپنے استاد المسند العالی مجد الدین نے اپنے مشائخ سے جو احادیث بیان کی تھیں۔ وہ مجھے محفوظ ہیں۔ اور میں ان روایات کے راویوں کی نسبت اور ثقاہت کے ساتھ ان کے حالات و سوانح اوّل سے لے کر آخر تک جانتا ہوں۔

اسی طرح آیات قرآن کا معاملہ ہے۔ جن کے حفظ اور تفسیر و شان نزول و علم قرأت کی دولت مجھے اللہ نے عطا فرمائی۔ رہا علم فقہ! تو وہ بھی مجھے مستحضر ہے جس سے میں حدیث نبوی

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین [۱] :۔ کے مطابق بہرہ مند ہوں ۔ اور اسی طرح میں نے پورے چھ مہینے صوفیا کے مشاغل برتنے پہ گزار دئے ۔ اس سے مشائخ کے معمولات تزکیہ نفس مقصود تھا ۔ بمصداق حدیثے :۔ من تشبہ بقوم فہو منہم [۲] :۔ اب میں طمع کر رہا ہوں ان صوفیا کے بتائے ہوئے اعمال کی برکتوں کا ۔ بہ تمسک لفظ عسیٰ و لعل [۳] کے ساتھ ۔ اور یہ کہ میں نے تفسیر معالم التنزیل کا مطالعہ شروع کیا امید تھی کہ عنقریب پوری کتاب پہ عبور ہو سکے گا ۔ مگر اب صورت یہ پیش آگئی ہے کہ اس تفسیر کو انشاء اللہ جنت میں جا کر پورا کر سکوں گا ۔ اے صاحبو! اپنی اچھی دعاؤں کے اندر مجھے یاد رکھو! کہ میرے اعضا مجھے جواب دے چکے ہیں ۔ جن کی دوا صرف اللہ سبحانہ کی رحمت ہے ـــــ اس کے بعد تمام حاضرین مجلس نے سلطان کی درازی عمر کے لئے دعا کی ۔

آصفی فرماتے ہیں :۔

سلطان مظفر گجراتی ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء میں جاپانیر سے نکل پڑا ۔ جب کہ اس کے انداز میں اس کا دنیا میں آخری وقت معلوم ہو رہا تھا ۔ اُس نے اپنا سب گرد و پیش بدل ڈالا ۔ اور خیرات میں بہت کثرت کر دی ۔ احمد آباد پہنچنے تک اس کی داد و دہش کے یہی اطوار تھے ۔ اور احمد آباد میں ورود کے بعد وہ مقدس مزاروں پہ بار ہا جانے لگا ۔ اور ان پہ خیرات کرنے میں اور مبالغہ شروع کر دیا ۔ اُسے علامہ خرم خاں سے بہت حسن ظن تھا ۔ ایک روز علامہ صاحب سے فرمایا ۔ میں جن افراد پہ صدقہ و خیرات کرتا ہوں اپنی

---

[۱] اللہ تعالےٰ جس پہ مہربان ہوتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے ۔

[۲] جو شخص کسی قوم کی نقالی کرے اس کا شمار اُس قوم میں ہو گا ۔ (مترجم)

[۳] مترجم عسیٰ اور لعل دونوں حروف ہیں یعنی تمنیٰ ۔ عسیٰ کی مثال :۔ عسیٰ اَنْ تُحِبُّوا شیاءً وَھُوَ شَرٌّ لَکُم (قریب ہے یہ کہ جس امر کو تم پسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے غیر نافع ہو) اور لعل کی مثال ہے :۔ لعل اللہ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْراً (امید کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے ۔)

دانست میں انہیں مستحق سمجھ کر عطا کرتا ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ اس بارے میں مجھ سے ایسی افراط نہ ہوتی ہو۔ کہ جو لوگ غیر مستحق ہیں۔ انہیں مقدم کر دوں اور جو لوگ مستحق ہوں انہیں موخر رکھوں میں نہیں کہہ سکتا کہ قیامت کے روز اگر مجھ سے یہ سوال ہوا تو اس کا کیا جواب دوں گا؟

یوم رحلت جمعہ کا روز تھا وہ دربار سے محل میں گیا۔ اور دن ڈھلنے تک ایک ہی پہلو پر استراحت فرما رہا۔ اس نے پانی طلب کیا۔ وضو کر کے دو رکعت ادا کیں یہاں سے اٹھ کر زنان خانے میں گیا۔ جہاں اس کے تمام حرم یاس کی حالت میں روتے اور آہ و بکا کرتے ہوئے آپہنچے۔ کہ آج کے بعد آپ اور ہم یکجا نہ ہو سکیں گے۔ سلطان نے انہیں صبر اور اس صبر کے اجر کی تلقین کی۔ انہیں مال و منال عطا فرمایا۔ اور رخصت کرتے ہوئے اللہ کے سپرد کیا۔ اب وہ زنانے سے نکل کر باہر چلا آیا تو ذرا دیر کے بعد راجہ محمد حسین المخاطب بہ اشجع الملک آگئے۔ ان سے سلطان نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی وجہ سے بڑا مرتبہ دیا ہے۔ اور میں بھی اس نعمت سے مستفیض ہوں۔ میں آپ سے اپنی آخری خدمت کا خواستگار ہوں۔ کہ آپ میری وفات کے لمحہ میں مجھ پر سورۂ یٰسین پڑھیں۔ مجھے غسل دیں اور نرم ہاتھ لگائیں۔ اور میری میّت کے ساتھ وہ برتاؤ کریں جس کا میں مستحق ہوں۔ سلطان نے علامہ کے سامنے کچھ مال بطور فدیہ حاضر کیا۔ اور ان کے لئے دعا بھی کی۔ اس کے بعد سلطان نے علامہ صاحب سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اذان جمعہ کا وقت ہے۔ جس کے لئے مسلمانوں کو بلایا جاتا ہے۔ سلطان کی عادت نماز جمعہ کے لئے قبل از وقت مسجد میں آنے کی تھی۔ مگر آج اس نے فرمایا کہ میں نماز ظہر تو آپ لوگوں کے اندر پڑھ لیتا ہوں۔ مگر عصر کی نماز جنت میں ادا کروں گا۔ انشاء اللہ۔ یہ کہہ کر اس نے شرکائے مجلس کو نماز کے لئے جانے کی اجازت دے کر اپنے لئے مصلےٰ طلب کیا۔ یک رُخ ہو کر نماز کی نیت باندھ لی۔ اور محل میں جن افراد سے وہ جُدا ہونے کو تھا۔ ان کو طلب کر کے اپنی قبر کا ذکر شروع کر دیا۔ اس لمحہ کے اندر اس کی آخری دعا یہ تھی۔

رب قد اتیتنی من ملک وعلمتنی   یا اللہ! تو نے مجھے بادشاہت بھی دی۔ اور ناقابل فتح

من تاویل الاحادیث فاطر السموات   امور کے حل کرنے کی علمیت بھی! اے آسمانوں اور زمین

والارض توفنی مسلمًا والحقنی من الصالحین (سورۂ یوسف) کے پیدا کرنے والے! آج مجھے معاف کر کے دنیا سے رحصت کر اور صالحین کے زمرے میں شامل کر۔

اس دعا کے بعد وہ اپنے مصلّے پر کھڑے ہو گئے، بعد میں اپنے پلنگ پر لیٹ گئے۔ ان کے حواس بحال ہی تھے، چہرہ قبلہ رخ تھا۔ زبان پر لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری تھا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور ادھر مسجد کے اندر خطیب ممبر پر ان کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔

وفی ذلك عبرة لمن القیٰ السمع وھو شھید (اور اس معاملہ میں نصیحت ہے ہر اس فرد کے لئے جو دل کے کان سے سنتا اور غور کرتا ہے۔)

اس کی وفات ۲۱ جمادی الاولی ۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء کے روز ہوئی۔ تابوت سرکھیج میں لے جا کر ان کے والد کی قبر کے پاس سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے حسنات پر عماد الکاتب نور الدین شہید نے جو مرثیہ کہا اس کے دو شعر یہ ہیں:۔

اے وہ سلطان! جس کا زمانہ ہمیشہ اس کے فضل رحمت کی وجہ سے قابلِ فخر رہا۔
تو دنیا کا مالک رہا۔ اور جب اُسے چھوڑا تو آخرت کا مالک ہو گیا۔

۵۳۸۔ خواجہ مظفر علی تربتی

م ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء در ماہ ربیع الاوّل

"الوزیر الکبیر" مظفر علی تربتی نواب مظفر خاں۔ بیرم خاں خاناں کے ندما میں سے تھے اور ان کی وفات کے بعد سلطان اکبر کے مقرب ہو گئے۔ اور بتدریج وزارت عظمیٰ کا مرتبہ ۹۸۱ھ میں حاصل کیا۔

فاضل، کریم النفس اور سیاست و تدبیر میں پورے ماہر تھے۔ ان کی یادگار آگرے کی جامع مسجد ہے ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء ماہ ربیع الاوّل میں آسودۂ لحد ہوئے (عبد الرزاق در مآثر الامراء)

۵۳۹۔ شیخ معروف اجھیروی

م ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء

"الشیخ الصالح" معروف بہ سعد اللہ بن محمود صدیقی اجھیروی دہلوی۔ یکے در مشائخ چشتیہ

مولد و منشا (مجھیرہ از اعمال دھار (صوبہ مالوہ)

نارنول تشریف لائے ۔ یہاں شیخ نظام الدین کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر استفاضہ کیا، پھر دھار لوٹ کر برسوں اقامت کے بعد سفر حرمین میں حج و زیارت سے بہرہ مند ہوئے ۔

وفات ۹۹۷ھ ۱۵۸۹ء میں پائی (گلزار ابرار)

۵۴۰ - الشیخ معروف جون پوری

"الشیخ الکبیر" معروف بن عبدالواسع بخاری جون پوری ۔ مشہور ہے کہ یہ شیخ جلال الدین حسینی بخاری کی اولاد میں سے تھے ۔ مولد و منشا جون پور ۔ علوم ظاہر اور طریقہ چشتیہ دونوں شیخ ہداد جون پوری سے حاصل کئے ۔ البتہ طریقہ قادریہ و شطاریہ شیخ محمد بن عبدالعزیز جون پوری سے عطا ہوا ۔ اور خود کو تدریس و زہد و عبادت اور جملہ علائق دنیا سے یک سو ہو کر دعوت الی الحق کے لئے خود کو وقف کر دیا ۔ مسلسل تیس ۳۰ سال تک اسی پر رہے ۔ ان سے شیخ احمد بن زین جون پوری اور شیخ نظام الدین امیٹھوی کے علاوہ اور بے شمار لوگ مستفیض ہوئے ۔

۵۴۱ - شیخ ملوک شاہ بدایونی

م ۹۶۹ھ ۱۵۷۱ء در ۲۷ ماہ رجب

"الشیخ الفاضل" ملوک شاہ عمری بدایونی کنیت ابو عبد القادر یکے از علمائے صالحین شیخ حاتم بن ابو حاتم سے تحصیل علوم کی ۔ بعد ازاں سید جلال الدین حسنی بدایونی کی خدمت میں برسوں باریاب رہے ۔ اور شیخ عبداللہ چشتی بدایونی سے طریقت میں بہرہ مند ہوئے مرض اسہال کبدی سے وفات پائی ۔ مدفن شہر بساور اور تاریخ وفات ۲۷ رجب ۹۶۹ھ ۱۵۷۱ء میں ہوئی ۔ ان کے صاحبزادہ عبد القادر نے ان کی تاریخ رحلت "جہان فضل" سے مستخرج کی ۔

۵۴۲۔ قاضی منجھلا جون پوری

"الشیخ الفقیہ القاضی" منجھلا جون پوری، فقہ و ادب عربی میں ممتاز۔ جون پور کی قضاۃ سپرد ہوئی۔ جس پر برسوں فائز رہے۔ بعدہٗ شیخ علی بن قوام حسینی جون پوری کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اور ان سے طریقۂ عشقیہ شطاریہ میں اکتساب فیض کیا (عارف در عاشقیہ)

۵۴۳۔ شیخ منجھن کمال پوری

"الشیخ العالم الصالح" منجھن کمال پوری۔ یکے از فقہائے زہاد۔ اعمال کے سلسلہ میں لوگوں سے سختی سے احتساب کرتے۔ طریقہ عشقیہ شیخ علی بن قوام حسینی سے حاصل کیا اور مدت دراز تک اُن کی خدمت و صحبت میں رہے (عاشقیہ)

۵۴۴۔ شیخ منصور لاہوری

"الشیخ الفاضل" منصور ابن ابو المنصور حنفی لاہوری۔ یکے از علمائے مشہورین۔
نحو و ادب اور دوسرے علوم و فنون اپنے خسر شیخ سعد اللہ لاہوری سے، اور بعض علوم ممدوح کے شیخ اسحاق بن کاکو سے پڑھے۔ جن کی خدمت میں عرصہ تک باریاب رہے۔ حتیٰ کہ اس محنت اور عرق ریزی کی بدولت خود مسندِ تدریس آراستہ کرنے کا ملکہ پیدا ہو گیا۔

صاحب ترجمہ نہایت نازک مزاج "سلیم الذہن" درس اور گفتگو میں کمال ملکہ رکھتے۔ امرا کے ہم مجلس تھے جو آپ کی تعظیم میں پیش پیش رہتے۔ سلطان اکبر تیموری نے آپ کو مالوہ میں قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔ جہاں ایک مدت بسر کی۔ واپس لاہور تشریف لائے۔ کہ سلطان نے آپ کو جنگی مہموں پر تعینات کر دیا۔ جو علاقہ بجواڑ اور پہاڑی علاقوں میں حد نظر تھیں (عبد القادر بدایونی)

۵۴۵۔ الامیر الکبیر منعم خاں ترکمانی

م ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء

"الامیر الکبیر" منعم بن بیرم ترکمانی یعنی نواب منعم خان خاناں ہندوستان کے مشہور امرائے سلاطین سے تھے، سلطان ہمایوں کی خدمت کی اور اس کے بعد سلطان اکبر کی خدمت میں مدت درازتک خدمت و چاکری کرکے ۹۶۷ھ میں خان خاناں یعنی امیر الامراء کے عہدہ تک پہنچے جسے انہوں نے کامل چودہ برس تک نباہا۔

ان کی یادگار میں دریائے گومتی پر جون پور شہر کے اندر ایک پل ہے جو انہوں نے ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں تعمیر کرایا۔ یہ پل عجائبات عالم میں سے ہے۔ ایک صاحب نے اس پل کی تاریخ تعمیر "صراط مستقیم" سے نکالی ہے۔ ان کا انتقال قریۂ ٹانڈہ صوبہ بنگال کے اندر ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء میں ہوا (مآثر الامراء)

۵۴۶۔ الشیخ منوّر بن نور اللہ جھراوتی

م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء

"الشیخ الصالح" منوّر بن نور اللہ بن معز الدین بن ہداد قاضی محمد شرعی جھراوتی یکے از افراد علم۔ طریقت میں شیخ خانون بن العلاء ناگوری سے مستفیض ہوئے۔ برسوں تک ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ ان کی معیت میں ناگور، چندیری، آگرہ و گوالیار کا سفر کیا جس کے بعد مرشد نے انہیں آگرہ میں سکونت کا ارشاد فرمایا۔ یہاں ۲۷؍ ذی قعدہ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں وفات پائی (گلزار ابرار)

۵۴۷۔ قاضی حسن اللہ کاکوروی

"الشیخ العالم الفقیہ القاضی" حسن اللہ بن نعیم اللہ بن تاج الدین بن شہاب الدین صدیقی کاکوروی یکے از علمائے مشہورین علوم ظاہر و باطن ہر دونوں میں علامہ سعد الدین ابن بڈھن

بن محمد خیر آبادی مصنف مجمع السلوک سے مستفیض ہوئے۔ ان کے فرزند المعروف بہ سعدی انہی کے شاگرد ہیں۔

۵۴۸۔ شیخ من اللہ جون پوری

م ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء

"الشیخ الکبیر" من اللہ بن بہاؤ الدین عمری چشتی جون پوری المشہور بہ شیخ اڈھن مولد و منشا جون پور اپنے والد سے مستفیض اور ان کے بعد مسندِ مشیخیت پہ فائز ہوئے۔ ایک سو سال کی عمر پائی آپ کی قبولیت عام تھی۔ اجازہ بیعت حاصل تھا۔ شیخ شہاب الدین محمود از شیخ برہان الدین از شیخ صدر الدین محمد بن احمد حسینی البخاری سے۔

تصانیف مونس الذاکرین۔ یہ اپنے فن میں ایک نہایت عمدہ کتاب ہے۔ (گنج ارشدی مؤلفہ جون پوری)

بدایونی نے لکھا ہے کہ آپ بڑھاپے کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے بلکہ ہلنے جلنے تک سے معذور ہو گئے تھے۔ اور ان کے تلامذہ و مریدین ہی انہیں اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ با ایں ہمہ فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کرتے۔ اور سنن و نوافل بیٹھ کر پڑھتے۔ مگر مجلس سماع میں کھڑے ہو کر وجد کرنے لگتے اور اس حالت میں کوئی قوی سے قوی آدمی بھی انہیں نہ بٹھا سکتا۔

۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں رحلت فرمائی "شیخ اڈھن" کے لفظ سے ان کی تاریخ وفات مستخرج ہوتی ہے۔

۵۴۹۔ شیخ مودود گجراتی

م ۹۱۳ھ / ۱۵۰۷ء

"الشیخ العالم الصالح" مودود بن علم الدین عین الدین شاطبی صدیقی فتنی گجراتی۔ یکے از کاملین قرائت و تجوید اپنے والد سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں برسوں بار یاب

رہے۔ اوران کی رحلت کے بعد شیخ حلقہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ بے شمار انفاس آپ سے فیض یاب ہوئے۔ ۹۱۳ھ/۱۵۰۷ء میں فتن گجرات کے اندر رحلت فرمائی۔

۵۵۰۔ شیخ مودود لاہوری

۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء

"الشیخ العلامۃ" مودود بن ابومودود حنفی صوفی لاری یکے از مشائخ صوفیہ۔ علوم ظاہری میں شیخ و علامہ عبدالغفور لاری تلمیذ مولانا جامی" سے پڑھے۔ طریقت میں با بانظام الابدال سے مستفیض ہوئے۔ کئی مشائخ کبار کا زمانہ پایا یعنی (۱) شیخ نعمت اللہ عدولی (۲) شیخ قاسم الانوار وغیرہما۔

۹۰۰ھ میں دنیا پر لات مار کر آگرہ تشریف لائے۔ اور برسوں اقامت کے بعد پانی پت پہنچے۔ جہاں شیخ عبدالملک بن عبدالغفور سے ابن عربی کی فصوص سبقاً پڑھی۔ ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء میں پانی پت ہی میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۵۵۱۔ شیخ موسیٰ الہداد لاہوری

م ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء

"الشیخ الصالح" الہداد لاہوری یکے از رجال معرفۃ شیخ شہر اللہ بن یوسف ملتانی اور شیخ ابوالفتح حارثی سے مستفیض ــــ خود مغلوب الحال و صاحب کشف و کرامات تھے۔ ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء میں وفات پائی۔

۵۵۲۔ شیخ موسیٰ گجراتی

"الشیخ الفاضل" موسیٰ بن ابوموسےٰ گجراتی ملقب بہ کلیم الدین۔ اپنے دور کے مشائخ کبار سے تھے۔ شیریں سخن، کلام میں فصاحت۔ عبادت میں انہماک اور اوقات کے پابند تھے۔ احمد آباد میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۵۵۳۔ شیخ میراں تتوی سندھی

۹۴۹ھ
۱۵۴۲ء

"الشیخ الفاضل" میراں بن یعقوب تتوی سندھی یکے از علمائے کبار۔ کئی سال شغل تدریس میں گزارے۔ ان کے شاگردوں میں سلطان مرزا شاہ حسین والی سندھ کے علاوہ بے شمار افراد تھے۔ ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء میں رحلت فرمائی۔ ایک صاحب نے ان کی تاریخ وفات "علامہ وارث الانبیاءؑ" سے مستخرج کی۔ مزار مکلی پہاڑ پہ ہے (معصوم ابن صفائی در تاریخ)

۵۵۴۔ مولانا میر علی سرہندی

"الشیخ الفاضل" میر علی حنفی سرہندی۔ یکے از علمائے صالحین مولد و منشا سرہند۔ شیخ بدرالدین سرہندی کی خدمت میں برسوں باریابی سے طریقت حاصل کی ان سے شیخ عبدالحئی سرہندی اور دیگر الفاس بہرہ ور ہوئے۔

۵۵۵۔ میر محمّد خاں غزنوی

م ۹۸۳ھ
۱۵۷۵ء

"الامیرالکبیر" میر محمد بن یار محمد حسینی غزنوی۔ یکے از امرائے دولت تیموریہ۔ سلطان ہمایوں اور ان کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ پنجاب پر نیابت سپرد ہوئی۔ اور سالہا سال تک وہاں حکومت کی۔ پھر ان کے لئے سنبھل کے جوار میں جاگیر عطا ہوئی۔ اور جب پٹن فتح ہوا تو انہیں وہاں پر نیابت تفویض ہوئی۔

آپ مرد فاضل و شاعر و سخی اور دلیر و جرأت مند تھے۔ بہت بڑے معرکے سر کئے اور وسیع علاقوں پر حکمران ہوئے ——— فارسی میں ایک دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ سرود و نغمہ کے بھی ماہر تھے۔ نمونہ اشعار ہے ؎

در جوانی حاصلِ عمرم بنادانی گذشت
آں چہ باقی بود آں ہم در پشیمانی گذشت

(ترجمہ) جوانی میں میرا حاصل عمر نادانی میں گزر گیا اور جو باقی تھا وہ پشیمانی میں گزر گیا۔
۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء میں رحلت فرمائی (مآثر الامراء)

۵۵۶۔ خواجہ میرک اصفہانی

۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء

"الوزیر الکبیر" خواجہ میرک اصفہانی الدبیر نواب چنگیز خان۔ ریاست وسیاست ہر دو کے یکہ تاز۔ ہندوستان وارد ہو کر احمد نگر دکن پہنچے۔ جہاں کے سلاطین و حکام نے اُن کی بڑی آؤ بھگت اور بہ بڑے آرام سے یہاں مقیم ہو گئے۔ اور انہیں سلطان مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر نے اپنے خواص میں شامل کر کے نیابت مطلقہ تفویض فرما کر خطاب چنگیز خاں سے سرفراز فرمایا۔ تب آپ نے لوگوں پر اپنے اخلاقی اثر کے ساتھ نئے شہروں کی تعمیر اور زراعت کی ترقی میں بیش از بیش حصہ لیا۔ بے شمار ارباب و اصحاب قلم آپ کے ہاں پہنچے۔ آپ احسان پیشہ۔ نفع رساں، دلاور اور مدبر وسخی تھے۔ قلعہ دولت آباد جیسا مضبوط گڑھ فتح کیا۔ اور مندرجہ ذیل مقامات اپنے محروسات میں شامل کر لئے۔ کاویل۔ نرنالہ۔ ایلچپور کے علاوہ چند قلعے نیز جن کی بدولت آپ کے محروسات میں اضافہ ہو گیا۔ اسی عرصہ میں سلطان مرتضےٰ نظام شاہ "المجنون" سے کسی وجہ سے بدگمان ہو گیا۔ اور اپنے طبیب خاص بہرس مصری سے انہیں زہر دلوا کر دنیا سے رخصت کر دیا۔ ان کی رحلت کے مندرجہ ذیل سنین بتائے جاتے ہیں ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء ـــ ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء (بحوالہ تاریخ فرشتہ) مگر میرے اندازے میں ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء صحیح ہے اور ہر سہ سنین پر اصل ماخذ دیکھنے سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

۵۵۷۔ قاضی مینا بن یوسف منڈوی

"الشیخ العالم الفقیہ" قاضی مینا بن یوسف بن حامد بن ابو المفاخر ابن لٰسین منڈوی یکے از علمائے کبار۔ مولد و منشا منڈو۔ عنفوان شباب میں چندیری آئے۔ اور یہاں کے اساتذہ سے پڑھا۔ مگر جب رانا سانگا نے چندیری پر حملہ کیا۔ تو آپ جتھرہ آ کر

سکونت پذیر ہوگئے ۔ بعدہٗ سلطان قادر شاہ مالوی کے عہد میں مندو لوٹ آئے سلطان ممدوح نے آپ کو مندو کا قاضی مقرر کر کے اپنے ندیموں میں شامل کر لیا۔

ان کا دادا الیپین سلطان محمود شاہ خلجی کے عہد میں مندو کے اندر عہدۂ قضاۃ پر فائز تھے ۔ (محمد بن الحسن در گلزار ابرار)

۵۵۸ - شیخ میاں جیو گجراتی

سنہ ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء

"الشیخ الفقیہ الزاہد" میاں بن داؤد حنفی گجراتی یکے از علمائے صالحین، مولد نتن (گجرات)، مندو میں پرورش پائی۔ اور برہان پور و گجرات میں تعلیم حاصل کی۔ طریقت میں شیخ احمد بن جعفر شیرازی و شیخ صدر الدین ذاکر بڑودی کی خدمت میں برسوں بالربابی سے مستفیض ہوئے ۔ حتیٰ کہ رتبۂ مشائخ کبار پہ آپہنچے ۔ معیشت کے لئے تجارت کرتے وفات سنہ ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء میں مندو ہی کے اندر ہوئی۔ (محمد بن الحسن گلزار ابرار)

۵۵۹ - قاضی نجم الدین گجراتی

م سنہ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

"الشیخ العالم الفقیہ" قاضی نجم الدین حنفی گجراتی قاضی القضاۃ در گجرات لعہد سلطان محمود شاہ الکبیر۔

لوگوں پر دین کے بارے میں سخت گرفت کرتے ۔ حتیٰ کہ ایک روز کسی زرگر کے ہاتھ میں سارنگی دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کے واسطے جا رہے ہو۔ زرگر نے کہا۔ سلطان کے لئے! قاضی نے زرگر کے ہاتھ سے سارنگی چھین کر توڑ ڈالی۔ مگر جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو سلطان نے ازرہِ تفریح فرمایا۔ قاضی صاحب ہم کمزوروں کے بارے میں تو بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مگر جب جانیں کہ رسول آباد کے شیخ پر یہ جرأت کریں! اُن سے سلطان کی مراد شیخ کبیر محمد بن عبد اللہ الحسینی بخاری سے تھی۔ جو ریشمی لباس

پہننے۔ اور سماع کے رسیا تھے۔

قاضی صاحب سلطان کا یہ طعنہ سن کر رسول آباد پہنچے۔ مگر شیخ کی صورت دیکھتے ہی مرعوب ہو گئے اور احتساب کی جرأت نہ ہوئی۔

ان کے حضور سر نیاز جھکا کر طریقت میں حلقہ بگوش ہو گئے۔ (گجراتی در مرآۃ سکندری)

وفات ان کی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء میں ہوئی جیسا کہ خزینہ میں ہے۔

۵۶۰۔ مولانا نجم الدین تستری

م ماہ جمادی الاولیٰ ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء

"الشیخ الفاضل" نجم الدین تستری ماہر علوم حکمیہ۔ ہندوستان آئے۔ اور احمد نگر کو پسند کر کے وہاں طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں کے بادشاہ اور رؤسا سے بیش از بیش انعامات حاصل ہوئے۔ مگر ماہ جمادی الاولیٰ ۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء میں احمد نگر کے اندر قتل کر دیئے گئے۔ (محمد بن قاسم در تاریخ)

۵۶۱۔ قاضی نصر اللہ سندھی

"القاضی العالم الفقیہ" قاضی نصر اللہ بن ابو سعید بن زین الدین حنفی گجراتی بھکری سندھی احد الفقہا المشہورین "شہر بھکر میں اپنے بھائی قاضی قاضن کی جگہ پر عہدۂ قضاۃ پر فائز ہوئے" (معصوم بن صفائی ترمذی در تاریخ)

۵۶۲۔ شیخ نصیر الدین دہلوی

"الشیخ العالم الکبیر" نصیر الدین بن سماء الدین بن فخر الدین حنفی دہلوی یکے از مشائخ کبار اپنے والد سے اکتساب کیا۔ اور طریقت کے جملہ اصناف سے بہرہ مند ہو کر ان کے مسند ارشاد پہ فائز ہوئے۔ عالم صالح، معتدین اور زاہد و پارسا ہونے کے ساتھ لوگوں سے مستغنی رہتے اور دہلی میں آسودہ لحد ہوئے (شمس التواریخ)

۵۶۳۔ شیخ نصیرالدین گجراتی

م ۲۷ ماہ رجب سنہ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء

"الشیخ الصالح الفقیہ" نصیرالدین بن مجدالدین بن سراج الدین بن کمال الدین العمری الگجراتی، یکے از مشائخ چشتیہ۔ مولد و منشا احمد آباد۔ اپنے شہر کے اساتذہ سے پڑھا۔ بعد ازاں اپنے والد سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور ان کی رحلت کے بعد مسندِ ارشاد و سلسلہ بیعت شروع کر دیا۔ سدا اپنے اسلاف کے انداز پر ترک دنیا و تجرد پر عمل پیرا رہے۔ ۲۷ ماہ رجب سنہ ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء کے روز آسودہ لحد ہوئے۔

۵۶۴۔ مولانا نصیرالدین کشمیری

م سنہ ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء

"الشیخ العلامۃ" نصیرالدین کشمیری یکے از علمائے کبار۔ جن سے یعقوب بن الحسن و شمس الدین پال اور داؤد الحسن و رضی اللہ حسنی کے سوا اور بھی اکثر الناس نے تربیت حاصل کی۔ صاحب ترجمہ پر شیعہ ہونے کی تہمت بھی تھی۔

یعقوب بن الحسن نے اپنی کتاب مغازی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا ہے کہ وہ نابینا پیدا ہوئے۔ لیکن اللہ سبحانہ نے انہیں "بصیرت" عطا فرما دی۔ وہ علم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور علمائے اکابر کی صف میں جا پہنچے۔ پس (یعقوب) نے ان سے معانی و بیان و بدیع و منطق و فلسفہ و کلام و تصوف کے سوا اور بھی اکثر علوم میں استفادہ کیا۔

وفات سنہ ۹۴۶ھ میں پائی۔ قریہ خندہ پورہ میں سپرد لحد ہوئے۔
(روضۃ الابرار)

۵۶۵۔ شیخ نصیرالدین جھونسوی

م ۲۰ ربیع الاول سنہ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء

"الشیخ العالم" نصیرالدین صدیقی حنفی جھونسوی، یکے از کبار چشتیہ۔ فارسی

عنفوان شباب میں پڑھ کر بنارس آ گئے۔ اور شیخ حسن بن داؤد بنارسی سے پڑھا۔ بعدہٗ جون پور گئے اور یہاں شیخ چندن محدث جون پوری سے تربیت حاصل کی۔ پھر بنارس لوٹے تو شیخ حسن بن داؤد نے انہیں تدریس پر مامور فرما دیا۔ اور مصطفےٰ آباد مئو میں آکر برسوں درس دیا۔ اور جب شیخ حسن ممدوح حج کے لئے چلے تو راستے میں مصطفےٰ آباد وارد ہوئے۔ یہاں انہیں خرقہ کے ساتھ بعض اوراد کی تلقین فرما کر رخصت کیا۔ شاگرد اپنے استاد کے ساتھ حج کے لئے جانا چاہتے تھے۔ مگر جب شیخ حسن نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تو دریائے گنگا سے اس طرف قریہ جھونسوی متصل الہ آباد آکر سکونت اختیار کر لی۔

اس قریہ میں انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی چلے کھینچے۔ جن میں اوراد و روزہ داری اور نوافل شغل رکھا۔ مگر جماعت اور جمعہ ترک نہ کیا۔ طریقہ شطاریہ انہوں نے شیخ فرید الدین احمد گوالیاری سے حاصل کیا۔ آخر میں ان کی قبولیت عام ہو گئی۔ کتاب محبوب السالکین ان کی تصنیف اشغال پر ہے۔ شیخ فرید نے انہیں اسد العلما کا لقب عطا فرمایا۔ آپ نے ۲، ماہ ربیع الاوّل ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء میں جھونسوی کے اندر رحلت فرمائی۔ (گنج ارشدی)

۷۶۶۔ شیخ نصیر الدین جون پوری

م۔ ۲۵، جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ/۱۵۰۹ء

"الشیخ الصالح" نصیر الدین بن محمد بن رفیع بن نجم الدین بن رکن الدین عباسی سمرقندی ثم ہندوستانی ظفر آبادی۔ یکے از کبار علم و طریقت۔ شیخ قطب الدین البصیر قلندر جون پوری سے مستفیض ہو کر قریہ بیگو کے اندر (از اعمال مائل پور) جو شہر جون پور سے دس میل مسافت پر ہے سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں ۲۵، جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ میں سپرد خاک ہوئے۔

۵۶۷۔ شیخ نصیر الدین ہندولی

(درعہد بیرم خان)

"الشیخ الصالح" نصیر الدین ہندولی۔ یکے از افراد علم وطریقت۔ شیخ سلیمان بن عفان مندوی کے خلفا سے تھے (بروایت محمد بن الحسن درگلزار ابرار) بہ تذکرہ بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ بدایونی فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے آگرے میں سید شاہ میر بن اخ السیّد رفیع الدین محدّث کے ہاں ملاقات کی۔ مرد پارسا اور ستودہ اخلاق منش تھے کیمیاگری میں شہرت تھے۔ جیساکہ سلطان ہمایوں کا ماجرا ہے کہ جب سلطان مقام چوسہ میں شکست کھاکر آگرہ لوٹے۔ تو شیخ ممدوح نے آپ کو تانبے کے ظروف اور اسی دھات کے آلات فراہم کرکے میرے ہاں بھجوانے کا حکم دیا۔ جو سلطان کے سونے کے کردئیے۔ آپ بیرم خان کے عہد میں راہی ملک عدم ہوئے۔

۵۶۸۔ شیخ نظام الدّین کاکوروی

م ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء

"الشیخ العالم الکبیر" نظام الدین بن سیف الدین بن نظام الدین علوی کاکوروی المشہور بہ شیخ بھیکہ۔ از نسل محمد بن حنفیہ۔ مولد کاکوری از اعمال لکھنؤ۔ سال ولادت ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء۔ اپنے والد اور شیخ عبداللطیف ہروی سے پڑھا۔ صحیح بخاری اور جامع الاصول مولانا ضیاء الدین محدّث سے نہایت تدبرّ وضبط کے ساتھ پڑھ کر دہلی تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ ابراہیم بن معین الحسینی الایرجی سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور مدت تک جن کی خدمت میں باریاب رہے۔ پھر کاکوروی لوٹے اور تدریس وتلقین میں مصروف ہوگئے۔ اب کالپی کا سفر فرمایا۔ وہاں شیخ ابراہیم بن معین الحسینی الایرجی سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور مدت تک جن کی خدمت میں باریاب رہے۔ پھر کاکوروی لوٹے اور تدریس وتلقین میں مصروف ہوگئے۔ اب کالپی کا سفر فرمایا۔ وہاں شیخ ابراہیم

بن احمد بن الحسن الشریف الحسینی الگیلانی سے استفادہ کے بعد واپس کاکوری لوٹ کر از سرِ نو تدریس و افادہ شروع کر دیا۔

آپ عوام پر طریقت کے حقائق نہ کھولتے اور فرماتے کہ جو شخص ان حقائق کو کھولنے کی کوشش کرے گا وہ اپنا انجام خطرے میں ڈالے گا۔ سماع کا شوق فرماتے لیکن دوسروں کو اس سے منع کرتے (بدایونی)

تصانیف (۱) المنہج فی اصول الحدیث (۲) شرح اللمعات القادریہ } دونوں تصوف کے حقائق پر ہیں

۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں انتقال ہوا۔ (کشف المستودری)

۵۶۹۔ شیخ نظام الدین مندوی

۲۰ رماہ ذالحجہ ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء

"الشیخ الصالح" نظام الدین بن شرف الدین بن غیاث الدین الحسینی المندوی۔ از نسل شیخ کبیر محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی مدفون گلبرگہ۔ شیخ برہان الدین چشتی سے طریقت میں بہرہ مندی کے بعد برسوں اذکار و اشغال میں مصروف رہے معیشت کے لئے دست و بازو کی محنت کا ثمرہ حاصل کرتے، سلطان بہادر شاہ گجراتی اور ہمایوں تیموری بارہا ان کی ملاقات کے لئے آئے۔

اولاد میں چوبیس ۲۴ فرزند اور سب کے سب نیک اور صالح تھے۔

وفات ۱۹ رماہ ذوالحجہ ۹۵۰ھ / ۱۹۴۳ کے روز ہوئی۔ مندو میں آسودہ لحد ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۵۷۰۔ شیخ نظام الدّین نارنولی

م۔ ۲۸ ر صفر ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء

"الشیخ العالم الکبیر" نظام الدین بن عبدالکریم حنفی نارنولی یکے از مشائخ کبار چشتیہ

کہا جاتا ہے کہ ان کا نام الہداد تھا، اور ان کے والد حضرت شاہ محمد غوث گوالیری مصنف الجواہر الخمسہ کے اصحاب سے تھے۔ جن کی معیت میں آپ گوالیار گئے اور شاہ صاحب ممدوح کے زاویہ میں عزلت گزین ہوئے۔ یہاں تحقیق علوم و اشغال میں بے حد کوشش کے بعد ممتاز اقران ہوئے۔ حتیٰ کہ علوم آلیہ و عالیہ میں فائق ہو گئے بعدہٗ شیخ خانون بن العلاء ناگوری سے طریقت میں استفاضہ کیا۔ اور نارنول میں چالیس سال تک مرتبہ مشیخیت پر فائز رہے۔ نارنول کے اندر ان کا بہت بڑا "مدرسہ" تھا ان سے بے شمار افراد نے استفادہ کیا۔

وفات | ۲۸ ماہ صفر ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء کے روز ہوئی (گلزار ابرار)

۱۷۵۔ شیخ نظام الدین امیٹھوی

۲۸ ذی قعدہ ۹۰۰ھ / ۱۴۹۴ء تا ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء

"الشیخ العالم الفقیہ" الزاہد نظام الدین بن محمد لیبین بن فخر الدین بن ابو الفضل بن تاج الدین عثمانی امیٹھوی یکے از مشائخ کبار چشتیہ۔ شیخ سری سقطی کی اولاد سے تھے۔ مولد امیٹھی، عنفوان شباب میں تعلیم پر متوجہ ہو گئے۔ جس کے لئے ایک سفر جون پور کا کیا اور یہاں شیخ معروف بن عبدالواسع کی خدمت میں تا بہ مدت باریاب رہ کر پڑھا۔

دوسرا سفر مانک پور کا ہے۔ جہاں طریقت میں شیخ نور بن حامد حسینی سے مستفید ہوئے۔

نکاح | اب جون پور اور وہاں سے امیٹھی لوٹے۔ تو بی بی مخدومہ جہاں بنت خاصۂ خدا صالحی سے عقد فرمایا۔

تیسرا سفر گوپامئو کا ہے۔ جہاں اپنی صاحبزادی کا عقد آدم بن محمد الصدیقی سے کیا۔ اور یہاں طرح اقامت ڈال دی۔

دوسرا نکاح | اپنا دوسرا نکاح کبر سنی میں شیخ عبدالرزاق بن خاصۂ خدا صالحی کی دختر

سے کیا۔

اولاد میں چھ صاحبزادے بطن مخدومہ ممدوحہ سے متولد ہوئے (۱) عبدالجلیل (۲) عبدالوہاب (۳) عبدالواسع (۴) محمد (۵) احمد (۶) عبدالحلیم۔ جن میں سے عبدالواسع عبدالوہاب و عبدالجلیل تو اپنے والد کی زندگی ہی میں رحلت کر گئے۔ اور محمد ان کی وفات کے بعد آپ کی نیابت خلافت پر فائز ہوئے۔ جس پر احمد نے تنازعہ برپا کر دیا۔ تو آپ گوپامئو تشریف لے گئے، جہاں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کے دوسرے حرم کے بطن سے صرف ایک صاحبزادے جعفر نام تھے۔

آپ علمائے ربانی سے تھے۔ بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ مشغلہ تدریس و تلقین حسن و اخلاص کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھا۔ خود اللہ کے ساتھ وابستہ رہتے، خوف ہمہ وقت طاری رہتا۔ مراقبہ تو معمول ہی تھا۔ اپنے دولت کدہ یا مسجد کے علاوہ کہیں تشریف نہ لے جاتے۔ سفر کرتے تو خیرآباد شیخ نظام الدین حسینی کی ملاقات کے لئے یا فتح پور میں شیخ عبدالغنی بن حسام الدین اور کبھی گوپامئو کا برائے ملاقات شیخ مبارک بن شہاب۔

آپ اسرار معرفت کسی کے آگے بیان نہ کرتے۔ اس بارے میں ان کا مدار احیاء العلوم، عوارف و رسالہ مکیہ اور آداب المریدین پر تھا۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ انہوں نے شیخ ابوالفتح بن نظام الدین کے ہاتھ میں فصوص دیکھی تو چھین لی۔ اور مطالعہ کے لئے انہیں اپنے پاس سے ایک اور کتاب دی۔

معمولات عبادت میں جمعہ کی نماز سے قبل سنن احتیاطیہ ادا کرتے۔ خطبے میں کسی بادشاہ کا نام نہ لیتے۔ نہ کسی شخص کو بیعت کرتے اور نہ اپنے اصحاب کو اشغال کی تلقین کرتے۔ جوتے پہنے نماز پڑھتے اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا فرمائی تھی۔ نماز فجر غلس (اندھیرے) میں ادا کرتے، سماع سے واسطہ نہ تھا۔ بلکہ اپنے اصحاب کو بھی اس سے منع کرتے اور فرماتے کہ جب کسی کام کی حلت و حرمت میں شبہ ہو تو اس طرف جانا چاہیئے جس طرف زیادہ

احتیاط ہو۔

رحلت | ۲۸ ماہ ذی قعدہ ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء میں ہوئی۔ تردی بیگ نے ان کے مزار پر ایک سربلند عمارت تعمیر کرادی اور شیخ جنید سندیلوی جو آپ کے مرید تھے انہوں نے مادہ تاریخ "ملک گفتہ کہ او با درست پیوست" سے متخرج کی۔

۵۷۲۔ شیخ نظام الدین خیرآبادی

۲۳ ماہ ربیع الاول ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء

"الشیخ العالم الکبیر" نظام الدین بن سید میرن بن نور بن مدن بن سعید بن قاضی شیخ بن انعام بن رکن الدین بن محمد بن نور بن احمد بن محمود الحسینی خیرآبادی۔ یکے از علمائے مشہورین و از نسل سیّد محمود الحسینی الشیوراتی۔ مولد و منشا بلدہ سندیلہ۔ شیخ سعد الدین بن قاضی بڈھن خیرآبادی کی بیعت صغرسنی میں کی۔ تحصیل علم کے لئے سنبھل گئے، یہاں علامہ عزیز اللہ تلبنی سے پڑھا۔ اور دوسرے شہروں کے اساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔ خیرآباد لوٹے۔ تو مسند تدریس و افتا مزین فرمائی۔ اور اپنے شیوخ کی زندگی ہی میں اکابر کی صف تک جا پہنچے۔ طلباء دور دور سے کھچ کر آنے لگے۔ لیکن اثنائے تدریس ہی میں جذبۂ ربانی نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ آپ سائیں پور چلے آئے۔ اور صفی الدین عبد الصمد سائیں پوری کے حضور باریاب ہوکر طریقت میں فیض یاب ہوئے تو خیرآباد لوٹ کر حسن قصد و اخلاص و انقطاع الی اللہ سبحانہٗ و تجرد عن اسباب دنیا کی طرف مائل ہوگئے۔ لوگ اگر کچھ نذر کرتے تو قبول نہ فرماتے۔

۷ ربیع الاول ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء کے روز وفات پائی۔ (اخبار الاخیار)

۵۷۳۔ شیخ نظام الدین بدخشی

م ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء

"الشیخ العلامہ" نظام الدین حنفی بدخشی نواب غازی خان از نسل حسن بن ابوالحسن

البصری مولد خراسان۔ علوم میں مولانا محمد سعید و علامہ عصام الدین ابراہیم اسفرائینی اور دوسرے اساتذہ سے فیض کام اور ذکر میں شیخ حسین خوارزمی سے مستفید ہوئے ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء میں ہندوستان تشریف لے آئے۔ سلطان اکبر تیموری کی عنایات کے مورد ہوئے حتیٰ کہ آپ کو مناصب جلیلہ پر فائز کیا اور غازی خان کا خطاب بخشا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ سلطان کے لئے سجدہ تحیۃ انہی کی اختراع ہے۔

ممدوح صاحب تصانیف تھے۔ ازاں جملہ (۱) شرح عقائد پر مفصل حاشیہ ہے۔ (۲) رسالہ فی اثبات الکلام (۳) ایمان التحقیق و التصدیق وفات ۹۹۳ھ ۱۵۸۶ء میں اودھ کے اندر ہوئی۔ سن شریف ستر سال کا تھا۔

۴۷۵۔ جام نظام الدّین سندھی

م ۹۱۲ھ ۱۵۰۸ء

"الملک الفاضل" نظام الدین نندہ بن باپینہ بن انر بن صلاح الدین بن تماجی از ازشاہان سندھ۔ قبیلہ سمہ سے تعلق تھا۔ علامہ شہاب احمد بن حجر مکیؔ نے اپنے ایک رسالہ "ریاض الرضوان فی ماثر عبد العزیز آصف خان میں ان کی نسب حضرت عمر بن الخطاب تک پہنچائی ہے اور لکھا ہے کہ" میں نے آصف خان ہی سے سنا کہ بعض ثقہ حضرات نے بتایا کہ یہ اصلاً مخزومی تھے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ خالص ہندوستانی تھے۔ اور قبیلہ سمہ سے متعلق تھے۔ واللہ اعلم،

وہ ۲۵ ماہ ربیع الاوّل ۸۶۶ھ ۱۴۶۱ء کے روز طلوع فجر کے وقت تخت حکومت پر بیٹھتے اور اڑتالیس سال تک حکومت کی۔

وہ عادل و فاضل اور رحیم و کریم بادشاہ اور اہل علم کے محب و محسن تھے، انہوں نے جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی اور شمس الدین اور معین الدین کو تحائف دے کر اُن کے پاس بھیجا۔ لیکن دوّانی یہ تحائف پہنچنے سے پہلے دنیا سے چل بسے۔

صاحب ترجمہ کو مسلمانوں سے جنگ کرنا پسند نہ تھا۔ جب وہ اپنے گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے، تو کہتے "خدا نہ کرے میں تم پہ سواری کروں" یہ اس لئے کہ ان کے حدود مسلمانوں کی سرحد سے ملے ہی ہوئے تھے۔

وہ بڑے پارسا اور ہمیشہ خیرات کرنے کے عادی تھے ان کا زمانہ نہایت احسن اور خوشحال تھا۔ وفات ۹۱۴ھ / ۱۵۰۸ء میں پائی۔

۵۷۵۔ شیخ نظام الدین منیری

"الشیخ الفاضل" نظام الدین منیری قلندر۔ جو ہمشیر زادہ تھے شیخ قطب الدین عمری جون پوری کے۔ جن سے صاحب ترجمہ نے طریقت بھی حاصل کی۔ تصانیف میں ایک القصیدۃ الکبریٰ ہے۔ اور دوسری کتاب اس قصیدہ کی شرح بعنوان الصراط المستقیم جو ۹۸۰ھ میں لکھی۔ اور قبر ان کی اس ذخیرہ میں ہے جو مقام منیر اور عظیم آباد کے درمیان ہے۔ (اصول المقصود)

۵۷۶۔ شیخ نوح بن نعمت اللہ سندھی

م۔ ۲۶ ماہ ذیقعدہ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء

"الشیخ الفاضل العلامۃ" نوح بن نعمت اللہ الصدیقی حنفی سندھی۔ ساکن قریہ ہالہ قندی در صوبہ سندھ۔ ریاست علم و فضل میں فائق اقران تھے۔ عیسےٰ بن قاسم شہابی سندھی نے ان کا ذکر اچھے پیرائے میں لکھا ہے اور یہ کہ آپ قرآن پاک کی تفسیر میں نہایت دقیق نکات بیان فرماتے۔ (گلزار ابرار)

وفات پنج شنبہ کے روز ۲۶ ماہ ذیقعدہ ۹۹۸ھ میں ہالہ کنڈی میں ہوئی۔ (الفانع در تحفۃ الکرام)

۷۷۷۔ شیخ نور الحق حسینی مانکپوری

م ۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ء

"الشیخ الکبیر" نور الحق بن الحامد حسینی مانک پوری یکے از مشائخ کبار چشتیہ، مولد ومنشا مانک پور۔ اپنے والد کی خدمت میں مدتوں باریاب رہے اور انہی سے علوم کا اکتساب کیا اور ان کی رحلت پر مسند شیخوخیت پہ فائز ہوئے۔ آپ سے بے شمار افراد مستفید ہوئے ۔۔ صاحب کشف وکرامات تھے ۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ء میں رحلت فرمائی۔ (گنج ارشدی)

۷۷۸۔ شیخ نور الدّین سفیدونی

م ۹۹۴ھ

"الشیخ العالم الکبیر" نور الدین بن سلطان علی رضوی ہروی ثم ہندی سفیدونی۔ علم الافلاک از قسم ہیئت وہندسہ واصطرلاب میں فائق الاقران تھے۔ مولد جام در نواح خراسان اور منشا مشہد الرضا ہے۔ بعہد سلطان ہمایوں ہندوستان آ گئے، اور سلطان ممدوح کے مقرب ہوئے۔ جنہوں نے انہیں اپنا جلیس مقرر کرلیا۔ اور ان سے بعض علمی کمالات حاصل کئے۔ صاحب ترجمہ نے سلطان سے علم الاصطرلاب حاصل کیا۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہیں منطق وحکمت وشعر اور ریاضی میں بہت شغف تھا خوش طبع اور اپنے معاصرین میں سخی وکریم النفس تھے۔ آپ نے دریائے جمنا سے ایک نہر کرنال تک کھدوائی۔ پھر اور نہریں نکلوائیں۔ جن کا طول ایک سو میل کے قریب تھا۔ عوام ان سے مدت تک مستفیض ہوتے رہے۔ (اور سفیدون قریہ ہے سرہند کے قریب۔ جو ان کے زیر نگیں تھا) شعر بھی کہتے، نمونہ ہے ؎

چو دستِ ما بدامن وصلت نمے رسد
پائے طلب شکستہ بداماں نشستہ ام

(ترجمہ) جب ہمارا ہاتھ تمہارے دامن وصل تک نہیں پہنچتا تو ہم پائے طلب کو توڑ کر بیٹھ گئے۔

سلطان اکبر کے عہد ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء میں رحلت فرمائی۔

۵۷۹۔ شیخ نور الدین جون پوری

م - ۲۲ صفر ۹۶۳ھ/۱۵۷۵ء

"الشیخ الصالح" نور الدین بن نصیر الدین عباسی جون پوری۔ یکے از مشائخ قلندریہ۔ طریقت میں اپنے والد اور شیخ قطب الدین عمری جون پوری سے مستفید ہوئے اور وفات ۲۲ ماہ صفر ۹۶۳ھ کے روز ہوئی۔

۵۸۰۔ مولانا وجیہ الدین گجراتی

م ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء

"الشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ" وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی۔ یکے از اساتذۂ کبار۔ ان کی کثرت تصانیف اور تدریس میں ان کا کوئی معاصران کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔

مولد چاپانیر۔ سال ولادت ۹۱۱ھ/۱۵۱۵ء۔ علمائے عصر سے اکتساب کے بعد علامہ عماد الدین محمد بن محمود طارمی سے منطق و فلسفہ و کلام اور اصول وغیرہ از قسم جملہ علوم آلیہ و عالیہ استفادہ کیا۔ اور مطالعہ پر اس طرح مائل ہوگئے۔ کہ اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ جس کی بدولت فائق و ممتاز اقران کے درجے تک آ پہنچے۔

فیصلہ جات و فتوے نویسی اور تدریس و تصنیف پر بیس سال کی عمر میں مائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنے شیوخ کی زندگی میں یہ فوقیت حاصل کرلی۔ خرقۂ خلافت شیخ قاضی خاں چشتی نہروالی المشہور بہ قاضی قاضن نے عطا فرمایا۔ اور طریقہ عشقیہ شطاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیری مؤلف الجواہر الخمسہ سے استفادہ کے بعد ان کے اذکار و مشاغل

برسوں معمول بہ رہے۔

بڑے صاحب صدق واخلاص وقانع تھے تھوڑی سی شے پر صبر کرتے۔ شرافت طینت میں تھی۔ لباس میں کسی فردِ بشر سے امتیاز مدِ نظر نہ تھا۔ جو کچھ حاصل ہوتا طلباء پر صرف کر دیتے۔ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے۔ مگر تدریس ور غبت الی اللہ اور اسباب دنیوی سے تجرد میں کمی نہ آتی۔ نہ امراء واغنیاء کے دروازوں پہ جاتے۔ الّا شاذ وہ بھی مجبوراً یعنی کسی کی سفارش کے لئے۔ اپنے دولت کدہ اور مسجد میں عبادت اور طلباء کو افادہ کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔

تصانیف میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ ترتیب عبارات وتقسیم ابواب وفصول میں نہایت شستگی ہوتی۔ وہ تصانیف یہ ہیں۔

(۱) حاشیہ علی تفسیر البیضاوی
(۲) حاشیہ علی اصول البزودی
(۳) حاشیہ ہدایہ مرغینانی
(۴) حاشیہ شرح وقایہ
(۵) حاشیہ مطول ومختصر ہر دو
(۶)
(۷) حاشیہ عضدیہ حاشیہ تلویح
(۸) حاشیہ بر شرح تجرید اصفہانی
(۹) حاشیہ القدیمۃ للدوانی
(۱۰) حاشیہ بر شرح المواقف للجرجانی
(۱۱) حاشیہ بر شرح حکمۃ العین
(۱۲) حاشیہ بر شرح المقاصد
(۱۳) حاشیہ بر شرح چغمنی
(۱۴) حاشیہ بر شرح شمسیہ رازی
(۱۵) حاشیہ بر شرح الکافیۃ ملا جامی

(۱۶) حاشیہ بر شرح الارشاد دولت آبادی
(۱۷) شرح بر رسالہ قوشجی در ہیئت
(۱۸) شرح بر ابیات التسہیل
(۱۹) شرح لوائح
(۲۰) شرح جام جہاں نما
(۲۱) شرح نخبۃ الفکر ابن حجر در اصول حدیث

وفات درسن ۹۹۸ھ جس پر ایک صاحب نے مادہ تاریخ "شیخ وجیہ الدین" سے مستخرج کیا۔ قبر ان کی احمد آباد میں ہے جو زیارت گاہ عوام ہے۔

۵۸۱۔ شیخ وجیہ الدین چندواروی

"الشیخ العالم الصالح" وجیہ الدین بن نظام الدین حسینی چندواروی۔ یکے از مشائخ چشتیہ۔ مولد و منشا چندوارہ، لکھنو اور فیض آباد کے وسط میں ایک بستی ہے۔

تعلیم۔ میزان منشعب سے لے کر حسامی تک اپنے وطن کے اساتذہ سے پڑھیں۔ پھر شیخ محمد بن منکن صدیقی ملاّوی کی خدمت میں باریابی کے لئے ملاّوہ کا سفر فرمایا۔ ان سے فاتحہ فراغ پڑھنے کے بعد طریقت میں استفاضہ کیا۔ اور کئی چلّے کھینچے۔ جن کے اندر روزہ و نماز کی پوری پابندی تھی۔

تصانیف (۱) مصباح العاشقین فی ایضاح احوال السالکین (فارسی) در احوال مشائخ چشتیہ۔ جو ۹۳۶ھ میں لکھنا شروع کی اور اسے چار مقالات پر منقسم فرمایا۔ (۱) در اخبار شیخ محمد بن منکن (۲) در اخبار شیوخ شیخ محمد بن منکن تا بہ شیخ معین الدین چشتی اجمیری و متذکرۃ الصدر شیوخ کے معاصرین از علما و مشائخ۔ (۳) اذکار و اشغال (۴) اخبار شاگردان و اصحاب در طریقت شیخ محمد بن منکن۔ اس کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی یسلم لہ ما فی السموات والارض۔

۵۸۲۔ شیخ ودود اللہ مالوی

۹۹۳ھ
۱۵۸۵ء

"الشیخ الصالح" ودود اللہ بن معروف صدیقی مالوی از نسل حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیق۔ ان کا لاد تھا۔

طریقت میں شیخ محمد غوث گوالیری کے مرید تھے جن کی خدمت میں بارہ سال باریاب رہے۔ ان کی تصنیف الجواہر الخمسہ ان سے پڑھی۔ اور جب شیخ ممدوح گجرات تشریف لے گئے تو آپ مالوہ کی بستی آشٹہ میں منتقل ہو گئے۔ ان دنوں یہ قریہ بھوپال میں شامل ہے۔ یہاں حضرت لاد نے ۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء تک قیام فرمایا اور برہان پور سے ملحقہ بستی جامود میں سکونت اختیار فرمالی۔ وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ سال وفات ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء ہے (گلزار ابرار)

۵۸۳۔ شیخ ولی شطاری

۹۵۶ھ
۱۵۴۹ء

"الشیخ الصالح" ولی بن اکولی شطاری از مشائخ عشقیہ شطاریہ جو مستفیض تھے حافظ واسطہ کار سے۔ اور ان سے استفادہ کیا۔ شیخ بہاؤالدین زکریا اجودھنی، اور ان کے برادرزادہ شیخ حاجی بن علم الدین العجائب نے بشمول بے شمار انفاس کے۔

وفات ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں ہوئی (گلزار ابرار)

۵۸۴۔ شیخ ولی محمد گجراتی

م ۹۸۷ھ
۱۵۷۹ء

"الشیخ الصالح" ولی محمد حنفی شطاری گجراتی یکے از مشائخ شطاریہ، مولد و منشاء جاپانیر۔ بیعت کی شیخ قطب الدین نہروالی ذاکر کی۔ پھر شاہ محمد غوث گوالیری کی خدمت

میں باریاب ہوکر ان کی بیعت کی۔

تصنیف: ۔ شرح نزہتہ الارواح۔

۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں گجرات سے برہان پور تشریف لاکر سکونت پذیر ہوگئے اور وہیں ۹۸۷ھ / ۱۵۷۹ء میں رحلت فرمائی۔

۸۵۔ الشیخ ھبتہ اللہ شیرازی المشہور بہ شاہ میر

"الشیخ الفاضل العلامۃ" ھبتہ اللہ بن عطاء اللہ بن لطف اللہ بن سلام اللہ بن روح اللہ الحسینی الشیرازی المشہور بہ شاہ میر۔ یکے از علمائے کبار۔ مولد و منشا شیراز۔ شیخ صدر الدین شیرازی مؤلف الاسفار الاربعہ کے ہم سبق رہ کر ان کے اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی۔ اور حدیث اپنے نانا ابو الفتوح طارمی سے پڑھی اور انہی سے خرقہ حاصل ہوا۔ مدتوں ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ لبعد ازاں ولی کبیر حضرت دواۂ عمر روشنی الخلوتی الایدھنی التبریزی متوفی بہ تبریز ۸۹۲ھ / ۱۴۸۶-۸۷ء از مشائخ کبار سے تھے۔ اور شاعری میں ان کا تخلص روشنی تھا۔ ترکی میں شعر کہتے تھے۔ ممدوح کی خدمت میں تبریز کے اندر باریاب ہوئے۔ یہ سن ۸۹۸ھ / ۱۴۹۳ء کا واقعہ ہے۔ یہ زمانہ سلطان محمود شاہ الکبیر تھا۔ ہند میں آکر چاپانیر میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی علمی شہرت سن کر علم کے پیاسے دور نزدیک سے اُمنڈ کر آگئے۔

تصانیف

(۱) اسنی الکواشف فی شرح المواقف

(۲) لوامع البرہان فی قدم القرآن

(۳) شرح تہذیب المنطق والکلام۔

(۴) المحاکمۃ علی شرح الشمسیۃ (در منطق)

(۵) رسالہ در ہیئت

(۶) رسالہ فی اصول الحدیث

(۷) رسالہ فی المسلسلات

۵۸۶۔ سلطان ہمایوں تیموری

"الملک الفاضل" ہمایوں بن بابر بن عمر تیموری (لقب نصیر الدین نام ہمایوں
تاریخ ولادت شب ۲۶ر ذو القعدہ ۹۱۳ھ۔ مولد قلعہ کابل۔ بادشاہت کی گود میں
پروان چڑھے۔ شاہی دستور کی حد تک فنون حرب وسیاست حاصل کئے۔ ان کے
ساتھ زبان ترکی و فارسی و ہیئت و ہندسہ و نجوم و شعر و معمہ گوئی میں کمال کے بعد
علم اصطرلاب نور الدین سفیدونی (بر نمبر ۳۸۹) سے پڑھا۔
اور علامہ سفیدونی نے سلطان سے کئی فنون میں استفادہ کیا۔ ہمایوں کے
اساتذہ جلال الدین تتوی و شیخ ابو القاسم جرجانی اور مولانا الیاس اردبیلی بھی ہیں۔
موخر الذکر دونوں حضرات سے انہوں نے علامہ قطب الدین رازی کی درۃ التاج
پڑھی۔ سلطان ہمایوں سدا مطالعہ کتب و علمی مذاکرات جاری رکھتے۔
اپنے والد (بابر) کے بعد ۹ر جمادی الاولیٰ ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء میں آگرہ میں عنان حکومت ہاتھ
میں لی۔ جس پر ایک صاحب خیر الملوک مادہ تاریخ مستخرج کیا۔ ہمایوں نے جونہی تخت
پر قدم رکھا۔ خواص و عوام ہر طبقہ پر مال و دولت کی بارش کر دی۔ اب اس نے اپنے
والد کی وصیت کے مطابق کالنجر کے سربلند مستحکم قلعہ کی فتح کا ارادہ کر لیا۔ جس میں وہ
کامیاب ہوا۔ پھر جون پور کی طرف عنان توجہ منعطف کی۔ جہاں سلطان محمود لودھی
دندنا رہا تھا۔ اس نے تمام افاغنہ کو جمع کر کے ہمایوں کا مقابلہ اس زور سے کیا کہ
ہمایوں کو واپس لوٹنا پڑا۔ اور مشرقی علاقہ بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔
ہمایوں نے یہاں سے گجرات کا رخ کیا۔ جہاں اس وقت تاتار خاں بر سر اقتدار
تھا۔ وہ شکست کھا کر ایک طرف ہو گیا ــــ گجرات سے ایک دم مالوہ لوٹا۔ اور
بہادر شاہ گجراتی خائن امیر رومی خاں کی سازش سے مندسور میں شکست دے کر مالوہ
پر قابض ہو گیا۔

شیر شاہ سوری سے مقابلے ہمایوں مالوہ میں داد عیش دے رہا تھا کہ شیر خان

سوری کے شور و شغب کی یہ آواز کان میں پڑی۔ کہ اُس نے بنگال میں زبردست لشکری قوت حاصل کر لی ہے۔ ہمایوں نے سمجھا کہ شیر خان سے دولت مغلیہ کو بڑا خطرہ ہے۔ وہ مالوہ سے نکل کر مشرق کی جانب بڑھا۔ اور مقام چوسہ پر جو آرہ سے پچاس میل پر واقع ہے شیر خان کے لشکر سے لڑائی ٹھان دی۔ جس میں ہمایوں شکست فاش کھا کر بھاگا۔ مگر اس کے ہزاروں سپاہی گنگا میں ڈوب گئے۔ خود ہمایوں بھی غوطے کھا رہا تھا۔ کہ نظام سقہ نے اُسے بچا لیا یہ واقعہ ۹۴۶ھ/۱۵۳۹ء کا ہے۔ سلطان آگرہ آ پہنچا۔ اور از سر نو شکست خوردہ فوج کو تیار کیا۔ اب وہ شیر خان کی طرف لپکا۔ یہ معرکہ قنوج کے نواح میں ہوا۔ اور اس میں بھی ہمایوں کو شکست ہی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ معرکہ ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء میں رونما ہوا سلطان پھر آگرہ لوٹ آیا۔ اور آگرہ سے لاہور کا رخ کیا۔ شیر خان بھی تعاقب میں تھا جس کے معاون ہمایوں کے حقیقی بھائی تھے۔ حتٰے کہ سلطان سندھ آ گیا۔ وہ نہایت غمگین تھا۔ کہ اُسے کہاں پناہ ملے۔ آج اس کی ملک میں ایک اونٹ تھا۔ جس پہ اس کی بیگم بھی سوار تھی۔ جو حمل سے تھی۔ وہ عمر کوٹ آ پہنچا۔ جہاں اکبرِ جلال الدین نے جنم لیا۔ یہاں سے ہمایوں قندھار پہنچا۔ اس کا بھائی حسن عسکری اسے گرفتار کرنے کے لئے تعاقب میں تھا۔ ہمایوں نے اپنی بیگم اور مولود دونوں کو قندھار چھوڑ کر حدودِ ایران میں داخل ہو گیا۔ جس سے پورے ہندوستان پہ شیر خان کا قبضہ ہو گیا۔ اور تب سے وہ شیر شاہ سے ملقب ہوا۔

ہمایوں ایران و مشہد ہوتا ہوا قزوین میں وارد ہوا۔ طہماسپ صفوی نے سُنا تو استقبال کر کے نہایت عمدہ طریق سے مہمان کی (کچھ روز ضیافت کے بعد) چودہ سو شمشیر زن دے کر (سلطان ہند کو) واپس کیا۔ اس کے تینوں بھائی خراج اطاعت لے کر حاضر ہوئے۔ سلطان نے انہیں معاف فرما دیا۔ ادھر شیر شاہ بادشاہِ عظیم بھی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

ہمایوں نے پنجاب پہ اپنا علم لہرایا۔ آگے بڑھا۔ اور سلطان سکندر شاہ سوری سے دہلی اور آگرہ واپس لیا۔ وہ اپنے تمام دشمنوں سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ کہ

اچانک اپنے دار المطالعہ سے گر پڑا۔ یہ واقعہ ۱۲ ماہ ربیع الاوّل ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء کے روز رونما ہوا۔ اس وقت مسجد میں اذان ہو رہی تھی وہ چند روز بعد دنیا سے سدھار گیا۔

اخلاق و کردار ہمایوں فاضل بادشاہ تھا، علوم ریاضیہ میں اُسے ید طولیٰ حاصل تھا علم کا دلدادہ اور علماء و اہل فضل کا دلدادہ تھا۔ ہمیشہ وضو سے رہتا۔ اور بغیر وضو کے کبھی اللہ کا نام نہ لیتا۔ بعض مورخین نے اسے شیعہ اور بعض نے سنی بتایا ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ سنی العقیدہ اور حنفی المذہب تھا اور محرمات شرعیہ سے بالکل کنارہ کش۔

ہمایوں اپنے والد سلطان بابر سے شجاعت و دلاوری میں کم نہ تھا۔ ولیکن بابر کے مقابلہ میں کرّ و فر اور مصائب کی برداشت میں ان کا ہم پایہ نہ تھا۔ ہمایوں کسی طویل جنگ کے بعد استراحت بھی طویل کرتا۔ مگر اس کے باپ کی یہ عادت نہ تھی۔

اس کی شجاعت اور دلیری کے واقعات زبان زد عام و خاص ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ جب اُس نے جاپانیر کا قلعہ فتح کیا۔ تو یہ محاصرہ بہت طول پکڑ گیا۔ ہمایوں قلعہ کی دیوار سے رسی باندھ کر اپنے تین سو سپاہیوں کے ساتھ اوپر جا پہنچا۔ اور اہل قلعہ کو بے بس کر کے قبضہ کر لیا۔

سخاوت اور عفو دونوں اس کا خاصہ تھے۔ جن میں حد اسراف تک آ پہنچا تھا۔ اس بارے میں وہ اپنے اعدا اور ان کے معاونین سے بھی یکساں سلوک کرتا۔ اس نے جو شکستیں کھائیں، ان میں اس کے بھائیوں کا دخل بھی تھا۔ جنہیں اس نے بارہا معاف کیا۔ اور مناصب جلیلہ عطا فرمائے۔ اس عفو کی وجہ سے ان بھائیوں کی بدولت صوبہ گجرات اور پنجاب دو مرتبہ ہمایوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

سلطان ہمایوں شاعر و ادیب تھا۔ حلیہ گندم گون۔ وہ دہلی کے پرانے قلعہ میں فوت ہوا اور کیلوکھری میں دفن ہوا۔ اس کی قبر پر عظیم الشان مقبرہ ہے۔ اس کے

حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) واقعات ہمایوں۔ جو اہر الافتاچی نے لکھی۔

(۲) ہمایوں نامہ ۔ گلبدن بیگم ہمشیرہ ہمایوں نے لکھی۔

۵۸۷۔ مولانا یار محمدؒ سندھی

"الشیخ العالم الکبیر" یار محمد بن عبد العزیز ہجری ثم کاشانی سندھی یکے از علمائے فحول، ۹۲۸ھ/۱۵۲۱ء میں اپنی والدہ کے ہمراہ ہرات سے سندھ آ گئے۔ یہ زمانہ سلطان جام فیروز کا تھا۔ اور سیوستان کے ملحقہ قریہ کاہان میں سکونت فرما کر درس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔

وہ جلیل القدر، بلند پایہ۔ عمدہ رہن سہن کے دلدادہ اور نرم مزاج تھے۔ علوم انہوں نے اپنے والد سے پڑھے۔ اور ان سے بے شمار انفاس نے استفادہ کیا۔ اور کاہان ہی میں رحلت فرمائی۔ (نہاوندی در مآثر)

۵۸۸۔ مولانا یار محمدؒ سندھی

"الشیخ الفاضل" یار محمد البکری الحنفی السندھی۔ اپنے زمانہ کے ممتاز علما سے تھے۔ انشاء میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ سلطان محمد شاہ سندھی نے انہیں ہمایوں تیموری کے پاس سفارت کے لئے بھجوایا۔ جہاں سے واپسی پر وہ سیتپور میں آباد ہو گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔ (القانع در تحفۃ الکرام)

۵۸۹۔ شیخ یحییٰ بن ابو الفیض احراری

م ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء

"الشیخ العالم الفقیہ" یحییٰ بن ابو الفیض بن عبد اللہ بن الشیخ الاجل عبد اللہ الاحرار احراری سمرقندی۔ یکے از اطبائے مشاہیر۔ خط میں ان کا نظیر نہ تھا۔ سات قسم کی

خطاطی نہایت عمدگی سے فرماتے۔

پسندیدہ اطوار اور سخی تھے۔ جاگیر کی تمام آمدنی دوسروں پہ خرچ کر دیتے اور اسے اپنا بہت بڑا منافع سمجھتے۔ سلطان اکبر تیموری نے انہیں ایک تفیلی دے کر شہ حجاز کے ہاں بھیجا۔ اور آپ حج و زیارت کے بعد آگرہ پہنچ کر آسودۂ لحد ہوگئے وفات ۹۹۹ھ ۱۵۹۰ء میں ہوئی (مہر جہاں تاب)

۵۹۰۔ سید یٰسین سامانوی

"الشیخ العالم الصالح" یٰسین بن ابو الیٰسین حنفی شطاری سامانوی۔ سید شاہ میر سامانوی کے عم زادگان سے تھے۔ علم کے لئے شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی کی خدمت میں بار یاب ہوئے۔ ان سے درسیات کے ساتھ طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ تکمیل کے بعد حج و زیارت کے لئے شدِ رحال فرمایا۔ اور مشائخ عصر سے حدیث پڑھ کر ہندوستان لوٹے۔ لاہور میں اقامت فرمائی۔ اور ایک امیر کے ہاں رہ پڑے۔ کچھ مدت بعد دنیا سے کنارہ کش ہو کر کلیتہً اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف رغبت ہوگئی۔ فقراء کا لباس زیب تن کر لیا اور سرہند تشریف لے گئے۔ جہاں مدت تک لوگوں کی تربیت کا مشغلہ جاری رکھا ـــــ ایک دفعہ ان کا ارادہ گجرات جانے کا ہوا۔ تاکہ وہاں سے حجاز چلے جائیں مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تب بنگال تشریف لے گئے۔ اور بہار کی سرحد پہ ایک مدت قیام فرمایا۔ اور یہاں ان سے بے شمار انفاس مستفیض ہوئے۔ ان میں شیخ محمد بھاگلپوری ہیں۔ یہیں رحلت فرمائی۔ مگر ان کا سال رحلت معلوم نہ ہو سکا۔

۵۹۱۔ شیخ یعقوب گجراتی

م ۲۸؍ ذی قعدہ ۹۲۷ھ ۱۵۴۴ء

"الشیخ الصالح" یعقوب بن خوند میر بن بڈا بن یعقوب بن محمود حنفی گجراتی۔ یکے از عالمانِ باعمل۔ مولد و منشا گجرات۔ اپنے والد اور شیخ محمد اختیار گجراتی سے پڑھا۔

آخر الذکر صاحب کی خدمت میں برسوں باریاب رہے اور خود اکابر کی صف میں آگئے ان کے کشف و کرامات مشہور تھے۔ اور وفات ۲۸ ماہ ذی قعدہ ۹۲۷ھ / ۱۵۲۰ء میں ہوئی۔ (مرآۃ احمدی)

۵۹۲۔ قاضی یعقوب مانکپوری

م ۹۹۸ھ

"الشیخ الفقیہ" قاضی یعقوب بن ابو یعقوب حنفی ملقب بہ قاضی کمال الدین مانک پوری فقہ و اصول میں ممتاز الوقت۔ اپنے خسر قاضی فضیلت کی رحلت کے بعد ان کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور سلطان اکبر تیموری سے تقرب پر لشکر کی قضاۃ تفویض ہوئی۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ اور مدت تک اس منصب پر رہے۔ آخر معزولی کے بعد صرف بنگال کی قضاۃ سپرد ہوئی۔ خوش طبع و باذاق ہونے کے ساتھ لطیف المزاج تھے۔ ہندی اور زبان پر عربی میں شعر کہتے مقفوی و مبہی مسجونیں بکثرت استعمال کرتے۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ جب بنگال میں محمد معصوم کابلی نے سلطان اکبر تیموری کے خلاف بغاوت کی۔ تو یہ بھی ان کے ہم نوا ہوگئے۔ اکبر نے انہیں قضاۃ سے معزول کر کے قلعہ گوالیار میں قید کا حکم دیا۔ جہاں پہنچنے سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ اکبر نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء کا ہے۔

ان کا باقیات میں سربلند عمارتیں۔ نہریں۔ حوض اور باغات ہیں ان میں ایک بہت بڑا حوض قصبہ سہوہ (متصل فتح پور) میں ہے۔

۵۹۳۔ شیخ یوسف بن احمد گجراتی

"الشیخ الفاضل الکبیر" یوسف بن احمد بن محمد بن عثمان حسینی گجراتی۔ از مشاہیر الوقت

تصانیف وفیات ابن خلکان کا فارسی ترجمہ کیا جو سلطان محمود شاہ الکبیر کے

لئے تھا۔ اس کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں دونوں زبانوں پر کامل عبور تھا۔

حضرت عثمان جو خلیفہ تھے، برہان الدین عبد اللہ بن محمود بن حسین حسینی بخاری گجراتی آپ کے جد (دادا) تھے (آصفی در تاریخ)

۹۹۴۔ شیخ یوسف بن داؤد ملتانی

"الشیخ الصالح" یوسف بن داؤد حنفی ملتانی یکے از انفاس علم ظاہر و باطن۔ شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں تا بہ مدت باریاب رہ کر یہ نعمت حاصل کی۔ آگرہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور شیخ رفیع الدین محدث نے آپ سے استفادہ کیا۔ آگرہ ہی میں سپرد خاک ہوئے جب کہ شیخ ممدوح بقید حیات موجود تھے۔ (گلزار ابرار)

۹۹۵۔ شیخ یوسف بن سلیمان گجراتی

"الشیخ الفاضل" یوسف بن سلیمان اسماعیلی سدھ پوری گجراتی از اعیان مسلک اسماعیلی یہ تذکرہ سیف الدین عبد العلی نے المجالس السیفیہ (کتاب) میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ یمن گئے وہاں علم تنزیل و تاویل شیخ عماد الدین ادریس بن الحسن اسمٰعیلی سے پڑھا جنہوں نے اپنے بعد انہیں خلیفہ نامزد کیا۔ یہ ہندوستان آکر اس شغل پر متوجہ ہو گئے۔ اور جب ان کا وقت ارتحال قریب آپہنچا تو انہوں نے جلال الدین گجراتی کو خلافت کے لئے نامزد کیا۔

۹۹۶۔ شیخ یوسف بن عبد اللہ تمیمی

م۔ آخر ماہ شوال ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء

"الشیخ الفاضل" یوسف بن عبد اللہ تمیمی انصاری اکبر آبادی یکے از علمائے ظاہر و باطن۔ اپنے والد سے تحصیل کے بعد شیخ اسماعیل بن ابدال الشریف حسنی اُچی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور ان کے استفاضہ کے بعد ان کی صاحبزادی کے ساتھ عقد میں انسلاک ہوا۔ شیخ کی رحلت کے بعد ان کی مسند پر فائز ہوئے۔ درس و افادہ برسوں فرمایا۔ صدق شعار اور عفت مآب تھے۔ آخر ماہ شوال ۹۹۴ھ / ۱۵۸۵ء میں آگرہ کے اندر سپرد لحد ہوئے (اخبار الاصفیاء) جو آپ کے پوتے

عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف تمیمی نے لکھی)

۵۹۷۔ مولانا یوسف گجراتی

"الشیخ الفاضل" یوسف بن ابو یوسف گجراتی برہان پوری۔ یکے از علمائے اذکیاء۔ مولد بنگال تحصیل علوم کے لئے وطن سے نکلے اور ایک ایک شہر کو کھنگال کر گجرات میں مولانا وجیہ الدین علوی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ جن سے درسیات کے ساتھ ذکر کے طرق بھی حاصل کئے۔ گجرات برہان پور تشریف لے آئے۔ یہاں نعمت ازدواج سے متمتع ہوئے۔

آپ کے فیضان سے عیسیٰ بن قاسم سندھی اور پیر محمد الحلیم کے سوا بیشمار علماء و شیوخ فیضیاب ہوئے (گلزار ابرار)

۵۹۸۔ مولانا یوسف سندھی

"الشیخ العالم الصالح" یوسف بن ابو یوسف حنفی سندھی۔ علوم شرعیہ کی تمام شاخوں پر حاوی اور معارف ادبیہ کے اکثر شعبوں سے ممارس۔ کہ خطا و صواب میں غوراً امتیاز کر سکتے۔ مرزا باقی والی سندھ کے زمانہ میں تھے (نہاوندی)

۵۹۹۔ یوسف عادل شاہ بیجاپوری

م ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء

"الملک الفاضل" یوسف عادل شاہ شیعہ بیجاپوری۔ قبیلۂ عثمانیہ سے تھے۔ یعنی مراد بن بایزید یلدرم، م ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء کے ابناء میں سے ان کے والد کی رحلت کے بعد جب ان کے بھائی محمد نے ان کی ولایت پر قبضہ کر لیا تو یہ اپنے قتل ہو جانے کے خوف سے ساوہ آ گئے اور وہاں سے ہندوستان داخل ہو کر احمد آباد بیدر میں طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں کے بادشاہ کی برسوں خدمت کی۔ عرصہ کے بعد اپنی جدی سلطنت بیجاپور پر قبضہ کیا۔ پانچ سال تک برسر حکومت رہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۸۹۶ھ / ۱۴۹۰ء تک! حتیٰ کہ ان کے اکثر شہروں پر بہمنیہ بادشاہ خصوصاً سلطان محمود شاہ نے قبضہ کر لیا۔

سلطان یوسف (صاحب ترجمہ) نے اپنا لقب عادل شاہ مقرر کر لیا۔ اور بیجاپور میں آئمہ اثنا عشر کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس نے اپنے خاندان کو بھی شیعہ بنا لیا۔ ہندوستان کے اندر یہ پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے شیعی اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور شیعی مسلک ملک کے اندر جاری کروایا۔

سلطان یوسف صاحب عدل وسخاوت وحلیم وشجاع ہونے کے ساتھ علم کے میدان میں عروض وموسیقی سے بھی ماہر تھا۔ سارنگی اور طنبور دونوں پر دسترس حاصل تھی۔ خطِ نستعلیق نہایت خوبی کے ساتھ مرتسم کرتے۔ اس پر حسنِ صورت سے بہرہ مند اور اہلِ علم کے قدردان۔ یہ شعر اُن کے ہیں

آں کس کہ علم نہ نیک نامی افراست ۔۔۔ در مزرع دہر تخم نیکوئی کاشت !

(ترجمہ شعر) جس نے نیکی کا علم بلند کیا اُس نے زمانے کے کھیت میں نیکی کا بیج بو دیا۔

نیکواں زندۂ جاوید اند ۔۔۔ مُردآں کہ بمُرد ونام نیکو نگذاشت

(ترجمہ شعر) نیک ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ مرا وہ شخص جو مرگیا اور اپنے پیچھے نام نیک نہ چھوڑا۔

۴۰۰۔ شیخ یوسف قتال دہلوی

م ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء

"الشیخ الصالح الکبیر" یوسف القتال دہلوی یکے از اولیائے کبار۔ قاضی جلال الدین لاہوری کی خدمت میں برسوں رہ کر مستفید ہوئے۔ دہلی ہی میں آسودۂ لحد ہوئے شیخ علاؤ الدین بن نور الدین اجودھنی نے ان کے مزار پر عالیشان مقبرہ تعمیر کرا دیا۔ یہ زمانہ سلطان سکندر لودھی کا تھا ۹۰۳ھ / ۱۴۹۷ء میں رحلت فرمائی۔

۴۰۱۔ مولانا یوسف سمرقندی

م ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء

"الشیخ العلامۃ" یونس بن ابو یونس حنفی سمرقندی ثم سندھی۔ علوم عقلیہ میں اعلم العلمائے سے تھے۔ سندھ آئے تو سلطان مرزا حسین شاہ نے آپ سے شرح مواقف جرجانی اور دوسری کتابیں پڑھیں ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء میں وفات پائی (نہاوندی)

۴۰۲۔ مولانا یونس سندھی

"الشیخ الفاضل" یونس بن ابو یونس حنفی سندھی یکے از اساتذۂ باکمال۔ ان کے شاگردوں میں قاضی عبد الغنی۔ سید ابراہیم بھکری۔ شیخ نظام الدین بن کبیر۔ شیخ طیب سندھی۔ قاضی اسحٰق اسیری اور دیگر بے شمار انفاس ہیں (محمد بن الحسن در گلزار ابرار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

نزہۃ الخواطر

و

بہجۃ المسامع والنواظر

(پاک و ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(جلد چہارم)

مؤلف :- مولانا سید عبدالحئی حسنی بریلوی (سابق مدیر ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مترجم :- ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

باعانت محکمۂ اوقاف (مغربی پاکستان)

مقبول اکیڈمی

چوک انارکلی - بالمقابل المینار مارکیٹ لاہور